بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فمنہم من قضیٰ نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا

حجۃ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت

علامہ حضرت مولانا علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہ

حیات — خدمات — افکار و آثار

مرتب: محمد یونس قاسمی و عبدالجبار شیخ

ناشر: خلافت راشدہ اکیڈمی



حجۃ الاسلام والمسلمین، امام اہل سنت

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ

حیات، خدمات، افکار و آثار

مرتب:

محمد یونس قاسمی / عبد الجبار شیخ

خلافت راشدہ اکیڈمی

خیر پور، سندھ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيْلاً (الاحزاب ۳۳: ۲۳)

''مومنوں میں سے کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انھوں نے اللہ سے کیا تھا، اس کو سچ کر دکھایا۔ تو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انھوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔''



یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

کتاب: ''حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ-حیات، خدمات، افکار و آثار''

مرتب: محمد یونس قاسمی

ناشر: خلافت راشدہ اکیڈمی، خیرپور، سندھ

(0243-715369 / 0300-2343166)

اشاعت اول: ربیع الاول ۱۴۳۳ھ / فروری ۲۰۱۲ء

قیمت: ۶۰۰ روپے

فہرست مضامین

(۲) نقوش وتاثرات

(۳) مکاتیب وافادات

(۴) تعزیتی پیغامات وتاثرات

☆☆☆

اظہار تشکر

امام اہل سنت حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کی حیات اور خدمات کا مفصل تذکرہ اور تحریک تحفظ ناموس صحابہ کی اس جدوجہد میں ان کے کارناموں کی تفصیل اور ایک ترتیب کے ساتھ ان کا تذکرہ ہم پر قرض تھا۔ اس قرض کی ادائیگی کے لئے حضرت علامہ شہیدؒ کی شہادت کے بعد سے ہی ہم کوشاں تھے کہ یہ جلد سے جلد ادا ہو جائے مگر علامہ شہیدؒ کی جدائی سے جو خلل پیدا ہوا ہے اور جو ہماری جماعت کا علمی نقصان ہوا ہے، شہیدؒ کے بابرکت خون کی برکتیں اپنی جگہ نمودار ہونے لگیں مگر ساتھ ساتھ کچھ ایسے مسائل بھی پیش آئے کہ جن سے نمٹتے نمٹتے ہمیں دوسال بیت گئے اور اس کام کو مکمل تو کیا، صحیح طریقے سے شروع بھی نہ کر سکے۔ بالآخر سوچ بچار کے بعد اس محنت کی ذمہ داری عزیزم محمد یونس قاسمی کے کندھوں پر ڈال دی جنہوں نے رات دن ایک کر کے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ ہم اس خصوصی اشاعت کے موقع پر اس کے مرتب محمد یونس قاسمی اور عبدالجبار شیخ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ہر دو حضرات کی اس مساعی جمیلہ کو قبول ومنظور فرمائے اور ہم سب کو حضرت شہیدؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین

(علامہ) محمد احمد لدھیانوی
ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں

پیش لفظ

اللہ تعالی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم حجت الاسلام والمسلمین ،داعی اتحاد بین المسلمین حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی حیات خدمات اور افکار وآثار کو مرتب کرنے اور اس کو شائع کرنے میں کامیاب اور سرخرو ہوئے ہیں اس پر ہم ذات باری تعالی کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے حضرت امام اہلسنت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اپنی ذات میں ایک جماعت ہے کم نہ تھے انکی موجودگی میں جامعہ حیدریہ کا انتظام وانصرام اور خلافت راشدہ اکیڈمی کے معاملات چلانے میں کبھی کوئی دقت پیش نہ آئی ہر معاملے میں وہ مکمل سرپرستی اور رہنمائی فرماتے تھے ان کی شہادت کے بعد ہمیں گوناگوں مسائل کا شکار ہونا پڑا اور ان مسائل سے چھٹکارا پاتے پاتے ہمیں بڑا وقت لگا امام اہلسنت پر اس خصوصی اشاعت کی تیاری اور اسے شائع کرنے کو بہت جی چاہتا تھا مگر وہ مسائل تھے کہ موقع ہی نہیں دے رہے تھے عزیز القدر بھائی معروف کالم نگار جناب حضرت مولانا محمد یونس قاسمی سے ہم نے گزارش کی کہ آپ اسے مرتب کریں اور جہاں ہماری ضرورت ہو ہم خدمت کے لئے حاضر ہونگے ہماری اس خواہش کو موصوف نے قبول کیا اور جامعہ حیدریہ میں آکر اسے مکمل کرنے کی کوشش کی حضرت علامہ شہیدؒ کے تلمیذ خاص مولانا مفتی محمود الحسن معاویہ بھی اس خدمت میں ممد ومعاون بنے رہے اور اپنے مدرسہ جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات جنڈ ضلع اٹک میں اپنی تدریسی مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس مشن کی تکمیل کیلئے کوشاں رہے ادارہ جامعہ حیدریہ کے تمام اساتذہ کرام و منتظمین اور خلافت راشدہ اکیڈمی کے تمام احباب وہردو حضرات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور انتہائی شکرگزار ہیں۔امام اہلسنت حضرت علامہ شہیدؒ تصنیف وتالیف کے میدان کے نہیں تھے یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریری خدمات نہ ہونے کے برابر ہے آپ بنیادی طور پر ایک ماہر مدرس تھے پھر حضرات اساتذہ کرام کی

تلقین وترغیب پر میدان مناظرہ اور میدان خطابت میں کود پڑے جہاں آپ نے بہت کامیابیاں حاصل کیں اور امت مسلمہ کی رہنمائی کی قوم کو اپنے خطابات کے ذریعے علمی جواہر پاروں سے نوازا میدان مناظرہ میں باطل کے بڑے بڑے مناظرین کو چاروں شانے چت کر دیا خلافت راشدہ اکیڈمی کی کوشش ہے کہ آپؒ کے علمی خطبات وتدریسی افادات کو مرحلہ وار ترتیب دیا جائے ہم اس پر محنت کر رہے ہیں اور وقتاً فوقتاً کچھ چیزیں چھپ کر منظر عام پر آرہی ہیں آپ احباب سے بھی گزارش ہے کہ ہماری مکمل سرپرستی فرمائیں اور اپنے مفید مشوروں سے ہمیں نوازتے رہیں اللہ رب العزت ان کوششوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور ہمیں دین حق اسلام کی صحیح معنی میں خدمت کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

(مولانا) ثناءاللہ حیدری

(مہتمم جامعہ حیدریہ خیرپور سندھ)

(مولانا) عبدالجبار فاروقی

(ناظم اعلیٰ جامعہ حیدریہ خیرپور سندھ)

عرض مرتب

امام اہل سنت، حجۃ الاسلام والمسلمین، وکیل صحابہؓ واہل بیتؓ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی حیات وخدمات اور افکار وآثار پر مشتمل ''خلافت راشدہ اکیڈمی'' کی یہ خصوصی اشاعت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کی شہادت کے کچھ ہی دنوں بعد اس اشاعت کو مرتب کرنے کی ذمہ داری محترم المقام جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں نے مجھے سونپی تھی، جس کی بنا پر میں نے اس کی تیاری کا آغاز اسی روز کر دیا تھا اور ایک خط تحریر کر کے ملک وبیرون تمام اکابر علماء ومشائخ، تنظیمی قائدین وکارکنان اور حضرت شہیدؒ کے تلامذہ ومتوسلین کو بھیج دیا تھا جس کی عبارت کچھ یوں تھی:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت طرفین نیک مطلوب!

جناب والا! آپ کو اس جانکاہ حادثہ کی خبر معلوم ہو چکی ہوگی جو 17 اگست 2009ء کی شب پیش آیا تھا جس میں امام اہل سنت حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اپنے ایک جاں نثار محمد امتیاز پھلپوٹو کے ہمراہ جام شہادت نوش فرما گئے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ ملک کی سب سے بڑی مذہبی جماعت کے سرپرست اعلیٰ، خلافت راشدہ اکیڈمی خیر پور سندھ کے ڈائریکٹر اور احقاق حق اور ابطال باطل کی نیت سے قائم کیے جانے والے دینی ادارہ جامعہ حیدریہ خیر پور سندھ کے مہتمم اور بانی تھے۔ قدرت نے علم وفضل، حوصلہ وہمت، صبر واستقامت، غیرت وحمیت، جرأت وشجاعت، ذہانت ومتانت، تدریس وخطابت، قیادت وسیادت کے مختلف عناصر کو یکجا کر کے ایک حسین پیکر تراشا تھا جسے ''علی شیر حیدری'' کا نام دیا تھا۔ انکے نام، کام اور مقام سے دینی حلقوں میں شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جو واقف نہ ہو۔ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی ایک خوبی ''شان درویشی'' اور ایک وصف ''آئین جوانمردی'' تھا، ان دو باتوں پر انکی زندگی میں کسی موڑ پر لچک نظر

نہیں آتی نہ کسی مرحلہ پر معذرت، انکی درویشی پر ہر دور کا درویش اعظم رشک کرتا رہا اور انکی جوانمردی سے نمرود وقت ہول کھاتا رہا۔ ایران میں شیعی انقلاب کے بعد پاکستان میں جو حالات پیدا کیے گئے اور جن ہتھکنڈوں کو آزما کر پاکستان میں اس شیعی انقلاب کو برپا کرنے کی کوششیں کی گئیں، ان سب حالات میں حضرت امام اہل سنتؒ کا وجود غنیمت تھا اور اس کفر کو روکنے والے قافلہ حق کی سالاری وسربراہی جس انداز میں وہ کررہے تھے یہ انہی کا خاصہ تھا۔ وہ تو ایک کامیاب اور بامقصد زندگی گزار کر جاچکے ہیں، اب ہمارے لیے انکی سیرت وسوانح کسی غنیمت سے کم نہیں، ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کے پیغام، مشن، تعلیمات اور سیرت وسوانح کو دنیا کے سامنے پیش کردیں تاکہ انکی روشن زندگی سے روشنی حاصل کی جاسکے اور اپنی منزل مقصود تک پہنچنا ہمارے لیے آسان ہوسکے۔

خلافت راشدہ اکیڈمی خیرپور سندھ نے حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی حیات وخدمات، پیغام، مشن اور تعلیمات کو ایک خصوصی نمبر بعنوان ''امام اہل سنت'' نمبر کی صورت میں شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔ آنجناب کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت والا کی ہونے والی ملاقاتوں کی تفصیل واحوال، آپ کے نام کوئی خط یا آپ کے پاس حضرت امام اہلسنتؒ کی کوئی تحریر ہو، آپ کے ہاں یا آپ کے قرب وجوار میں ہونے والی حضرت شہیدؒ کی تقاریر یہ تمام اور آپ اپنے تأثرات، مضمون قلم بند فرما کر ہمیں یکم ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ تک ارسال فرمادیں تاکہ ہم جلد از جلد اس دستاویز کو ترتیب دے کر شائع کرواسکیں۔

ہم آپ کی طرف سے اس تعاون کے منتظر رہیں گے۔

والسلام

یکے از خدام حضرت علامہ حیدری شہیدؒ

اس خط کے نتیجہ میں ہمیں بہت سارے مضامین موصول ہوئے مگر انکو مرتب کرنے کا کام بوجوہ ہم جلدی نہ کرسکے۔ ہماری شدید خواہش تھی کہ یہ جلد از جلد تیار ہوجائے مگر دن بدن ایسی مجبوریاں سامنے آتی رہیں جن کی وجہ سے یہ خصوصی اشاعت تاخیر کا شکار ہوتی رہی۔ امید کرتا ہوں کہ آپ حضرات اس تاخیر کو معذوری پر محمول کرتے ہوئے ہماری معذرت کو قبول فرمائیں گے۔

جہاں تک حضرت امام اہل سنت حضرت حیدری شہیدؒ کی شخصیت کے کمالات واوصاف اور تحریک تحفظ ناموس صحابہ کیلئے آپؒ کی خدمات کے کماحقہ احاطہ کی بات ہے تو اس نوعیت کی کئی کاوشوں کے باوجود بھی

شاید کما حقہ احاطہ ممکن نہ ہو سکے اور اس اشاعت کے لئے لکھنے والے چھوٹے بڑے تمام اصحاب قلم نے اسی اعتراف کے ساتھ قلم اٹھایا ہے کہ:

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں

حضرت حیدری شہیدؒ کی حیات وخدمات سے صحیح طرح حضرت شہیدؒ کے قریبی دوست بھائی عبدالحمید میمن، سید پریل شاہ بخاری، مولانا بدرالدین حسینی اور برادرم مولانا عبدالجبار فاروقی سے شاید زیادہ کوئی واقف نہ ہو، مگر یہ تمام حضرات قلم وقرطاس کے میدان کے نہ ہونے کی وجہ سے ان تمام باتوں، خوبصورت یادوں اور اس عظیم الشان تاریخ کو مرتب نہیں کر سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ حضرات لکھتے تو شاید ایک الگ کتاب تیار ہو جاتی۔ اسی طرح حضرت شہیدؒ کی جماعتی خدمات اور تحریک تحفظ ناموس صحابہ کیلئے آپؒ کی کوششوں کا گہرائی کے ساتھ بہترین تذکرہ قائد اہل سنت حضرت علامہ محمد احمد لدھیانوی اور شاہین اہل سنت جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں لکھ سکتے تھے، ان دونوں حضرات نے کچھ نہ کچھ لکھا ضرور ہے مگر عدیم الفرصتی کی بناء پر بہت کچھ نہیں لکھ سکے۔ تاہم ہمیں امید ہے کہ وہ اس عنوان پر ضرور کام کریں گے۔ ہم نے اس خصوصی اشاعت میں حضرت شہیدؒ کے خاندان، حضرت شہیدؒ کے والد گرامی، اور خود حضرت شہیدؒ کی پیدائش سے شہادت تک کے اہم واقعات کو مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت شہیدؒ کی ڈائریوں سے اہم واقعات کا انتخاب اور پوری زندگی کو اجمالاً مولانا محمود الحسن معاویہ نے مرتب کیا ہے۔ حضرت شہیدؒ کے مکاتیب وافادات کو بھی ایک باب میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ آخری باب میں علامہ حیدری شہیدؒ کے متوسلین وتلامذہ، اہل قلم ودیگر احباب کرام کی نگارشات کو مرتب کیا ہے تاہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک باب پر باقاعدہ لکھنے کی ضرورت ہے اور ہر باب ایک الگ کتاب بن سکتی ہے۔

خلافت راشدہ اکیڈمی کو امام اہل سنت حضرت علامہ حیدری شہیدؒ نے 1988ء میں قائم کیا تھا، اس کا مقصد مذہب اہل سنت والجماعت کے تحفظ ودفاع کے لیے لٹریچر کو شائع اور عام کرنا تھا۔ حضرت علامہ شہیدؒ نامساعد حالات کے باوجود اس فریضہ کو سرانجام دیتے رہے۔ اب یہ اکیڈمی حضرت شہیدؒ کے علمی وتصنیفی منصوبوں کو مکمل کرنے اور حضرت شہیدؒ کی تحقیقات ودرسی افادات اور علمی خطبات کو عملی ضروریات اور تقاضوں کے لحاظ سے بہتر سے بہتر انداز میں مرتب اور محفوظ کرنے کا آغاز کر چکی ہے۔ ان شاء اللہ بہت جلد اس حوالے سے بہت ساری نئی چیزیں آپ کو پڑھنے کو ملیں گی۔

اس خصوصی اشاعت کی پیش کش کے سلسلہ میں ان سب حضرات کا شکریہ ادا کرنا بھی لازم ہے جن کا تعاون کسی بھی حوالے سے ہمیں حاصل رہا۔ سب سے بڑھ کر تو وہ اصحاب قلم ہمارے شکریے کے مستحق ہیں جن کی تحریریں قارئین آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ بحمد اللہ تمام اہل قلم نے بھر پور عقیدت واحترام کے ساتھ ایک سعادت میں شریک ہونے کے جذبے سے اپنے خیالات وتأثرات قلم بند فرمائے اور اپنی نگارشات ہمیں ارسال فرمائیں۔ خصوصیت کے ساتھ میں شکریہ ادا کروں گا برادر عزیز مولانا مفتی محمود الحسن معاویہ کا جو اپنے جامعہ کی اور اپنی تدریسی مصروفیات کو چھوڑ کر میرے ساتھ اس کام میں برابر شریک رہے اور میری بھر پور معاونت کی۔ اللہ پاک انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ محترم جناب انجینئر طاہر محمود، زبیر سومرو، دزبیر جونیجو، مولانا طیب حیدری، حافظ طاہر ایوب وغیرہم کا بھی شکریہ جنہوں نے میرے ساتھ کمپوزنگ، ڈیزائنگ اور ایڈیٹنگ میں معاونت فرمائی۔ اسی طرح بہت زیادہ شکر گزار ہوں جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں اور مولانا عبد الجبار فاروقی کا جن کی مسلسل ہدایات اور مستقل توجہ اور رہنمائی کے بعد اس ضخیم اشاعت کی تیاری ممکن ہوئی۔

قائد اہل سنت حضرت علامہ محمد احمد لدھیانوی مدظلہ کا بہت زیادہ شکر گزار ہوں جنہوں نے شدید ترین مصروفیات کے دنوں میں مجھے یہ کام کرنے کا موقع دیا اور میرے لیے مسلسل دعائیں کرتے رہے۔ اسی طرح اپنے بہت ہی محترم دوست اور بھائی، نوجوان محقق عالم مولانا عمار خان ناصر (مدیر ماہنامہ 'الشریعۃ' گوجرانوالہ) کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں اس خصوصی اشاعت کی کمپوزنگ سے لے کر اس کی پرنٹنگ تک مکمل رہنمائی اور معاونت کی۔ میرے والدین جن کی دعاؤں کے صدقے مجھے یہ کچھ نہ کچھ لکھنے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوتی رہتی ہے، ان کے لیے میں بھی دعا گوں ہوں اور اپنے تمام قارئین سے اپیل کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت میرے والدین کا سایہ مجھ پر صحت وسلامتی کے ساتھ تادیر قائم رکھے تاکہ ان کے سائے تلے مجھے دینی کاموں کی انجام دہی کا موقع ملتا رہے۔

محمد یونس قاسمی

یکم فروری ۲۰۱۲ء

﴿۱﴾

سوانح

امام اہل سنت کی زندگی کا مختصر خاکہ

1963ء ولادت ۲۷ رجب پیر کے دن فجر کی نماز سے قبل ولادت ہوئی۔

ابتدائی تعلیم: پرائمری، اعظم کالونی لقمان خیر پور

مڈل تعلیم: گورنمنٹ ناز ہائی اسکول خیر پور

1979ء ابتدائی دینی تعلیم جب ایران میں خمینی انقلاب آیا تھا

1980ء جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ میں پھر جامعہ دار القرآن عیسیٰ خان مری نو۔

1988ء جامعہ اشاعت التوحید والسنہ لاڑکانہ میں تفسیر اور فقہ کی تعلیم کے حصول کے لیے داخلہ لیا۔

1984ء پہلی شادی کی اور فراغت سے قبل ہی جامعہ عزیزیہ رتوڈیرو میں تدریس شروع کر دی۔

1985ء جامعہ دار الہدیٰ ٹھیڑی میں دورہ حدیث شریف پڑھنے کے لیے داخلہ لیا۔

1985ء درگاہ ہالیجی شریف کے روح رواں حافظ محمود اسعد ہالیجویؒ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔

1986ء 10 اپریل میں جامعہ دار الہدیٰ ٹھیڑی سے فراغت حاصل کی۔

1987ء 22 ستمبر کو جامعہ حیدریہ انوار الہدیٰ خیر پور کا سنگ بنیاد رکھا۔

1987ء 7 ستمبر کو پہلی بار گرفتار ہوئے ایک تقریر کے کیس میں۔

1988ء 4 مارچ کو رہائی ہوئی۔

1989ء میں دفاع صحابہؓ کانفرنس کا اجراء فرمایا۔

1990ء 8 مئی کو تحفظ ناموس صحابہ کی علمبردار جماعت سپاہ صحابہ میں شمولیت اختیار کی۔

1990ء یکم مئی کو دوسری بار گرفتاری۔

1994ء تا 1995ء صوبہ بدری۔

1996ء جولائی میں درگاہ بیر شریف کے چشم و چراغ، مرشد الموحدین مولانا عبدالکریم قریشیؒ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔

1997ء 5 مئی کو سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ منتخب ہوئے۔

1998ء 10 جنوری کو تیسری بار گرفتاری۔

1999ء یکم اپریل کو رہائی۔ عمرہ کی سعادت سے بھی سرفراز ہوئے۔ 7 اپریل کو گورنر سندھ کی دعوت پر شیعہ سنی اختلاف ختم کرنے کے لیے گورنر ہاؤس میں منعقدہ اجلاس میں شرکت کی۔

2000ء پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔

2000ء 20 نومبر کو ادارہ تعلیم القرآن ایڈنبرا یوکے کی دعوت پر عظمت قرآن کانفرنس اور علاوہ ازیں عظمت صحابہؓ کے عنوان سے منعقدہ سیمینار میں حاضری کے لیے لندن کا پہلا تبلیغی بیرونی سفر کیا۔

2001ء ستمبر میں برطانیہ کے بعض احباب کی دعوت پر قرآن کریم کے دروس دینے کے لیے برطانیہ تشریف لے گئے اور قرآن کریم کے مختلف عنوانات پر سو سے زیادہ لیکچر دیے۔ واپسی پر دوبئ کا تبلیغی دورہ بھی کیا۔

2001ء 8 جون دوسری شادی کی۔

2002ء 6 نومبر کو عظمت قرآن کانفرنس کے لیے یوکے تشریف لے گئے۔

2004ء 26 جون کو برطانیہ کا دورہ کیا اور 17 جولائی کو واپس لوٹے۔

2005ء 18 جولائی بروز پیر کو چوتھی بات گرفتار ہوئے۔ 21 اکتوبر کو رہا ہوئے۔ بروز سوموار 24 اکتوبر کو پھر پانچویں بار گرفتار ہوئے۔

2006ء 16 فروری بروز جمعرات ہائی کورٹ کے حکم پر خیرپور جیل سے رہا ہوئے۔ اگست میں برطانیہ کا دورہ کیا۔ یکم اپریل کو ساؤتھ افریقہ سے عظمت صحابہؓ کانفرنس میں شرکت کی دعوت ملی لیکن جماعتی مصروفیات کی بناء پر شریک نہ ہو سکے۔

2007ء 12 فروری کو مدینہ منورہ میں حضرت اقدس مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم سے چاروں سلاسل میں خلافت حاصل ہوئی، ان دنوں آپ پہلی مرتبہ حج مبارک کی سعادت کے حصول کے لیے تشریف

لے گئے تھے۔

2008ء دوسرا اور زندگی کا آخری حج ادا کیا۔

2009ء 14 اگست دفاع صحابہ کانفرنس جس میں شاندار اور لاجواب خطاب فرمایا۔

2009ء 17 اگست، سفر شہادت۔

معروف اساتذہ کرام

حضرت مفتی غلام قادر صاحب ٹھیڑی شریف

حضرت مولانا مفتی غلام محمد صاحب کولاب جیل

حضرت مولانا امین صفدر اکاڑوی صاحب

حضرت عبدالہادیؒ صاحب ٹھیڑی

حضرت مولانا عبدالحیؒ صاحب ٹھیڑی

حضرت مفتی محمد بلال صاحب ٹھیڑی

حضرت مولانا فضل محمد صاحب مدیجی شریف

حضرت مولانا علی محمد حقانی صاحب لاڑکانہ

حضرت مولانا کریم بخش صاحب رتوڈیرو لاڑکانہ

حضرت مولانا محمد حسن صاحب لانگاہ نوشہرو فیروز

☆☆☆

شجرہ سلسلہ قادریہ راشدیہ حیدریہ

امام الاولیاء رئیس الاتقیاء حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ

بدر الاتقیاء رئیس المفسرین حضرت علامہ عبد الکریم صدیقی قریشی رحمۃ اللہ علیہ

قطب الاقطاب حضرت علامہ حماد اللہ ھالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حافظ محمد صدیق قریشی بھر چونڈی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید شاہ حسن گیلانی تمبوہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید محمد راشد حسینی روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید محمد بقاء شہید حسینی پٹ دھنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید عبد القادر آخریں گیلانی پیر کوٹی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید شمس الدین ثالث گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید عبد القادر ثالث گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید حامد محمد شاہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید عبد الرزاق گیلانی اُچھی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید محمد غوث اُچھی گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید شمس الدین محمد اعظم گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید سراج الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید ضیاء الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید نور الدین مسعود گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید حمید الدین احمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صوفی صفی الدین عبد السلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سیف الدین عبد الوہاب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو سعید مبارک بن علی مخزومی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو الحسن علی بن محمد ھنکاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو الفرح محمد بن عبد اللہ طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز تمیمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الطائف حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

شیر خدا سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امام الانبیاء، خاتم المعصومین، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم



محمد یونس قاسمی

امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ

ولادت سے شہادت تک

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں چار باکمال طبقات انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین کو انعام یافتہ قرار دیا ہے، پھران میں سے دوطبقات یعنی انبیاء کرام اور صدیقین علمی کمالات اور شہداء وصالحین عملی کمالات کا منبع وسرچشمہ قرار دیے گئے۔ علمی کمالات کی اصل نبوت وصدیقیت ہیں اور اسلام میں نبوت وصدیقیت کے بعد سب سے بڑا مقام ''شہادت'' کا ہے۔ وہ خوش نصیب بندے جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی، دین حق کی پاسداری، دشمنان اسلام کی جارحیت کے سدباب، ناموس رسالت، ناموس صحابہؓ کے تحفظ اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ سربلند کرنے کے لیے اپنی جان کی متاع عزیز ہتھیلیوں پر رکھ کر میدان عمل میں کود پڑتے ہیں اور نہایت بہادری، دلیری سے لڑتے ہوئے کام آجاتے ہیں، شریعت ان پاکباز نفوس کو شہید کہتی ہے اور قرآن کریم میں انہیں مردہ کہنے سے روکا گیا ہے۔ شہادت وہ عظیم سعادت ہے جس کے حصول کے لیے خود خاتم المعصومین حضور نبی کریم ﷺ بھی دعائیں مانگتے رہے۔ علامہ علی شیر حیدریؒ اپنے جانثار محمد امتیاز پھلپوٹو سمیت 17 اگست 2009 کو رات پونے دو بجے اس عظیم منصب پر فائز ہوگئے۔

ابتدائی حالات

علامہ علی شیر حیدریؒ ملک کی سب سے بڑی مذہبی تنظیم کے سرپرست اعلیٰ اور قائد اہل سنت تھے۔ ان کے نام، کام اور مقام سے دینی حلقوں میں بالخصوص شاید ہی کوئی شخص ایسا ہوگا جو واقف نہ ہو۔ قدرت نے علم و فضل، حوصلہ وہمت، صبر واستقامت، غیرت وحمیت، جرأت وشجاعت، ذہانت ومتانت، تدریس وخطابت، قیادت وسیادت کے مختلف عناصر کو یکجا کر کے ایک حسین پیکر تراشا تھا اور اس کا نام ''علی شیر

حیدری'' رکھ دیا تھا۔ بھاری بھرکم جسم، موٹی موٹی آنکھیں، چہرے پر جلال و جمال رقصاں اور نورانیت چھلکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور لبوں سے علم وحکمت کے پھول جھڑتے رہتے تھے۔ خیر پور کی گوٹھ موسیٰ خان جانوریاں میں سال 1963ء میں پیدا ہوئے، آپ کے والد گرامی رئیس محمد وارث شہیدؒ بلوچوں کی ایک شاخ چانڈیو سے تعلق رکھتے والے نہایت خداترس اور دیندار انسان تھے جنہیں 2004ء میں قریبی رہائش پذیر جاگیرانی قبیلہ سے تعلق رکھنے والے شیعوں نے ناحق قتل کردیا تھا۔ آپ کے دادا جان جناب اللہ داد صاحب سندھی زبان کے فی البدیہہ شاعر تھے۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم کا آغاز اپنے آبائی گاؤں گوٹھ کے اسکول سے کیا۔ 1979ء میں ناز ہائی اسکول میں مڈل کلاس کے طالب علم تھے کہ اس دوران میں پیش آنے والے ایک واقعے نے آپؒ کے مستقبل کا رخ بدل دیا۔ استاد نے نماز کے مسائل کے متعلق پوچھا، آپؒ نماز تو پڑھتے تھے مگر مسائل سے ناواقفیت اور چھوٹے ہونے کی بنا پر نہ بتا سکے۔ اس سے قبل کلاس میں آپ کا تعلیمی ریکارڈ بہت اچھا تھا اور ہمیشہ پوزیشن لینے کی وجہ سے سکول میں مقبول بھی تھے۔ نماز کے متعلق مسائل والے سوال کا جواب نہ دینے کی وجہ سے اب شرمندگی ہوئی اور شرمندگی اتنی شدید ہوئی کہ اسی روز اسکول چھوڑ دیا، اس اقدام پر سکول کے اساتذہ نے بہت سمجھایا اور کہا کہ تم ذہین ہو پڑھ لکھ کر بڑے آدمی بن سکتے ہو، سکول نہ چھوڑو، مگر آپ نے تمام ترغیبات کو یکسر مسترد کردیا اور دینی تعلیم کے حصول میں مشغول ہوگئے۔ ان دنوں آپ کے یہاں دیوبندی، بریلوی کشیدگی نہ تھی مشترکہ جلسے ہوتے تھے صرف سنی شیعہ کا فرق تھا۔ چنانچہ آپ کو پیر صاحب پگاڑا کے مدرسہ ''جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ'' میں داخل کروادیا گیا، درس نظامی کی ابتدائی کتابیں وہاں پڑھیں، اس سے قبل خیر پور میں ہی حافظ کریم بخش صاحب سے ناظرہ قرآن مجید پڑھ چکے تھے۔ حافظ صاحب توحید کی باتیں کرتے رہتے انہی کی برکت سے عقائد کی اصلاح ہوچکی تھی۔ جامعہ راشدیہ کا مخصوص ماحول آپ کو راس نہ آیا تو وہاں سے جامعہ شمس الہدیٰ نوشہرو فیروز پہنچے، کچھ وقت مدرسہ تعلیم القرآن عیسیٰ خان مری میں گزارا اور 1982ء میں شمس الہدیٰ کولاب جیل میں فقیہ العصر مفتی محمد حسنؒ سے اکتساب فیض کیا، اس کے بعد لاڑکانہ پہنچے اور جامعہ اشاعت القرآن میں مولانا علی محمد حقانیؒ قرآن مجید کا ترجمہ وتفسیر اور شمائل ترمذی کا

درس لیا اور مولانا فضل محمد پنہور سے کافیہ پڑھی اور انہی حضرات کے مشورہ سے دوران تعلیم ہی 1984ء میں رتوڈیرو ضلع لاڑکانہ کے مدرسہ جامعہ عزیزیہ میں فقہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا درس دیتے رہے۔ غالباً دو سال یہاں گزارنے کے بعد ٹھیڑی شریف کے مشہور مدرسہ دار الہدیٰ میں موقوف علیہ کے درجہ میں داخلہ لیا۔ پھر دورہ حدیث کی تکمیل بھی یہیں کی۔ بخاری شریف کی جلد اول مولانا عبد الہادیؒ سے اور جلد ثانی مولانا عبد الحق (فاضل دیوبند، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے تلمیذ خاص) سے پڑھی۔ ترمذی شریف مفتی اعظم سندھ حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ اور مسلم شریف مفتی محمد بلالؒ سے پڑھیں۔

تدریس وخطابت

تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس کا مشغلہ اپنایا اور جامعہ عزیزیہ رتوڈیرو ضلع لاڑکانہ میں صدر مدرس اور مفتی کی حیثیت سے فرائض سرانجام دینے شروع کیے لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا۔

جامعہ حیدریہ کا قیام

1987ء میں خیر پور کے بعض احباب نے علاقہ میں شیعیت کی روز افزوں بڑھتی جارحیت کی طرف توجہ دلائی تو آپ شدید احساس کے تدریس چھوڑ یہاں خیر پور آگئے اور 1987ء میں ہی ایک قطعہ اراضی پر جامعہ حیدریہ انوار الہدیٰ کا سنگ بنیاد رکھا۔ آپ کا مقصد تردید فرق باطلہ کے لیے علمی میدان میں کام کرنے والے افراد تیار کرنا تھا، آپ کا شروع سے یہ ذوق تھا کہ طلباء میں کمیت کی بجائے کیفیت کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں تربیت دی جائے، وہ بے شک تھوڑے ہوں مگر انہیں دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو۔

اگرچہ آپ کا ذہن شروع سے ہی تدریس اور تبلیغی تھا لیکن زیادہ دلچسپی تدریس میں تھی اور ایک ایسا وقت بھی آیا کہ آپ نے خود کو تدریس کے لیے وقف کر دیا۔ اپنے استاذ محترم حضرت مفتی غلام قادرؒ کی خدمت میں باوضو حاضر ہو کر گزارش کی کہ میں آپ کو حلف دینا چاہتا ہوں کہ آئندہ تقریر نہیں کرونگا۔ استاذ محترم آپ کا یہ عزم دیکھ کر پریشان ہو گئے اور حکماً فرمایا کہ ''ایسا مت کرو خدا جانے قدرت کو کیا منظور ہے'' چنانچہ استاذ محترم کے حکم پر آپ اپنے اس ارادے سے باز آ گئے۔

اس زمانے میں ضلع خیر پور شیعیت کا مرکز سمجھا جاتا تھا اور یہاں کا ماحول اس قدر بدرنگ ہو چکا تھا کہ ایک مرتبہ محلہ لقمان میں ایک مسلمان خطیب صاحب نے محرم احرام میں ''شان حسینؓ'' بیان کر دی تو شیعوں

نے اس پر احتجاجی جلوس نکالا اور مسجد کا گھیراؤ کر لیا، ان کا کہنا تھا کہ ''حسینؓ ہمارا ہے، اہل سنت خطیب کو حسینؓ کا نام لینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی'' چنانچہ بڑی مشکل سے خطیب صاحب کی جان بچائی گئی۔ ان حالات کی وجہ سے دور طالبعلمی میں ہی آپ کو فن مناظرہ سے لگاؤ اور تحقیق کا شوق تھا اور عوام الناس کے عقائد کی اصلاح کے لیے تقریر جیسا اہم ترین ذریعہ اختیار فرمایا۔

ایک مناظرے کا دلچسپ واقعہ

اسی دوران شیعیت سے آپ کے کئی دلچسپ علمی مناظرے بھی ہوئے۔ 1989ء میں ضلع شکار پور کے بریلوی حضرات نے شیعوں سے مناظرہ طے کر لیا، لیکن وقت مقررہ پر انہیں کوئی مناظر نہ مل سکا، مجبوراً وہ سکھر میں حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ بخاریؒ کے پاس پہنچے اور ان کی منت سماجت کرنے لگے کہ آپ اس مناظرہ میں شرکت کریں۔ حضرت شاہ صاحب بھی کسی پروگرام کی بناء پر وہاں جانے سے قاصر تھے، انہوں نے ان لوگوں کو حضرت حیدریؒ کے پاس بھیج دیا۔ ادھر آپ کی بھی اپنی مصروفیت تھی لیکن یہ سوچ کر کہ اگر میں نہ گیا تو سنیت بدنام ہوگی۔ آپ چل پڑے اور رات نو بجے آپ وہاں پہنچ گئے۔ شیعوں کا مناظر علامہ عبداللہ جروار کتابیں لے کر آیا، لیکن آپ کو دیکھ کر گھبرا گیا اور منتظمین سے جھگڑنے لگا کہ مناظرہ بریلویوں سے ہے تم دیوبندیوں کو لے کر آگئے ہو؟ آپؒ نے اسے کہا کہ تیرا مناظرہ بریلویوں سے نہیں سنیوں سے ہے اور میں سنی ہوں تم جھگڑنے کی بجائے مناظرہ کرو۔ بڑی مشکل سے وہ تیار ہوا، مگر کہنے لگا کہ اب پہلے جا کر نماز پڑھ آئیں بعد میں مناظرہ کرتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا نماز کون سی پڑھیں؟ شیعوں والی یا سنیوں والی؟ پہلے مناظرہ ہونا چاہیے تاکہ معلوم ہو سکے کہ نماز کونسی درست ہے۔ جو نماز درست ہوگی میں اور آپ دونوں ہمیشہ کے لیے وہی نماز پڑھنے کے پابند ہونگے۔ لیکن وہ ماننے پر نہیں آ رہا تھا اور آپ جانتے تھے کہ اگر نماز پڑھنے چلے گئے تو یہ فرار ہو جائے گا۔ چناچہ آپ نے فرمایا کہ عشاء کی نماز ساری رات پڑھی جاسکتی ہے، پہلے سچی اور جھوٹی کا فیصلہ ہو جائے، بعد میں دونوں فریق سچی قرار پائی جانے والی نماز ادا کرنے کے پابند ہونگے۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے ہم مسلک لوگوں کے اصرار پر امادہ ہوا۔ اب آپ نے کہا کہ نماز سے پہلے کلمے کا نمبر ہے لہٰذا سچے اور مکمل کلمے کا تعین کر لیا جس فریق کا کلمہ صحیح ثابت ہوا، نماز بھی اس کی صحیح قرار دی جائے گی۔ حاضرین نے آپ کی تائید کی علامہ عبداللہ جروار کا رنگ فق ہو گیا۔ آپ نے سوال کیا کہ تم یہ

ثابت کر کے دکھاؤ کہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے بعد جو اضافہ شدہ کلمہ تم پڑھتے ہو، کیا حضور ﷺ نے کسی صحابیؓ کو پڑھایا؟ کیا حضرت علی المرتضیٰؓ اور ان کے فرزندانِ گرامی قدر نے کسی موقع پر یہ کلمہ پڑھایا پڑھایا؟ عبداللہ جروار کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا، وہ بغلیں جھانکنے لگا۔ شیعہ منتظمین نے آپ سے گزارش کی کہ آپ ہمارے مہمان کو ہمارے گھر میں ذلیل نہ کریں اور رخصت ہو جائیں۔ آپ نے کہا جب تک علامہ عبداللہ جروار نہیں جائے گا، میں بھی نہیں جاؤں گا۔ کہنے لگے وہ ہمارا مہمان ہے رات یہیں رہے گا، آپ نے کہا کہ میں بھی رات یہیں رہوں گا (کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اگر آپ اس سے پہلے یہاں سے چلے گئے تو اس نے آپؒ کے خلاف اشتہار چھپوا دینے ہیں کہ علی شیر حیدری فرار ہو گیا اور یوں لوگوں کو دھوکہ دے کر شیعیت کی طرف مائل کرے گا) وہ کھانا لے اائے اور آپ کو کھانے کو کہا آپ نے کہا کہ تم اپنا کلمہ ثابت نہیں کر سکے، تم مسلمان نہیں، میں تمہارے گھر کا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے ان کے گھر کا کھانا نہ کھایا مگر ساری رات اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ وہیں گزار دی، صبح کو پہلے عبداللہ جروار وہاں سے روانہ ہوا، بعد میں آپؒ بھی روانہ ہو گئے۔

ایک مرتبہ روہڑی کے سابق ایم پی اے سید خادم علی شاہ نے مناظرہ طے کیا، آپ وہاں پہنچے اور ایک مرتبہ عبداللہ جروار کو عبرتناک ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ نیز شیعوں کا ایک اور نامور مناظر تاج الدین حیدری بھی آپ سے ہزیمت اٹھا چکا ہے، یاد رہے کہ تاج الدین حیدری کے ساتھ مناظرہ سرگودھا میں طے ہوا تھا، اس میں معاون مناظر مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ تھے جبکہ صدر مناظر کے فرائض علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے ادا کیے۔

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ سے تعارف

نومبر ۱۹۸۸ء میں آپ نے شیعیت کے خلاف تقریر کی۔ غالباً اسی تقریر میں آپ نے چیلنج دیتے ہوئے یہ کہا کہ خمینی کی قبر کھودو، اگر انگاروں سے نہ بھری ہوئی ہو تو میں شیعیت اختیار کر لوں گا...... شیعیت اس پر بڑی جز بز ہوئی اور آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ سنٹرل جیل خیر پور میں آپ نے ایک ماہ گزارا۔ وہاں سے ۲۲ر دسمبر کو رہائی ملی۔ اسی گرفتاری کے دوران جیل میں ملاقات کے لیے آئے ہوئے ساتھیوں سے امیر عزیمت علامہ حق نواز کا نام سنا اور ان کے کام سے آگاہی ہوئی۔ رہائی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مارچ

۱۹۸۹ء میں جبکہ آپ فاروقِ اعظم آرگنائزنگ کمیٹی کے ضلع سرپرست تھے، کمیٹی کی طرف سے شہر میں جلسہ کا پروگرام رکھا گیا جس میں امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو مدعو کیا گیا۔ علامہ جھنگویؒ نہ پہنچ سکے، آخری تقریر آپ نے کی اور دورانِ تقریر شیعوں نے حملہ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد سکھر میں علامہ حق نواز جھنگویؒ کی تقریر کا پروگرام بنا اس جلسے پر علامہ حق نوازؒ سے آپؒ کی ملاقات ہوئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کی تقریر سنی۔ آپؒ کی تقریر آدھی سندھی اور آدھی اردو میں تھی...... انداز دونوں کا ملتا جلتا تھا۔ آپؒ نے اس تقریر میں نجفی ملعون کی غلیظ عبارات کے حوالے دیئے۔ تقریر کے بعد علامہ حق نواز شہیدؒ نے آپ کو سپاہِ صحابہ میں شمولیت کی دعوت دی اور فرمایا کہ ''اپنے علاقے میں سپاہ صحابہ کی سرپرستی قبول فرمائیں''۔ آپؒ نے گزارش کی کہ اس علاقے کی فضاء کے مطابق مجھے تمام مخالفین سے ٹکر لینی پڑتی ہے۔ جبکہ آپ بریلویوں سے اتحاد کرنا چاہتے ہیں، میں اگر آپ کی جماعت میں شامل ہو کر پالیسی کے خلاف چلوں گا تو جماعت کو نقصان ہو گا اور اگر پابند رہوں گا تو مسلک کو نقصان ہوگا...... مولانا خاموش ہو گئے۔ اس ملاقات سے یہ بات سامنے آئی کہ آپ دونوں کے نظریات بھی ملتے جلتے تھے اور اندازِ خطابت بھی! نیز یہ کہ اس ملاقات کے بعد آپ کو مولانا سے بہت محبت ہوگئی اور یہ محبت پھر آہستہ آہستہ پروان چڑھتی گئی۔

امیر عزیمت شہید کی شہادت کی خبر

اس زمانے میں آپؒ ہر مہینے کا ایک جمعہ لاڑکانہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ ۲۳ر فروری ۱۹۹۰ء کو جمعۃ المبارک کا روز تھا، آپ حسبِ پروگرام لاڑکانہ کے لیے روانہ ہوئے، ریلوے پھاٹک پر پہنچے تو وہاں چند دوستوں نے خبر سنائی کہ گذشتہ رات علامہ حق نواز جھنگویؒ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ آپؒ کی طبیعت قابو میں نہ رہی اور رو رو کر آپ کا بُرا حال ہو گیا۔ آپؒ وہاں سے فوراً سکھر پہنچے۔ پنجاب جانے والی گاڑیاں سبھی جا چکی تھیں۔ سڑک کے راستے بھی حالات خراب ہونے اور جھنگ میں کرفیو کے باعث پہنچنا مشکل تھا، بالآخر لاڑکانہ پہنچے، جمعہ کی تقریر کی، غم اور اضطراب اس قدر شدید تھا کہ آپؒ کے استاذ حضرت مولانا علی محمد حقانی تسلی دیتے دیتے تھک جاتے تھے۔

سپاہِ صحابہ سندھ کی صدارت

علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے مولانا حق نواز شہیدؒ کے جانشین کی حیثیت سے سپاہِ صحابہ کے

سر پرست اعلیٰ کا منصب سنبھالا، تو آپؒ کو کراچی میں منعقد ہونے والے علماء کرام کے اجلاس میں شرکت کا دعوت نامہ ارسال کیا۔ آپؒ حسبِ پروگرام کراچی جامعہ محمودیہ پہنچے، جہاں اجلاس ہو رہا تھا۔ علامہ فاروقی آپؒ کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہا:

''یہ ہیں مولانا علی شیر حیدری...... سپاہِ صحابہ سندھ کے صدر!!''

آپ حیران ہوئے کہ میں تو کارکن نہیں ہوں...... دراصل علامہ فاروقی شہیدؒ پہلے سے یہ طے کر چکے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان کے فیصلے پر سرِ تسلیم خم کر دیا۔

سپاہِ صحابہ سندھ کی صدارت کا منصب سنبھالنے کے بعد آپ نے پورے ملک میں بالعموم اور صوبہ سندھ میں بالخصوص سپاہِ صحابہ کا مشن اور پروگرام متعارف کرانے میں دن رات برابر کر دیے۔ اسی زمانے میں آپ کا نام خیر پور کی حدود پھلانگتا ہوا پورے ملک کی فضاؤں میں گونجنے لگا۔ اور آپ کی خطابت کے ڈنکے بجنے لگے۔

۱۹۹۰ء سے جنوری ۱۹۹۷ء تک آپ نے سپاہِ صحابہ سندھ کے صدر کی حیثیت سے لازوال تنظیمی خدمات سرانجام دیں اور اپنی حق گوئی کی بناء پر حکومتِ سندھ کے معتوب بھی رہے، اور مختلف وقفوں میں صوبہ بدری کی سزائیں برداشت کرنے کے علاوہ دشمن کی طرف سے قاتلانہ حملوں کا ہدف بنتے رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر آپؒ کی نصرت واعانت فرمائی اور دشمن خائب وخاسر ہوا۔

سپاہِ صحابہ کی سرپرستی کا منصب

۱۸؍جنوری ۱۹۹۷ء کو قائد ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ ۱۴ ماہ کی قید وبند کے بعد سیشن کورٹ لاہور میں پیشی کے موقع پر ریموٹ کنٹرول بم دھماکے کے ذریعے شہید کر دیے گئے۔ ان کی شہادت کے بعد یکم ۱۹۹۷ء کو سپاہِ صحابہ کی مرکزی مجلس شوریٰ وعاملہ کے اجلاس جامعہ قاسمیہ فیصل آباد میں منعقد ہوا جس میں آپؒ کو سپاہِ صحابہ کی سرپرستی کا منصب تفویض کر دیا گیا۔

سرپرست اعلیٰ بننے کے بعد حضرت علامہ علی شیر حیدری نے ملک بھر کے علماء کے نام ایک خط لکھا جس کی تحریر لکھنے کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ یہاں ہم اس خط کی عبارت درج کر رہے ہیں۔

گرامی قدر محترم ومکرم............ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی بخیر!

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ 10 رمضان المبارک بمطابق 18 جنوری 1997ء کو سیشن کورٹ لاہور میں شیعہ دہشت گردوں کے ہاتھوں ایک ہولناک واقعہ پیش آیا جس میں قائد ملت اسلامیہ مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی (سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہ پاکستان) شہید ہوگئے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب والا! میری جماعت کے دیگر ذمہ داران اور سپاہ صحابہ کی مجلس عاملہ نے حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کی ذمہ داریاں میرے ناتواں کاندھوں پر ڈال دی ہیں۔ میں اس موقع پر آپ سے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے مشن کی تکمیل اور اپنی جماعت کو کامیابی سے آگے بڑھانے کے لیے آپ کے مفید مشوروں، دعاؤں اور نصیحتوں کی اشد ضرورت ہے۔

امید کرتا ہوں کہ آپ اس حوالے سے میری ضرور رہنمائی فرمائیں گے۔

ہمیشہ شکر گذار رہوں گا!

والسلام

خاکسائے علماء اہل حق

علی شیر حیدری

چیف جسٹس کی عدالت میں سنی مؤقف کی ترجمانی

اگست 1997ء میں پاکستان بھر میں شیعہ سنی کشیدگی انتہاء کو پہنچ چکی تھی۔ ملک میں شیعہ سنی اختلاف کی وجہ سے قتل وقتال کا بازار گرم تھا ملک کا ہر شہری خون کے آنسو رو رہا تھا۔ کئی مقامات پر علماء کرام کے علاوہ مساجد میں نہتے نمازیوں، ڈاکٹروں، وکیلوں اور عام شہریوں کو بھی بے دردی کے ساتھ نشانہ بنایا گیا۔ عوام الناس سوچنے پر مجبور ہوگئے اور ارباب اقتدار بھی کہ اس کا حل کیا ہے؟ اس سلسلہ میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے (سابق) چیف جسٹس جناب سید سجاد علی شاہ صاحب نے ازخود کارروائی کر کے فریقین کو طلب کیا تاکہ بقول ان کے ''شیعہ سنی اختلاف'' کا عدالتی تصفیہ کیا جائے اور عوامل واسباب کو معلوم کر کے اس کا ازالہ کیا جائے۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس صاحب کے اس اقدام پر بالخصوص سنی عوام، سنی علماء کرام اور مشائخ عظام نے بے حد خوشی کا اظہار کیا اور ان کو مبارکباد دی، اس طرح ان کا دیرینہ مطالبہ پورا ہوگیا کہ بغیر لڑائی جھگڑے کے عدالتی فیصلہ سے مسئلہ حل کیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اہل سنت والجماعت کی طرف سے سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری صاحب، علامہ محمد

احمد لدھیانوی، علامہ شعیب ندیم شہیدؒ، شیخ حاکم علی پیش ہوئے اور ساڑھے چار گھنٹے تک علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے اپنا موقف دلائل کے ساتھ پیش کیا۔ ان کے دلائل سن کر ایک موقع پر چیف جسٹس صاحب بھی آبدیدہ ہو گئے اور انہوں نے یقین دہانی کرائی کہ انشاء اللہ اس معاملہ کو عدل وانصاف کے ساتھ حل کیا جائے گا۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ علامہ علی شیر حیدری صاحب نے اس سلسلہ میں بیان کے علاوہ ''تاریخی دستاویز'' اور ''علماء اُمت کا متفقہ فیصلہ'' بھی چیف جسٹس صاحب کو پیش کیں۔ چیف جسٹس نے اپنی کتاب LAW COURTS IN A GLASS HOUSE میں ان باتوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

Allama Ali Sher Haidri, the head of the Sipah-e-Shaba,produced the text and audio cassettes of speeches,some of wich were heard by me. During the hearing, the attorney-general,the advocate-general Punjab,and the IG Punjab were present.I assured Allama Haidri that the Supreme Court would not allow injustice to be done to any person. Allama Haidri, in turn,assured me that his party would extend its full cooperation if tha Government were to take steps wich were strictly according to law.

اگرچہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اور ان کے رفقاء نے اپنا مضبوط موقف پیش کر کے ملت اسلامیہ کی طرف سے فرض ادا کر دیا تھا لیکن شیعوں کی طرف سے چونکہ کئی وفود پیش ہوئے تو اہل سنت والجماعت کے ملک بھر کے علماء کرام نے بھی محسوس کیا کہ اس سلسلہ میں مزید حضرات بھی پیش ہوں تا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ مل سکے کہ یہ صرف سپاہ صحابہؓ کا مسئلہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ پوری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے اس لیے بعض حضرات نے انفرادی اور بعض نے اجتماعی طور پر اپنا موقف سپریم کورٹ میں پیش کرنا چاہا جن میں سے بعض حضرات نے اپنا موقف زبانی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ تحریری طور پر بھی مسودہ کی صورت میں پیش کرنے کے لیے تیار کیا، مگر یہ بات ابھی تک راز میں ہے کہ وہ کیا عوامل تھے کہ اتنے واضح عدالتی مقدمہ کو چند ماہ التوا میں ڈال کر شدید انتظار کروایا گیا اور پھر اس نازک اور حساس نوعیت کے مسئلہ کو پس پشت ڈالنے کے لیے چیف جسٹس آف پاکستان اور حکومت کے درمیان لڑائی شروع کروائی گئی۔ ملک وملت کے مفاد کو نظر انداز کر دیا گیا اور ذاتیات کو سامنے لا کر پوری قوم کو شدید پریشانی میں مبتلا کیا گیا اور قوم کو ایک اندازے کے مطابق اس لڑائی میں ایک سو ارب (یعنی ایک کھرب) کا معاشی نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ یہ بھی زبان زد عام

ہے کہ یہ ساری سازش ایرانی حکومت اور اس کے کارندوں کی تھی کہ انہوں نے وزیر اعظم اور چیف جسٹس کے مابین تنازعہ کھڑا کیا اور اس کو ہوا دی کہ اس طرح بذریعہ عدالت شیعہ مذہب کی نقاب کشائی سے مرزائیت کی طرح کہیں ان کو بھی اپنے کیئے کا بدلہ نہ مل جائے۔

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ چیف جسٹس سے ہونے والی ملاقات کا احوال بہاولپور کے قریب ایک شہر قائم پور میں خطاب کرتے ہوئے کچھ یوں بیان فرماتے ہیں۔

''سن سن سن، توجہ توجہ!! میں نے تجھ سے زیادہ کہہ دیا ہے، تو سن میں کیا کہہ رہا ہوں، اگر غلط ہے تو مفتی میں نہیں یہاں گرفتاریاں کر...... سید جاوید علی شاہ نے جو اپنی کتاب لکھی ہے، ریٹائرڈ ہونے کے بعد، اسے پڑھ کے دیکھ، وہ بتاتا ہے کہ مجھے ہٹایا اس وجہ سے گیا کہ دلائل کے سامنے میں جھک گیا تھا، یہ فیصلہ کر رہا تھا۔ وہ بتلاتا ہے، سید سجاد علی شاہ نے لکھا ہے کہ میرے سامنے دلائل پیش ہوئے، لگادوں پابندی؟...... ٹھیک ہے لگادی، ہم چپ ہو گئے اور عدالتی راستہ اختیار کیا، انشاء اللہ یہاں بھی فیصلہ ہوگا، وہاں بھی فیصلہ ہوگا، (انشاء اللہ) لیکن مجرم یوں نہیں کرتے۔

سید سجاد علی شاہ نے ساتھ لکھا ہے کہ سپاہ صحابہؓ کہ سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ نے میرے سامنے کتابیں بھی پیش کیں آڈیو کیسٹیں بھی پیش کیں، دلائل کے ساتھ اپنی بات کو مبرہن مدلل پیش کیا، اور ساتھ ہی یہ بھی مجھے یقین دلایا اگر ہمارے ساتھ ظلم نہ ہو بے انصافی نہ ہو تو ہم آپ کے ساتھ مکمل اور ہر تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ باقی کوئی مجھے مار مار کے کہلائے، میں کہہ بھی دوں مار کی وجہ سے، کہہ بھی دوں، اگر ہزار مرتبہ پڑھ کر پھونک بھی دوں کہ یہ سور نہیں بکرا ہے تو وہ سور بکرا نہیں بنے گا، نہیں بنتا تمہاری مرضی۔

اور یوں مسئلہ بھی حل نہیں ہوتا، دیکھو ہم قتل وقتال کے حق میں نہیں ہیں، کیونکہ جب قتل عام ہو تو وہ ہیں ہی کتنے؟ نقصان تو ہمارا ہے، مسجدیں ہماری بھری ہوئیں ہیں، بازاریں ہماری بھری ہوئیں ہیں، ہم قتل و قتال کے حق میں نہیں ہیں اور یہ سب کچھ تم کراتے ہو۔

میں نے اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ مسٹر شہباز شریف سے کہا تھا کہ لشکر جھنگوی آپ نے بنوایا ہے، میں نے کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ واقعی حکومت نے بنوایا تھا، یہ تمہاری غلط پابندیاں، غلط سختیاں۔ اب پریشان ہیں، جی وہ تو نہیں ہیں، کون؟ کیا کہہ رہے تھے، پتہ نہیں کیا ہے یہ، یہاں تو نہیں بیٹھے ہوئے، وہ کیا ہے، کیا بلا ہے؟ پھر وہ جی ہم نے اس سے لکھوا کے لے لیا تھا کہ جلسے پہ نہیں جاؤ گے، جہاں لوگ اکٹھے ہوں گے وہاں نہیں جاؤ گے، پبلک پیلس پہ نہیں جاؤ گے، فلاں جگہ نہیں جاؤ گے۔ ظالمو! وہ پاکستان کے آزاد شہری ہیں، نہیں جاؤ گے نہیں جاؤ گے، یہ کوئی بات ہے، ٹھیک ہے ایک ایک شیعہ سے لکھوالو کہ ماتمی

جلوس میں نہیں جاؤ گے، جی وہ ان کی عبادت ہے۔ وہ عبادت ہے اور یہ قرآن پڑھنا شرارت ہے؟ یہ تو گند کر رہے ہو، یہ تو نقصان ہوگا، چھوڑ دو یہ غلط حرکتیں۔

میں نے کہا تھا، اس وقت شہباز شریف سے کہ دیکھو ملک اسحاق کو میں اچھی طرح جانتا ہوں میرا بہت پیارا، بہت قریبی ساتھی، بہت قریبی دوست کو اچھی طرح جانتا ہوں، بہت نیک پارسا، تہجد گزار، میں نے کبھی اس کی شلوار بھی ٹخنوں کے نیچے نہیں دیکھی، اس شخص کو جب جیل میں ڈالا گیا، اس جیل سے نکلا تو اس نے مجھے بتایا کہ اس مرتبہ یہ نوے گائیڈ کتابوں کا مطالعہ کر کے آیا ہوں، اور نوے قرآنِ پاک ختم کیے ہیں۔

میں نے کہا کہ وہ یوں اٹھا، اور اب تم نے اسے مجبور کر دیا، ظالمو! جب کوئی قصور نہ کرے کسی سے نہ لڑے، گھر بیٹھا ہو تب بھی تم اسے پکڑلو، گرفتار کرو، ہمیشہ تکلیفیں دو، صعوبتیں، اذیتیں، تو پھر وہ کہتے ہیں چلو ٹھیک ہے ہمیں چھوڑنا تو ویسے نہیں ہے کچھ کر کے ہی جانا چاہیے، کیوں یہ کرتے ہو، کیوں تنگ کرتے ہو ان نوجوانوں کو، اس طرح پابند کرنے کی کیا ضرورت ہے، جب میں پیش کرتا ہوں کہ آپ بات کرو جو میں نے بیٹھ کر طے کیا، میرا ایک ایک ساتھی پابند رہے گا''۔

متحدہ علماء بورڈ

ملک میں ہونے والے سنی وشیعہ فسادات کے اصل اسباب کا جائزہ لینے کا مطالبہ سپاہ صحابہ کی قیادت نے وزیراعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کے ساتھ ہونے والی ایک میٹنگ میں کیا جس پر وزیراعلیٰ میاں محمد شہباز شریف نے تمام مذاہب ومسالک کے علماء پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دینے کا فیصلہ کیا جو بعد میں متحدہ علماء بورڈ کے نام سے سامنے آیا۔ اس بورڈ میں سپاہ صحابہ کے دو نمائندے شامل کیے گئے۔ امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری اور علامہ محمد احمد لدھیانوی۔ علامہ علی شیر حیدری نے علمی اور کتابی گفتگو کی ذمہ داری خود لی اور علامہ لدھیانوی کو خارجی باتیں کرنے کی ذمہ داری دی۔ اس بورڈ کے ہر اجلاس میں علامہ علی شیر حیدری نے دلائل کی قوت سے سپاہِ صحابہ کا موقف پیش کر کے دشمنانِ صحابہ کو ناک آؤٹ کر دیا۔ متحدہ علماء بورڈ کے اجلاسوں میں علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے غلام حسین نجفی کی کتب کو ایک ایک کر کے پیش کیا اور اس ملعون مصنف کے نظریات وعقائد سے ہاؤس کو آگاہ کیا، حکومت علامہ حیدری مؤقف درست سمجھتے ہوئے ان کتب پر پابندی لگاتی گئی بالآخر ایک روز شیعہ لیڈر افتخار حسین نقوی نے چیئرمین بورڈ صاحبزادہ فضل کریم سے مخاطب ہو کر کہا کہ علامہ علی شیر حیدری سے کہیں کہ وہ ایک ہی دفعہ غلام حسین نجفی کی کتب کو پیش کر دیں، میں ان کی تائید کر دونگا آپ ان تمام کتب پر پابندی لگا دیں۔ افتخار نقوی نے برملا طور پر اپنے اس ملعون

مصنف کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ غلام حسین نجفی کی کتابیں اس قابل نہیں ہیں کہ ان کا مطالعہ کیا جائے اور میں خود اسکی کتابوں کو نہیں پڑھتا، میں علامہ علی شیر حیدری کی اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ غلام حسین نجفی کی تمام کتابوں کو آگ لگا کر راکھ کردیا جائے یا انہیں دریا برد کردیا جائے۔ متحدہ علماء بورڈ میں امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی کوششوں اور محنت سے غلام حسین نجفی کی تمام کتب سمیت 110 توہین آمیز، فرقہ وارانہ اور تشدد کو فروغ دینے والی کتب پر پابندی عائد کی گئی۔

متحدہ علماء بورڈ کے اجلاس میں غلام حسین نجفی کی گرفتاری کا فیصلہ ہوا، اور چند دنوں بعد ہی اسے گرفتار کرلیا گیا۔ تحریک جعفریہ کے سربراہ علامہ ساجد نقوی کی قیادت میں ایک وفد وزیراعلیٰ میاں محمد شہباز شریف سے ملا اور غلام حسین نجفی کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ غلام حسین نجفی کی بیوی میاں محمد شہباز شریف کے قدموں میں گرگئی اور رو پیٹ کر اسکی رہائی کا مطالبہ کرنے لگی۔ میاں شہباز شریف نے کہا کہ میں نے غلام حسین نجفی کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، ان کتابوں کے غلیظ حوالہ جات میں نے علماء بورڈ کے اجلاسوں میں سنے ہیں، یہ وہ شخص ہے جسکی وجہ ملک میں سنی وشیعہ تنازعہ پیدا ہوا، نفرتوں نے جنم لیا، قتل وقتال ہوا۔ غلام حسین نجفی کتب اتنی بدبودار ہیں کہ گندگی کے ڈھیر سے بھی اتنی بدبو نہیں آتی جتنی اسکی تحریروں سے آتی ہے، اسکی تحریریں اتنی خطرناک ہیں کہ کلاشنکوف کی گولی اتنا خطرناک نہیں۔ اس وفد سے مخاطب ہوکر میاں شہباز شریف کہنے لگے کہ جب تک میں اقتدار میں یہ شخص باہر نہیں آسکتا۔ مگر افسوس کہ یہاں بھی وہی طاقت دخیل ہوئی جو ہمیشہ سے اہل تشیع کی پشت پناہی کرتی چلی آرہی ہے۔ چنانچہ ایران کے دباؤ پر اس ملعون کو رہا کردیا گیا۔

تین سال قید کی سزا

ایک دفعہ اجلاس میں میاں شہباز شریف خود موجود تھے تو اجلاس کے اختتام پر شہباز شریف نے علامہ حیدری سے کہا کہ آپ افتخار نقوی سے ہاتھ ملائیں تو علامہ حیدری شہیدؒ نے کہا کہ جناب شہباز شریف صاحب! ہم یہاں ملکی امن وامان کی وجہ سے اکٹھے ہوئے ہیں ورنہ میں انہیں ان کے عقائد اور نظریات کی وجہ سے غیر مسلم سمجھتا ہوں اور پھر اس کے ساتھ ہاتھ ملاؤں؟ علامہ حیدری شہیدؒ کی اسی بات سے ناراض ہوکر وزیراعلیٰ شہباز شریف نے علامہ حیدری کو گرفتار کرواکے چوہنگ سنٹر بھیج دیا اور پھر فرقہ وارانہ تقریر کا الزام لگا کر تین سال کی سزا سنائی گئی، حیدری صاحب نے اس قید کو غنیمت سمجھتے ہوئے حفظ قرآن مجید کی دولت

سمیٹنا شروع کر دی۔ اور صرف تین ماہ کی قلیل مدت میں اس دولت سے مالا مال ہو گئے۔ دوسری طرف جرنیل اہل سنت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ بھی پابند سلاسل تھے اور حسب معمول خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ اور علامہ محمد احمد لدھیانوی مدظلہ نے علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی رہائی کیئے کوششیں جاری رکھیں جن کے نتیجہ میں میاں محمد نواز شریف، میاں محمد شہباز شریف اوران کے والد میاں محمد شریف کے ساتھ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کے ذریعہ ہونے والے مذاکرات کے نتیجہ میں علامہ علی شیر حیدری کو میانوالی جیل سے ڈیڑھ سال بعد آپؒ کو قید سے رہائی نصیب ہوئی اور ساتھ وزیر اعظم نے ایک علماء کمیٹی بنائی جس نے گستاخ صحابہ کی سزا کے تعین کے متعلق سفارشات تیار کر کے دینی تھیں۔ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اور مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ اس کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔

علماء کمیٹی

حکومتی سطح پر بنائی جانے والی علماء کمیٹی کا اجلاس ہوا تو علامہ علی شیر حیدری نے وزیر اعظم نواز شریف سے کہا کہ تحریک جعفریہ کے نمائندے کمیٹی میں بیٹھ کر ہمارے روبرو کبھی بات نہیں کریں گے اور ہر اجلاس کی طرح وہ اس دفعہ بھی بھاگ جائیں گے۔ تو اس پر نواز شریف نے کہا کہ اس دفعہ میں ان کو بھاگنے نہیں دوں گا۔ بہر حال کمیٹی تشکیل دی گئی، اجلاس میں علماء نے اس بات پر زور دیا کہ صحابہ کرامؓ کی عزت و ناموس کے لیے ایسا قانون بنانا چاہیئے کہ آئندہ کسی کو بھی گستاخی کی جرأت نہ ہو۔ کمیٹی کے سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے کہا کہ صحابہ کرامؓ کے گستاخ کے لیے کیا سزا مقرر کی جائے؟ تو علامہ حیدری نے کہا کہ سزائے موت یا کم از کم ۲۵ سال سزا مقرر کی جائے۔ دورانِ اجلاس ساجد نقوی نے کہا کہ ہمیں کافر کہا جاتا ہے تو اس کے لیے بھی قانون بنایا جائے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والے کو سزائے موت دی جائے گی۔ تو علامہ حیدریؒ نے کہا کہ یہ قانون بالکل بناؤ سب سے پہلے میں اس پر دستخط کروں گا اور یہ بھی قانون بناؤ کہ کسی کافر کو مسلمان کہنے والے کو بھی سزائے موت دی جائے۔ علامہ حیدری نے کہا کہ ہم روافض کو کافر سمجھتے اور کہتے ہیں اور ثابت کرنے کو تیار ہیں، ہمارے ساتھ مناظرہ کیا جائے یا شیعہ سنی مسئلہ عدالت میں زیر بحث لایا جائے۔ اگر ہم ثابت نہ کر سکے تو ہمیں سزائے موت دی جائے حکومت پر ہمارا خون معاف ہے۔ دورانِ اجلاس ڈاکٹر اسرار احمد نے علامہ حیدری سے پوچھا کہ کیا واقعی اہل سنت علماء نے دشمنانِ صحابہ کے کفر پر فتاویٰ دیے ہیں؟

تو علامہ حیدری نے کہا کہ صرف دیوبندی مکتبِ فکر نے نہیں بلکہ اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کا یہ فتویٰ ہے، حتیٰ کہ بریلوی مکتب فکر کے قائد اور پیشوا علامہ احمد رضا خان بریلوی نے اپنی مشہور کتاب فتاویٰ رضویہ میں دشمنانِ صحابہ کو واشگاف الفاظ میں کافر مرتد اور واجب القتل کہا ہے۔ اہل حدیث عالم عظیم مفکر علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ نے بھی دشمنانِ صحابہ کے کفر پر دستخط کر دیے ہیں۔ پھر علامہ حیدری نے چودہ سو سال کے مفتیان، علماء کرام، دانشور، اسکالروں کی کتب سے ان کے فتویٰ جات ڈاکٹر اسرار احمد کے سامنے پیش کئے اور شیعوں کی کتابوں سے حوالہ جات اور عبارتیں جو صحابہ کرامؓ، امہات المومنینؓ، اہل بیتؓ کے خلاف لکھی ہوئی ہیں ڈاکٹر صاحب کے سامنے پڑھنا شروع کیں۔ تو ڈاکٹر صاحب کی آنکھوں سے آنسو برسنا شروع ہو گئے اور کہا کہ حیدری صاحب! بس کریں ہم سے باتیں اور بکواسات سنی نہیں جاتیں۔

علامہ حیدریؒ نے کہا ڈاکٹر صاحب! یہ تو چند عبارتیں اور حوالہ جات آپ کو دکھائے ہیں ورنہ دشمنانِ صحابہؓ کی ہزاروں ایسی کتابیں ہیں جن میں انہوں نے نہ خدا کو معاف کیا ہے، نہ نبی کو، نہ امہات المومنین کو اور نہ اہل بیت کو معاف کیا ہے اور نہ کسی اہل سنت عالم کو...... بہر حال قائد سپاہِ صحابہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے دلائل کی قوت سے دشمنانِ صحابہ کے نمائندوں کو علماء کمیٹی سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ دورانِ اجلاس تحریک جعفریہ کے سربراہ ساجد نقوی نے اجلاس کی تمام کارروائی کے دوران سر نیچے کئے رکھا اور کبھی بھی علامہ حیدریؒ کے سامنے سر اٹھا کر بات تک نہیں کی۔ علامہ حیدری نے اجلاس میں دلائل کی قوت سے علماء کمیٹی سے منوایا کہ سپاہِ صحابہ کا مشن و پروگرام مبنی بر حقیقت ہے۔ بہر حال وہی ہوا جس کا ڈر تھا اور علامہ حیدری نے نواز شریف سے کہا کہ شیعہ ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکتے اور واقعی دشمنانِ صحابہ نے علماء کمیٹی سے راہِ فرار اختیار کی۔ علامہ حیدریؒ کی وہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ انہوں نے کہا کہ حکومت پاکستان تحفظ کی ضمانت دے تو میں ان شاء اللہ دشمنانِ صحابہ سے مناظرہ کرنے کے لیے ایران تک جانے کو تیار ہوں۔

گستاخ صحابہ کے لیے سزا کا قانون

دوسری طرف متحدہ علماء بورڈ نے بھی اس عنوان پر دوبارہ محنت شروع کر دی اس بورڈ میں امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ اور قائد اہل سنت علامہ محمد احمد لدھیانوی موجود تھے، جنہوں نے اپنے مشن اور کاز کی بھرپور جنگ لڑی اور بالآخر اس محنت کے نتیجہ میں یہ دن دیکھنے کو نصیب ہوا کہ جس روز متحدہ علماء

بورڈ کے ممبران نے متفقہ طور پر گستاخ صحابہؓ کے لیے سزا کا متفقہ ضابطہ طے کر لیا۔ اس ضابطہ میں یہ بات درج تھی کہ:

''حضور اکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفائے راشدین اور امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ادب واحترام اور تعظیم وتکریم پوری امت مسلمہ کے لیے واجب ہے اور ہر ایسا قول وفعل جس سے ان کی بالواسطہ یا بلا واسطہ تنقیص واہانت کا پہلو نکلتا ہو حرام ہے۔ حب اہل بیت کرام وائمہ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین اساس ایمان اور حضور ﷺ کی محبت کا جزو لاینفک ہے۔ ان ذوات مقدسہ کا ادب واحترام واجب ہے۔ اہل بیت نبوی ﷺ سے بغض وعناد رکھنے والا ایمان سے محروم اور خارج از اسلام ہے۔ ہر ایسا قول وفعل جس سے ان کی بالواسطہ یا بلاواسطہ تنقیص واہانت کا پہلو نکلتا ہے صریحاً ضلالت وگمراہی ہے۔ جو کوئی شخص ان قابل احترام ذوات مقدسہ کی تحریراً یا تقریراً یا کسی بھی انداز میں توہین کا ارتکاب کرے گا مسلمان فرد یا اسلامی مسلک کے خلاف مطلقاً کفر کا فتویٰ یا نعرہ لگائے گا وہ چودہ سال قید یا جرمانہ یا دونوں طرح کی سزا کو مستوجب ہوگا۔ متحدہ علماء بورڈ حکومت پاکستان سے سفارش کرتا ہے کہ مذکورہ عبارت کو بنیاد بنا کر قانون سازی کر کے عملی نفاذ کا اعلان کرے''

اس مسودہ کو متحدہ علماء بورڈ نے باقاعدہ منظور کر لیا اور تمام اراکین سنی وشیعہ نے اس پر اپنے دستخط کر دیے۔ ہماری جماعت کی طرف سے حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اور علامہ محمد احمد لدھیانوی کو دستخط کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ بات حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید کے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں تھی کہ وہ تحفظ ناموس صحابہؓ کی اس جنگ میں فتح سے ہمکنار ہوئے اور دشمن سے یہ بات منوانے میں کامیاب ہوئے کہ گستاخ صحابہ کو کڑی سزا ملنی چاہیے۔

بدقسمتی سے ہمارے ہاں فیصلوں پر عملدرآمد کرنے کی کوئی روایت موجود نہیں ہے بلکہ یہاں فیصلوں کا مذاق اڑانے کی روایت پائی جاتی ہے۔ انتہائی اہم معاملات پر کمیٹیاں قائم کی جاتی ہیں مگر وہ صرف کھانے پینے اور گپ شپ کی محفلوں تک رہتی ہیں اگر کوئی کمیٹی اہم فیصلہ کر لے تو اسے منظر عام پر لانے یا قانونی حیثیت دینے سے گریز کیا جاتا ہے۔ متحدہ علماء بورڈ کے اس فیصلے کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ اگر اس فیصلہ کو قانون کا حصہ بنا دیا جاتا اور گستاخی صحابہ پر سزائیں دینے کا عمل شروع ہو جاتا تو آج پاکستان مذہبی دہشت گردی کے حوالے سے انتہائی پرامن ملک ہوتا۔ یہاں کسی کو بانیان اسلام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کوئی نازیبا بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی اور سنی وشیعہ فسادات دم توڑ چکے ہوتے

مگر افسوس۔۔۔

سپاہ صحابہ پر پابندی

2001 سابق صدر جنرل پرویز مشرف نے اپنے خصوصی آرڈیننس کے ذریعے سپاہ صحابہ پر پابندی لگادی۔ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ خود روپوش ہوگئے اور یہ روپوشی تقریباً تین ماہ تک جاری رہی۔ پابندی سے تیسرے روز اخبارات میں علامہ ساجد علی نقوی کا بیان شائع ہوا کہ ہم نے اپنی جماعت کا نام ملت جعفریہ رکھ دیا ہے۔ اسی رات بی بی سی کی اردو نشریات میں علامہ علی شیر حیدری بی بی سی سے بات کرتے کہہ رہے تھے کہ ہم نے اپنی جماعت کا نام ملت اسلامیہ رکھ دیا ہے۔

سپاہ صحابہ پر پابندی کے بعد حکومت نے اس پابندی کی توثیق کے لیے سپریم کورٹ میں ہمارے خلاف رٹ دائر کی جس کے جواب میں علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے اپنی جماعت کے قانونی مشیر اور معروف قانون دان ڈاکٹر ہارون القاسمی شہیدؒ کے ذریعے جواب دعویٰ عدالت عالیہ میں جمع کروایا اور ساتھ ہی ہائیکورٹ میں صدر پرویز مشرف کے اس آرڈیننس کو چیلنج بھی کردیا۔ پرویز مشرف کی حکومت اور اس کے بعد آنے والی آزاد عدلیہ کی دعویدار نام نہاد جمہوری حکومت بھی ہمارے خلاف کہیں کوئی الزام ثابت نہیں کرسکی۔

سقوط افغانستان اور جنگ احزاب کا نقشہ

جب طالبان کی خالصتاً اسلامی حکومت کو افغانستان میں پاکستانی حکمران جرنیل کی مدد سے امریکہ نے ختم کیا اور پورے ملک کو آگ وخون میں لپیٹ دیا، تو تمام دینی حلقوں کی طرح سپاہِ صحابہ کی قیادت نے بھرپور ردِّعمل کا اظہار کیا۔ ملک کے کونے کونے میں سپاہِ صحابہ نے طالبان کی حمایت میں اور امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف مظاہرے کیے۔ انہی دنوں ''سمندری'' میں ہونے والی شافع محشر کانفرنس میں علامہ حیدریؒ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''جنگِ بدر میں کفار مکہ کی عبرتناک شکست کے بعد اسلام کو سب سے بڑا خطرہ سمجھنے والی تمام قومیں متحد ہوکر بھاری ہتھیاروں سے مسلح مدینہ طیبہ پر فیصلہ کن یلغار کے لیے مدینہ کے قریب پہنچیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کے بعد اپنے بچاؤ کے لیے مدینہ کے اطراف کفار کے راستے میں ایک بڑی خندق کھودنا شروع کردی۔ اس وقت میرے اور آپ کے نبی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

انتہائی کسمپرسی کی حالت میں تھے۔ بھوک اور افلاس نے آپ اور صحابہ کرامؓ کو پیٹ پر پتھر باندھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مسلمان انتہائی کمزور تھے، اس کے برعکس کفار کے عالمگیر اتحاد کی شوکت وحشمت کو دیکھتے ہوئے مدینہ کے منافق جو بظاہر مسلمانوں کے حامی تھے وہ بھی علی الاعلان کفار سے مل گئے تھے۔ کفار کی طاقت اور تعداد مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اس کے باوجود کفار کے اوپر مسلمانوں کا رعب طاری تھا...... کفار نے خندق کے پیچھے مسلمانوں کا مکمل محاصرہ کر لیا تھا اس کے باوجود مسلمان کفار کے سامنے ڈٹے رہے...... پھر خداوند کریم نے ہوا کے ذریعے کفار کے گھوڑے کی طاقت وحشمت کا غرور خاک میں ملا دیا...... ایسی ہوا چلی کہ کفار کے گھوڑے اپنے لشکر کو روندتے ہوئے بھاگ گئے۔ کفار کو عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

میرے دوستو! یہی کیفیت آج افغانستان میں طاری ہے، عالم کفر کا سرغنہ امریکہ اسلام کو خطرہ سمجھتے ہوئے تمام اتحادیوں کو ساتھ لے کر افغانستان پر چڑھ دوڑا ہے۔ افغانستان کے طالبان حکمران امریکہ کے سامنے ہتھیار پھینکنے پر تیار نہیں ہیں انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے پہاڑوں میں پناہ لے رکھی ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے طالبان حکمرانوں کا فضائی محاصرہ کر رکھا ہے۔ ٹنوں کے حساب سے بم نہتے افغانی عوام پر برسانے شروع کر دیے ہیں، اس کے باوجود طالبان اور اسامہ بن لادن کا رعب ان پر طاری ہے......

اُس وقت بھی پہاڑی سرزمین تھی...... یہ بھی پہاڑی سرزمین ہے......
وہ لوگ بھی غلبۂ اسلام چاہتے تھے...... یہ بھی اسلام کا غلبہ چاہتے ہیں......
اُس وقت بھی کفر کا لاؤ لشکر بہت زیادہ تھا اب بھی کفر کا لاؤ لشکر بے مثال ہے......

اُس وقت کے اتحادی اور ساتھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ گئے تھے...... اب بھی پاکستانی اور تمام اسلامی ملکوں کے حکمرانوں نے طالبان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اس وقت کے مسلمانوں سے مشرکین مکہ نے عبرتناک شکست کھائی تھی ...... اب بھی روس جیسی سپر طاقت مسلمانوں سے شکست کھا چکی ہے...... اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اُس وقت ان کے اتحادی عبرتناک شکست سے دوچار ہوئے اب بھی امریکہ اور اس کے اتحادی عبرتناک شکست سے دوچار ہوں گے۔ ان شاء اللہ''

مردِ قلندر علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے اس وقت جو کچھ فرمایا تھا، وہ اپنی بصیرت والی آنکھوں سے مستقبل میں یہ سب کچھ ہوتا دیکھ رہے تھے، حالات نے وہ سب سچ کر دکھایا اور آج واقعی امریکہ افغانستان میں شکست سے دوچار ہے اور ان پہاڑوں سے نکلنے کے راستے ڈھونڈ رہا ہے۔

متحدہ مجلس عمل کا قیام اور ایک اہم فتویٰ

1999ء میں میاں نواز شریف کی حکومت کے خاتمہ کے بعد جنرل پرویز مشرف اقتدار میں آئے۔ پرویز مشرف نے اپنے پورے دور اقتدار میں اسلام اور اسلام پسند طبقات کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اسی دور میں ملک کی مختلف مذہبی جماعتوں کو کالعدم قرار دیا گیا، طالبان کی اسلامی حکومت کا خاتمہ بھی پرویز مشرف کی رہنمائی اور سرپرستی میں ہوا، ملک بھر کے دینی مدارس، مساجد کے خاتمہ اور ملک میں علماء کے قتل کے لیے بھرپور کوشش کی گئیں، سانحہ لال مسجد بھی اسی دور میں رونما ہوا۔ پرویز مشرف نے اپنے دور اقتدار کو طول بخشنے کے لیے تمام جماعتوں کے مختلف اراکین کو توڑ کر ایک نئی مسلم لیگ تیار کی۔ اس دور میں ملکی وبین الاقوامی سیاست تبدیل ہوتی جارہی تھی۔

ملک بھر کی مذہبی سیاسی جماعتوں نے بھی سر جوڑ کر اور مل بیٹھ کر غور کیا کہ ہم بھی کوئی حکمت عمل اپنائیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے متفقہ طور ایک نیا اتحاد تشکیل دیا جس کا نام متحدہ مجلس عمل رکھا گیا۔ متحدہ مجلس عمل سے علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے صرف اس بنا پر اختلاف کیا کہ اس میں اہل تشیع کو شامل کر کے اہل سنت علماء کی قربانیوں اور کارکردگیوں پر پانی پھیرنے کی کوشش کی گئی۔ علماء اہل سنت ہمیشہ سے یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ اہل تشیع اثنا عشری سے اتحاد، میل جول، رشتہ داریاں کرنا حرام ہے مگر اس اتحاد میں ان کو شامل کر کے گذشتہ تمام فتاویٰ جات اور علماء کے اقوال کو کالعدم قرار دینے کی کوشش کی گئی۔ اس اتحاد سے اسلام کو کتنا نفع اور کتنا نقصان پہنچا؟ یہ ایک الگ بحث ہے مگر اس اتحاد نے عمومی طور پر یہ سوال پیدا کیا کہ اگر متحدہ مجلس عمل ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ چاہتی ہے یا اسلام پسند طبقات کا تحفظ چاہتی ہے تو پھر جب انہیں موقع ملے گا یہ کون سا اسلام لائیں گے۔ شیعوں والا یا سنیوں والا؟ اس اتحاد کے ذریعہ پاکستان میں شیعہ کے متعلق پائی جانے والی نفرت ختم ہوئی اور اس کا شدید ترین نقصان ہوا۔ پھر انہی دنوں دیوبندی مکتبہ فکر کے دینی مدارس کی تنظیم وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے بھی اسی طرح کا ایک کارنامہ سرانجام دیا۔ ان لوگوں نے دیگر ممالک ومذاہب کے مدارس عربیہ کی تنظیموں کو ساتھ ملا کر تمام وفاقوں کا ایک متحدہ بورڈ تشکیل دیا جسے تنظیمات مدارس دینیہ کا نام دیا گیا۔ اس پر حضرت حیدری شہیدؒ اور ان کے رفقاء کرام کے بہت شدید تحفظات تھے۔ اس لیے حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے وفاق المدارس العربیہ کے حضرات سے باقاعدہ ملاقاتیں کیں اور انہیں سمجھانے کی

کوشش کی۔ وہ حضرات اس اتحاد کے خاتمے پر تو آمادہ نہ ہوئے، بلکہ اپنی مجبوری قرار دیتے رہے البتہ حضرت حیدری شہیدؒ اور محترم ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کی مسلسل کوششوں سے محترم جناب قاری محمد حنیف جالندھری صاحب اس بات پر آمادہ ہوئے کہ ہم اس کے نام پر غور کرتے ہیں اور لفظ دینیہ کو نکال دیتے ہیں تاکہ یہ بات ختم ہو کہ ان کے مدارس کو ہم دینی مدارس کہہ رہے ہیں کیونکہ ان کا دین الگ ہے اور یہ دین حنیف سے بہت دور جاچکے ہیں۔ ہمارے تمام اکابر علماء کرام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اہلِ تشیع اثنا عشری کے مدارس اور جماعتوں کو دینی مدارس یا دینی جماعتیں کہنا جائز نہیں۔

اسی دوران حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کے پاس ایک سوال آیا جس میں پوچھا گیا کی شیعہ اثنا عشری کا حکم کیا ہے؟ ان کے ساتھ نکاح کرنا، اپنے شادی بیاہ میں انہیں شریک کرنا، دینی کاموں میں ان سے چندہ لینا، ان کا ذبیحہ کھانا، ان کا جنازہ پڑھنا، انہیں اپنے جنازوں میں شریک کرنا، انہیں مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرنا اور ان کے کسی مذہبی ادارے یا تنظیم کو دینی یا اسلامی ادارہ اور دینی یا اسلامی جماعت کہنا یا دینی جماعتوں اور دینی اداروں کے اتحاد میں شامل کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

اس سوال کا جواب حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے کچھ یوں تحریر فرمایا۔

''جن علماء کو شیعہ کی حقیقت پوری طرح معلوم تھی وہ سب پہلے ہی سے ان کی تکفیر فرماتے تھے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے فرمایا: من لم یکفرھم لم یدر عقائدھم (فیض الباری ج 1 ص 120) مگر خمینی انقلاب کے بعد جب سے ان کی کتب عام ہوئی ہیں اور ان کے عقائد ظاہر ہو چکے ہیں اس کے بعد تو تمام علماء محققین کا شیعہ کی تکفیر پر اجماع اور اتفاق ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں امداد الفتاویٰ ج 4 ص 58، احسن الفتاویٰ ج 1 ص 73 تا 106 نیز ''خمینی اور اثنا عشریہ کے متعلق علماء کرام کا متفقہ فیصلہ'' جس فیصلے کو وکیل اہلِ سنت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے ''الفرقان'' کے خصوصی نمبر میں اور محقق العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مجلہ ماہنامہ ''بینات'' کے خصوصی نمبر کے طور پر شائع فرمایا تھا۔ اس لیے شیعوں کے ساتھ سوال مذکورہ میں تمام تعلقات اور دیگر مراسم اسلامیہ رکھنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ بلکہ سب کچھ معلوم ہونے کے بعد ان کے مذہبی اداروں اور تنظیموں کو دینی واسلامی کہنے سے اپنے ایمان کو خطرہ ہے بالخصوص جبکہ شیعہ اس قسم کے تعلقات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں، اپنے عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں اور دوسروں کے سامنے ان تعلقات کو دلیل کے طور پیش کر کے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور عوام اس مسئلے کو ہلکا سمجھ کر ان

سے مناکحت کے ذریعہ زنا اور ان کا ذبیحہ کھا کر حرام خوری کے فتنہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ان تعلقات سے دین کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے نیز یہ لوگ نہ تو اہل کتاب ہیں نہ ہی اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ ذمیوں کی طرح تعلق رکھا جائے اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا جائے بلکہ یہ قادیانیوں کی طرح زندیق اور حربی کفار کے حکم میں ہیں جن کے ساتھ سماجی اور معاشرتی تعلقات رکھنا بھی جائز نہیں جو انسانی ہمدردی کی بنیاد پر رکھے جاتے ہیں نیز ان سے استتابہ بھی نہیں ہے کیونکہ مذہب شیعہ میں کتمان وتقیہ واجب ہے لہٰذا ان کی زبان کا اعتبار نہیں''

هذا ماظهر لي في هذا الباب والله اعلم بالصواب

اس اہم ترین فتویٰ کو تحریر کر کے حضرت شہیدؒ نے اس پر صرف بس نہیں کی بلکہ ملک بھر کے مفتیان، جید علماء کرام اور محققین کی خدمت میں خود حاضر ہو کر اس فتویٰ کی تائید وتصدیق کروائی۔ جہاں خود نہ پہنچ سکے وہاں اپنے معتمد خاص محترم جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، مفتی عبدالوحید، مولانا عبدالجبار فاروقی، مفتی اسد اللہ شیخ کو بھیجا اور وہ اسکی تائید وتصدیق کروا کے لائے۔ فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالستارؒ، مفتی اعظم سندھ مفتی غلام قادرؒ، شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمدؒ، مرشد العلماء حضرت سید نفیس الحسینی شاہؒ، امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ، حضرت مفتی غلام قادرؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب مدظلہ (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان) شیخ الحدیث حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم ہزاروی صاحب مدظلہ اور ملک پاکستان، سعودی عربیہ، ساؤتھ افریقہ، برطانیہ اور دیگر ممالک کے ہزاروں جید علماء ومفتیان کرام نے اس فتویٰ کی تائید میں دستخط فرمائے۔ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی شدید خواہش تھی کہ دارالعلوم دیوبند بھی اس فتویٰ کی تائید اور تصدیق فرمادے۔ اس کے لیے حضرت حیدری شہیدؒ نے بہت کوششیں کیں مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ کئی مرتبہ مولانا عبدالجبار فاروقی کو انڈیا بھجوانے کی کوشش کی تاکہ وہ وہاں پر اس مقصد کے لیے کوشش کرسکیں مگر شاید اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا اور حضرت شہیدؒ کی یہ خواہش ان کی شہادت کے بعد ہی پایہ تکمیل کو پہنچنی تھی۔

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی شہادت کے بعد 2010 میں حضرت حیدری شہیدؒ کے جانشین، قائد اہل سنت حضرت علامہ محمد احمد لدھیانوی اور شاہین اہل سنت عزت مآب جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کو بنگلہ دیش کے تبلیغی دورہ پر جانے کا موقع ملا، جہاں دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم حضرت مفتی حبیب الرحمٰن

خیر آبادی دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی۔ ان حضرات نے علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کا یہ فتویٰ حضرت مفتی حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے فوری طور پر اسکی تصدیق کرنے سے انکار کیا اور فرمایا کہ ''یہ فتویٰ آپ مجھے دے دیں، میں دارالعلوم دیوبند میں جا کر دارالافتا میں یہ فتویٰ دے دوں گا، دارالافتاء تحقیق کے بعد جو فیصلہ کرے گا وہ تحریری صورت میں ہم آپ کو بھیج دیں گے''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کچھ ہی دنوں کے بعد بذریعہ ڈاک دارالعلوم دیوبند سے ایک لفافہ ملا جس میں حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے مذکورہ فتویٰ کی لفظ بلفظ تصدیق کرتے ہوئے یوں تحریر کیا گیا تھا۔

''تصدیق کی جاتی ہے کہ مذکورہ جواب بالکل صحیح ہے۔ شیعہ اثناعشریہ کے جو عقائد ان کی کتابوں میں ملتے ہیں وہ اپنے عقائد باطلہ کی بنیاد پر کافر و مرتد ہیں۔ ان سے مذکورہ بالا تعلقات اور مراسم اسلامیہ رکھنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم''

المصدق

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

جامعہ حیدریہ میں شعبہ تخصص فی الدعوۃ والتحقیق کا آغاز

2003ء میں مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے ساؤتھ افریقہ کا ایک تفصیلی دورہ کیا اس سفر کے بعد مولانا محمد اعظم طارق شہید نے حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کے ساتھ جھنگ میں ہونے والی ایک ملاقات میں اس سفر کا تفصیلی احوال سنایا۔ مولانا شہیدؒ کا کہنا تھا کہ ساؤتھ افریقہ کے بعض علماء نے اصرار کیا ہے کہ ہمیں فرق باطلہ کے ماہر علماء کرام بھیجیں جو یہاں آئے روز شیعہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کو کنٹرول کر سکیں اور علمی دلائل کے ساتھ ان کا مقابلہ کر سکیں۔ اس لیے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسلام آباد میں کسی جگہ کوئی ادارہ قائم کر کے وہاں ایک سال کے تخصص کا اہتمام کروں جہاں ماہرین فن اور مناظرین فارغ التحصیل علماء کرام کو تقابل ادیان پڑھائیں اور مناظرہ ومباحثہ کی باقاعدہ تربیت دیں۔ حضرت علامہ حیدری شہیدؒ نے فرمایا کہ ساؤتھ افریقہ تو اپنی جگہ ہمیں یہاں پر بھی ایسے لوگوں کی اشد ضرورت ہے اور مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ ایسا ادارہ قائم کر رہے ہیں۔ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے کہا کہ حضرت! خوشی تب ہوگی جب آپ بھی اس ادارہ میں پڑھائیں گے۔ حضرت حیدری شہیدؒ نے اپنی جماعتی مصروفیات سے مولانا محمد اعظم طارقؒ کو آگاہ

کیا اور ساتھ فرمایا کہ اگر آپ یہ سارا سیٹ اپ جامعہ حیدریہ میں منتقل کرلیں تو مجھے پڑھانے اور اسے سنبھالنے میں آسانی ہوگی۔ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے اس پر غور کیا اور پھر کراچی میں ہونے والی ایک ملاقات میں اس بات پر آمادگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ ایک اشتہار ترتیب دیا گیا جس پر عنوان تھا" تخصص فی الدعوۃ والتحقیق "اور یہ شعبہ خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ خان محمدؒ، حضرت سید نفیس الحسینی شاہؒ، شیخ الحدیث امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ، فقیہ العصر حضرت مفتی غلام قادرؒ، شیخ التفسیر حضرت مفتی محمد زروالی خان مدظلہ کی سرپرستی میں اس شعبہ کو شروع کرنے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ اس کے لیے باقاعدہ اشتہار ترتیب دیا گیا مگر انہی دنوں 6اکتوبر 2003ء کو مولانا محمد اعظم طارق کو اسلام آباد میں گولڑہ موڑ ٹول پلازہ پر شہید کردیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

تخصص فی الدعوۃ والتحقیق کا شعبہ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کا ایک خواب تھا جس کو تعبیر امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے دی اور یوں یہ شعبہ 2004 سے باقاعدہ جامعہ حیدریہ میں شروع کردیا گیا۔ پہلے سال حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کے علاوہ محقق دوراں حضرت علامہ جسٹس (ر) خالد محمود مدظلہ، مناظر اسلام مولانا منیر احمد منور مدظلہ، (استاد الحدیث جامعہ باب العلوم کہروڑپکا)، حضرت خواجہ ابوالکلام صدیقی مدظلہ (ملتان)، مناظر اہل سنت مولانا منیر احمد اختر مدظلہ (جہانیاں) حضرت مفتی اسداللہ شیخ، (امام و خطیب جامع مسجد صدیق اکبر خیرپور) نے اس شعبہ میں باقاعدہ پڑھایا۔ اس شعبہ کو شروع ہوئے قریباً نو سال گذر چکے ہیں اور اس سے اب تک قریباً دوسو علماء کرام مناظرہ، تحقیق، تصنیف و تالیف اور تقابل ادیان کے ماہر تیار ہوچکے ہیں جو کہ ملک بھر کے مختلف علاقوں میں دینی و مذہبی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مولانا محمد اعظم طارقؒ کی شہادت

6اکتوبر 2003 کو جرنیل اہل سنت حضرت مولانا محمد اعظم طارق کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لیے پارلیمنٹ کی طرف جاتے ہوئے اسلام آباد میں گولڑہ موڑ ٹول پلازہ سے گزرتے ہوئے شیعہ دہشت گردوں نے فائرنگ کر کے شہید کردیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کو اس خبر کی اطلاع جب ملی تو آپ اس وقت گھر خیرپور میں موجود تھے، ان دنوں جامعہ حیدریہ خیرپور میں سالانہ تعطیلات میں ہونے والا چالیس روزہ تربیتی کورس ہو رہا تھا

اور جامعہ حیدریہ میں طلباء کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ حضرت علامہ حیدری شہیدؒ اپنے ملک بھر کے اسفار مؤخر کر کے یہاں طلباء کو پڑھانے میں مصروف تھے۔ مولانا محمد اعظم طارق کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے تمام طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''مولانا محمد اعظم طارق اپنے حصے کا کام کر کے چلے گئے ہیں، ہم انتظار میں ہیں۔ ہمیں مولانا محمد اعظم طارق کی جدائی پر فخر ہے مگر خوشی بھی اس بات پر ہے کہ اللہ نے انہیں شہادت عطا فرمائی ہے'' حضرت حیدری شہیدؒ نے جھنگ کے لیے سفر کا آغاز کیا اور اگلے روز نماز فجر کے بعد جھنگ پہنچے۔ یہاں علامہ محمد احمد لدھیانوی سے ملاقات ہوئی اور انہی کی زبانی پتہ چلا کہ کچھ دیر میں مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی میت اسلام آباد سے جھنگ پہنچنے والی ہے۔ آپؒ نے میت کو خود وصول کرنا تھا اس لیے علامہ محمد احمد لدھیانوی کی معیت میں چرچ گراؤنڈ جھنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ شام چار بجے گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول کے گراؤنڈ میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جنازہ کی امامت امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری نے پڑھائی، جنازہ کے بعد مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کو گلشن جھنگوی شہیدؒ جامعہ محمودیہ میں قائم شہدائے ناموس صحابہؓ کے دارالسکون میں دفنا دیا گیا۔

رات کو جماعت کے اہم ذمہ داران کا اجلاس ہوا، جس میں علامہ محمد احمد لدھیانوی کو قائم صدر چن لیا گیا پھر بعد میں مستقل صدر منتخب ہو گئے۔ علامہ محمد احمد لدھیانوی کے انتخاب کے وقت سب سے پہلا ووٹ ان کے حق میں علامہ علی شیر حیدری نے استعمال فرمایا۔ علامہ لدھیانوی یہ عہدہ لینے سے انکار کر رہے تھے تو حضرت حیدری شہیدؒ نے فرمایا جب سب آپ کا نام لے رہے ہیں تو آپ کو پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے اور یہ عہدہ قبول کر لینا چاہیے۔ علامہ لدھیانوی نے علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے حکم، ان کی سرپرستی اور اپنے حق میں مسلسل دعاؤں کے وعدے پر یہ منصب اور ذمہ داری قبول کر لی۔ یہی وجہ ہے علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ ہمیشہ علامہ لدھیانوی کی کامیابی کے لیے دعاگو رہتے تھے، جامعہ عمر فاروق سمندری کی ایک تقریر میں فرمایا کہ ''مجھے مولانا لدھیانوی کے ہاتھوں اس مشن کی تکمیل ہوتی نظر آرہی ہے'' جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ کے ایک سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اس دور فتوحات کے دروازے کھل گئے ہیں، اسیران کی رہائی اسی دور میں ہوئی ہے، فریق مخالف کے سربراہ ساجد نقوی کی گرفتاری اسی دور میں ہوئی ہے، محرم الحرام میں بلا جواز گرفتاریوں کا سلسلہ اسی دور میں بند ہوا ہے، اب ان شاء اللہ ملک اسحٰق بھی اسی دور میں رہا ہو گا، مشن کی تکمیل بھی اسی دور میں ہوگی۔ جس طرح تائید ایزدی مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کے ساتھ تھی، اسی

طرح مولانا لدھیانوی کے ساتھ بھی شامل حال ہے۔ مجھے ان کے ہاتھ فتح ونصرت نظر آتی ہے“

والد گرامی کی شہادت کا المناک سانحہ

22اپریل 2004ء کو جامعہ حیدریہ میں ایک المناک سانحہ پیش آیا جس میں حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے والد گرامی حاجی محمد وارث شہیدؒ جام شہادت نوش فرما گئے جبکہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے چھوٹے بھائی قاری علی حیدر اور جامعہ کے طالبعلم حافظ میر حسن شدید زخمی ہو گئے۔ واقعہ کچھ یوں پیش آیا کہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے اپنے جامعہ حیدریہ کی توسیع کرنے اور مین روڈ کی جانب سے مین گیٹ لگانے کے لیے ایک جگہ خریدی جسے اہل تشیع نے متنازعہ بنانے کی کوشش کی۔ اس جگہ کے مالک حاجی دین محمد شاہ نے ڈھائی لاکھ روپے میں یہ جگہ گواہان کی موجودگی میں علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کو فروخت کی، باقاعدہ اسٹامپ پیپر پر خرید وفروخت کا معاہدہ ہوا، گواہان میں سید پریل شاہ بخاری، مولانا عبدالکریم مری، محمد اسلم راجپوت، بختیار جمیل، غلام حسین عرف گاما، عبدالرشید، نور علی جس کا مکان جنوبی سمت میں موجود ہے۔ قلندر بخش جاگیرانی جس کے گھر اور اس جگہ کے درمیان قریباً چھ فٹ چوڑی گلی ہے، جب اس سودے کا علم قلندر بخش جاگیرانی کو ہوا تو اس سودہ کو واپس کرنے کے لیے مالک مکان پر دباؤ ڈالا نہ ماننے کی صورت میں وہ سخت مشتعل ہو گیا اور پلاٹ واپس نہ لینے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکیاں دیتا ہوا چلا گیا۔

دوسری طرف علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے مذکورہ عمارت کا قبضہ لیکر وہاں بچوں کو ناظرہ قرآن کی تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کروادیا۔ صبح ساڑھے سات بجے کے قریب قلندر بخش دیگر ساتھیوں کے ہمراہ آیا اور تعلیم حاصل کرتے بچوں کو وہاں سے بھگانے کی کوشش کی اور بچوں پر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں ایک استاذ اور چار بچے زخمی ہو گئے۔ پولیس کو بلایا گیا اور واقعہ کی اطلاع دی گئی ساتھ خیر پور کے شیعہ رہنما علی عباس کو بھی بلایا گیا اور فریقین کے علاوہ تمام گواہان نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی مگر یہ تمام لوگ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے اور مجلس برخاست ہوگئی۔ اسی روز قریباً دو گھنٹے کے بعد ایس ایچ مصطفیٰ حسین راجپوت بھاری پولیس نفری کے ہمراہ مذکورہ پلاٹ پر پہنچے اور زبردستی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کو اٹھانے کی کوشش کی۔ بچوں کے نہ اٹھنے پر اس نے لاٹھی چارج اور ہوائی فائرنگ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے والد گرامی حاجی محمد وارث کے گلے میں رومال ڈال کر کھینچا، اسی دوران قلندر بخش جاگیرانی اور اس

کے بیٹوں نے بھی فائرنگ کی اسی اثناء میں ایک گولی علامہ علی شیر حیدری کے والد حاجی محمد وارث کے سر میں جالگی جس سے حاجی محمد وارث شہید ہوگئے جبکہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے چھوٹے بھائی قاری علی حیدر اور طالبعلم حافظ میر حسن شدید زخمی ہوگئے۔حاجی محمد وارث شہیدؒ پڑھے لکھے نہیں تھے، اللہ پاک نے انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائی تھی، گوکہ گھر میں دولت کی ریل پیل نہیں رہی لیکن دل کے غنی تھے، مہمان نوازی ان کا خاص وصف تھا، تبلیغی جماعت میں وقت لگانے کے بعد سے بیان بھی کرنے لگے تھے، خواب کی تعبیر بیان کرنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے، جامعہ حیدریہ سے انہیں بڑا لگاؤ تھا ہر روز صبح گھر سے لسی لاکر طلبہ کو پلاتے تھے۔65 برس کی عمر میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔اس واقعہ کی تفصیلات، اس کے پس منظر میں اہل تشیع کی طرف سے کی جانے والی سازشوں کا صحیح تجزیہ اور تذکرہ روزنامہ اسلام کراچی نے اپنی 10 مارچ 2004 کی خصوصی اشاعت میں بھی کیا۔

کرائسس اینڈ مینجمنٹ سیل کے روبرو

2005 میں سابق صدر پرویز مشرف نے سنی وشیعہ فسادات کے خاتمہ اور اختلافات میں پائی جانے والی شدت کو کم کرنے کے لیے کرائسس اینڈ مینجمنٹ سیل کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کے سربراہ برگیڈیر جاوید اقبال چیمہ مقرر ہوئے۔اس سیل کا بنیادی مقصد فرقہ وارانہ اختلافات میں پائی جانے والی شدت کو کم کرنا اور فسادات کو روکنا تھا۔جاوید اقبال چیمہ نے فریقین سے رابطہ کیا اور الگ الگ ملاقاتیں کیں، جن میں یہ طے ہوا کہ دونوں فریق پانچ پانچ رکنی ایک کمیٹی دیں گے جو آپس میں بیٹھ کر ان اختلافی مسائل پر بحث کرے گی اور بحث مباحثہ کے بعد فسادات کے خاتمہ کے لیے کوئی حتمی سفارشات مرتب کرکے دے گی جن کو لاگو کردینے سے ان فسادات کو روکنے میں معاونت ملے گی۔اہل سنت والجماعت نے اپنی پانچ حضرات کی ایک کمیٹی بنائی اور اسکے نام اس ادارے کو بھیج دیے۔ان پانچ افراد پر مشتمل کمیٹی کے سربراہ علامہ علی شیر حیدری منتخب ہوئے جبکہ اس کے دیگر اراکین میں قائد اہل سنت علامہ محمد احمد لدھیانوی، مفسر قرآن حضرت مفتی عتیق الرحمٰن، ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں اور سید پریل شاہ بخاری شامل تھے۔مقررہ تاریخ کو اس کمیٹی کے تمام ممبران حضرت علامہ علی شیر حیدری حیدری شہیدؒ کی قیادت میں کرائسس سیل کے دفتر واقع وفاقی وزارت داخلہ اسلام آباد میں پہنچے۔وہاں پہنچنے پر پتہ چلا کہ اہل تشیع کے

نمائندوں نے آمنے سامنے بیٹھ کر باتیں کرنے سے انکار کر دیا ہے جبکہ اہل سنت نمائندے یہ چاہتے تھے کہ آمنے سامنے بیٹھ کر بات کرنے میں مسئلہ کا حل ہے۔ تاہم بریگیڈیر جاوید اقبال چیمہ نے فریقین سے الگ الگ ملاقات کی اور دونوں کا مؤقف سنا۔ اس ملاقات میں جامعہ بنوریہ کراچی کے شیخ الحدیث اور نامور مفسر قرآن حضرت مفتی عتیق الرحمٰن نے گفتگو کی اور اہل سنت کے مؤقف سے مذکورہ ادارے کو سربراہ کو آگاہ کیا۔ جاوید اقبال چیمہ نے جلد اگلی ملاقات کا وعدہ کیا اور آئندہ ملاقات میں فریقین کو اکٹھے بیٹھانے کا عندیہ بھی دیا۔ مگر افسوس کہ اس ادارے کے زیر اہتمام بھی حسب معمول بات آگے نہ چل سکی اور وہی خفیہ طاقتیں آڑے آئیں جو پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا دیکر اپنے مذموم مقاصد حاصل کرتی ہیں۔

ٹریفک حادثہ میں زخمی

یکم فروری 2009 کو حیدرآباد کی طرف جاتے ہوئے گاڑی کا ٹائر کھل جانے کے باعث ایک خوفناک ایکسیڈنٹ ہوا جس میں حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ شدید زخمی ہوگئے، بائیں کندھے کی ہڈی ٹوٹ گئی اور آنکھ کے اوپر زخم آیا تاہم باقی چہرہ محفوظ رہا۔ حضرت شہیدؒ اس حادثے کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ جب ٹائر کھل کر گاڑی سے الگ ہوگیا تھا اور مجھے محسوس ہورہا تھا کہ اب گاڑی الٹ جائے گی تو میں نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ فرماتے تھے کہ اچھا ہوتا اگر اس وقت موت آجاتی کیونکہ میں نے کلمہ پڑھ لیا تھا اب جب موت آئے گی تو پتہ نہیں کلمہ نصیب ہو یا نہ ہو۔ مگر کتنے خوش نصیب حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کہ جنہیں شہادت کے وقت بھی کلمہ اور بار بار اللہ کہنے کو موقع ملا۔

دفاع صحابہ کانفرنس 2009

14 اگست 2009 کو جامعہ حیدریہ کے زیر اہتمام سندھ کی بہت بڑی سالانہ دفاع صحابہ کانفرنس منعقد ہوئی، اس کانفرنس کے اسٹیج پر آپؒ پہنچے تو اس وقت سٹیج پر سینکڑوں علماء اور پنڈال میں ہزاروں لوگ موجود تھے۔ یہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد اجتماع تھا کہ شدید گرمی میں لوگ اپنے شفیق قائد کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب تھے۔ حضرت حیدری شہید جونہی سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے لوگوں نے کھڑے ہوکر استقبال کیا، اس کانفرنس میں آپؒ نے جو خطاب کیا وہ ایک الہامی خطاب تھا، اس خطاب میں حضرت شہید نے رب تعالیٰ کی مدد کا خاص طور پر ذکر اور اپنے مالک کا شکر ادا کیا ہے، اور پھر مشنِ حق نواز...... وہ مشن کہ جس کے ابلاغ

پر ساری زندگی وقف کی ہوئی تھی، اس مشن پر جامع انداز میں گفتگو فرمائی، اور خاص طور پر اس خطاب میں وہ جملہ قابلِ غور ہے کہ جب فرماتے ہیں ''اتنی کثیر تعداد میں آپ کی آمد نے دشمن کا کلیجہ پھاڑ دیا ہے'' ......اور آخر میں جو آپ نے نعرے لگوائے وہ بھی حضرت کی مشنِ حق سے وارفتگی کا عمدہ ترین اظہار ہے۔ یہ مکمل خطاب آپ آئندہ صفحات میں پڑھ سکیں گے۔

اس کانفرنس میں حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے اپنے بعد جانشین منتخب ہونے والے علامہ محمد احمد لدھیانوی مدظلہ اور اپنے خاص معتمدین محترم جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، سید پریل شاہ بخاری اور جناب طارق محمود مدنی کو اپنے ہاتھوں سے جبہ پہنایا اور خود پہلی مرتبہ اس کانفرنس پر جبہ نہ پہنا۔ یہ ایک واضح اشارہ تھا کہ میرے جانے کے بعد یہ لوگ میرے چھوڑے ہوئے کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ اس کانفرنس میں حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے جو خطاب فرمایا وہ تقریر زندگی کی دیگر تقریروں سے بالکل مختلف تھی۔ یہ تقریر آپ اگلے صفحات میں پڑھ سکتے ہیں۔ علامہ محمد احمد لدھیانوی بتاتے ہیں کہ اس کانفرنس میں مجھے فرمایا کہ آج 14 اگست ہے، آج اپنی تقریر آزادی کے عنوان پر کرو اور اپنے کارکنوں کے دلوں سے خوف نکالنے کے لیے آج ہر طرح کی احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر گفتگو کرو۔ مولانا لدھیانوی فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا جب مجھے غیر بلا جھجک گفتگو کی اجازت دی ورنہ ہمیشہ مجھے سخت اور غیر محتاط گفتگو سے منع فرمایا کرتے تھے۔

اس کانفرنس کے بعد حضرت شہید کے لمحات زندگی تیزی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے، اور اس ہستی بستی دنیا میں ایک پھول سا چہرہ، ایک رشد وہدایت کا پیکر انسان، صحابہ کرامؓ کا ایک سچا سپاہی، قافلہ حق کا میر کارواں، سینوں کے دلوں کی دھڑکن، مشنِ حق پر جان کی بازی لگا دینے اور عالم فنا سے عالمِ بقا کی طرف کوچ کر جانے کے لیے لمحہ بہ لمحہ قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ دشمنانِ دین وملت، گستاخانِ صحابہ، ماتمی سنگت کی پیداوار، یہودیوں کی ناپاک ذریت اپنے منصوبے کو حتمی رنگ دینے کے لیے سر جوڑ چکے تھے۔ حیدری شہیدؒ کی ضربِ حیدری کی تاب نہ لا سکنے والے بزدل دشمنوں نے اپنی تاریخ دہراتے ہوئے رات کی تاریکی میں، گھات لگا کر اس جوہرآب دار کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا پروگرام طے کر لیا تھا۔ اور اپنے تئیں یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اس حیدری کو اگر راستے سے ہٹا لیا تو پھر کوئی ہماری بدمعاشیوں اور گستاخیوں کا پردہ چاک نہیں کرے گا یا ہمارے راستے کی دیوار اور کوئی نہیں بن سکے گا۔ لیکن یہ ابن سبا کی ذریت کی خام خیالی اور ناپاک سوچ تھی، حیدری تو دراصل اپنی من کی مراد پانے کے لیے پہلے دن سے ہی تیار تھا۔ وہ ہر لمحہ صحابہ کرامؓ کی محبت میں بسر

کرتا، شب وروز ان کی مدح سرائی کرتا اور اپنے ممدوحین کے گستاخوں کو لوہے کے چنے چبوانے کی دھن میں لگا ہوا تھا۔ مشنِ حق پر اتنی محنت کر چکا تھا کہ سینکڑوں علماء کو اپنا علم، اپنی شجاعت، اپنے دلائل، اپنا مناظرے کا فن اور باطل پر اپنی زبردست گرفت منتقل کر چکا تھا۔ اپنے پیش رو قائدین کی طرح اس نے اپنے رب سے عہد کیا ہوا تھا کہ جان تو جا سکتی ہے مگر صحابہؓ کی عزت پہ پہریداری پر سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ اور پھر اس نے تقریباً ہر تقریر میں اس بات کے عزم کو ظاہر کیا ہوا تھا کہ جھنگوی، قاسمی، فاروقی اور اعظم طارق (شہید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کی طرح صحابہ کرامؓ کی عزت، عظمت اور اُمہات المومنینؓ کے تقدس کے لیے ہر قسم کی قربانی دی جا سکتی ہے، جان قربان کی جا سکتی ہے مگر مشنِ حق نواز سے ذرہ برابر پیچھے ہٹنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

سانحہ شہادت

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ 16/ اگست کو اپنے گھر سے ابڑو گوٹھ جانے کے لیے ساڑھے دس بجے رات روانہ ہوئے، جانے سے قبل غسل کیا اور نئے کپڑے پہنے، حسب معمول عمدہ قسم کی خوشبو استعمال کی، سندھ دھرتی کے معروف نعت خوان امتیاز احمد بھلپوٹو کو گاڑی چلانے کا کہا حالانکہ یہ شخص حضرت شہیدؒ کا مستقل ڈرائیور نہیں تھا۔ اصل ڈرائیور موقع پر موجود ہونے کے باوجود اسے ساتھ لے کر نہیں گئے۔ سپاہ صحابہ ضلع خیر پور کے رہنما مولانا عبد الکریم مری بھی ہمراہ تھے، برادرم فرید عباسی علامہ حیدری شہیدؒ کے پرانے عقیدت مند ہیں انہیں اور اپنے چھوٹے بھائی قاری علی حیدر کو بھی ساتھ لیا اور تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ابڑو گوٹھ روانہ ہو گئے۔ جامعہ حیدریہ خیر پور سے ابڑو گوٹھ تقریباً بارہ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، ابڑو گوٹھ جا کر کھانا تناول فرمایا اور رات ایک بجے خطاب کے لیے اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے، زندگی کا آخری خطاب عظمت قرآن اور سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت بلافصل میں ہونے والے قتال مرتدین کے متعلق کیا۔ جلسہ سے خطاب کرنے کے بعد پونے تین بجے واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔ ابڑو گوٹھ سے باہر نکل کر تقریباً دو کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا تھا اور ابڑو سیم نالی موڑ پر ہی پہنچے تو موڑ کاٹتے ہوئے گاڑی کچھ آہستہ ہوئی اور دائیں بائیں طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی، جس کا نشانہ گاڑی کے ٹائر تھے مگر کوئی بھی گولی گاڑی کے ٹائروں پر نہ لگ سکی۔ گاڑی پر موجود گن مینوں نے دونوں طرف فائرنگ شروع کر دی، دائیں طرف موجود ایک حملہ آوروں کی ایک گولی حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے ساتھ بیٹھے فرید عباسی کے قریب سے گزرتے ہوئی حضرت علامہ شہیدؒ

کے پیٹ میں جا لگی جبکہ تین گولیاں ٹانگ میں لگیں، اسی دوران حضرت حیدری شہیدؒ نے مولانا عبدالکریم مری سے فرمایا کہ ہمارے اوپر حملہ ہو گیا ہے اور بلند آواز سے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا، گاڑی حملہ آوروں سے ٹکراتی ہوئی بائیں طرف سڑک سے چھ فٹ نیچے ایک کھائی میں جا گری، رفتار تیز ہونے کی وجہ سے الٹنے سے تو بچ گئی، جیسے ہی گاڑی نیچے اتری ایک جھٹکے کے ساتھ وہیں رک گئی۔ مولانا عبدالکریم مری کہتے ہیں کہ میں نے فرید عباسی کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ باہر نکلیں، ڈرائیور کو پیچھے منتقل کریں اور گاڑی کو یہاں سے نکالیں تاکہ جلد از جلد ہسپتال پہنچ سکیں کیونکہ حضرت شہیدؒ کا خون زیادہ بہہ رہا تھا۔ فرید عباسی نے انتہائی صبر وتحمل اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈرائیور کو گن مینوں کی مدد سے پیچھے منتقل کیا اور خود ڈرائیو رسیٹ سنبھال کر گاڑی کو کھائی سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ فوراً ہسپتال پہنچے، سول ہسپتال خیر پور میں جب حضرت شہیدؒ کو گاڑی سے نکالا گیا تو چشمہ آنکھوں پر موجود تھا اور سر پہ پگڑی بندھی ہوئی تھی، زبان سے اللہ اللہ جاری تھا، اسٹریچر کے ذریعے ایمرجنسی وارڈ میں منتقل کیا گیا اسی وقت کلمہ پڑھتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ سپاہ صحابہؓ کے تیسرے سرپرست اعلیٰ تھے۔ ادیان باطلہ پر گہری نظر رکھنے والے جید عالم دین اور اسلام کے ایک عظیم مبلغ اور پرجوش داعی اور خطیب تھے، دہشت گردی کے اس افسوسناک ترین واقعہ کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ علامہ حیدری شہیدؒ محض ایک انسان نہیں بلکہ حافظ قرآن، جید عالم دین، اسلام کے پرجوش وبے باک مبلغ وداعی، بلند پایہ خطیب اور مصنف وادیب تھے۔ نامور خطیب مولانا عبدالکریم ندیم نے حضرت شہیدؒ کے جنازہ کے دن علامہ حیدریؒ کو دوسرا علامہ عبد الشکور لکھنویؒ قرار دیا جبکہ مولانا ندیم صاحب ہی نے حضرت شہیدؒ کی زندگی میں جامعہ عبداللہ بن مسعود خانپور کے ایک اجتماع میں علامہ حیدری شہید کو ''مجدد خطابت'' کا خطاب بھی دیا تھا۔ علامہ علی شیر حیدریؒ یقیناً علوم لکھنوی کے وارث تھے اور اس وراثت کو احسن انداز میں آگے منتقل کر رہے تھے، سینکڑوں علمائے کرام ایسے ہیں جنہوں نے ملک کے مختلف مدارس سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد صرف احقاق حق اور ابطال باطل کی تربیت کے لیے حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کی زیرنگرانی ایک سال گزارا ہے اور ہزاروں طلباء وعلماء ایسے ہیں جو ماہ شعبان میں ہونے والے سالانہ تربیتی کورس میں شریک ہوتے تھے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ حضرت حیدریؒ صاحب سے قریبی تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ انہوں نے پوری زندگی اسلام کی

نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کی ہے اور یہ حفاظت کرتے ہوئے وہ جام شہادت نوش فرما گئے۔

علامہ حیدری شہیدؒ کی جاں گسل شہادت ایک عالم کی نہیں بلکہ پورے عالم کی ہے، ان کے فراق سے پوری اہل سنت برادری ایک محقق سے ہی نہیں بلکہ آسمان تحقیق کے ایک نیر تاباں سے، ایک محدث سے ہی نہیں بلکہ مسند حدیث کے صدر نشین سے، ایک مناظر سے ہی نہیں بلکہ اس فن کے بے نظیر شناور سے، ایک خطیب ہی سے نہیں بلکہ گلستان خطابت کے شعلہ نوا مقرر ہے، ایک مدرس سے ہی نہیں بلکہ ایک مثالی کتب خانہ سے، ایک قائد سے ہی نہیں بلکہ قائدین کے سربراہ سے محروم ہوگئی ہے۔ تشنگان علوم تڑپ رہے ہیں ، درسِ قرآن کے شیدائی منتظر ہیں، علم حدیث کے محب ترس رہے ہیں، منبر کی نگاہیں راہ تک رہی ہیں، جامعہ حیدریہ کے اساتذہ، تلامذہ اور دیگر ذمہ داران کی اشتیاق بھری نگاہیں گردش کر رہی ہیں مگر بحر العلوم، مفسر قرآن، محدث عظیم، رئیس المناظرین، مقرر عالی شان اور جامعہ حیدریہ کا روح رواں رخ زیبا کے چراغ سے بھی نہیں دھونڈا جارہا۔ مسلک اہل سنت پہ کفروزندقہ کے حملے جاری ہیں، کئی محافظین اسلام ہونے کے باوجود حیدری شہیدؒ جیسا چاق وچوبند محافظ نظر نہیں آتا۔ وہ مجلسیں جن کی خوشبو سے جامعہ حیدریہ کے بام ودر معطر رہتے تھے، نگاہیں تلاش کرتی ہیں اس رخ انور کو جس کی ایک دل آویز مسکراہٹ سے ہجوم غم کافور ہوجاتا تھا، آنکھیں اب جستجو کرتی رہیں گی اس صدر محفل کی جس کی ایک جنبش لب بہت سی علمی گتھیاں سلجھا دیتی تھی، سماعتیں اب ترستی رہیں گی اس شیریں آواز کو جو کانوں میں حکمتوں کے رَس گھولتی رہتی تھی، باطل وسوسوں سے پریشان ہونے والا اب ہر شخص تڑپتا ہے، اس سپوت کی یاد میں جس کی نظر عمیق ہر سوال کا جواب ہوا کرتی تھی، اہل حق کا ہر مناظر ہر موڑ پر یاد کرے گا اس سراپا علم کو جس کی ذات حوالوں کا انسائیکلوپیڈیا تھی۔ آج ان کی شہادت کو دو سال مہینے گزر رہے ہیں، اس کے باوجود ان کے چاہنے والے ابھی تک رو رہے ہیں، آہیں بھر رہے ہیں، تحفظ ناموس صحابہؓ کا قافلہ صحرا کی ہلاکت خیزیوں میں ابھی تک تنہا ہے۔ یہ آنسو بجا، یہ سسکیاں برمحل، یہ آہیں اپنی جگہ، مگر سچ یہ ہے کہ امام اہل سنت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کے علوم کا حقیقی وارث اپنی کامیاب اور بامقصد زندگی گزار کر اس دنیا سے اپنی خواہش کے مطابق رخصت ہوا ہے، اور پیچھے آنیوالوں کے لیے ایک راہ عمل متعین کرگیا ہے کہ جو اس راستہ پر چلتے ہوئے آئیں گے وہ سرخرو اور سرفراز ہوکر اپنے رب حقیقی کے حضور پہنچیں گے۔

☆☆☆

الشیخ عبد الجبار فاروقی
(ناظم اعلیٰ جامعہ حیدریہ خیر پور)

یادیں میری ان کی تاریخ بن گئیں

میں غالباً 1987ء میں دوسری کلاس کا طالبعلم تھا تو گھر میں والد صاحب کی زبانی سنا کہ چچا وارث محمد کے بیٹے علی شیر حیدری عالم بن کر آئے ہیں۔ کچھ ہی دنوں کے بعد ہمارے دروازے پر ایک گاڑی رکی جس میں سے علامہ علی شیر حیدری باہر نکلے اور ہمارے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ والد صاحب گھر میں نہیں تھے دادا جی کو اطلاع کی۔ حضرت ہمارے گھر کے صحن میں دادا کے ساتھ بیٹھے رہے اور کچھ دیر باتیں کیں۔ حضرت اپنے ساتھ کچھ فروٹ وغیرہ بھی لائے تھے اور دادا جی کا شکریہ بھی ادا کرتے رہے کہ آپ کی دعاؤں سے میں نے اپنی تعلیم مکمل کی ہے۔ میرے دادا جی مرشد العلماء پیر طریقت حضرت مولانا عبد الکریمؒ بیر شریف والوں کے قریبی احباب میں سے تھے اور توحید پرست تھے۔ ہمارے یہاں سندھ میں جس مدرسہ میں یا جس گھر میں حضرت بیر والوںؒ کی تشریف آوری ہوئی ہوا سے بڑی عزت اور احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ یہاں خیر پور میں تین گھر ایسے ہیں جہاں حضرت بیر والوںؒ نے قدم رنجہ فرمایا۔ ایک مولانا بدرالدین پھلپوتو، دوسرے یہاں کے ایک معروف میمن صاحب تھے اور تیسرے ہمارے گھر میں تشریف لائے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ میرے دادا جی ایک توحید پرست انسان تھے اور ان کی کوشش تھی کہ ان کے بچے اور دیگر جاننے والے بھی دینی تعلیم حاصل کریں۔ حضرت حیدری صاحب کے دادا جی کی ہمارے دادا سے دوستی تھی اور آپس میں اکثر وبیشتر ملاقات رہتی تھی دوران ملاقات کبھی حیدری صاحب ملتے تھے تو میرے دادا جی ان کی ذہن سازی کرتے تھے اور حضرت بیر والوںؒ کے واقعات سنا کر انہیں اس طرف لانے کی کوشش کرتے تھے کیوں کہ حضرت حیدری صاحب کا باقی خاندان بریلوی تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ حیدری شہید اسکول چھوڑ کر دینی مدرسہ میں پڑھنے چلے گئے۔ میں نے جب جامعہ حیدریہ میں پڑھنا شروع کیا تو میں مدرسہ چھوڑ کے چلا جاتا

تھا، میرا دل نہیں لگتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت نے اپنے پاس بٹھا کر مجھے سمجھایا اور فرمایا کہ آپ کے دادا جی کی وجہ سے میں یہاں تک پہنچا ہوں۔ آپ کو پڑھا کر میں آپ کے دادا جی کا احسان چکانا چاہتا ہوں، اس لیے دل لگا کر پڑھا کرو۔

میرے پھوپھی زاد بھائی عبدالحفیظ بھی ہمارے گھر میں حضرت سائیںؒ کی بڑی تعریف کرتے رہتے تھے اور حضرت کے بیانات سنتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے بتایا کہ سوک سینٹر کے قریب مسجد اقصیٰ میں حضرتؒ کا بیان ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی لے چلو چنانچہ ہم نے وہاں جا کر عشاء کی نماز پڑھی، مسجد میں رش بڑا تھا میں نے دروازے کے قریب بیٹھ کر جلسہ سننا شروع کر دیا۔ کچھ ہی دیر کے بعد تہنجو شیر، مہنجو شیر علی شیر علی شیر، آیو آیو علی شیر آیو کے نعرے گونجنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد حضرتؒ کا خطاب شروع ہوا، آہستہ آہستہ تلاوت کی اور اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔ میں نے اپنے کزن سے کہا کہ یہ تو بہت آہستہ بول رہے ہیں آپ تو کہتے تھے کہ بڑی جذباتی گفتگو کرتے ہیں، اس نے کہا صبر کرو۔ بہر حال حضرت کی گفتگو میں واقعی تیزی آتی گئی اور سائیںؒ نے شیعہ کتب کے حوالہ جات بیان کرنے اور عبارتیں سنانا شروع کر دیں۔ یہ پہلی تقریر تھی جو میں نے حضرت حیدری صاحب کی براہ راست سنی اور اس تقریر نے میرے دل میں سائیںؒ کی عقیدت پیدا کر دی۔

بدترین تشدد

22 دسمبر 1988ء کو ہمارے دادا جی کا انتقال ہو گیا۔ دس دنوں کے بعد ہمارے دادا جی کے ایصال ثواب کے لیے ایک جلسہ کا انعقاد کیا گیا حضرتؒ میرے والد صاحب کے کہنے پر ہمارے ہاں تشریف لائے اور مجمع عام سے خطاب کیا۔ یہاں میں نے تیسری مرتبہ حضرتؒ کو دیکھا تھا۔ ایک دن ہمارے گھر میں والد صاحب نے آ کر بتایا کہ حضرت سائیںؒ گرفتار ہو گئے ہیں۔ 1989ء میں لاء اینڈ آرڈر کی خلاف ورزی کے الزام میں گرفتار ہوئے۔ میجر امتیاز ایس ایس پی تھا اور متعصب رافضی تھا۔ تھانہ اے سیکشن خیرپور میں سائیں پر بہت زیادہ تشدد کیا گیا۔ اب بھی اس وقت کے بعض پولیس والے بتاتے ہیں بلکہ ایک سپاہی مختیار سیال اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہے، جس سے میں نے اس واقعہ کے متعلق پوچھا تو وہ رونے لگا۔ اس نے بتایا کہ اس دور میں بابر شاہ تھانہ اے سیکشن کا ایس ایچ او تھا اس کے ساتھ آٹھ دیگر پولیس والے ڈنڈوں، بیلٹوں اور گن کے بٹوں کے ساتھ حضرتؒ پر تشدد کر رہے تھے۔ اس کا کہنا تھا کہ کبھی کسی مجرم کو تھانہ لاتے ہوئے راستہ میں نہیں

مارا جاتا مگر حضرتؒ کو راستہ میں بھی بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔مختیار سیال کے بقول جب تک حضرتؒ ہوش میں رہے مار کھاتے ہوئے اللہ، اللہ کہتے رہے کچھ دیر بعد بے ہوش ہو گئے۔اس تشدد کے اثرات حضرت شہیدؒ پر ہمیشہ رہے اور اسی وجہ دوران نماز قیام کی حالت میں کبھی صحیح طرح سے کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔

ہمارے گھر میں اس واقعے کا بڑا افسوس منایا گیا یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے کسی اپنے کے ساتھ یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔اس گرفتاری اور تشدد پر مولانا بدرالدین پھلپوٹو نے اعلان کیا کہ بارہ گھنٹوں میں علامہ علی شیر حیدری کو رہا نہ کیا گیا تو تھانہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی۔مولانا بدرالدین پھلپوٹو بہت بڑے عالم دین، جمعیت علماء اسلام کے صوبائی عہدیدار خیر پور کے بہت بڑے مقامی زمیندار تھے۔تشدد کے بعد حضرتؒ کو نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا اور پولیس افسر حضرتؒ کی گرفتاری سے انکار کرنے لگے۔

نشہ کی طاقت

مولانا پھلپوٹو کی دھمکی کا یہ اثر ہوا کہ حضرتؒ کو ظاہر کیا گیا اور ایک ناجائز گن رکھنے کا مقدمہ ڈال کر خیر پور جیل منتقل کر دیا گیا، جس کا احوال حضرت شہیدؒ خود بیان فرمایا کرتے تھے کہ جیل میں مجھے پاگلوں کے وارڈ میں رکھا گیا، ایک دن دوپہر کے وقت سخت ترین گرمی میں بیرکوں کے باہر ایک آدمی کو دیکھا کہ پانی کے دو ٹین بھرے ہوئے جون کے سخت ترین دنوں میں دوپہر کے وقت اٹھا کر لے جا رہا تھا میں نے شکر ادا کیا کہ میں ٹھیک ہوں اور سائے میں کھڑا ہوں۔میں نے پوچھا کہ کس جرم میں گرفتار ہو؟ اس نے کہا کہ ہیروئن۔پولیس والے جلدی سے اس کے پیچھے آئے اور اسے لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ پھر آیا میں تو میں نے کہا اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے جس کی وجہ سے اتنی تکلیف برداشت کر رہے ہو؟اس نے نفرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا تو اس کی یہ ادا میرے عزم کو بڑھا گئی، میں نے دل میں سوچا کہ ایک آدمی ہیروئن کے نشے کے لیے اتنی تکلیف برداشت کر رہا ہے اور اس نشہ کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں، میں کیسے عظمت صحابہؓ کا نشہ صرف جیل میں آنے اور مار کھانے کے ڈر سے چھوڑ دوں؟ آٹھ ماہ کے بعد حضرت کی رہائی ہوئی اور خیر پور جیل کے باہر اہل سنت علماء اور نوجوانوں نے بڑا عالیشان استقبال کیا۔

ایک قابل فخر دوست کی جدائی

استقبال سے قبل سید پریل شاہ بخاری، بھائی عبدالحمید اور بھائی غلام سرور حضرت کے استقبال کے لیے

تیاریوں میں مصروف تھے اور گھر گھر، قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں، بستی بستی جا کر لوگوں کو اطلاع دے رہے تھے۔ بھائی غلام سرورؒ حضرت شہیدؒ کے بہت قریبی دوست تھے۔ دونوں کا آپس میں بڑا پیار تھا اور ایک دوسرے سے بڑی محبت کرتے تھے۔ اس استقبال کی اطلاع دینے کے لیے کندھرا (جو کہ خیر پور سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے) گئے۔ وہاں ایک ٹریفک حادثہ پیش آیا جس میں سائیںؒ کے یہ قریبی دوست جاں بحق ہو گئے دوسرے دن ان کی نماز جنازہ نظامانی خیر پور میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ حضرت حیدری شہیدؒ کے تعلق کی بنا پر حضرت مفتی غلام قادرؒ صاحب نے پڑھائی۔ مولانا بدرالدین حسینی نے اس نماز جنازہ کے موقع پر اعلان کیا کہ اس نماز جنازہ میں کسی شیعہ کو شرکت کی اجازت نہیں ہے۔ یہ خیر پور کی تاریخ کا پہلا واقعہ تھا۔ 1988ء میں رہائی کے بعد حضرت حیدری شہیدؒ نے جامعہ حیدریہ انوارالہدیٰ کا آغاز کیا اور سب سے پہلے جو دارالقرآن تعمیر کیا وہ اپنے قریبی دوست بھائی غلام سرور کے ایصال ثواب کے لیے تعمیر کیا اور یہاں طلباء قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔ اب یہ دارالقرآن جامعہ حیدریہ کی جامع مسجد علی المرتضیٰؓ کا حصہ بن چکا ہے۔

پہلا قاتلانہ حملہ

بارہ ربیع الاول کے موقع پر خیر پور میں تمام دیوبندی جماعتوں کا ایک مشترکہ جلوس نکلتا ہے۔ اس جلوس میں حضرت حیدری شہیدؒ بھی شرکت فرمایا کرتے تھے۔ فاروق اعظم چوک پر جب یہ جلوس پہنچا تو وہاں حضرتؒ نے تقریر کا آغاز کیا تو شیعہ غنڈوں نے ارم ہوٹل کی بالائی منزل سے فائرنگ کی۔ ایک فائر بجلی کی تاروں میں لگا جس سے بجلی کی تاروں اور ٹرانسفارمر کا نقصان ہوا۔ کچھ لوگ منتشر ہو گئے مگر حضرت مائیک پکڑ کر اپنی تقریر کرتے رہے اور اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ بہت مضبوطی اور الوالعزمی کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے سائیں نے دوبارہ مجمع کو جمع کیا اور اپنا خطاب جاری رکھا۔

جمعیت کی طرف سے حضرت شہیدؒ کا بائیکاٹ

جمعیت علماء اسلام (ف) نے صوبہ سندھ میں حضرت شہیدؒ کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ جب یہ فیصلہ ہوا تو شوریٰ کے اجلاس میں یہ لوگ موجود تھے، مولانا عبدالحمید لنڈ، مولانا بدرالدین پھلپوٹو، مولانا محمد (خیر پور)، مولانا محمد مراد ہالیجوی سکھر، مولانا عبدالصمد ہالیجوی (ہالیجی شریف)، ڈاکٹر خالد محمود سومرو (لاڑکانہ)، مولانا غلام قادر (شکار پور)، حضرت مولانا غلام محمد (خیر پور) اور سراج احمد امروٹی۔ یہ سب لوگ بیر شریف گئے

اور حضرت پیر والوں سے کہا کہ سپاہ صحابہ ہماری ٹکر میں آگئی ہے اور مولانا علی شیر حیدری تنگ کر رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں سفر سے آیا ہوں آپ تمام علماء اس پر بیٹھ کر فیصلہ کر دیں تو ڈاکٹر خالد محمود سومرو نے جلدی سے کہا کہ آپ ہمیں دستخط کر کے دیں ہم فیصلہ کرلیں گے۔ حضرت نے اعتماد کرتے ہوئے دستخط فرمادیے۔ اس اجلاس میں جو فیصلہ ہوا اسکا تفصیلی جواب حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے لکھا تھا جسے آپ آئندہ صفحات میں دیکھ سکیں گے۔

حق کا چیلنج

مارچ 1992ء میں سید نثار احمد شاہ امروٹی کے حکم حضرت علامہ حیدری شہیدؒ نے خانقاہ امروٹ شریف میں خطاب کیا جس کا عنوان تھا ''حق کا چیلنج'' اس تقریر کی ریکارڈنگ ایک ہندو نے کی تھی، جس کا کہنا ہے کہ میں نے ہزاروں فنکاروں، گلوکاروں کی کیسٹ میں رکارڈ کر کے فروخت کی ہیں مگر علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی یہ تقریر جتنی فروخت ہوئی اتنی کسی اور کی نہیں ہوئی۔

خانقاہ پیر شریف میں خطاب

1992ء میں حضرت حیدری شہیدؒ نے خانقاہ پیر شریف پر حاضری دی۔ حضرت حیدری شہیدؒ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی موقع ملتا، پیر شریف تشریف لے جاتے اور حضرت پیر والوں کی خدمت میں حاضری دیتے۔ اس مرتبہ جب حاضر ہوئے تو حضرت پیر والوں نے فرما کہ علی شیر حیدری میرے مریدین کو خطاب کرو۔ حضرت حیدری شہیدؒ فرمانے لگے کہ میں تو سننے آتا ہوں۔ حضرت پیر والوں نے فرمایا کہ نہیں میرا حکم ہے آپ بیان کریں چنانچہ حضرت نے وہاں ردقادیانیت اور ردرافضیت پر بیان کیا۔ حضرت حیدری شہیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت پیر والوں نے اپنی خانقاہ میں اپنی موجودگی میں میرا بیان کروا کے مجھ پر مکمل اعتماد کا اظہار فرمایا تھا کیوں کہ اس سے قبل جمیعت علماء اسلام میرے ساتھ بائیکاٹ کا فیصلہ کر چکی تھی اور اس فیصلہ پر حضرت پیر والوں سے بھی ڈاکٹر خالد سومرو صاحب نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ دستخط کروالیے تھے۔

اگر وہ آگیا تو۔۔۔

1993ء میں ایک اعلیٰ افسر سبھا گوخان جتوئی تھے اور یہ سکھر کے ایک ذمہ دار افسر تھے۔ سکھر کی جامع مسجد اللہ والی میں حضرت حیدری صاحب کا جلسہ تھا۔ اس افسر نے پابندی لگادی۔ نچلے افسروں نے بتایا کہ

وہ ہر صورت پہنچ جاتا ہے اس افسر نے اپنی ماں کو ایک غلیظ گالی دیتے ہوئے کہا کہ اگر وہ آ گیا تو میری ماں کے ساتھ۔۔۔۔۔ایسے ہو۔جب حضرت کو اطلاع ملی کہ اس نے ایسا کہا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ میں ہر صورت جاؤں گا۔مقررہ دن بہت بڑی نفری کے ساتھ مسجد کا گھیراؤ کیا گیا اور ہر آدمی کو چیک کیا جانے لگا مگر حضرت حیدری صاحب وہاں پہنچ گئے اور باقائدہ تقریر کی۔ہم نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کیسے داخل ہوئے؟ حضرت بتاتے نہیں تھے بڑے اصرار کے بعد یہ بتایا کہ میں نے سر پر بڑا پرانا کپڑا باندھا ہوا تھا ،ہاتھ میں ٹوکری تھی، پھٹی ہوئی قمیص پہنی ہوئی تھی اور دھوتی باندھی ہوئی تھی۔محراب میں جا کر کپڑے تبدیل کیے اور تقریر کی۔

صوبہ بدری

1993 میں حضرت شہیدؒ کو صوبہ بدر کر دیا گیا تھا اور اس دوران زیادہ عرصہ حضرت نے کوئٹہ میں گذارا۔ یکم جولائی 1994ء کو انٹرنیشنل دفاع صحابہ کانفرنس جامعہ حیدریہ خیر پور میں منعقد ہوئی جس میں حضرت شہیدؒ تشریف لائے اور اپنے خطاب میں شیعہ کو مخاطب کرتے ہوئے مولانا حق نواز شہیدؒ کا چیلنج دہراتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں کافر کہتا ہوں، تم مجھے عدالت طلب کرو، اگر میں عدالت میں اپنا موقف ثابت نہ کر سکا تو مجھے گولی سے اڑا دیا جائے حکومت پاکستان پر میرا خون معاف ہے۔انہی دنوں ضلع نوشہرو فیروز کے علاقہ ہالانی میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت حیدری نے کوئٹہ سے آ کر شرکت کی اور پھر وہیں سے کوئٹہ واپس چلے گئے۔اسی سال حضرت حیدری شہیدؒ نے سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کو صوبہ سندھ کا دورہ کروایا۔حضرت فاروقی شہیدؒ کا بحیثیت سرپرست اعلیٰ سندھ کا پہلا دورہ تھا۔سجاول میں ایک بڑی کانفرنس عظمت صحابہؓ و اہل بیت کانفرنس منعقد ہوئی۔اس کانفرنس میں حضرت حیدری شہیدؒ نے صحابہؓ و اہل بیتؓ کی آپس میں رشتہ داریوں کے عنوان پر گفتگو کی۔یہ اپنے عنوان پر ایک بے مثال، مدلل اور بڑی علمی تقریر ہے۔

1994ء میں کراچی کے 14 ساتھی حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ وغیرہ کو عمر قید کی سزا ہوئی۔جنوری 1995ء میں دفاع صحابہ کانفرنس خیر پور کے موقع پر حضرت حیدری شہیدؒ نے اپنے خطاب میں ان حضرات کی گرفتاری اور سزا کی بھرپور مذمت کی اور کہا کہ مجھے نظر آ رہا ہے کہ حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ ضرور ایک دن

یہاں خیر پور میں اسی دفاع صحابہؓ کانفرنس میں آئیں گے۔ بالآخر حضرت کی زندگی میں یہ دن آیا اور حافظ صاحب رہا ہوئے اور دفاع صحابہ کانفرنس میں شریک بھی ہوئے۔

جامعہ حیدریہ میں میرا داخلہ

دسمبر 1995ء میں رمضان کے روزے چل رہے تھے، ایک دن ہم چند دوست مل کر حیدری صاحب سے ملنے آئے۔ حضرت سے ملاقات ہوئی، آپ کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے، ہم سے حال احوال پوچھ کر حضرت حیدری شہیدؒ دوبارہ کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہوگئے۔ کوئی گھنٹہ بعد حضرت نے ہم سب دوستوں سے باری باری نام اور تعلیم وغیرہ کے متعلق سوال کرنے شروع کیے۔ تیسرے نمبر پر میری باری تھی حضرت نے نام پوچھا، میں نے کہا کہ عبدالجبار، پھر پوچھا کس کے بیٹے ہو میں نے عبدالکریم شیخ صاحب کا بیٹا ہوں۔ سائیں نے بے ساختہ بڑی محبت کے ساتھ فرمایا کہ اچھا میرے چچا کے بیٹے ہو۔ مجھے قریب بلایا، پیار کیا اور اپنے قریب میں بٹھالیا۔ مجھ سے تعلیم پوچھی اور میری لکھائی کے متعلق سوال کیا۔ مجھ سے لکھوانے کی بجائے فرمایا کہ اگر کچھ لکھا ہوا جیب میں ہو تو مجھے دکھاؤ۔ میں نے ایک کاغذ نکال کر دیا جس کے ایک جانب میں نے حضرت حیدری شہیدؒ کی تقریر سن کر ان کا پڑھا ہوا درود شریف لکھا ہوا تھا اور دوسری جانب ڈاکٹر خالد سومرو کا خطبہ لکھا ہوا تھا۔ لکھائی میری اچھی تھی جو کہ حضرت کو بھی پسند آئی اور آپ نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ مجھے فرمانے لگے کہ آئندہ سال شوال سے یہاں میرے مدرسہ میں آجاؤ۔ میں نے گھر جا کر سب کچھ بتایا اور گھر والوں سے کہا کہ میں نے تو جامعہ حیدریہ میں داخلہ لینا ہے۔ گھر والوں نے مجھے منع کیا مگر میری ضد گھر والوں کے انکار پر بھاری ثابت ہوئی اور شوال میں، میں نے جامعہ حیدریہ میں باقاعدہ داخلہ لے لیا۔ جامعہ حیدریہ کی کل جگہ دو ایکڑ ہے اس وقت یہاں سیکیورٹی والوں کے لیے ایک کمرہ، دارالقرآن، عارضی جائے نماز، مسجد، کچا باورچی خانہ اور دیگر تین کمرے تھے جس میں ایک دفتر، مہمان خانہ اور لائبریری تھی باقی ساری زمین خالی پڑی تھی۔ یہاں سے میرا باقاعدہ تعلق حضرت سے شروع ہوا اور باقاعدہ مجھے حضرت حیدری شہیدؒ کی شاگردی میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے اپنی دینی تعلیم کے پہلے سال میں ہی حضرت حیدری صاحب سے نحومیر، تکبیر النحو، شرح مأۃ عامل وغیرہ پڑھیں۔ یہ کتابیں ہم نے محرم تک پڑھ لی تھیں۔

در مرشد پہ حاضری اور بیعت ثانی

میرا معمول تھا کہ میں ہر جمعرات کو جلدی گھر چلا جاتا تھا۔ ایک دن کچھ ایسا ہوا کہ مجھے سبق یاد نہ تھا اور حضرت نے مجھے خوب ڈانٹا اور میری چھٹی بند کردی۔ عصر کی نماز میں حضرت نے مجھے دیکھا تو پوچھا گھر کیوں نہیں گئے، میں نے عرض کیا کہ آپ نے منع فرمایا تھا اس لیے نہیں گیا۔ حضرت نے پوچھا کپڑے ہیں؟ میں نے کہا کہ جی نہیں، تین سوٹ ساتھ لاتا ہوں اور وہ استعمال کرچکا ہوں۔ یہ بات سن کر بھی حضرت نے چھٹی نہ دی اور فرمایا کہ چلو گاڑی میں بیٹھو۔ ہم ایک دعوت میں گئے اور مغرب تک واپس آگئے۔ حضرت نے فرمایا کہ حضرت پیر شریف والوں کے پاس جانا ہے تیار رہنا۔ رات کو دیر سے ہم پیر شریف کے لیے نکلے۔ گاڑی بہت خراب تھی بڑی مشکل سے صبح نماز فجر کے وقت ہم لاڑکانہ پہنچے اور سورج نکلتے ہی ہم پیر شریف پہنچے۔ حضرت پیر شریف والے اپنے گھر میں تھے۔ حضرت حیدری شہیدؒ نے خانقاہ کے ایک خادم سے کہا کہ دیکھو جاکر اگر حضرت سو نہ رہے ہوں تو ہمارا بتادیں ورنہ ہم انتظار کرلیتے ہیں، چنانچہ حضرت کو اطلاع دی گئی جس کے نتیجہ میں حضرت پیر شریف والے خود باہر تشریف لائے اور ہمارے ساتھ ملاقات کی۔ حضرت پیر والوں نے ایک سو روپے کا نوٹ نکال کر اپنے بیٹے اور موجودہ سجادہ نشین مولانا عبدالعزیز صاحب مدظلہ کو دیا کہ چائے وغیرہ بنوا کر لاؤ۔ حضرت پیر والوں نے حضرت حیدری صاحب کے ساتھ کمال شفقت کا مظاہرہ فرمایا اور بڑی محبت سے پیش آئے۔ حیدری صاحب نے کہا کہ حضرت میں نے گذشتہ 6 سال سے کسی کی بیعت نہیں کی آج آپ کی بیعت کرنے آیا ہوں۔ حضرت پیر والوں نے کھڑے ہوکر ہاتھ آگے بڑھایا جس پر حضرت حیدری شہیدؒ نے اپنا ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔ حضرت پیر والوں نے کافی دیر حضرت حیدری شہیدؒ کا ہاتھ تھامے رکھا اور کچھ پڑھتے رہے۔ بعد میں حضرت حیدری صاحب نے ہم سب کو بھی حضرت پیر والوں کی بیعت کروایا۔ اس سفر میں ہمارے ساتھ حضرت کے ڈرائیور حافظ اسد اللہ، حضرت کے بھائی قاری علی حیدر، مولانا عبدالرحیم موجودہ استاد جامعہ حیدریہ اور دیگر کچھ ساتھی ہمارے ساتھ تھے۔ جمعہ کی نماز ہم نے لاڑکانہ میں قاری جمال الدین کے مدرسہ میں پڑھی۔ بعد ازاں حضرت حیدری شہیدؒ کے استاد مولانا علی محمد حقانیؒ کے مدرسہ جامعہ اشاعت التوحید والسنہ میں گئے۔ وہاں سے روانہ ہوکر رتوڈیرو میں مولانا عبدالحمید جوئیو کے مدرسہ میں عصر کی نماز پڑھی۔ مغرب سکھر کے قریب اور عشاء مدرسہ میں آکر پڑھی۔

مر جائیں گے مگر اس مدرسہ سے نہ جائیں گے

میری تعلیم کا یہ پہلا سال تھا۔کھانا انتہائی مختصر آتا تھا۔ناشتہ اور چائے کی کوئی سہولت نہ تھی۔ہم تعلیم سے تو مطمئن تھے مگر سہولیات کی وجہ سے دلبرداشتہ بھی تھے۔ہم دوستوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ آئندہ سال نہیں آئیں گے۔سال کے آخر میں حضرت نے تمام طلباء کو بلایا اور فرمایا کہ عزیز طلباء کرام جتنا آپ کا حق تھا میں ویسی خدمت نہیں کر سکا مگر تعلیم کے حوالے سے میں نے کوئی کمی نہیں چھوڑی۔طلباء کا میں اس وقت لیڈر ہوتا تھا، سائیں کی مجلس سے باہر نکلتے ہی میں نے اعلان کیا کہ مر جائیں گے مگر اس مدرسہ سے نہیں جائیں گے۔الحمدللہ مجھے جامعہ حیدریہ میں آئے ہوئے 15 سال ہوگئے ہیں اور اپنے اس عزم پر آج بھی میں قائم ہوں کیونکہ حضرت شہیدؒ جیسی مشفق شخصیت مجھے کہیں اور نہیں مل سکتی تھی اور اب تو حضرت شہیدؒ کی شہادت کے بعد ان کے لگائے ہوئے اس گلشن کی حفاظت کی ذمہ داری میرے کندھوں پر آپڑی ہے۔اس گلشن کی حفاظت ویسے ہی کروں گا جیسے حضرت شہیدؒ نے اپنی جان دیکر اسکی آبیاری کی ہے۔ان شاءاللہ

مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا

اسی سال رمضان المبارک میں مجھے اپنے گھر کے ساتھ ملحقہ مسجد میں اعتکاف کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ایک روز ظہر کی نماز کے بعد کچھ دوستوں نے آکر اطلاع دی کہ حضرت حیدری صاحب مسجد آرہے ہیں، میں جلدی سے باہر نکلا حضرت حیدری مسجد کے دروازے سے داخل ہو رہے تھے۔مجھے ملے اور پوچھا کہ میرے لیے دعا کرتے ہو میں نے عرض کی کہ جی بالکل کرتا ہوں۔فرمایا بہت اچھا کیا ہے آپ نے اعتکاف میں بیٹھ کر۔مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا اور عید والے دن مدرسہ میں چکر بھی لگانا۔

علامہ فاروقیؒ کی شہادت اور علامہ حیدری ان کے جانشین

اسی رمضان میں قائد سپاہ صحابہ مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید لاہور سیشن کورٹ کے بم دھماکے میں شہید ہوگئے۔پھر 11 مئی 1997ء کو مجلس عاملہ کا اجلاس جامعہ قاسمیہ فیصل آباد میں منعقد ہوا، جس میں ہمارے استاد محترم امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری کو جماعت کا نیا سربراہ منتخب کرلیا گیا۔اب جماعتی ذمہ داریاں اور جماعتی مصروفیات بڑھ جانے کی وجہ سے حضرت سائیں ہمیں زیادہ وقت نہیں دے سکتے تھے ہمارا ثانیہ عامہ کا سال تھا اس سال ہم نے سوائے ترجمہ قرآن کے کوئی سبق نہ پڑھا۔یہ

سبق بھی اس لیے پڑھا کہ حضرت خود پڑھاتے تھے اور جب موقع ملتا پڑھا دیتے تھے۔

علماء امت کے نام ایک اہم خط

سرپرست اعلیٰ بننے کے بعد حضرت علامہ علی شیر حیدری نے ملک بھر کے علماء کے نام ایک خط لکھا جس کی کتابت کرنے کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ یہاں ہم اس خط کی عبارت درج کررہے ہیں۔

گرامی قدر محترم ومکرم............ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی بخیر

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ 10 رمضان المبارک بمطابق 18 جنوری 1997ء کو سیشن کورٹ لاہور میں شیعہ دہشت گردوں کے ہاتھوں ایک ہولناک واقعہ پیش آیا جس میں قائد ملت اسلامیہ مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی (سرپرست اعلیٰ سپاہ صحابہ پاکستان) شہید ہوگئے تھے۔

اناللہ و انا الیہ راجعون.

جناب والا! میری جماعت کے دیگر ذمہ داران اور سپاہ صحابہ کی مجلس عاملہ نے حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی ذمہ داریاں میرے ناتواں کاندھوں پر ڈال دی ہیں۔ میں اس موقع پر آپ سے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے مشن کی تکمیل اور اپنی جماعت کو کامیابی سے آگے بڑھانے کے لیے آپ کے مفید مشوروں، دعاؤں اور نصیحتوں کی اشد ضرورت ہے۔ امید کرتا ہوں کہ آپ اس حوالے سے میری ضرور رہنمائی فرمائیں گے۔ ہمیشہ شکرگذار رہوں گا

والسلام خاکپائے علماء اہل حق

علی شیر حیدری

حضرت نے ملک بھر کے تمام علماء اہل سنت کو یہ خط بھیجا۔ پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ مدارس، مساجد اور خانقاہوں کے بزرگان دین کی خدمت میں خود حاضر بھی ہوئے اور مشوروں دعاؤں کے لیے کہتے رہے۔ بعض حضرات نے مفید مشوروں سے نوازا، بعض نے دعاؤں پر اکتفا کیا۔ ہم یہاں ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ یہ خط لیکر حضرت علامہ حیدری شہیدؒ قائد جمیعت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کی خدمت میں ڈیرہ اسماعیل خان میں حاضر ہوئے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے ملتے ہی کہا کہ اچھا اب آپ ان کے سرپرست اعلیٰ بن گئے ہیں تو حضرت نے بلاساختہ فرمایا کہ جی مجھے انہوں نے بنادیا ہے ورنہ میرے سرپرست تو آپ ہیں۔ یہی باتیں حضرت حیدری شہیدؒ کی مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے مدینہ منورہ کی ایک ملاقات میں بھی ہوئیں۔

زندگی کا پہلا پاسپورٹ

اسی سال حافظ عبدالحمید پر ایک مقدمہ دائر ہوا، جس میں حافظ عبدالحمید پر شیعہ کافر کہنے کا الزام تھا۔ حافظ عبدالحمید عدالت میں پیش ہوئے اور اپنے وکیل کے ذریعے بات کرنے کا کہا۔ عدالت نے پوچھا کہ آپ کا وکیل کون ہے اور کہاں ہے۔ حافظ عبدالحمید نے علامہ علی شیر حیدری کا نام پیش کیا۔ عدالت نے علامہ حیدری کے نام پر لیٹر جاری کیا جسے حضرت نے یہاں پاکستان میں دکھا کر اپنے لیے زندگی کا پہلا پاسپورٹ بنوایا۔ اسی تگ ودو میں تھے کہ حضرت حیدری شہیدؒ رمضان المبارک میں جامعہ قاسمیہ فیصل آباد سے گرفتار ہو گئے۔

عدالت عالیہ میں مشن جھنگوی کی گونج

اُن دنوں ملک بھر میں سنی وشیعہ تنازع قتل وقتال کا روپ دھار چکا تھا۔ لاہور کے ایک واقعہ پر چیف جسٹس آف پاکستان سید سجاد علی شاہ نے از خود نوٹس لیا اور فریقین کو اپنی عدالت میں طلب کرنے اور اپنا موقف بیان کرنے کو کہا۔ ہماری جماعت کے نام لیٹر اس وقت کے صوبائی وزیر اور سپاہ صحابہ کے مرکزی صدر شیخ حاکم علی کو جھنگ میں ملا۔ انہوں نے فی الفور میں خط حضرت حیدری شہیدؒ کو پہنچایا اور اس حوالے سے مشاورت کی۔ حضرت حیدری شہیدؒ نے شیخ حاکم علی سے کہا کہ آپ عدالت میں جائیں اور چیف جسٹس سے پوچھ لیں کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ شیخ حاکم علی مقررہ تاریخ کو عدالت میں پیش ہوئے اور چیف جسٹس سے بات کی۔ چیف جسٹس کا کہنا تھا کہ آپ پر شیعہ کو قتل کرنے اور انہیں کافر کہنے کا الزام ہے، آپ اس کی وضاحت کریں اور اپنا موقف تفصیل سے پیش کریں۔ شیخ حاکم علی نے کہا کہ ہمیں تاریخ دے دیں، ہم مقررہ تاریخ پر اپنے علماء کے ساتھ حاضر ہونگے اور آپ کے سامنے اپنا موقف بیان کریں گے۔ چنانچہ مقررہ تاریخ پر علامہ علی شیر حیدری، مولانا محمد احمد لدھیانوی، صوبائی وزیر شیخ حاکم علی اور علامہ شعیب ندیم شہیدؒ چیف جسٹس کے روبرو پیش ہوئے۔

سانحہ مومن پورہ

لاہور میں دہشت گردی کا ایک بڑا واقعہ پیش آیا جس میں پولیس اور بیوروکریسی کے بہت سارے اعلیٰ پولیس افسران سمیت شیعہ اور کئی ذاکر مارے گئے۔ انہی دنوں یہاں حضرت حیدری شہیدؒ اپنے تربیتی کورس سے فارغ ہوئے تھے اور جامعہ قاسمیہ فیصل آباد میں ختم نبوت اکیڈمی میں رد رافضیت پڑھانے کے لیے جا

رہے تھے، مجھے فرمایا کہ آپ بھی چلو۔ چنانچہ حضرت حیدری یہاں سے کراچی اور کراچی سے بذریعہ جہاز فیصل آباد پہنچے۔ مجھے برادرم ذکی (فیصل آباد) کے ہمراہ فیصل آباد پہنچنے کو فرمایا۔ جس دن ہم فیصل آباد پہنچے اسی شام حضرت مغرب کے وقت فیصل آباد پہنچے۔ ہمارا آپس میں رابطہ ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ عشاء کے بعد یہاں آجانا۔ اب عشاء کے بعد میں حضرت کے پاس جانا چاہتا تھا مگر ذکی نے کہا کہ شہر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں آپ یہاں رک جاؤ صبح جائیں گے۔ پھر رات گئے مجھے بتایا کہ حضرت حیدری گرفتار ہو گئے ہیں۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحبؒ سے رابطہ کیا تو انہوں نے مجھے واپس خیر پور جانے کا فرمایا۔ اب اگلی کہانی حضرت حیدری شہیدؒ کی زبانی سنیں جو کہ انہوں نے رہائی کے بعد جامعہ حیدریہ میں آکر سنائی۔

جیل کی یادیں

فرماتے ہیں:

''میں عصر کے وقت کراچی سے فیصل آباد ایئر پورٹ پہنچا، حضرت قاسمی صاحب کے دوستوں اور گن مینوں نے وصول کیا۔ قاسمی صاحب کے گھر پہنچ کر افطاری کے بعد نماز مغرب ادا کی۔ نماز مغرب کے بعد پولیس کی گاڑیاں آگئیں اور قاسمی صاحب سے کہنے لگے کہ حیدری صاحب کو ہم لینے آئے ہیں، پنجاب کے حالات ٹھیک نہیں، ہم انہیں بذریعہ جہاز سندھ بھیجنا چاہتے ہیں۔ قاسمی صاحب نے بہت کوشش کی کہ معاملہ سدھر جائے مگر نہ ہوسکا۔ بالآخر حضرت قاسمی صاحب میرے پاس تشریف لائے اور مجھے ساری بات سے آگاہ کیا۔ میں نے کہا کہ میں خود ان سے ملتا ہوں۔ پولیس افسران سے میری بات چیت ہوئی ان کا کہنا تھا کہ آپ کو سندھ بھیجنا ہے، میں نے کہا کہ میں چلا جاتا ہوں مگر ان کا اصرار تھا کہ ہم خود چھوڑیں گے اور وہ کسی طور واپس جانے کو تیار نہ تھے۔ بالآخر حضرت قاسمی صاحب سے مشورہ کے بعد طے پایا کہ میں پولیس کے ہمراہ چلا جاؤں۔ میں نے اپنا بریف کیس اپنے ساتھ لیا اور پولیس کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ پولیس مجھے سیدھی سرکٹ ہاؤس فیصل آباد لے گئی۔ میں نے پوچھا یہاں کیوں تو کہنے لگے کہ افسران کا حکم ہے، ایک کمرے میں مجھے بٹھا کر دروازہ باہر سے بند کرنے لگے۔ میرے پوچھنے پر کہا کہ آپ اپنے آپ کو گرفتار سمجھیں۔ کچھ دیر کے بعد مجھے کھانا دیا گیا۔ میں نے کہا کہ ضرورت نہیں میں نے افطاری کے بعد کھانا کھالیا تھا، وہ کہنے لگے یہ سحری ہے، میں نے کہا ابھی تو وقت ہی نہیں ہوا، انہوں نے کہا کہ بعد میں وقت نہیں ملے گا، ابھی کھالیں۔ پھر مجھے وہاں سے ایک تھانے میں لے آئے اور یہاں مجھے ہتھکڑی لگادی، جب بیڑی پہنانے لگے تو میں نے کہا نماز فجر میں کچھ ٹائم باقی ہے مجھے نماز پڑھنے دیں مگر وہ نہ

مانے۔ بہرحال میں نے نماز فجر اسی حالت میں ادا کی، تکلیف تو بہت ہوئی مگر مجھے یقین تھا کہ اس کا اجر آخرت میں بہت ملے گا۔ پھر میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی اور ایک بند گاڑی میں مجھے بٹھا دیا گیا۔ گاڑی روانہ ہوئی۔

اگر یہ چوہنگ سینٹر ہو تو؟

تقریباً دواڑھائی گھنٹے کے بعد مجھے گاڑی سے اتارا گیا اور کچھ سیڑھیاں اتر کر مجھے ایک کمرے میں لے گئے اور میری آنکھوں سے پٹیاں اتار دی گئیں۔ ایک افسر نے وہاں مجھ سے پوچھا کہ علامہ صاحب! بھلا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ میں نے کہا کہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ یہ چوہنگ سینٹر ہے تو آپ کے پلے کیا رہے گا؟ میری یہ بات سن کر اس افسر کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ میرے کپڑے مجھے واپس نہ کیے گئے۔ جس کمرے میں مجھے رکھا گیا وہاں ایک طرف چھوٹی سی ٹونٹی اور ایک فلش لگا ہوا تھا۔ وہیں پیشاب کرنا، وضو کرنا اور نہانا ہوتا تھا۔

اعجاز صوبیدار اور نعمان سپاہی

یہ پہلا موقع تھا کہ جب مجھے شدید ترین مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ ایک دن میں نے ایک صوبیدار کو آواز دی کہ اعجاز صوبیدار ادھر آؤ۔ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نہ اعجاز ہوں اور نہ صوبیدار ہوں۔ میں نے کہا کہ میں نے تو اعجاز صوبیدار کو بلایا، اگر تم نہیں ہو تو پھر میری طرف کیوں آئے ہو؟ پھر میں نے ایک دن نعمان سپاہی کو آواز دی تو اس نے بھی ایسے کہا کہ میں نہ نعمان ہوں نہ سپاہی۔ میں نے کہا تو پھر کیوں آئے ہو؟ بہرحال میں نے ان سے کہا کہ میری جیب کا سامان بھی تمہارے پاس ہے اور میرے کپڑے بھی تمہارے پاس، تم مجھے میرے کپڑے دے دو اور میرے پیسوں سے صابن بھی لادو۔ تو وہ کہنے لگے کہ یہاں آپ کو کچھ بھی لا کر دینے کی ہمیں اجازت نہیں ہے۔ کچھ دنوں بعد مجھے میرے پیسے واپس لوٹا دیئے گئے جو میں نے سپاہیوں کو دیکر اپنے لیے صابن وغیرہ منگوایا۔ پھر اپنا رومال باندھ کر باقی کپڑے دھو لیتا اور انہیں سکھا کر پھر وہی پہن لیتا۔ میرے بال بڑے بڑے تھے اور ان میں جوویں بہت زیادہ پیدا ہو گئی تھیں، میں بڑے آرام سے انہیں پکڑ کر مارتا تھا۔

تفتیش۔ ملاقاتیں۔ مار دھاڑ کی آوازیں اور چیخ وپکار

بعض اوقات مجھے تفتیش کے لیے نکال کر لے جایا جاتا اور مختلف سوالات کیے جاتے۔ بعض سوالات ایسے بھی ہوتے تھے کہ جن سے مجھے تکلیف ہوتی۔ تفتیش کے لیے پہلے پہل تو پکڑ کر تیز قدموں سے چلاتے

ہوئے لے جایا جاتا پھر بعد میں کچھ نہیں کہتے تھے، میری مرضی آہستہ چلوں یا تیز۔ بعض دفعہ مجھے چیخ وپکار اور آہ وبکا کی آوازیں بھی آتیں۔ پھر جب یہ آہ وپکار کی آوازیں ختم ہوتیں تو یہ ترانہ پڑھنے کی آواز آتی۔

صحابہ کا پرچم اٹھائے چلا چل

قدم آگے بڑھائے چلا چل

میں تیرا باپ ہوں

پھر مجھے واک کرنے کے لیے بھی نکالا جانے لگا۔ ایک روز واک سے واپس آتے ہوئے میں نے ایک کمرے میں ایک نوعمر بچے کو روتے ہوئے اور خون میں لت پت دیکھا۔ میں نے رک کر کہا السلام علیکم، اس لڑکے نے بڑے تعجب سے میری جانب دیکھا اور اکھڑے ہوئے لہجے میں جواب دیا، وعلیکم السلام۔ میں نے پوچھا بیٹا کس جرم میں آئے ہو، اس نے کہا کیوں؟ آپ کیوں پوچھتے ہو؟ میں نے کہا ایسے ہی پوچھ رہا ہوں، بتادو تو وہ کہنے لگا میرا جرم سپاہ صحابہ ہے۔ میری آنکھوں میں آنسو آگئے اور دل میں سوچنے لگا کہ اب اس بچے کو کیا بتاؤں کہ میں تیرا باپ ہوں اور میرا جرم بھی یہی ہے۔

مگر افسوس کہ میں کچھ نہ کر سکا

ایک دن مجھے پتہ چلا کہ مولانا اعظم طارق شہید کے سیکریٹری راشد محمود فاروقی صاحب بھی یہاں ہیں۔ میں نے پولیس والوں کو کچھ پیسے دیکر کہا کہ راشد سے مجھے ملوادو، وہ میرے کمرے میں اسے لے آئے اور میرے پاس چھوڑ کر جانے لگے تو میں نے راشد سے پوچھا کہ کچھ کھانا پینا ہے تو اس نے تکلفاً انکار کر دیا۔ میں نے سپاہیوں کو اجازت دے دی کہ آپ چلے جائیں اور تھوڑی دیر بعد آ کر راشد کو لیکر اس کے کمرے میں چھوڑ دیں۔ کچھ ہی دیر گذری تو راشد نے میرے برتنوں کو اٹھا کر دیکھا اور پوچھا کہ حضرت کچھ روٹی پڑی ہے آپ کے پاس۔ مجھے اس وقت اتنا افسوس ہوا اور میرا جی چاہتا تھا کہ تمام دروازے اور رکاوٹیں توڑ کر میں باہر نکلوں اور کچھ نہ کچھ کھانے کے لیے راشد کو لا کر دوں۔ مگر افسوس کہ میں کچھ نہ کر سکا۔

ایک خواب

اب مجھے افسران ملنے آتے اور اکثر مجھے کہتے کہ علامہ صاحب! آپ کلیئر ہوگئے آپ کو بہت جلد رہا کر دیا جائے گا آپ کے متعلق تمام کاغذات تیار ہیں، بس جلدی آپ رہا ہونے والے ہیں۔ جیل کا سارا عملہ مجھے مبارکبادیں دیتا رہا۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ جیل میں بیٹھا ہوں اور قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہوں۔ اس خواب کے بعد میں نے سب سے کہا کہ ابھی میری رہائی نہیں ہوگی۔ پھر ایک روز

میرے کاغذات مجھے لا کر دیے گئے اور مجھے چوسینگ سینٹر سے گوجرانوالہ جیل منتقل کر دیا گیا۔

تقریر کا مقدمہ اور اس کی کارروائی

وزیرآباد میں کی گئی ایک پرانی تقریر کا کیس مجھ پر ڈالا گیا اور اس کی سماعت کے لیے ایک خصوصی عدالت اسی جیل میں قائم کی گئی اور میرے مقدمہ کی سماعت شروع ہوگئی۔ ایف آئی آر میں لکھا تھا کہ آپ نے شام پانچ بجے تقریر شروع کی ہے اور یہ ساری تقریر شیعوں کے خلاف ہے، ساڑھے پانچ بجے سورج غروب ہوگیا تو آپ نے تقریر ختم کر کے نماز مغرب ادا کی اور پھر بعد از مغرب دوبارہ تقریر شروع کی۔ آپ کے ساتھ ناجائز اسلحہ سمیت گارڈز بھی تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ تقریر میں نے کب کی ہے؟ تو پولیس نے گرمیوں کے دنوں کی ایک تاریخ بتائی۔ میں نے جج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ان دنوں میں تو سورج .قریباً ساڑھے سات بجے تک غروب ہوتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ شام ساڑھے پانچ بجے غروب ہوگیا تھا۔ یہ ٹائم ٹیبل ہی غلط بتا رہے ہیں اور میں نے کبھی تقریر اس طرح نہیں کی کہ درمیان میں نماز آگئی ہو اور میں نے نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ تقریر کی ہو۔ یہ ایف آئی آر ساری جھوٹی ہے اور غلط باتوں پر مبنی ہے۔ جج نے جس تاریخ کو سزا سنائی تو پھر میں نے جج صاحب کو کہا کہ آپ یہ سزا غلط سنا رہے ہیں، انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر رہے، میرے اوپر جرم ثابت ہی نہیں ہوا تو سزا کیسی؟ جج نے کہا کہ علامہ صاحب! آپ کو یہ سزا سنانا میری مجبوری ہے مجھے کہا گیا ہے کہ آپ کو سزا سنائی جائے۔ میں نے کہا کہ جب آپ حکم کے بندے ہیں تو پھر تمہاری مرضی۔ یوں مجھے تین سال کی سزا سنادی گئی۔ میں نے اپنے خواب کو مدنظر رکھتے ہوئے جیل میں قرآن کریم کو یاد کرنا شروع کر دیا اور دو ماہ ستائیس دن میں قرآن پاک کو حفظ کرلیا۔ جب میرا حفظ مکمل ہوا تو میں نے سپرنٹنڈنٹ جیل سے کہا کہ مجھے ایک قاری صاحب دے دیا جائے۔ چنانچہ ایک قاری صاحب روزانہ میرے پاس تشریف لاتے جو کہ نابینا تھے اور میرا یاد کیا ہوا پارا سنتے تھے۔ یہاں جیل میں میرے ساتھ ملاقات پر پابندی تھی مگر محترم برادرم مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب کوئی خصوصی آرڈر لیکر مجھے ملتے تھے۔

ایک دفعہ میرے والد گرامی حاجی محمد وارث شہیدؒ بھی مولانا لدھیانوی صاحب کے ہمراہ تشریف لائے اور میرے ساتھ ملاقات کی، ایک مرتبہ میرے محسن و مربی چچا فضل محمد صاحبؒ تشریف لائے اور ملاقات کی۔ باقی سارا ٹائم میرا اکیلے گذرتا اور نماز، تلاوت اور اذکار وغیرہ میں مصروف رہتا۔ قاری صاحب نے ایک مرتبہ میرا پورا قرآن کریم سنا، دوسری مرتبہ بھی آدھے سے زیادہ پارہ سن چکے تھے کہ ایک دن انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ علامہ صاحب! آپ کی رہائی کب ہوگی؟ میں نے کہا پتہ نہیں۔ وہ میری منزل سن کر

چلے گئے۔ میرا معمول تھا کہ میں دو پہر کو کچھ آرام کرتا تھا۔ سویا ہوا تھا کہ سپرنٹنڈنٹ اپنے ڈپٹی، اسسٹنٹ اور دیگر عملہ کے ہمراہ میرے کمرے میں آیا اور مجھے جگا کر کہا کہ علامہ صاحب! زمانے کے حالات بدل چکے ہیں باہر بڑی تبدیلیاں آگئی ہیں مگر آپ سو رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ ان تبدیلیوں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑ رہا۔ وہ کہنے لگا کہ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف صاحب نے آپ کی رہائی کا خصوصی طور حکم جاری کیا ہے اور آپ کی جماعت کی سپریم کونسل کے چیئرمین مولانا محمد ضیاء القاسمی اپنے دیگر احباب کے ہمراہ آپ کو لینے آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں نے اٹھ کر وضو کیا، نماز پڑھی اور اپنا مختصر سامان ساتھ لیکر ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب پاکستان کے نامور خطیب، ادیب اور بڑے عالم دین تھے۔ تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ، جمعیت علماء اسلام میں بڑے بڑے کارنامے نمایاں سرانجام دیئے تھے۔ حضرت مفتی محمد، مولانا غوث ہزاروی، مولانا غلام اللہ خان صاحب اور دیگر اکابر علماء کرام کے ساتھ وقت گذارنے، فیض یاب ہونے اور مختلف تحریکات میں ان کے ہمراہ کام کرنے کا بھی انہیں شرف حاصل تھا۔ امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی تحریک تحفظ ناموس صحابہ کے لیے بھی آپ نے بڑی قربانیاں دیں اور لاتعداد خدمات سرانجام دیں۔ ہمیشہ ہم سب کی سرپرستی فرمائی اور ہماری رہنمائی کرتے رہے، جب بھی ہمیں مشکلات کا سامنا ہوتا تو مولانا قاسمی صاحب اپنی تمام تر معروفیات چھوڑ کر ہمارے لیے اپنی تمام توانائیاں خرچ کرتے۔ میری رہائی کے لیے بھی آپ نے بڑی کوششیں کیں بلکہ میری گرفتاری کی وجہ سے آپ کو شدید بیماریوں کا سامنہ بھی کرنا پڑا۔ میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپؒ کی کامل مغفرت فرمائے اور آپؒ کے درجات کو بلند فرماتے ہوئے آپ کی خدمات کو مقبول و منظور فرمائے۔''

جیل کا تالا ٹوٹ گیا

یکم اپریل 1999ء کو خیر پور سندھ میں اطلاع پہنچی کہ حضرت حیدری شہیدؒ رہا ہوئے ہیں، ہم سب نے اسے اپریل فول سمجھ کر مسترد کر دیا۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب اور ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب نے ہمیں فون کر کے رہائی کی اطلاع دی تو ہمیں یقین آیا، یوں جس دن لوگ جھوٹ بولتے ہیں ہمیں اس دن خوشگوار سچ سننے کو ملا۔ شام کو حضرت حیدری شہیدؒ نے خود بھی فون کیا اور ہمارے ساتھ بات چیت کی اور فرمایا کہ میں تین اپریل کو خیر پور پہنچوں گا۔

خیر پور آمد

تین اپریل 1999ء کو حضرت حیدری شہیدؒ دو پہر دو بجے یہاں جامعہ حیدریہ پہنچ گئے۔ گھر والوں سے ملاقات کے بعد شہر گئے اور عصر کی نماز شمس مسجد میں ادا کی۔ بعد از عصر حضرت حیدری شہیدؒ کو فاروق اعظمؓ چوک خیر پور میں ایک عظیم الشان استقبالیہ دیا گیا۔ شہر بھر کے تمام مسلمانوں نے اپنے بازار بند کر دیئے اور حضرت شہیدؒ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے فاروق اعظمؓ چوک آگئے۔ فاروق اعظمؓ چوک پر عوام کا جم غفیر تھا اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد جس میں ڈاکٹرز، وکلاء، تاجر، علماء، طلباء المختصر زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے تمام افراد یہاں موجود تھے۔

نیا عزم، نیا ولولہ

حضرت امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے قریباً 35 منٹ عوام سے خطاب کیا۔ جس مین جیل کے مختصر حالات بیان کیے اور پھر اپنے مشن کو بیان کرنے لگے۔ حضرت حیدری شہیدؒ کا کہنا تھا کہ جس جرم کی سزا مجھے سنائی گئی تھی، وہ جرم میں اب بھی کر رہا ہوں اور آئندہ بھی کرتا رہوں گا۔ اہل تشیع کو میں نے دلائل کی بنیاد پر کافر کہا ہے، اور آئندہ بھی کہتا رہوں گا۔ شیعہ میں اگر دم ہے تو مجھے عدالت میں طلب کریں، میرے اوپر مقدمہ دائر کریں تاکہ میں عدالت میں تمہارا کفر ثابت کرسکوں اور تمہیں عدالت کے ذریعہ کافر قرار دلواسکوں۔ یہ جیلیں یہ ہتھکڑیاں اور یہ بیڑیاں میرا راستہ نہیں روک سکتیں۔ میں اتنا عرصہ بلاوجہ جیل میں گذار کر اپنے مشن پر زیادہ مضبوط ہو گیا ہوں۔ مجھے اب دنیا کی کوئی طاقت اپنا مشن بیان کرنے، صحابہ کرام و اہل بیت کا تحفظ کرنے اور ان کے دشمنوں کو آئینی و قانونی سزا دلوانے سے نہیں روک سکتی۔ میری جدوجہد پر امن ہے اور میں پُر امن طریقے سے صحابہ کرام و اہل بیتؓ کو آئینی و قانونی حیثیت دلوانے کی کوشش کرتا رہوں گا، انشاءاللہ۔

سنت نبوی ﷺ پر عمل

حضرت حیدری شہیدؒ کی جب تقریر ختم ہوئی تو سندھ کے مشہور نعت خواں جناب حاجی امداداللہ پھلپوٹو نے ایک نظم پڑھی۔ جس کے پہلے شعر کا اردو ترجمہ کچھ یوں ہے۔ زنجیر کو ہاتھوں میں لگایا جا سکتا ہے، جسموں کو قید کیا جا سکتا ہے۔ مگر جذبات کو ذہنوں سے یقیناً نہیں نکالا جا سکتا۔ یہ مکمل نظم بڑی خوبصورت ہے جس

میں تحریک تحفظ ناموس صحابہ کے لیے دی جانے والی قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ یہ نظم سندھ دھرتی کے مشہور شاعر اور خانقاہ امروٹ شریف کے چشم و چراغ جناب سید رفیق احمد امروٹی نے لکھی ہے۔

حضرت حیدری شہیدؒ نے یہ نظم سن کر اپنے کندھوں سے اپنی چادر اتار کر حاجی امداد اللہ کے کندھوں پر ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ سنت نبوی ﷺ ہے۔ پھر یہ واقعہ سنایا کہ ایک شاعر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ حضور علیہ السلام نے اس کے قتل کا حکم جاری فرمایا۔ ایک روز اچانک ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منہ چھپائے حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے فلاں شاعر کے قتل کا حکم دیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی میں نے کہا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ اگر وہ توبہ کرنا چاہے تو کوئی صورت ہے کہ اس کی توبہ قبول ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بالکل اگر وہ توبہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ اس شخص نے اپنے چہرے سے نقاب اتارتے ہوئے کہا کہ یا رسول اللہ! میں وہی کعب بن زہیر ہوں جس نے گستاخی کی اور اب توبہ کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ چنانچہ اس نے توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی جگہ پر بٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پہلے تم میری توہین کرتے تھے، اب تعریف کرو۔ حضرت کعب بن زہیر نے آپؐ کی شان میں نعت پڑھی۔ نعت ختم ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر حضرت کعبؓ بن زہیر کے کندھوں پر ڈال دی اس لیے یہ سنت ہے۔

چھوٹا ہونے کے باوجود میرے مشورے کو قبول فرمایا

سائیں یہاں تشریف لا چکے تھے، جامعہ حیدریہ کی رونقیں بحال ہو چکی تھیں، لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا، قافلوں کے قافلے حضرت سے ملنے اور ان کی زیارت کرنے کے لیے یہاں آتے۔ ایک روز حضرت نے مجھ سے پوچھا بیٹا! کیا کر رہے ہو، تعلیم کہاں پہنچی۔ میں نے عرض کیا حضرت! میں نے تو پڑھائی چھوڑ دی ہے۔ پوچھا کیوں؟ میں نے کہا کہ آپ نہیں تھے پڑھنے کو جی نہیں چاہتا تھا، اس لیے پڑھائی چھوڑ دی۔ حضرت نے فرمایا کہ اب تو میں آ گیا ہوں لہٰذا آپ لوگ پڑھائی شروع کر دیں۔ ہم نے پڑھائی شروع کی مگر مزہ نہیں آ رہا تھا۔ یہاں جامعہ کے ایک ناظم قاری علی اکبر صاحب ہوتے تھے انہوں نے حضرت سے کہا کہ آپ درجہ کتب بند کر دیں اور صرف حفظ کو چلائیں مگر میرا موقف اس سے مختلف تھا، چھوٹا ہونے کے باوجود حضرت مجھ سے معاملات میں مشاورت کرتے تھے اگر مشاورت نہ بھی کرتے تو مجھے

آگاہ ضرور فرماتے تھے۔ میں نے عرض کیا حضرت! آپ کا اتنا بڑا نام ایک عام قاری بھی درجہ حفظ کا مدرسہ چلائے اور آپ بھی درجہ حفظ کا مدرسہ چلائیں یہ کسی صورت میں آپ کے حق میں بہتر نہیں ہوگا، آپ یہاں کوئی مدرس رکھیں اور باقاعدہ درجہ کتب کو چلائیں۔ حضرت نے میرا مشورہ مان لیا اور باقاعدہ درجہ کتب کا آغاز کردیا۔ اگلے دن درجہ رابعہ کی درسی کتابیں بھی آگئیں اور مولانا عبدالحفیظ ڈیپر صاحب کو یہاں بطور استاد کے مقرر کردیا، یوں ہماری پڑھائی شروع ہوگئی۔

پہلا عمرہ

اسی سال رمضان میں حضرت پہلی مرتبہ عمرے کے لیے تشریف لے گئے اور حرم پاک میں اعتکاف فرمایا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ حرم میں ہی مجھے کسی نے مولانا مسعود اظہر کی رہائی کی اطلاع دی تھی۔ شوال میں حضرت کی واپسی ہوئی۔

برطانیہ اور دوبئی کا تبلیغی دورہ

جون 2000ء میں حضرت نے بیرون ممالک میں تین ماہ کا تبلیغی سفر کیا۔ پہلے سعودی عربیہ تشریف لے گئے۔ عمرہ کی ادائیگی کے بعد برطانیہ روانہ ہوئے اور دو ماہ قیام فرمایا۔ برطانیہ کے مختلف شہروں میں پچاس سے زائد مساجد میں تقاریر اور درس قرآن دیے۔ یہ تمام تقاریر حافظ عبدالحمید صاحب ایڈنبرا والوں نے ریکارڈ کیں اور اب حال ہی میں وہ تقاریر پیغام قرآن کے نام سے چھپ گئی ہیں۔ یہاں سے پھر حضرت دوبئی گئے اور یہاں پندرہ دن قیام فرمایا اور مختلف تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ واپس آکر اپنے والدین کو حج کے لیے تیار کیا اور حج پر روانہ کیا۔

نکاح ثانی

پہلی شادی سے حضرت کو کوئی اولاد نہ ہوسکی تھی، والدہ کا مسلسل اصرار تھا کہ دوسری شادی کرلیں چنانچہ حضرت حیدری شہیدؒ نے 2001ء میں دوسری شادی میں نکاح کا خطبہ شیخ الحدیث حضرت مفتی غلام قادر صاحب نے دیا اور ایجاب وقبول استاذ الکل جامع المعقول والمنقول مولانا غلام محمد نے کروایا۔ دعوت ولیمہ میں تمام مقامی علماء کرام نے شرکت کی۔

سپاہ صحابہؓ پر پابندی

اسی سال سابق صدر جنرل پرویز مشرف نے اپنے خصوصی آرڈیننس کے ذریعے سپاہ صحابہ پر پابندی لگادی۔ اس پابندی کی وجہ سے ایک مرتبہ پھر ہمیں جامعہ حیدریہ کے اجڑنے کا خطرہ لاحق ہوا۔ حضرت خود روپوش ہوگئے اور یہ روپوشی تقریباً تین ماہ تک جاری رہی۔ پابندی سے تیسرے روز اخبارات میں علامہ ساجد علی نقوی کا بیان شائع ہوا کہ ہم نے اپنی جماعت کا نام ملت جعفریہ رکھ دیا ہے۔ اسی رات بی بی سی کی اردو نشریات میں یہ خبر سنی کہ علامہ علی شیر حیدری نے بی بی سی کے نمائندہ کو بتایا ہے کہ ہم نے اپنی جماعت کا نام ملت اسلامیہ رکھ دیا ہے۔ ان دنوں حضرت حیدری شہیدؒ کا ہمارے ساتھ کوئی رابطہ نہ تھا۔ ہم سوچتے تھے کہ پتہ نہیں حضرت کہاں اور کس حالت میں ہونگے۔ کچھ ہی دنوں بعد جامعہ حیدریہ کے پی ٹی سی ایل نمبر پر فون آیا۔ میں نے رسیور اٹھایا تو دوسری جانب حضرت حیدری شہیدؒ تھے، فرمایا عبدالجبار! میں نے عرض کیا جی سائیں تو فرماتے ہیں کہ نچل شاہ میانی میں ایک مدرسہ ہے مولانا سراج احمد جمالی کا وہ آپ نے دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی دیکھا ہے تو فرمایا کہ آپ وہاں چلے جائیں۔ میں نے فوراً سفر شروع کیا اور نچل شاہ میانی جا پہنچا۔ مدرسہ کے مہتمم صاحب سے ملاقات ہوئی اور وہ مجھے حضرت کے پاس لے گئے۔ یوں روپوشی کے دوران ہماری ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ روپوشی سے آخر تک جاری رہیں۔

میرا گھر میرے لیے زیادہ محفوظ ہے

خیرپور میں ایک ایس پی غلام شبیر شیخ صاحب متعین ہوئے۔ اب شاید یہ کسی جگہ بطور ڈی آئی جی کام کر رہے ہیں انتہائی تعلیم یافتہ اور سلجھے ہوئے انسان تھے۔ سائیں اپنی روپوشی کے دوران کبھی کبھار گھر پر بھی تشریف لایا کرتے تھے ایک روز آئے ہوئے تھے کے ایس پی کو اطلاع مل گئی اور وہ یہاں جامعہ حیدریہ آگئے۔ حضرت موجود تھے، غلام شبیر شیخ نے حضرت سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ کو خطرات لاحق ہیں، آپ یہاں اس طرح نہ رہیں، میں آپ کے لیے ریسٹ ہاؤس میں انتظام کرادیتا ہوں اور آپ وہاں ٹھہر جائیں۔ حضرت نے اس کی بات کو نہ مانا اور فرمایا کہ میرا گھر میرے لیے سب سے زیادہ محفوظ ہے۔ غلام شبیر شیخ نے حضرت کے گھر کے اردگرد باغات اور جنگل کو دیکھ کر اسے انتہائی غیر محفوظ قرار دیتے ہوئے کہا کہ میں یہاں پر آپ کو سیکیورٹی دے دیتا ہوں۔ انہوں نے سیکیورٹی کے لیے پولیس اہلکار تو نہ دیے مگر اس کا

فائدہ یہ ہوا کہ حضرت نے بجائے کہیں اور جانے کے مستقل یہیں ٹھہرنا شروع کر دیا اور یوں روپوشی ختم ہوگئی۔ میرے علاوہ مولانا شجاعت الرسول خطیب جامع مسجد کھپرو، مفتی سلیم سرور قادری، امام وخطیب جامع مسجد بلال کھپرو، مولانا عبدالرحیم استاد الحدیث جامعہ حیدریہ، مولانا وارث علی حیدری خیر پور، مولانا شوکت علی مہر ڈویژنل نگران سپاہ صحابہ سکھر، مولانا عبدالجبار برڑو شہید سمیت دیگر کافی سارے طلباء اسی سال یہاں پڑھتے تھے۔ ہم سب نے یہ تعلیمی سال مکمل کیا۔ حضرت حیدری صاحب کی تنظیمی مصروفیات کی وجہ سے میرے علاوہ یہ تمام طلباء آئندہ سال یہاں نہ آئے جسے حضرت نے محسوس فرمایا اور شاید اسی وجہ سے حضرت نے یہ طے کیا کہ اس سال میں خود پڑھاؤں گا۔ یہ 2002ء کا سال تھا اور حضرت نے خود پڑھانا شروع کر دیا۔ یہ میرا درجہ خامسہ کا سال تھا۔ میرے ساتھ جامعہ حیدریہ میں معقولات کے موجودہ معروف استاد مولانا سرفراز محمود بھی پڑھتے تھے۔ ہم دو ہی اس سال اس درجہ میں پڑھتے تھے۔ اس سال حضرت جمعرات اور جمع کے علاوہ کہیں کسی پروگرام میں نہیں جاتے تھے۔

جامعہ حیدریہ کا ناظم

ایک روز جامعہ کے سابق ناظم قاری علی اکبر مینگل پوچھے، بتائے بغیر اچانک مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے۔ میں اپنے گھر گیا ہوا تھا، حضرت حیدری شہیدؒ نے پیغام بھیجا کہ جلدی مدرسہ آؤ، مدرسہ پہنچنے پر حضرت نے مجھے چابیاں تھمائیں کہ یہ قاری علی اکبر مینگل کے کمرے، دفتر اور مدرسہ کے ریکارڈ والے کمرے کی چابیاں ہیں، انہیں اب آپ سنبھال لو۔ میں یہاں کے حالات سے واقف تھا اور مدرسہ میں بعض احباب کا عمل دخل کافی تھا جنہیں حضرت شہیدؒ بھی بعض مصلحتوں کی بناء پر نہیں روک سکتے تھے اس لیے میں نے وہ چابیاں لینے سے انکار کیا۔ حضرت شہیدؒ نے اپنی موٹی موٹی خوبصورت آنکھیں دکھائیں اور فرمایا کہ جب میں کہہ رہا ہوں تو لینے سے کیوں انکار کر رہے ہو۔ چنانچہ یوں میں مدرسہ کا ناظم بن گیا۔ پھر ایک دن حضرت میرے کمرے میں تشریف لائے اور ایک کاغذ میرے ہاتھ میں تھمایا جس پر لکھا تھا کہ "عبدالجبار شیخ، ناظم جامعہ حیدریہ خیر پور سندھ"۔ حضرت نے فرمایا کہ اس نام کی مہر بنالو۔ یہ جامعہ حیدریہ میں ناظم کے نام کی پہلی مہر تھی۔

اس سال حضرت حیدری شہیدؒ نے برطانیہ کا ایک ماہ کا تبلیغی سفر بھی کیا۔ اس سال ایک مرتبہ حضرت حیدری شہیدؒ کا ایک پروگرام رتو ڈیرو ضلع لاڑکانہ کے مضافات میں تھا۔ ہم رتو ڈیرو میں بعد از مغرب پہنچے

وہاں جا کے پتہ چلا کہ پروگرام منسوخ ہو چکا ہے۔ اس علاقے میں جمعیت علماء اسلام کے اراکین، ذمہ داران اور جمعیت کے احباب کی اکثریتی تعداد ہے خود ڈاکٹر علامہ خالد محمود سومرو بھی لاڑکانہ میں رہتے ہیں۔ ایک عرصہ سے ڈاکٹر خالد محمود سومرو حضرت حیدری شہیدؒ کے ساتھ ناراض تھے اور جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کا سائیں شہیدؒ کے ساتھ باقاعدہ بائیکاٹ تھا۔ ہماری معلومات کے مطابق ڈاکٹر سومرو کی مداخلت پر یہ پروگرام منسوخ کیا گیا۔ ہم رتوڈیرو میں ایک مدرسہ کی جامع مسجد کے صحن میں نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک چاروں طرف سے پولیس والوں کے دوڑنے کی آوازیں آئیں اور اچانک انہوں نے چاروں طرف سے گھیرا ڈال لیا۔ ڈی ایس پی اندر آیا اور بولا کہ مولانا علی شیر حیدری کون ہیں؟ حضرت نے خود جواب دیا اور اس سے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کو میرے ساتھ تھانے جانا ہوگا۔ حضرت نے اپنی گاڑی میں جانے کو ترجیح دی مگر وہ نہ مانا اور اس نے حضرت کو اپنی گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بٹھایا اور خود گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔ آدھے پونے گھنٹے کے سفر کے بعد ہم ایک تھانے میں پہنچے جہاں انہوں نے ہمیں کرسیوں پر بٹھا دیا۔ ساری رات ہم نے یوں ہی گذاری قریباً تین بجے وہ ہمیں وہاں سے لیکر نکلے اور خیر پور چھوڑنے کے لیے ہمارے ساتھ آئے۔ پندرہ پولیس کی گاڑیاں تھیں اور ہماری گاڑی ان کے درمیان چل رہی تھیں۔ ٹھیڑی میں پہنچے تو حضرت نے اپنی گاڑی روکی اور تمام پولیس والوں کو ایک ہوٹل سے ناشتہ کروایا اور یہیں نماز فجر ادا کی۔ پھر سفر شروع کیا اور خیر پور پہنچے۔ یہاں ہمیں چھوڑ کر تمام پولیس افسران اور اہلکار واپس چلے گئے، ہم نے کچھ دیر آرام کیا اور پھر لاڑکانہ کی طرف روانہ ہو گئے کیوں کہ جمعۃ المبارک کا خطبہ بھی حضرت شہیدؒ نے اسی علاقے میں دینا تھا۔

اس سے اگلے روز دادو میں برادرم نجم الدین مجاہد نے حضرت شہیدؒ کا ایک پروگرام رکھا ہوا تھا۔ ہم وہاں پہنچے تو ہماری میزبانی ڈاکٹر منظور لغاری کر رہے تھے۔ ڈاکٹر منظور لغاری پرویز مشرف کے دور میں صوبائی وزیر تھے۔ بہت اچھے انسان تھے۔ حضرت شہیدؒ کے ساتھ بڑی محبت کرتے تھے۔ بعد میں کسی نے انہیں زہر دیکر مار دیا تھا۔ حضرت شہیدؒ نے یہاں دادو میں بار کونسل میں وکلاء کی ایک بڑی تعداد سے خطاب کیا جس میں آغاز میں ہی حضرت نے فرمایا کہ دو طبقے ایسے ہیں جن پر مجھے بڑا رشک آتا ہے ایک صحافیوں کا طبقہ کہ جو مظلوم کی آواز آگے پہنچاتے ہیں دوسرا وکلاء کا طبقہ کہ جو مخالف کی بات بڑے تحمل سے سنتے ہیں کیوں کہ بعد میں انہوں نے مخالف کو جواب دینا ہوتا ہے۔ آج میری بات بھی مجھے مخالف سمجھ کر سن لیں اور پھر جو

مجھ سے پوچھنا چاہیں آپ کو اختیار ہوگا اور میں اس کا جواب دوں گا۔اس کے بعد حضرت شہیدؒ نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور بڑی لمبی تقریر کی جس میں پاکستان کے دونظریہ کی وضاحت، پاکستان کی اہمیت، پاکستان سے محبت کے تقاضے اور پاکستان کے دشمنوں کی نشاندہی کی۔ دوران تقریر بعض شیعہ وکلاء نے حضرت شہیدؒ کی تقریر کو خراب کرنے کی کوشش کی مگر بار کونسل کے صدر نے اس کوشش کو ناکام بنادیا۔شام کو حضرت شہیدؒ نے ایک بڑی کانفرنس سے خطاب کیا جس میں صحافیوں سے اپیل کی کہ ہم ملک میں امن کے قیام کے خواہاں ہیں اور قیام امن کے لیے ہر طرح کی کوشش کررہے ہیں آپ ساجد نقوی کو بلائیں وہ میرے ساتھ بیٹھے اور ہم ملکر قیام امن کا ایک متفقہ فارمولا طے کرتے رہیں۔

مولانا اعظم طارق کی بھوک ہڑتال

جرنیل اہل سنت مولانا اعظم طارق شہیدؒ ایک لمبے عرصے سے گرفتار تھے۔سقوط افغانستان پر دفاع افغانستان کونسل کے زیر اہتمام مولانا محمد اعظم طارق نے بہت شدید احتجاج کیا تھا، ہمارے حکمران مکمل امریکی غلامی میں جا چکے تھے اور امریکہ مخالف لوگوں کو پرویزی طبقہ برداشت نہیں کررہا تھا۔اس سے پہلے متعدد لوگوں کو گرفتار کر کے جیلوں کی نذر کردیا گیا۔قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ اور مولانا محمد اعظم طارق مدظلہ بھی گرفتار ہوگئے۔مولانا فضل الرحمٰن تو تھوڑے عرصہ بعد رہا ہوگئے مگر مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے ایک لمبا عرصہ جیلوں میں گذار دیا۔جیل میں بلاجواز گرفتاری، بچوں کے ساتھ ملاقات پر پابندی اور ناروا سلوک کے خلاف مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے بھوک ہڑتال کی جسے خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی، قائد اہل سنت مولانا محمد احمد لدھیانوی اور حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے جیل جا کر ختم کروایا۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے بھوک ہڑتال کی تو قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ نے اس بھوک ہڑتال کو ختم کروایا۔پھر یہیں جیل سے ہی مولانا محمد اعظم طارق نے الیکشن لڑا اور ممبر قومی اسمبلی منتخب ہوگئے۔یہ متحدہ مجلس عمل کا دور تھا جس میں اہل تشیع کے ساتھ اتحاد کیا گیا تھا۔اس الیکشن میں متحدہ مجلس عمل نے کافی سیٹیں حاصل کی تھیں جس کی وجہ سے مولانا فضل الرحمٰن نے وزارت عظمیٰ کا الیکشن بھی لڑا۔ممبر قومی اسمبلی منتخب ہونے کے بعد مولانا محمد اعظم طارق کو رہا کردیا گیا۔وزارت عظمیٰ کا الیکشن قریب تھا مولانا محمد اعظم طارق نے حضرت حیدری شہیدؒ سے مشاورت کی کہ اس الیکشن میں ہمیں کیا کرنا

چاہیے۔ حضرت حیدری شہیدؒ نے مولانا محمد اعظم طارق کو مکمل اختیار دے دیا اور ساتھ متحدہ مجلس عمل کے نقصانات سے بھی آگاہ کر دیا۔ چنانچہ مولانا محمد اعظم طارقؒ نے مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کی حمایت متحدہ مجلس عمل کے غیر فطری اتحاد کی وجہ سے نہ کی اور اپنا ووٹ میر ظفر اللہ خان جمالی کے حق میں استعمال کیا۔

تخصص فی الدعوۃ والتحقیق کا اجراء

2003ء میں مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے ساؤتھ افریقہ کا ایک تفصیلی دورہ کیا اس سفر کے بعد مولانا محمد اعظم طارق شہید نے حضرت حیدری شہیدؒ کے ساتھ جھنگ میں ہونے والی ایک ملاقات میں اس کا تفصیلی احوال بتایا۔ مولانا نے فرمایا کہ ساؤتھ افریقہ کے بعض علماء نے اصرار کیا ہے کہ فرق باطلہ کے ماہر علماء کرام ہمارے پاس بھیجیں جو یہاں آئے روز شیعہ کی بڑھتی ہوئی جارحیت کو روکیں اور علمی دلائل کے ساتھ ان کا مقابلہ کر سکیں۔ اس لیے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسلام آباد میں کسی جگہ کوئی ادارہ قائم کر کے وہاں ایک سال کے تخصص کا اہتمام کروں جہاں ماہرین فن اور مناظرین فارغ التحصیل علماء کرام کو باقاعدہ تربیت دیں۔ حضرت حیدری شہیدؒ نے فرمایا کہ ساؤتھ افریقہ تو اپنی جگہ ہمیں یہاں پر بھی ایسے لوگوں کی اشد ضرورت ہے، مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ ایسا ادارہ قائم کر رہے ہیں۔ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے کہا کہ حضرت خوشی تب ہوگی جب آپ بھی اس ادارہ میں پڑھائیں گے۔ حضرت حیدری شہیدؒ نے اپنی جماعتی مصروفیات سے مولانا محمد اعظم طارق کو آگاہ کیا اور ساتھ فرمایا کہ اگر آپ یہ سارا Setup جامعہ حیدریہ میں منتقل کر لیں تو مجھے پڑھانے اور اسے سنبھالنے میں آسانی ہوگی۔ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے اس پر غور کیا اور پھر کراچی میں ہونے والی ایک ملاقات میں اس بات پر آمادگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ ایک اشتہار ترتیب دیا گیا جس پر عنوان تھا "تخصص فی الدعوۃ والتحقیق" اور یہ شعبہ خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ، حضرت سید نفیس الحسینی شاہ، شیخ الحدیث امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر، فقیہ العصر حضرت مفتی غلام قادرؒ، حضرت مفتی زرولی خان مدظلہ کی سرپرستی میں اس شعبہ کو شروع کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اس کا پہلا اشتہار ترتیب دیا گیا مگر انہی دنوں 6 اکتوبر 2003ء کو مولانا محمد اعظم طارق کو اسلام آباد میں گولڑہ ٹول پلازہ پر شہید کر دیا گیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

تخصص فی الدعوۃ والتحقیق حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کا ایک خواب تھا جس کو تعبیر امام اہل

سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری صاحب نے دی اور یوں یہ شعبہ با قاعدہ جامعہ حیدریہ میں شروع کر دیا گیا۔ پہلے سال حضرت شہیدؒ کے علاوہ مولانا منیر احمد منور استاذ الحدیث جامعہ باب العلوم کہروڑپکا، حضرت خواجہ ابوالکلام صدیقی صاحب، مناظر اسلام حضرت علامہ جسٹس (ر) خالد محمود صاحب مدظلہ، مناظر اہل سنت مولانا منیر احمد اختر مدظلہ (جہانیاں) حضرت مفتی اسداللہ شیخ، امام وخطیب جامع مسجد صدیق اکبر خیرپور نے اس شعبہ میں با قاعدہ پڑھایا۔ اس شعبہ کو شروع ہوئے قریباً نو سال گذر چکے ہیں اور اس سے اب تک قریباً دوسو علماء کرام فن مناظرہ، تحقیق وتصنیف وتالیف اور تقابل ادیان کے ماہر تیار ہو چکے ہیں جو کہ ملک بھر کے مختلف علاقوں میں دینی ومذہبی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مولانا محمد اعظم طارق کی شہادت کا المناک سانحہ

مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی شہادت کی اطلاع ہمیں بعداز عصر ملی۔ مغرب کے بعد حضرت حیدری شہیدؒ نے طلباء کو جمع کروایا اور ان سے خطاب کیا جس میں حضرت نے فرمایا کہ مولانا شہید ہو گئے اور ہم انتظار کر رہے ہیں، وہ اپنا کام مکمل کر گئے۔ پھر حضرت سفر پر روانہ ہوئے۔ راستہ میں حضرت شہیدؒ گم سم گاڑی میں بیٹھے تھے بات چیت نہیں کر رہے تھے، دوران سفر میں نے کہا کہ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی شہادت سے جماعت کی کمر ٹوٹ گئی ہے حضرت نے فرمایا بیٹا! سر چلا گیا۔

ہم صبح جھنگ پہنچے ایک گھر میں بیٹھے تھے کہ حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی بھی یہیں تشریف لے آئے۔ کچھ دیر بعد میت کے آنے کی اطلاع ملی تو حضرت حیدری شہیدؒ نے مولانا لدھیانوی کو اپنی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بٹھایا اور اس گراؤنڈ کی طرف گئے جہاں ہیلی کاپٹر مولانا اعظم طارق کی میت کو لیکر آنے والا تھا۔ ہمارے پہنچتے ہی میڈیا ہماری طرف متوجہ ہوا تو حضرت شہیدؒ نے مولانا لدھیانوی سے کہا کہ آپ ان سے بات چیت کریں۔ یہ وہ اشارے تھے جو حضرت حیدری شہیدؒ مولانا لدھیانوی کو مولانا محمد اعظم طارق کا جانشین بنانے کے لیے دے رہے تھے۔ بعدازاں ایسا ہی ہوا، مولانا لدھیانوی مولانا محمد اعظم طارق کے جانشین مقرر ہوئے اور اب تک بحسن وخوبی یہ فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

جامعہ فاروقیہ کراچی میں رد رافضیت کورس

اسی سال شعبان میں حضرت حیدری شہیدؒ نے دارالعلوم کبیروالہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد انور صاحب

سے بات کی کہ آپ وفاق المدارس کے ممبر ہیں، ہر سال وفاق المدارس سے سینکڑوں طلباء فارغ ہوتے ہیں اور میدان عمل میں اترتے ہیں مگر جیسے ہی ان کے سامنے مذاہب باطلہ کے متعلق سوالات آتے ہیں یا کسی مذہب کی تردید کا معاملہ پیش آتا ہے تو وہ ان کے لیے ایک بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔ اس لیے وفاق المدارس کے فارغ التحصیل علماء کے لیے کوئی ایسا اہتمام کر دینا چاہیے کہ جہاں باقاعدہ اس کی تربیت دی جائے۔ کم از کم ایک سال کا یہ کورس ہونا چاہیے اگر نہیں تو پھر ایک ماہ کا ضروری ہے۔ مولانا محمد انور صاحب نے یہ بات شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ سے کی اور انہیں اس پر آمادہ کیا۔ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ نے فرمایا کہ اسی سال رمضان المبارک میں جامعہ فاروقیہ میں تقابل ادیان کے متعلق پڑھایا جائے گا۔ پھر کچھ ہی دنو بعد جامعہ فاروقیہ کراچی کے استاذ الحدیث مولانا منظور مینگل مدظلہ کا فون آیا کہ حضرت شیخ الحدیث فرما رہے ہیں کہ علامہ علی شیر حیدری رمضان المبارک میں رد رافضیت کے عنوان پر جامعہ فاروقیہ کراچی میں پڑھائیں گے اور مقررہ تاریخیں بھی لکھوا دیں۔ کچھ ہی دنوں بعد ہم جامعہ فاروقیہ کراچی میں پڑھانے کے لیے گئے یہاں جامعہ فاروقیہ میں حضرت حیدری شہیدؒ نے رد رافضیت پر دو دن لیکچر دیے۔ یہاں پر ہماری خدمت کی ذمہ داری جامعہ کے استاد مولانا حبیب الرحمٰن کو سونپی گئی۔ انہوں نے حضرت شہیدؒ کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اسی طرح مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ اکثر و بیشتر تشریف لاتے اور خیریت دریافت کرتے رہتے۔ یہاں حضرت حیدری شہیدؒ سے مختلف محقق علماء نے ملاقاتیں بھی کیں۔ مولانا ولی خان المظفر اور نامور ادیب مولانا ابن الحسن عباسی سے بھی علمی و تحقیقی موضوعات پر حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کی نشست ہوئی جو کہ بڑی یادگار نشست تھی۔ تینوں حضرات اس نشست میں بڑے کھلے اور بڑی اہم باتوں پر آپس میں تبادلہ خیال کیا۔ ایک روز سبق کے دوران حضرت حیدری شہیدؒ شیعہ کی فارسی کتب کے بہت زیادہ حوالے پڑھ کر سناتے جا رہے تھے مولانا ولی خان المظفر بھی اس سبق میں موجود تھے مولانا ولی خان عربی ادب کے بڑے ماہر معلم ہیں اور عربی پر بڑا عبور رکھتے ہیں، کہنے لگے حضرت! یہ فارسی زبان ایرانیوں کی زبان ہے، آپ ان کی کفریہ عبارتیں پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہیں، چھوڑیں کیا ضرورت ہے؟ حضرت شہیدؒ نے بلا ساختہ ارشاد فرمایا کہ عربی بھی تو ابو جہل کی زبان ہے، آپ اس کو چھوڑ سکتے ہیں؟

ماہنامہ الہدیٰ کا اجراء

جنوری 2004ء میں جامعہ حیدریہ کے ترجمان مجلہ الہدیٰ کا باقاعدہ آغاز کیا گیا۔ حضرت حیدری شہیدؒ

نے مرشد العلماء حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ، محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان دامت برکاتہم اور مناظر اسلام حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ بخاری صاحبؒ کی خدمت میں باقاعدہ حاضر ہوکر اس مجلّہ کے آغاز کے متعلق مشورہ کیا۔ تمام حضرات نے اس کی تائید فرمائی اور پھر باقاعدہ جنوری 2004ء سے اس کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

متحدہ مجلس عمل اور اتحاد تنظیمات مدارس عربیہ

1999ء میں میاں نواز شریف کی حکومت کے خاتمہ کے بعد جنرل پرویز مشرف اقتدار میں آئے۔ پرویز مشرف نے اپنے پورے دور اقتدار میں اسلام اور اسلام پسند طبقات کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اسی دور میں ملک کی مختلف مذہبی جماعتوں کو کالعدم قرار دیا گیا۔ طالبان کی اسلامی حکومت کا خاتمہ بھی پرویز مشرف کی رہنمائی اور سرپرستی میں ہوا۔ ملک بھر کے دینی مدارس، مساجد کے خاتمہ اور ملک میں علماء کے قتل کے لیے بھرپور کوششیں کی گئیں۔ پرویز مشرف نے اپنے دور اقتدار کو طول بخشنے کے لیے تمام جماعتوں کے مختلف اراکین کو توڑ کر ایک نئی مسلم لیگ تیار کی۔ اس دور میں ملکی و بین الاقوامی سیاست تبدیل ہوتی جارہی تھی۔ ملک بھر کی مذہبی سیاسی جماعتوں نے بھی سر جوڑ کر اور مل بیٹھ کر غور کیا کہ ہم بھی کوئی حکمت عمل اپنائیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے متفقہ طور ایک نیا اتحاد تشکیل دیا جس کا نام ''متحدہ مجلس عمل'' تھا۔ متحدہ مجلس عمل سے ہمارا اختلاف صرف اس بنا پر تھا کہ اس میں اہل تشیع کو شامل کر کے اہل سنت علماء کی قربانیوں اور کارکردگیوں پر پانی پھیرنے کی کوشش کی گئی۔ علماء اہل سنت ہمیشہ سے یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ اہل تشیع اثناعشری سے اتحاد، میل جول، رشتہ داریاں کرنا حرام ہے مگر اس اتحاد میں ان کو شامل کر کے گذشتہ تمام فتاویٰ جات اور علماء کے اقوال کو کالعدم قرار دینے کی کوشش کی گئی۔ اس اتحاد سے اسلام کو کتنا نفع اور کتنا نقصان پہنچا؟ یہ ایک الگ بحث ہے مگر اس اتحاد نے عمومی طور پر یہ سوال پیدا کیا کہ اگر متحدہ مجلس عمل ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ چاہتی ہے یا اسلام پسند طبقات کا تحفظ چاہتی ہے تو پھر جب انہیں موقع ملے گا یہ کون سا اسلام لائیں گے۔ شیعوں والا یا سنیوں والا؟ اس اتحاد کے ذریعہ پاکستان میں شیعہ کے متعلق پائی جانے والی نفرت ختم ہوئی اور اس کا شدید ترین نقصان ہوا۔ پھر انہی دنوں دینی مدارس کی تنظیم وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے بھی اس طرح کا ایک کارنامہ سرانجام دیا۔ ان حضرات نے دیگر ممالک و مذاہب کے

مدارس عربیہ کی تنظیموں کو ساتھ ملا کر تمام وفاقوں کا ایک متحدہ بورڈ تشکیل دیا جسے تنظیمات مدارس دینیہ کا نام دیا گیا۔ اس پر حضرت حیدری شہیدؒ اور ان کے رفقاء کرام کے بہت شدید تحفظات اور وفاق المدارس العربیہ کے حضرات سے باقاعدہ ملاقاتیں کیں اور انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ وہ حضرات اس اتحاد کے خاتمے پر آمادہ نہ ہوئے، بلکہ اپنی مجبوری قرار دیتے رہے البتہ حضرت حیدری شہید، محترم ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کی مسلسل کوششوں سے محترم جناب قاری محمد حنیف جالندھری صاحب اس بات پر آمادہ ہوئے کہ ہم اس کے نام پر غور کرتے ہیں اور لفظ دینیہ کو نکال دیتے ہیں تاکہ یہ بات ختم ہو کہ ان کے مدارس کو دینی مدارس کہہ رہے ہیں کیونکہ ہمارے تمام اکابر علماء کرام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اہل تشیع اثنا عشری کے مدارس اور جماعتوں کو دینی مدارس یا دینی جماعتیں کہنا جائز نہیں۔

اسی دوران حضرت حیدری شہیدؒ کے پاس ایک سوال آیا جس میں پوچھا گیا کی شیعہ اثنا عشری کا حکم کیا ہے؟ ان کے ساتھ نکاح کرنا، اپنے شادی بیاہ میں انہیں شریک کرنا، دینی کاموں میں ان سے چندہ لینا، ان کا ذبیحہ کھانا، ان کا جنازہ پڑھنا، انہیں اپنے جنازوں میں شریک کرنا، انہیں مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرنا اور ان کے کسی مذہبی ادارے یا تنظیم کو دینی یا اسلامی ادارہ اور دینی یا اسلامی جماعت کہنا یا دینی جماعتوں اور دینی اداروں کے اتحاد میں شامل کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے ایک تفصیلی فتویٰ مرتب کیا جو آپ کو آئندہ صفحات میں نظر آئے گا۔

گرفتاری

پانچ جولائی 2005ء کو خیر پور شہر میں پولیس کا گشت معمول سے کچھ زیادہ تھا، بعد از مغرب ہم نے پتہ کروایا مگر کوئی صحیح معلومات نہ مل سکیں رات گئے میں جامع کے دفتر کے باہر سو رہا تھا کہ اچانک پولیس کی بھاری نفری نے جامعہ کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور ڈی ایس پی شاہانی صاحب مدرسہ میں میری چارپائی کے قریب آگئے۔ مجھے جگا کر کہنے لگے کہ علامہ صاحب سے ملنا ہے، وہ میرے بڑے اچھے دوست ہیں، بعض ضروری امور پر ان سے ملاقات کرنی ہے۔ میں اپنا موبائل پکڑے ڈی ایس پی سے کچھ فاصلے پر چلا گیا اور حضرت شہیدؒ کو فون کرنے لگا حضرت نے مجھے اپنے گھر پر بلالیا، میں فون پر باتیں کرتے ہوئے حضرت کے گھر میں داخل ہوا، گھر کی چھت پر حضرت تشریف فرما تھے، مجھ سے ساری معلومات لینے کے بعد

پوچھا کہ اب کیا کروں؟ میں نے عرض کی کہ آپ یہیں سے چلے جائیں مگر حضرت نے فرمایا کہ یہ درست نہیں میں ان سے ملاقات کرتا ہوں۔ اسی دوران حضرت علامہ محمد احمد لدھیانوی کا فون آیا کہ میرے گھر کو پولیس نے اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے اور مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت شہیدؒ نے فرمایا کہ مجھے بھی گرفتار کرنے آئے ہوئے ہیں، میں گرفتاری دے رہا ہوں، اگر آپ بآسانی نکل سکتے ہیں تو نکل جائیں کیونکہ آپ کا باہر ہونا ضروری ہے۔ یوں مولانا لدھیانوی اس رات گرفتاری سے بچ گئے اور پولیس کی موجودگی میں اپنے گھر سے دور چلے گئے مگر پولیس کو پتہ نہ چل سکا۔ جب ہم گھر سے نکلے تو حضرت شہیدؒ اپنے ساتھ بریف کیس بھی لیتے آئے۔ ڈی ایس پی سے ملاقات کی، اس نے کہا کہ ایس پی صاحب نے آپ کو بلایا ہے، کوئی ضروری بات کرنی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کل کرلیں گے، کوئی اور بات ہے تو مجھے بتاؤ مگر اس نے ابھی جانے پر اصرار کیا۔ چنانچہ حضرت شہیدؒ ڈی ایس پی شاہانی کے ہمراہ روانہ ہوگئے۔ اگلے روز حضرت شہیدؒ نے فون کیا اور فرمایا کہ ایس پی آفس خیر پور کے قریب ڈی ایس پی شاہانی کا گھر ہے، میں وہاں پر ہوں آپ ادھر آجائیں۔ میں جامعہ سے روانہ ہوا اور ڈی ایس پی شاہانی کے گھر پہنچا، حضرت سے ملاقات ہوئی تو حضرت شہیدؒ نے فرمایا کہ مجھے گرفتار کرکے یہاں لائے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میری نظر بندی کے آرڈر ہیں اور مجھے جیل بھیج دیں گے۔ کچھ ہی دیر کے بعد سپرنٹنڈنٹ جیل غلام محمد ساریو بھی وہیں آگئے اور حضرت سے اس انداز میں ملے کہ حضرت کے بڑے عقیدت مند ہوں۔ بھائی عبدالحمید صاحب (خیر پور) بھی میرے ساتھ گئے تھے۔ حضرت جب جیل روانہ ہوگئے تو ایس پی کی گاڑی میں تھے، بھائی عبدالحمید بھی ساتھ چلے گئے۔ میں موٹر سائیکل پر جیل کی طرف روانہ ہوا۔

جیل پہنچ کر حضرت نے فرمایا کہ مجھے گھر سے بستر لادو، وہ میں نے گھر سے لا کر دیا۔ اگلے روز حضرت سید پریل شاہ بخاری، مولانا عبدالکریم مری کے ہمراہ ملاقات ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہاں پر مفتی شاہد صاحب بھی قید ہیں، ہم نے پہلے ہی ان کی بڑی داستانیں سنی ہوئی تھیں، میں نے اصرار کیا کہ انہیں بلوائیں مگر اس دن یہ ممکن نہ ہوسکا۔ پھر ایک دن حضرت کے ساتھ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سے ملاقات ہوئی تو میں نے خود ان سے کہہ دیا کی مفتی شاہد سے ملوادیں۔ انہوں نے مفتی صاحب کو بلوایا اور ملاقات کروائی۔ جیل میں حضرت شہیدؒ کو پاگل خانے کے قریب ایک کمرے میں ٹھہرایا گیا۔ جیل میں مقیم بعض ڈاکوؤں کو اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت سے ملاقات کرکے اپنے ساتھ ٹھہرنے کی خواہش کی مگر حضرت نے انکار کردیا۔ مفتی شاہد

صاحب بھی انہی ڈاکوؤں کے ہمراہ رہتے تھے اور مفتی صاحب کے اصرار پر حضرت حیدری شہیدؒ وہاں منتقل ہو گئے۔ یہاں اس جیل میں حضرت نے ایک ماہ قیام کیا۔ ایک ماہ کی نظر بندی جیسے ہی ختم ہوئی تو اگلے ماہ کی نظر بندی کے آرڈر بھیج دیے گئے۔ اس دوران حضرت شہیدؒ پر ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا گیا اور حیدر آباد میں دہشت گردی کی عدالت نے آپ کو طلب کیا، اس سلسلے میں حضرت پریشان تھے کہ مجھے ہتھکڑی لگا کر پیش کیا جائے گا۔ بالآخر مقررہ دن جیل حکام نے سیکیورٹی کے خواطر خواہ انتظامات نہ ہونے کے بنا پر عدالت لے جانے سے انکار کر دیا۔ نظر بندی کا دوسرا مہینہ ختم ہوا تو تیسرے ماہ کی نظر بندی ڈال دی گئی۔

زلزلہ اور حضرت لدھیانوی کی گرفتاری

یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، اس ماہ کے ابتدائی دنوں میں کشمیر، بالاکوٹ کی طرف شدید زلزلہ آیا جس میں جانی و مالی شدید ترین نقصان ہوا۔ ملک بھر کے سیاسی و مذہبی جماعتوں نے فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور زلزلہ زدگان کی بھرپور معاونت کی۔ قائد اہل سنت مولانا محمد احمد لدھیانوی بھی زلزلہ زدگان کی معاونت کے سلسلہ میں کشمیر تشریف لے گئے جہاں سیکیورٹی کا بہانہ بنا کر 19 اکتوبر 2009ء کو مولانا لدھیانوی کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ کو نظر بند کر کے فیصل آباد جیل بھیج دیا گیا۔

خلاف قانون رہائی کا انوکھا واقعہ

20 اکتوبر 2005ء کو علامہ علی شیر حیدری صاحب کی حیدر آباد کی عدالت سے ضمانت منظور ہوگئی۔ اگلے روز جمعہ تھا اور ہر ایک کی خواہش تھی کہ حضرت حیدری شہیدؒ جمعہ سے قبل رہا ہو جائیں تاکہ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کریں مگر ایسا ممکن نہ تھا کیوں کہ رہائی کے آرڈر لیکر جو آدمی حیدر آباد سے روانہ ہوا تھا راستہ میں ٹرین لیٹ ہوگئی، ہم نے اسے فون پر کہا کہ اسپیشل گاڑی لیکر آجاؤ، بہت کوشش کے باوجود بھی وہ نہ پہنچ سکا تو تمام حضرات نے مجھے فرمایا کہ آپ جا کر ایس پی جیل سے بات کریں اور اسے کہیں کہ ہم جھوٹ نہیں بول رہے، رہائی کے آرڈر تو جاری ہو چکے ہیں اگر آپ مہربانی کریں تو حضرت کو رہا کر دیں۔ غلام محمد سار یو ایس پی جیل خیر پور اپنے گھر میں جمعہ کی تیاریوں میں مصروف تھے، میرے ساتھ بڑی شفقت کیا کرتے تھے۔ میں نے جا کر بات کی تو اس نے کہا کہ مجھے زندگی بھر کسی نے یوں نہیں کہا یہ پہلا کیس ہے۔ میں نے کہا کہ اگر اس بندے کے ساتھ جو آرڈر لا رہا ہے، خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آگیا اور وہ روبکار ہم تک نہ پہنچ سکی تو

شام کو جیل کی گنتی بند ہونے سے قبل میں حضرت شہیدؒ کو آپ کے پاس چھوڑ جاؤں گا۔ اس نے مجھے بڑے پیارے انداز میں کہا کہ ''عبدالجبار! بڑے ٹیڑھے انسان ہو'' اور حضرت شہیدؒ کی رہائی کا آرڈر جاری کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ خوش رکھے۔ 2:15 پر حضرت جیل سے رہا ہوئے اور ہم نے 2:30 بجے نماز جمعہ جامع مسجد صدیقیہ لقمان پھاٹک پر ادا کی، نماز عصر تک جامعہ حیدریہ میں رہے، گھر والوں اور دیگر ملنے والوں سے ملاقاتیں کرتے رہے، پنجاب سے محترم جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں تشریف لائے ہوئے تھے وہ بھی یہاں ساتھ رہے۔

دو دن بعد دوبارہ گرفتاری

بعد از عصر ہم شہر گئے جب فاروق اعظمؓ چوک پر پہنچے تو ایک بوڑھے بابا جی نے حضرت شہیدؒ کی گاڑی کا ہارن سن کر گاڑیوں کا راستہ بنا رہے تھے، اسی دوران سامنے سے ایک سرکاری گاڑی آئی، اسے بھی بابا جی نے بڑے غصے میں کہا کہ سائیڈ پر ہو جاؤ۔ وہ گاڑی نکلی اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں بولے کہ ''بابا تو جوانوں والا کام کرتا ہے'' یہ سن کر حضرت نے ایک لمبا سانس کھینچا اور فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب! آپ ابھی تک ان چیزوں کو نہیں سمجھ پائے، پھر فرمایا کہ میں تحفظ ناموس صحابہؓ کے لیے پوری زندگی جیلوں کی نذر کرنے کو تیار ہوں مگر ان لوگوں کو راستہ سے یوں ہٹانے کا یہ انداز درست نہیں، جیسے راستہ کی ہمیں ضرورت ہے، عام آدمی کو بھی ویسے ہی ضرورت ہے، یہ تو سرکاری آدمی تھا، اس کا تو خیال رکھا ہوتا، یہی آج رات کو رپورٹ بھیجے گا اور اس میں لکھے گا کہ جب تک یہ گرفتار تھے، شہر میں امن تھا جیسے ہی باہر آیا ماحول خراب کر دیا ہے اور حکومت دو دن بعد دوبارہ میری گرفتاری کے آرڈر جاری کر دے گی۔ چنانچہ یوں ہی ہوا اور ٹھیک دو دن کے بعد 24 اکتوبر 2005ء کو دوبارہ نظر بندی کے آرڈر جاری ہوئے اور حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ خیر پور جیل منتقل کر دیئے گئے۔ عیدالفطر کی نماز حضرت حیدری شہیدؒ نے جیل میں ہی پڑھائی۔ یہ نظر بندی مسلسل چار ماہ تک چلی۔ رہائی میں رکاوٹ فورتھ شیڈول کے قانون کو نہ ماننا تھا۔ حکومت کا کہنا تھا کہ آپ پر یہ قانون لاگو کرتے ہیں آپ اس کے فارم فل کر دیں تو آپ کو رہائی مل سکتی ہے۔ حضرت حیدری شہیدؒ بضد تھے کہ یہ قانون انسانی حقوق کو سلب کرتا ہے، میں آزاد ملک کا آزاد شہری ہوں، مجھے کہیں بھی آنے جانے سے نہیں روکا جا سکتا، میں اس قانون کو کسی صورت قبول نہیں کروں گا۔ ہم

نے نظر بندی کو عدالت میں چیلنج کر دیا۔ وہاں ایک لمبا عرصہ کیس کی سماعت ہوتی رہی بالآخر 15 فروری 2005ء کو اس نے رہائی کا آرڈر سنایا یوں 16 فروری 2005ء کو حضرت رہا ہو گئے۔ سید پریل شاہ بخاری، مولانا بدرالدین حسینی، مولانا عبدالکریم مری، ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں اور مجھ سمیت ہزاروں لوگوں نے جیل کے باہر حضرت شہیدؒ کا استقبال کیا۔

عمرہ پر روانگی

9 جون 2006ء کو عمرے کے لیے حضرت شہیدؒ روانہ ہوئے، آٹھ دن سعودیہ عربیہ میں گذارے اور عمرہ کی ادائیگی کے بعد برطانیہ کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں قریباً بیس دن گذارے اور مختلف تبلیغی اجتماعات سے خطاب کیا۔

میری ختم بخاری اور میرا اعزاز

22 ستمبر 2006ء کو دفاع صحابہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ یہ سال میری تعلیمی زندگی کا آخری سال تھا۔ اس سال میں نے دورہ حدیث شریف پڑھا اور سند فراغت حاصل کی۔ تقسیم اسناد اور ختم بخاری کا جلسہ 22 ستمبر کو منعقد ہونا تھا۔ 21 ستمبر کو حضرت شہیدؒ نے مجھے اپنے گھر پر بلایا اور کانفرنس کے انتظامی معاملات کے متعلق دریافت کیا۔ پھر فرمانے لگے کہ سال بھر تو آپ نے جتنی محنت کی سو کی، اب تھوڑی محنت کر کے تیاری کر لو اور کل بخاری شریف کی آخری حدیث کی تلاوت آپ نے کرنی ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت! اگر مجھے تلاوت کرنی ہے تو پھر آپ مجھ سے ایک مرتبہ سن لیں، فرمانے لگے لے آؤ میں سن لیتا ہوں، چنانچہ میں کتاب لے گیا اور حضرت کے سامنے بیٹھ کر عبارت پڑھنے لگا۔ بعض مقامات پر میں نے غلطی کی تو حضرت نے درست کروادی۔ جب ایک دفعہ پڑھ چکا تو فرمایا دوبارہ پڑھو، پھر تیسری مرتبہ بھی مجھ سے سنا۔ پھر فرمانے لگے کہ میری خواہش تھی کہ تمہیں عالم کے روپ میں دیکھوں، آج ماشاءاللہ تم عالم بن گئے ہو، میں نے آپ کی طالبعلمی کے دوران آپ پر سب سے زیادہ محنت کی ہے اور بخاری شریف کی آخری حدیث کا اختتام بھی آپ کو میں ہی کروا دیتا ہوں۔ پھر بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا۔ سات منٹ میں یہ درس ختم ہوا اس میں حدیث کی مکمل تشریح، سند اور اہمیت حدیث کو بیان فرمایا پھر دعا کروائی۔ یوں یہ ایک انوکھا اعزاز مجھے حاصل ہوا۔ اس موقع پر مولانا بدرالدین حسینی بھی موجود تھے۔ اسی سال نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوا تو حضرت حیدری

شہیدؒ نے مجھے جامعہ حیدریہ کی نظامت کے ساتھ تدریس کے فرائض بھی سونپے۔

محسن ومربی چچا فضل محمد کا انتقال اور اللہ کی عجیب حکمت

28 جون 2007ء کو حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کے بہت پیارے چچا فضل محمد جناح ہسپتال کراچی میں انتقال فرما گئے۔ فضل محمد مرحوم حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کے والد حاجی محمد وارث شہیدؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ مرحوم نے پوری زندگی حضرت شہیدؒ کا بڑا خیال کیا۔ بالخصوص زمانہ طالبعلمی میں بہت خیال رکھا اور ہمیشہ سرپرستی کی۔ حضرت شہیدؒ کی نظر کمزور ہوئی تو سب سے پہلا چشمہ بھی چچا فضل محمد مرحوم نے بنوا کر دیا۔ جب چچا مرحوم کی وفات ہوئی تو حضرت پنجاب کے دورے پر تھے، مجھے فون پر فرمایا کہ میں آنے کی پوری کوشش کرتا ہوں مگر بروقت جہاز نہ ملنے کی وجہ سے جنازے میں شریک نہ ہو سکے۔ اللہ پاک کی حکمتیں بھی عجیب ہوتی ہیں یہ اللہ کی حکمت ہی تھی کہ حضرت اس جنازے میں شریک نہ ہو سکے۔ یہاں خیر پور میں حسینی چوک کے قریب سے جنازے والی رات ایک گاڑی بارود سے بھری ہوئی پکڑی گئی اس کے ساتھ تین شیعہ اور ایک عیسائی بھی پکڑا گیا۔ ان سے پچاس لاکھ روپے بھی برآمد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنازہ میں حضرت حیدری شہید کی حفاظت فرمانی تھی، اس لیے جہاز لیٹ ہوا اور آپ جنازے میں نہ پہنچ سکے۔ یہ گاڑی کراچی نمبرز کی تھی اور ان کا منصوبہ یہ تھا کہ علامہ علی شیر حیدری جنازے میں آئیں گے تو انہیں اڑا دیا جائے۔ حضرت جنازے میں نہ آئے اس لیے یہ کاروائی نہ ہوئی اور یہ لوگ پکڑے گئے۔

مناظر اسلام سید عبداللہ شاہ بخاری کا انتقال

7 اگست 2007ء مناظر اسلام، فاتح رفض وبدعت، حضرت مولانا سید غازی عبداللہ شاہ بخاریؒ انتقال فرما گئے۔ سید غازی عبداللہ شاہ بخاری وہ شخصیت ہیں جو علامہ حیدری شہید کے لیے آئیڈیل کی حیثیت رکھتے تھے۔ سندھ دھرتی کے معروف مناظر اور مبلغ اسلام تھے۔ سکھر کے قریب بچل شاہ میانی میں جامعہ بدر العلوم حسینیہ کے رہنے والے تھے۔ قرآن کریم پر بڑا عبور حاصل تھا۔ آیات سے استدل کرنے کا بڑا ملکہ رکھتے تھے۔ حضرت حیدری شہیدؒ، مولانا سید غازی عبداللہ شاہ بخاری سے متاثر ہو کر فن مناظرہ کے میدان میں اترے تھے۔ ہمیشہ حضرت حیدری شہیدؒ مولانا بخاریؒ سے ہدایات لیتے رہتے تھے۔ حضرت غازی عبداللہ شاہ جامعہ حیدریہ میں بھی چالیس روزہ تربیتی کورس پڑھانے کے لیے تشریف لاتے تھے۔ کافی عرصہ

فالج کی وجہ سے علیل رہے اور بالآخر 7، اگست 2007ء کو سکھر میں انتقال کیا اور اپنے مدرسہ کے قریب مدفون ہوئے۔ یکم نومبر 2007ء کو خیر پور شہر میں سبحان اللہ ہوٹل پر خیر پور کے اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز کے اساتذہ کرام کا ایک اجتماع منعقد ہوا جس کی میزبانی استاد نثار احمد میمن نے کی جبکہ اجتماع سے خطاب حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے کیا۔ آپ نے اپنے خطاب میں انما بعثت معلما کے عنوان پر بڑی علمی اور خوبصورت گفتگو کی۔

پہلا حج

10 دسمبر 2007ء کو حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ حج کے لیے روانہ ہوئے یہ آپ کی زندگی کا پہلا حج تھا۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ کوٹ ادو کے ایک ساتھی قاری محمد طیب اور خیر پور سے عبید شیخ بھی تھے۔ حضرت حیدری شہیدؒ ابھی سفر حج پر ہی تھے کہ سپاہ صحابہ کے مرکزی سیکریٹری جنرل ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں بیمار ہو گئے اور برین ہیمبرج کا خطرناک حملہ ہوا۔ ملتان کے ایک ہسپتال میں زیر علاج تھے، چندروز بعد ڈاکٹر صاحب کی صحت بحال ہوئی اور انہی دنوں حضرت شہید کی حج سے واپسی ہوئی۔ یہاں جامعہ حیدریہ تشریف لائے کچھ دیر یہاں قیام کیا اور پھر فوراً ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کی تیمارداری کے لیے ملتان روانہ ہو گئے۔ حضرت شہیدؒ کو ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں سے بڑا پیار اور بڑی محبت تھی، بہت سارے معاملات میں حضرت شہیدؒ ان سے مشاورت کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی بیماری کے دوران حضرت شہیدؒ بہت پریشان اور مسلسل دعا گو رہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب کو مکمل صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم ودائم رکھے۔

میرے والد محترم کا انتقال

14 مارچ 2008 کو میرے والد گرامی جناب عبدالکریم شیخ کا انتقال پر ملال ہوا، جو کہ میرے لیے ایک بہت بڑا سانحہ تھا۔ حضرت شہیدؒ میری دلجوئی کے لیے میرے گھر تشریف لائے اور جنازہ خود پڑھایا۔ جنازہ سے قبل خطاب فرمایا اور اس میں کہنے لگے کہ ہمارے بھائی عبدالکریم شیخ صاحب سے کسی نے اگر کوئی قرض لینا ہو تو وہ میرے عزیز عبدالجبار کی طرف جانے کی بجائے میرے پاس آئے، میں ان کا قرض اتاردوں گا، اگر میں نہ ملوں تو مفتی اسد اللہ سے مل کر وصول کرلے، اگر وہ بھی نہ ملے تو سید پریل شاہ بخاری سے مل کر وصول کرے۔ حضرت کا یہ فرمان میرے لیے بڑے اعزاز کا حامل اور اتنے بڑے غم کے موقع پر

میرے لیے بڑی ڈھارس کا باعث بنا۔ پھر حضرت شہیدؒ میت کے ساتھ قبرستان کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے ہاتھوں سے میرے والد صاحب کو قبر میں اتارا۔ مٹی وغیرہ ڈالنے کے بعد میں نے تلاوت کرنا شروع کردی مجھے کوئی خبر نہ تھی کہ میرے اردگرد کون کون بیٹھے ہیں۔ جب میں تلاوت سے فارغ ہوا تو میرے سامنے حضرت شہیدؒ تشریف فرما تھے اور بائیں جانب میرے عزیز القدر دوست مولانا محمد یونس قاسمی موجود تھے۔ حضرت نے دعا کروائی اور پھر ہم قبرستان سے واپس آئے۔

دورہ بلوچستان

اسی سال جون میں حضرت شہیدؒ نے بلوچستان کا آٹھ روزہ ایک جماعتی دورہ کیا۔ اس سفر میں میرے علاوہ محترم ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں بھی تھے۔ ہم نے یہ سفر 8 جون 2008ء کو صبح تین بجے شروع کیا، فجر کی نماز سکھر بائی پاس پر پڑھی، ناشتہ حضرت شہیدؒ گھر سے بنوا کر لائے تھے، راستے میں ایک ہوٹل پر رک کر ہم نے ناشتہ کیا اور چائے وغیرہ پی۔ ظہر کے وقت ہم کوئٹہ میں داخل ہوئے۔ داخل ہوتے ہی مولانا امان اللہ صاحب کا مدرسہ آتا ہے، یہاں ہم نے ظہر کی نماز پڑھی۔ ظہر کے بعد پھر سفر شروع کیا اور عصر کی نماز ہم نے کوئٹہ سٹی میں جا کر حاجی محمد رفیق صاحب کے گھر جا کر ادا کی۔ بعد از عصر ہم وہاں سے نکلے اور شیخ الحدیث مولانا عبدالباقی صاحب سے ملاقات کی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالباقی صاحب اس وقت گھر پر تھے، ہم جب مدرسہ میں پہنچے تو حضرت شیخ الحدیث کے نواسوں نے گھر جا کر ہمارے آنے کی اطلاع دی۔ حضرت شیخ الحدیث حضرت حیدری شہیدؒ کا نام سنتے ہی ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے ہماری طرف آئے اور حضرت شہیدؒ کو گلے لگا کر ملے۔ میں نے پہلی مرتبہ ہزاروں علماء کے استاد اور ملک کے نامور شیخ الحدیث، عظیم محدث حضرت مولانا عبدالباقی صاحب دامت برکاتہم کو حضرت شہیدؒ کے استقبال کے لیے ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے دیکھا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کتنے علم وفضل کے حامل انسان تھے۔ بلوچستان کا یہ سفر 8 جون 2008ء سے 13 جون 2008ء تک جاری رہا۔

25 جون 2008ء سے حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے تین روزہ کشمیر کا دورہ کیا۔

29 نومبر 2008ء کو زندگی کے دوسرے اور آخری حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اس مبارک سفر میں حضرت شہیدؒ کے ہمراہ حافظ ریاض احمد (سجاول)، عبید شیخ (خیر پور)، حافظ خلیل شیخ (خیر پور) تھے۔ اس

سفر سے حضرت شہیدؒ کی واپسی 15 جنوری 2009ء کو ہوئی۔

ٹریفک حادثہ

31 جنوری کو مولانا عبدالصمد سومرو (جو حال ہی میں کراچی میں شیعہ دہشت گردوں کا نشانہ بن کر شہید ہو گئے) جامعہ حیدریہ حضرت شہیدؒ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت حیدری شہیدؒ کو ان دنوں جامعہ حیدریہ کی جامع مسجد علی المرتضیٰ کی تعمیر کی بڑی فکر لاحق تھی اور مسجد کی تعمیر کے لیے مختلف منصوبے بناتے رہتے تھے۔ مولانا عبدالصمد سومرو سے بھی اسی سلسلے میں مشاورت ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ کراچی میں دو مسجدیں ایسی ہیں جن کو دیکھ کر آپ اپنی مسجد کے لیے کوئی منصوبہ بندی کر سکتے ہیں۔ حضرت شہیدؒ نے خود جانے سے انکار فرمایا، مجھے اور حافظ اسد اللہ صاحب کو ہدایت کی کہ آپ لوگ مولانا عبدالصمد سومرو کے ہمراہ کراچی چلے جائیں اور وہ دونوں مساجد دیکھ کر ان کی تصاویر بنا کر لے آئیں کل میرا حیدرآباد کا سفر ہے، میں وہاں آؤں گا آپ لوگ کراچی سے حیدرآباد آجانا پھر اکھٹے واپسی ہوگی۔

یکم فروری 2009 کو حضرت شہیدؒ صبح نماز فجر کے بعد حیدرآباد کے سفر کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت کے گن مین مولوی لیاقت علی ڈرائیونگ کر رہے تھے۔ یہ نئے نئے ڈرائیور تھے بلکہ ابھی ڈرائیونگ سیکھنے کے ابتدائی مراحل میں تھے۔ حضرت نے سفر شروع کیا ہالہ کراس کر کے خیبر کے علاقے میں کچھ دوستوں سے ملاقات کی پھر سفر شروع کیا۔ خیبر اور مٹیاری کے درمیان مین روڈ پر بڑے ٹرالہ سے کراس کرتے ہوئے بائیں جانب والا پچھلا ٹائر گاڑی سے جدا ہو گیا، گاڑی بغیر ٹائر کے کافی دیر تک چلتی رہی اور اچانک روڈ سے اتر کر جھاڑیوں سے جا کر ٹکرائی۔ گن مین دور دور جا گرے اور حضرت شہیدؒ گاڑی کی درمیانی سیٹ پر تھے۔ گاڑی کے ٹکرانے کی وجہ سے آپ کے بائیں کندھے کی ہڈی ٹوٹ گئی اور شدید چہرے پر زخم آئے مگر آنکھیں، گال اور ہونٹ محفوظ رہے، میری خالہ زاد بہن نے ٹی وی پر یہ خبر سن کر مجھے فون کیا اور اس حادثہ کی اطلاع دی۔ مجھے خبر ملی تو فوراً میں نے حضرت شہیدؒ کو فون کیا، حضرت ابھی تک زخمی حالت میں تھے اور گاڑی سے باہر نہیں نکلے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ مسجدیں ضرور دیکھ کر واپس آنا۔ بہر حال ہم رات کو کراچی سے روانہ ہوئے اور صبح خیرپور پہنچے، حضرت کی زیارت اور خیر دریافت کی۔ حضرت نے پہلا سوال یہی کیا کہ مسجدیں کیسی تھیں، ہم ویسی بنا سکتے ہیں یا نہیں۔

پھر فرمانے لگے کہ اللہ کرے مجھے موقع مل جائے اور میں یہ مسجد تعمیر کرنے کے بعد اس دنیا سے چلا جاؤں۔
حضرت شہیدؒ جب اپنی بیماری سے اٹھے اور سفروں کا آغاز کیا تو پھر مسلسل سفر ہی کرتے رہے، بہت کم جامعہ میں تشریف لاتے تھے، کبھی کبھی آنا ہوتا اور اگر موقع ملتا تو تخصص کے طلباء کو سبق پڑھا دیتے، اس کے علاوہ کوئی درسی سبق حضرت نے اس سال نہیں پڑھایا۔ میرے ساتھ تمام انتظامی معاملات کے متعلق فون پر ہی بات چیت کرتے اور مجھے مشورے اور ہدایات سے نوازتے۔ ہمارے عزیز القدر بھائی مولانا محمد یونس قاسمی یہاں جامعہ حیدریہ میں حضرت شہیدؒ کے تحقیقی کاموں میں معاونت کے فرائض سرانجام دیتے تھے، حضرت شہیدؒ ان سے بھی اس سال فون پر ہی بات کرتے اور تحقیقی عنوانات ذمے لگا دیتے جنہیں بسا اوقات فون پر ہی معلوم کر لیتے یا کبھی مدرسہ آ کر انہیں دیکھ لیتے۔ مختصر یہ کہ یہ سارا سال حضرت شہیدؒ کے اسفار کا سال تھا، یہاں تک کہ ماہ شعبان آ گیا اور حضرت شہیدؒ اپنے تمام سفر ختم کر کے جامعہ تشریف لے آئے اور جامعہ حیدریہ میں تربیتی کورس کا آغاز کر دیا۔ اسی کورس کے دوران مجھ سے قادر بخش بھٹی (خیر پور) نے رابطہ کیا اور پیر جو گوٹھ کے قریب ایک پروگرام کی تاریخ مانگی، حالات ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے میں نے وہ تاریخ دینے سے انکار کر دیا۔ پھر یہی تاریخ حضرت سید پریل شاہ بخاری کے ذریعہ لی گئی۔ حضرت شہیدؒ مقررہ تاریخ 9 اگست 2009ء کو وہاں تشریف لے گئے۔ واپسی پر اگلے روز حضرت سید پریل شاہ بخاری سے فرمایا کہ آپ کی وجہ سے میں رات اس جلسہ میں شریک ہوا ہوں ورنہ ان علاقوں کے حالات مجھے وہاں جانے کی اجازت نہیں دیتے۔

12 اگست 2009ء کو سپاہ صحابہ کے مرکزی سیکریٹری جنرل ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں تشریف لائے اور 14 اگست 2009ء کو ہونے والی دفاع صحابہ کانفرنس کے انتظامات کا جائزہ لیا۔

14 اگست کو دفاع صحابہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں حضرت شہیدؒ نے بڑا لاجواب اور تاریخ ساز خطاب فرمایا کیسے معلوم تھا کہ یہ آخری خطاب ثابت ہوگا۔

15 اگست کندھرا کے قریب ایک جنازے میں گئے۔ واپسی پر جب گلی میں داخل ہوئے تو سامنے سے حضرت لدھیانوی صاحب کی گاڑیاں آ رہی تھیں۔ حضرت نے اپنے ڈرائیور حافظ اسد اللہ سے کہا کہ اپنی گاڑی ان کی گاڑی کے سامنے لگا دو۔ پھر یہاں مدرسہ پہنچے اور مجھے کہا کہ حضرت لدھیانوی صاحب اور ڈاکٹر صاحب کے لیے کپڑے خرید کر لاؤ بچوں اور گھر والوں کے لیے بھی لانا۔ میں نے حسب معمول

حضرت شہیدؒ سے پوچھا کہ کتنے مہنگے کپڑے لاؤں؟ حضرت نے فرمایا کہ آج تمہاری مرضی ہے جیسے مرضی لے آو۔ میں اپنی مرضی سے اعلیٰ قسم کے کپڑے حضرت لدھیانوی صاحب کے لیے خرید کر لایا اور حضرت حیدری شہیدؒ کے حوالے کر دیے۔ پھر حضرت نے انہیں کپڑوں کے ساتھ پہلی مرتبہ پیسے بھی دیے اور روانہ فرمایا۔ رات کو حضرت شہیدؒ نے ماہنامہ نظام خلافت راشدہ میں ایک غلط فتویٰ کی اشاعت پر برادرم مولانا محمد یونس قاسمی کو بلایا اور خوب سرزنش کی اور فرمایا کہ ابھی اس کے متعلق اعتذار لکھ کر مجھے چیک کرواؤ۔ قاسمی صاحب نے اندھیرے میں موبائل کی روشنی میں یہ اعتزار لکھا اور بعد از عشاء حضرت کو چیک کروایا، حضرت شہیدؒ نے اس فتویٰ کی اشاعت پر سرزنش اس لیے کی تھی کہ جس ادارے سے یہ فتویٰ شائع ہوا تھا، اسی ادارے سے کچھ سال قبل اسی سوال کے جواب میں ایک اور فتویٰ دیا گیا تھا، موجودہ فتویٰ پہلے فتویٰ کی تردید کر رہا تھا جس سے ادارے کی بدنامی کا خطرہ تھا، اس لیے حضرت نے اس پر اعتذار شائع کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد حضرت شہیدؒ اپنے چچا زاد بھائی مولوی عبدالجبار حیدری کا نکاح پڑھایا اور اس میں بڑا پرمغز خطاب فرمایا۔ جس میں ازدواجی زندگی اور دو خاندانوں کے درمیان محبت واتفاق برقرار رکھنے کے رہنما اصول بیان فرمائے۔ اس کے بعد اپنے گھر تشریف لے گئے اور اپنے خاندان کے تمام افراد کو جمع کیا اور خاندان کے بعض معاملات پر تمام رشتہ داروں کو سمجھایا اور نصیحتیں کرتے رہے۔ اگلے دن میں اپنے گھر پر تھا کہ دوپہر بارہ بجے مجھے فون کیا اور فرمایا کہ مولانا محمد یونس قاسمی صاحب گھر جانا چاہتے ہیں، میرے پاس پیسے ختم ہو گئے تھے، قاسمی صاحب کے پاس کچھ پیسے پڑے تھے وہ بھی میں نے لیکر خرچ کر لیے ہیں، اب ان کے پاس پتہ نہیں پیسے ہیں یا نہیں، آپ ان سے رابطہ کر کے پوچھیں، اگر قاسمی صاحب کو ضرورت ہے تو انہیں پہنچادیں تا کہ وہ گھر جا سکیں۔ پھر بعد از مغرب مجھے فون کیا اور پوچھا کہ مسجد کی رسید بکس کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا ابھی تھوڑی دیر میں جواب دیتا ہوں۔ میں نے فوراً قاسمی صاحب سے دریافت کر کے حضرت کو اطلاع دی کہ ابھی دو چار دنوں میں رسید بکس آ جائیں گی۔

رات عشاء کے بعد جب میں سونے لگا تو مجھے اچانک خیال آیا کہ مجھے حضرت شہید نے فون بند کرنے اور اپنے سے دور رکھنے سے منع فرمایا تھا۔ چنانچہ میں نے فون اپنے سرہانے رکھا اور سو گیا۔ نیند میں تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی، میری آنکھ کھلی تو بولنے والے نے کہا شیخ صاحب! میں قرنی بول رہا ہوں، ہمارے اوپر حملہ ہو گیا ہے، سائیں بھی زخمی ہو گئے ہیں۔ میں نے پوچھا کب اور کہاں حملہ ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ پیر جو گوٹھ

کے قریب حملہ ہوا ہے۔ میری نیند اڑ گئی اور میں سوچنے لگا کہ مدرسہ پر تو حملہ نہیں ہوا۔ اسی دوران مجھے قاری عبدالباسط چنہ کا فون آیا وہ کہنے لگا کہ بھائی جان آپ کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میں گھر پر ہوں، وہ کہنے لگا سائیں پر حملہ ہوا ہے، آپ کو میں لینے آتا ہوں اور پھر ہسپتال چلتے ہیں میں نے کہا کہ مدرسہ پر حملہ ہوا ہے، حضرت محفوظ ہونگے۔ پھر میں نے حافظ اسد اللہ کو فون کیا اور صورتحال معلوم کی تو وہ کہنے لگا کہ حضرت، دوست محمد ابڑو گوٹھ گئے ہوئے تھے، وہاں حملہ ہوا ہے۔ کچھ ہی دیر میں قاری عبدالباسط چنہ صاحب مجھے لینے کے لیے میرے گھر پہنچ گئے میں ان کے ساتھ ہسپتال جانے کے لیے روانہ ہوا۔ ہمارے راستہ میں جیو نیوز اور روزنامہ جنگ کا دفتر ہے، اس دفتر کے باہر جیو کے نمائندے عباس جھنبھرو کان کے ساتھ فون لگائے ٹہلتے ہوئے نظر آئے اس سے مجھے محسوس ہوا کہ کوئی اہم واقعہ ہوا ہے جو یہ صحافی اس وقت جاگ رہا ہے اور اپنے چینل کو کوریج دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں ہسپتال پہنچا تو حضرت شہید بیڈ پر لیٹے ہوئے تھے، دائیں ٹانگ خون سے لت پت تھی اور پیٹ سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ مولانا عبدالکریم مری، حافظ اسد اللہ، مولانا ثناء اللہ حیدری اور دیگر کافی سارے لوگ موجود تھے۔ حضرت کے ساتھ والے بیڈ پر بھائی فرید زخمی حالت میں لیٹے ہوئے تھے، انہیں ڈاکٹر چیک کر رہا تھا اور ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ اس نے تمام احتیاطوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مجھے دیکھ کر ایک زوردار جمپ لگایا اور چیختے ہوئے کہنے لگا بھائی! سائیں ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ حضرت شہید ہو چکے ہیں مگر قدرت کے فیصلوں کے سامنے کسے جرأت ہے جو ان کو ماننے سے انکار کر سکے۔ کچھ دیر بعد حضرت شہید کی میت کو جامعہ حیدریہ لایا گیا اور گھر بھیجا گیا۔ ہماری دنیا لٹ چکی تھی اور ہمارا سائبان، ہمارا وارث اور ہمارا شفیق باپ اس دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔

صبح دس بجے حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی، ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں سے مشاورت ہوئی اور نماز جنازہ کا ٹائم شام چار بجے طے کیا گیا۔ پھر کچھ مزید اس میں تاخیر ہوئی اور شام پانچ بجے حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور ان کی وصیت کے مطابق والد گرامی حاجی محمد وارث شہیدؒ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

☆☆☆

کرار پروڈکشنز، اسلام آباد

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ

نوٹ: یہ مضمون علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے متعلق ''کرار پروڈکشنز'' کی بنائی گئی ڈاکیومنٹری کے لیے بطور اسکرپٹ کے لکھا گیا تھا، جسے افادہ عام کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔

علامہ علی شیر حیدری رجب 1963 کو ضلع خیر پور کے گاؤں گوٹھ موسیٰ خان جانوریاں میں پیدا ہوئے۔ آپ بلوچ قبیلے چانڈیو کے زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی محمد وارث جانوری تھا۔

ابتدائی تعلیم خیر پور میرس کے ایک مقامی اسکول سے حاصل کی۔ میٹرک کے بعد جامعہ راشدیہ پیر و جو گوٹھ خیر پور میں داخلہ لیا۔ آپ نے درس نظامی جامعہ اشاعت القرآن سے کیا جبکہ ٹھیڑی کے مشہور مدرسہ جامعہ دار الہدیٰ سے دورہ حدیث کیا۔ آپ کا شمار شروع سے ہی مکتب کے ہونہار اور ذہین و فطین طلبہ میں ہوتا تھا۔

1984 میں آپ دوران تعلیم جامعہ عزیزیہ رتو ڈیرو لاڑکانہ میں فقہ کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا درس بھی دیتے رہے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اسی مدرسہ میں درس و تدریس کا باقاعدہ آغاز کیا۔ آپ کی شہرت علوم القرآن، علوم السنہ، علم فقہ، علم الکلام، تقابل ادیان میں کمال مہارت تھی۔ 1987 میں خیر پور میں الجامعۃ الحیدریہ انوار الھدیٰ کے نام سے پروقار مگر سادہ درس گاہ قائم کی۔ جامعۃ الحیدریہ میں درس نظامی، تقابل ادیان، اسلامی معاشرت اور تمدن کے ساتھ سندھی تہذیب و ثقافت کے موضوعات پر علمی اور تحقیقی درس دیے۔ آپ نے پورے سندھ میں اسلامی معاشرت کے تحفظ اور اس میں در آنے والی خرافات کی اصلاح کی کوششیں کیں اور لوگوں کو ان کی اصل اساس یعنی صدر اسلام سے نسبت جوڑنے پر زور دیا۔ کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ مسلم معاشروں میں اتحاد و اتفاق صرف اور صرف اساس اسلام سے مضبوط جڑت

اور منظم تعلق سے ہی استوار کیا جا سکتا ہے۔

1979 میں امریکا اور مغرب کے ایماء پر فرانس میں رہائش پذیر شیعہ رہنما خمینی کے ہاتھوں بپا ہونے والے مصنوعی انقلاب کے اس لیے مخالف ہو گئے کہ امریکی برانڈ اسلام مسلم معاشروں میں فرقہ واریت ،انتہا پسندی اور نفرت پیدا کر رہا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ امریکا مسلمانوں کا رشتہ اسلام کی جڑوں سے کاٹنا چاہتا ہے اور ایرانی انقلاب مسلم معاشروں میں فروغ فرقہ واریت کی سامراجی اور استعماری سازش کا حصہ ہے۔ امریکا ایران جیسی ریاستوں کے خلاف جعلی شعلہ انگیزی کرتا ہے جس کے جواب میں ایران کی طرف سے امریکا کے خلاف لڑنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ تاکہ مسلم معاشروں میں ایران اور خمینی باقیات کو عالم اسلام کا حقیقی نمائندہ بنا کر پیش کیا جا سکے۔ ایران کا کردار مشہور انگریزی ناول دی پرل کی طرح ایک ایجنٹ کا ہے جو طے شدہ اسکرپٹ کے مطابق لین دین میں رسمی مول بھاؤ کرتا ہے۔

امریکی تعاون سے جب ایران نے پوری دنیا میں اپنے قونصل خانوں کے ذریعے مسلم معاشروں میں دخل اندازی کی کوشش کی تو ان کی حق گو پاک روح اس کھلے دجل اور فریب کے خلاف کھڑی ہو گئی۔ ان کی للکار نے امریکی اور استعماری ایجنٹوں کو ہر چوک اور چوراہے میں بے نقاب کیا اور وہ جس تیز رفتاری بڑھ رہے تھے اسی رفتار سے پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے۔ تاہم وہ ایرانی سرپرستی میں ذرائع ابلاغ ،فوج ،تعلیم اور بیوروکریسی میں گھسنا شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اکثریتی مسلم معاشرے پاکستان میں نصاب تعلیم کی تقسیم کا مطالبہ اور منصوبہ پیش کر دیا۔

ایسی حالت میں جب اطراف واکناف میں خاموشی طاری تھی، علامہ حیدری کی باوقار شخصیت نے ایک بار پھر دینی مدارس اور عصری تعلیمی اداروں کے طلبہ وطالبات کو پکارا۔ آپ نے نوجوانوں سے اپیل کی وہ اپنے دین اور ثقافت کو جانیں اور سنبھالیں۔ جذباتیت اور شعلہ بیانی کے بجائے علمی اور ادبی میدانوں میں اپنا کردار ادا کریں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہترین نظم وضبط کے حامل ،اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک، اسلام کی روح سے آشنا اور جدید دور کے تقاضوں سے آراستہ وپیراستہ طلبہ وطالبات ملت کا اثاثہ اور ان کا سرمایہ ہیں۔ انہوں نے طلبہ پر خصوصی توجہ دی اور فرمایا کہ دینی مدارس اور عصری تعلیمی اداروں کے طلبہ ایک دوسرے کے ساتھ گہرا ربط اور تعلق رکھیں، اور باہم علوم وافکار کا تبادلہ کرتے رہیں۔

آپ نے عالمی حالات وواقعات کا درست سمت تجزیہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ امریکا مسلم ممالک کے

وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے جبہ و دستار میں چھپے جعلی علماء پیدا کر رہا ہے۔ ان جعلی علماء کا کام معاشرے میں فروعی اختلافات کو زور و شور سے بیان کرنا ہے تاکہ ملک میں مذہب کے نام پر خانہ جنگی کی کیفیت اور ماحول پیدا کر کے معاشرے کو دین بیزار بنایا جا سکے۔ دوسری جانب وہ مغربی اقدار کی سر پرستی اور فروغ کے لیے کوشاں ہے تاکہ معاشرے سے غیرت اور حمیت کا خاتمہ کیا جا سکے۔ تیسرے محاذ پر وہ آمروں اور اپنے ایجنٹوں کو ملکوں میں اقتدار پر مسلط کرواتا ہے تاکہ وہ مہنگائی، کرپشن اور ظلم کا بازار گرم کریں جس سے لوگوں میں ریاست کے خلاف نفرت اور بغاوت کا جذبہ پیدا ہو۔ یہ ساری صورتیں پاکستان کو تباہی کی جانب لے کر جا رہی ہیں۔

آپ نے داعی اتحاد بین المسلمین اور فکر اسلامی کے حقیقی وارث علامہ حق نواز جھنگویؒ کی پاک آواز پر لبیک کہا اور سپاہ صحابہ میں شمولیت اختیار کی۔

آپ صوبہ سندھ کے سر پرست رہے اور 18 فروری 1997 کو قائد شہید ثانی علامہ ضیاء الرحمان فاروقی کی شہادت کے بعد انہیں سپاہ صحابہ کا سر پرست اعلیٰ منتخب کر لیا گیا۔

آپ نے علماء کے اتحاد اور فروعی اختلافات کے خاتمے کے لیے شاندار اور تاریخ ساز جدوجہد کی۔ سپریم کورٹ آف پاکستان میں جسٹس سید سجاد علی شاہ کے سامنے میں آپ نے ملت اسلامیہ کا جب مؤقف پیش کیا تو چیف جسٹس اسلام کے خلاف اسلام کے روپ میں سازشوں کو دیکھ کر ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ آپ نے سپریم کورٹ آف پاکستان کے سامنے ائمہ اہل سنت والجماعت، اور مسالک اہل سنت والجماعت کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔ چیف جسٹس نے جب اسلام، قرآن، رسول اللہ، اہل بیت، صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے خلاف غلیظ قلم کی ناپاک جسارتیں دیکھیں تو فرط جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور سپریم کورٹ میں آبدیدہ ہو گئے۔

آپ نے علماء، وکلاء، سیاسی اور دینی جماعتوں اور شخصیات کے سامنے اپنا مؤقف کھلے انداز میں پیش کیا تو سب نے مانا لیکن مصلحت کے پردے میں سامراجی اور استعماری عزائم سے ناآشنا اور جان کا خوف کھانے والے پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن حجۃ اللہ علی الارض نے تپتی دھوپ میں وارث پیغمبری ﷺ کا علم اٹھایا اور اسلام کا حقیقی تصور عوام اور خواص کے قلب و دماغ میں گاڑ دیا۔

آپ نے خلیجی ممالک، افریقہ، امریکا، یورپ اور برصغیر کے کئی ممالک کے سفر کیے۔ عربی، انگریزی

،فارسی ،اردو اور سندھی روانی سے بولتے تھے اور اپنے نوجوانوں سے بھی علوم وفنون کے ساتھ ساتھ مختلف زبانیں سیکھنے کا مطالبہ کرتے۔آپ نے جھوٹ کو للکارا اور رافضیت کے تقیہ کے ڈیم میں وہ شگاف ڈالا کہ دنیائے رافضیت اپنے زخم چاٹنے پر مجبور ہوگئی۔یہ زمین پر اللہ کی حجت کا ہی کمال تھا کہ انہوں نے اسلام کی آغوش میں پل کر اسلام کو ڈسنے والے سانپوں سے دامن اسلام کو دور اور پاک کیا۔

آپ کو جیل بھیجا گیا۔تشدد کیا گیا،کئی مرتبہ قاتلانہ حملے ہوئے لیکن آپ مشن رسالت مآب ﷺ پر قائم رہے۔جیل میں تھے اور وہیں 3 ماہ کے قلیل عرصے میں قرآن کریم حفظ کرلیا۔

علامہ حیدری نے سچائی کی خاطر مصائب و آلام برداشت کئے،کارکنوں اور قائدین کی لاشے اٹھاتے رہے،انہیں کفناتے اور دفناتے رہے لیکن کبھی بھی اسوہ رسول ﷺ اور صبر بتول کا دامن نہیں چھوڑا۔

ہمیشہ صبر اور نماز کی تلقین کرتے رہے۔وہ قرآن کے سانچے میں ڈھلے ہوئے اور دھلے ہوئے انسان تھے۔آپ دن رات درس وتدریس میں مصروف رہے اور بالآخر 17 اگست 2009 کی رات آگئی،رات دو بجے تک خیر پور میں تزکیہ نفوس اور تطہیر فکر وقلوب کی مجلس میں مصروف رہے۔رات کے آخری پہر اپنے مرکز روانگی کے لیے نکلے تو گوٹھ دوست محمد ابڑو کے قریب امریکا،اسرائیل کے پروردہ ایرانی ایجنٹوں کے ناپاک عزائم کا نشانہ بن گئے۔گھات لگا کر بیٹھے آل ابن سبا کے جنونی اور خونی درندوں نے آپ پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔آپ نے فزت برب الکعبہ کا نعرہ بلند کیا اور اپنے جانثار کے ہمراہ جان،جان آفرین کے سپرد کردی۔فضا میں ایک آواز بلند ہوئی کہ **ارجعی الی ربک راضیة مرضیة، فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی۔**



علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی ڈائری سے بعض اہم واقعات

17 جنوری 1997 بمطابق ۸ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ بروز ہفتہ

جمعیت علماء اسلام کے خیر پور سے صوبائی سیٹ کے امیدوار حضرت مولانا بدرالدین پھلپوٹو صاحب کے ساتھ الیکشن مہم میں تھے کہ اچانک حاجی محمد ہارون میمن صاحب اور بھائی بشیر احمد میمن پریالوی نے آکر حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب کی شہادت کی اطلاع دی اور مولانا بدرالدین صاحب نے ہمیں قاری خلیل احمد صاحب کے پاس پہنچایا اور رات کو مولانا منصور بھائی، فرید اور عبداللہ بنگلانی کے ساتھ روانگی ہوئی۔

آج سیشن کورٹ لاہور میں بوقت 11:57 پر ایک دردناک حادثہ پیش آیا جب قائدین سپاہ صحابہ کو عدالت لایا گیا تو حضرات قائدین کی گاڑی رکتے ہی قریب کھڑی موٹر سائیکل میں سے ایک خطرناک بم دھماکہ ہوا جس کے نتیجہ میں صحافیوں، پولیس کمانڈوز، ملاقاتیوں 30 افراد سمیت عالم اسلام کے عظیم ہیرو جانشین امیر عزیمت سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ مورخ اسلام حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب جو تقریباً ۱۴ ماہ سے بینظیر حکومت کے زور سے ایک شیعہ رہنما شاہنواز پیرزادہ کے قتل کے جھوٹے مقدمے میں ملوث کر کے پس زنداں تھے جام شہادت نوش فرما گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خُدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را۔ چہ خوش رسمے بنا کردند بخاک وخون غلمد ایہ۔ اس موقع پر صدر پاکستان فاروق احمد خان لغاری، وزیر اعظم ملک معراج خالد، گورنر پنجاب طارق رحیم اور وزیر اعلیٰ پنجاب افضل حیات (نگران حکومت) قوم کو جھوٹے دلاسے دے رہے ہیں۔

اس دھماکے میں جرنیل سپاہ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق صاحب بھی شدید زخمی ہو گئے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جلد صحت یاب فرمائیں۔ مولانا اس وقت سروز ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں۔

علی الصبح سپر ایکسپریس کے ذریعے جب فیصل آباد اسٹیشن پہنچے تو بھائی غلام ربانی صاحب، بھائی خالد عمران صاحب اور عطاء اللہ صاحب کچھ دیر ساتھیوں سمیت ایک جیپ اور ایک کوسٹر لیکر ہمیں لینے اسٹیشن پر پہلے سے منتظر تھے۔ ملاقات ہوئی اور علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی کے گھر سمندری پہنچے ہمارے وہاں پہنچنے کے ساتھ ہی علامہ فاروقی شہیدؒ کا جسد مبارک بھی آ پہنچا، عجیب منظر تھا۔ آسمان پہ بادل چھائے ہوئے تھے اس رات اور دن بھی اشک بہا رہا تھا (بارش ہو رہی تھی) ہزاروں لوگ نم آنکھوں سے علامہ فاروقی شہیدؒ کا آخری دیدار کرنے اور جنازہ میں شرکت کے لیے آ رہے تھے۔

بھائی طارق محمود صاحب، مولانا اللہ وسایا صدیقی صاحب بذریعہ جہاز صبح کراچی سے فیصل آباد حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب کے پاس آئے وہاں انہیں ساتھ لیکر سمندری پہنچے شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مہتمم جامعہ امدادیہ مولانا عبدالغفور حقانی اور سینکڑوں مبلغین وعلماء جنازہ میں شریک ہوئے۔ نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی زین العابدین مدظلہ العالی نے پڑھائی۔ اس سے قبل ایک جم غفیر نے لاہور میں حضرت فاروقی شہید کا جنازہ پڑھا بعدازاں بسوں، ویگنوں اور مختلف گاڑیوں اور ہزاروں لوگوں کا جلوس پولیس کی بھاری نفری کے ساتھ جنازہ کی ایمبولنس کو لیکر امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہید کے شہر جھنگ روانہ ہوا تا کہ حضرت فاروقی شہیدؒ کی تدفین امیر عزیمت کے یادگار علمی ادارے اور امیر عزیمت کے پہلو میں ہو سکے۔ جنازہ تقریباً ۷ بجے سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے پڑھایا جس میں یہاں بھی ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ بعدازاں تدفین کے لیے جنازہ (جامعہ محمودیہ گلشن جھنگوی شہیدؒ) لے جایا گیا جہاں لوگ کافی وقت تک قائد سپاہ صحابہ ملت کے عظیم رہنما کی زیارت کرتے رہے اور ٹھیک ۱۲ بجے رات حضرت فاروقی شہید کے جسد مبارک کو قبر میں اتارا گیا اور رات ایک بجے جرنیل سپاہ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق صاحب کو سخت زخمی حالت میں لاہور سے جھنگ لایا گیا۔

20 فروری 1997ء بمطابق ۱۱ شوال ۱۴۱۶ھ بروز جمعرات

جامعہ حیدریہ میں صوبہ سندھ کے تمام اضلاع کی مجالس عاملہ کا بھرپور اجلاس ہوا نیز صوبائی احباب میں سے بھائی حضرت مولانا محمد احمد مدنی صاحب، مولانا حسینی صاحب، استاد قاری علی اکبر صاحب نے شرکت فرمائی۔ جماعت کی کارکردگی کے حوالے سے سیر حاصل گفتگو ہوئی اور طے پایا کہ مرکز میں یہ سفارشات پہنچائی جائیں۔

(۱) سپاہ صحابہ خالص دینی مذہبی تنظیم ہے اور اسے خالص دینی مذہبی بنیاد پر ہی رہ کر کام کرنا چاہیے۔
(۲) اور قطعی طور پر انتخابی مراحل میں کسی بھی سنی سیاستدان اور امیدوار کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔
(۳) نیز سپاہ صحابہ کا کوئی الگ سیاسی پلیٹ فارم نہیں ہونا چاہیے۔
(۴) جمعیت علماء اسلام کو خصوصاً اور تمام سنی سیاستدانوں کو عموماً اعتماد میں لینا چاہیے اور یہ باور کرانا چاہیے کہ ہم ان کے سیاسی حریف نہیں ہیں۔

شام کو فیصل آباد مرکزی اجلاس کے لیے روانگی ہو رہی تھی اچانک اطلاع ملی ملتان میں دہشت گردوں نے خانہ فرہنگ ایران فائرنگ کر کے سات آدمی قتل کر دیئے ہیں اور حالات کافی خراب کر دیئے گئے ہیں لیکن اللہ پاک پر توکل کر کے حافظ منظور احمد سولنگی اور دو سرکاری محافظوں کے ساتھ فیصل آباد مرکزی اجلاس کے لیے روانہ ہوئے۔

21 فروری ۱۲ شوال بروز جمعۃ المبارک

نماز جمعہ فیصل آباد میں ادا کی شام کو عمیر بھائی کی شادی میں شرکت کی رات کو ساڑھے دس بجے حضرت قاسمی صاحب دامت برکاتہم کی رہائش گاہ پر پہنچے وہاں مرکزی سیکریٹری جنرل بھائی محمد یوسف مجاہد صاحب اور چودھری سلطان صاحب پہلے ہی موجود تھے 11 بجے کے بعد اصرار کے ساتھ حضرت قاسمی صاحب دامت برکاتہم کو آرام کے لیے بھیج دیا مجاہد صاحب و چودھری صاحب ٹھہرے اور تنظیمی امور پر بات چیت ہوتی رہی کافی دیر کے بعد تقریباً ایک ڈیڑھ بجے کے قریب آرام کے لیے سو گئے **اللھم باسمک اموت واحیا.**

22 فروری بمطابق ۱۳ شوال المکرم بروز ہفتہ

نماز فجر کی ادائیگی و بعد ازاں ناشتہ سے فراغت کے بعد قبلہ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب مدظلہ، مجاہد صاحب، چودھری سلطان صاحب کے ساتھ حضرت قاسمی صاحب کی رہائش گاہ کے باغیچے میں بیٹھ کر تنظیمی امور پر بات چیت ہوتی رہی تقریباً 11 بجے اجلاس میں شرکت کے لیے جامعہ قاسمیہ روانہ ہوئے۔ وہاں کافی احباب پہلے ہی سے جمع تھے جنمیں بلوچستان سے صوبائی صدر حضرت مولانا نیاز محمد ناطق بالحق جنرل سیکریٹری مولانا محمد غوث حقانی کوئٹہ والے اور نیاز الرحمٰن حیدری اور صوبہ سرحد سے حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب، پنجاب سے مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب صدر پنجاب کی قیادت میں تمام عاملہ و شوریٰ کے ارکان پہنچے ہوئے تھے۔ نیز سندھ کے احباب میں سے مولانا محمد احمد مدنی صاحب، مفتی عید مہر

صاحب، حافظ محمد اقبال قریشی صاحب بھی پہنچے ہوئے تھے جبکہ حافظ منظور احمد سولنگی میرے رفیق سفر تھے۔

سپاہ صحابہ اسٹوڈنٹس کی طرف سے نمائندگی برادرم مولانا عبدالوہاب راشد اور حافظ محمد نواز صاحب نے کی۔(۱) بہت ہی بھرپور اجلاس ہوا (۲) اجلاس کی صدارت حضرت قبلہ قاسمی صاحب نے فرمائی (۳) جبکہ فیصلوں میں مرکزی صدر شیخ حاکم علی بھی معاون رہے (۴) بندہ کے سخت انکار ومراجعت کے باوجود آئندہ کے لیے شہید ملت اسلامیہ حضرت فاروقی صاحب کی جانشینی کی ذمے داری کا بارگراں آئندہ انتخاب تک میرے سر پر ڈالا گیا اللہ تعالیٰ اخلاص واستقامت کے ساتھ اس وقت ذمے داری نبھانے کی توفیق بخشے جبکہ بندہ ہر لحاظ سے نااہل ونالائق ہے اور اس بات کا بھرے اجلاس میں برملا طور پر اظہار واعلان بھی کیا لیکن ساتھیوں نے ایک نہ سنی اور حسن ظن پر یہ فیصلہ کر ہی ڈالا۔ واللہ الموفق والمعین۔ اجلاس میں مزید دو اہم فیصلے بھی ہوئے: (۱) جماعت کو قطعاً مذہبی اور غیر سیاسی بنیاد پر چلایا جائے گا (۲) سپاہ صحابہؓ کا عہدیدار کسی بھی سیاسی پارٹی کا عہدیدار نہیں بن سکے گا۔

ہفتہ کی شام کو سپر ایکسپریس سے واپسی ہوئی اور اتوار کی صبح خیر پور پہنچے۔ حافظ منظور احمد صاحب شہداد کوٹ روانہ ہو گئے سفر کی تھکاوٹ تھی کچھ آرام کیا شام کو کچھ احباب تشریف لائے ملاقات ہوئی اور دن گزر گیا۔

7 مارچ 1997ء ۲۶ شوال بروز جمعہ

نماز جمعہ کھولرا جاتے ہوئے جامعہ مسجد علی (برادر عزیز مولانا نور محمد جمالی) پریالو میں اتفاقاً پڑھادی نماز کے بعد کھولرا پہنچے کوٹ سید محمد کے قریب جہاں برادر عزیز حاجی امداد اللہ پھلپوٹو صاحب ودیگر احباب سے ملاقات ہوئی۔ تقریباً چار بجے کے قریب رتوڈیرو کے لیے روانہ ہوئے۔ خیر پور سے ہی اسپیشل برانچ کی موبائل پیچھے لگی ہوئی تھی جس نے سکھر بیراج سے واپسی کر لی اور ہم نے نماز عصر راستے میں مغرب رتوڈیرو مولانا دوست محمد صاحب جمالی کے پاس جا کر ادا کی۔ رات کو اشرف بروہی کے پاس جلسہ ہوا اور رات جمالی صاحب کے ہاں گذاری جلسہ میں برادرم حاجی سیال مولانا خان محمد جمالی ودیگر احباب جامعہ عزیزیہ رتوڈیرو والے سے ملاقات ہوئی۔

8 مارچ 1997ء ۲۷ شوال

نماز فجر کی ادائیگی کے بعد شکار پور روانگی ہوئی برادرم مولانا عبدالغفور صاحب کے ہاں برادرم مولانا

عبدالرزاق حیدری صاحب کو ساتھ لیا چنہ صاحب سے ملاقات نہ

ہو سکی اور روانہ ہوئے شام کو جلسہ کے بعد نماز مغرب جامعہ حیدریہ خیر پور آ کر پڑھی۔

9 مارچ 1997ء بمطابق ۲۸ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ

صبح 11:30 بجے مہتمم جامعہ دارالہدیٰ ٹھیڑی حضرت مولانا قاضی محمد حمداللہ صاحب تشریف لائے ان کے ساتھ جماعت کے دیگر احباب بھی تھے جو کہ انوار صاحب وذکریا صاحب کی شادی میں شرکت کے لیے آئے تھے اس وقت ان کے ساتھ مولانا عبدالحمید لُنڈ صاحب سائیں غلام حسین سومرو صاحب تبلیغ جماعت کے دوست جو وفد کی صورت میں گاڑیوں پر ٹھیڑی میں تھے تشریف لائے نماز عشاء کے بعد خلیفہ مسجد میں حافظ خلیل احمد صاحب اور دیگر اساتذہ واحباب سے ملاقات ہوئی مختصر بیان ہوا اور نکاح سائیں استاد مفتی غلام قادر صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے پڑھایا۔ برادرم مولانا غلام اصغر صاحب سے بھی ملاقات ہوئی اور اساتذہ کرام سے بات چیت ہوتی رہی الحمداللہ۔

10 مارچ ۲۹ شوال بروز پیر

صبح نماز فجر ادا کی اور غسل وغیرہ کیا اور چائے پی تقریباً 9 بجکر 30 منٹ پر دارالہدیٰ میں ذکریا انوار صاحب کے ولیمہ میں شرکت کے لیے آئے تقریباً 11 بجے فارغ ہوئے اور خیر پور واپسی ہوئی۔ ظہر کی نماز مولانا محمد عیسیٰ صاحب کی قیادت میں شکار پور سے آئے ہوئے ساتھیوں سمیت ادا کی اور نماز عصر بھی مولانا عیسیٰ صاحب نے ہی پڑھائی۔

7 مئی بمطابق ۲۸ ذوالحج

آج محترم ڈاکٹر ظفر حیات صاحب کو ڈویژن حیدرآباد اور ڈویژن میر پور خاص کے لیے ناظم انتخابات مقرر کر کے رکنیت سازی کی کاپی ایک سوعدد 101 تا 200 بمعہ دستور سوعدد کاپی سپرد کر دی گئی ہے اور ماہ ربیع الاول کے آخر تک اپنے یونٹس تحصیلوں اور اضلاع کے انتخاب مکمل کرنے ہونگے۔

(از علی شیر حیدری عفی عنہ)

7 مئی ۲۸ ذوالحج

آج ایک سوعدد رکنیت سازی کا پیاں ازنمبر 401 تا 500 اور ایک سوعدد دستور کا پیاں کراچی کے لیے بدست محمد حسین برائے ڈویژنل انچارج مولانا محمد احمد مدنی بھیج دی گئی ہیں۔ علی شیر حیدری، محمد حسین۔

8 مئی بمطابق ۲۹ ذوالحج

ضلع شکار پور کے لیے کنویز مولانا محمد عیسیٰ مہر صاحب (۱) معاون محمد اکرم آرائیں (۲) حافظ عبدالخالق مہر بدست مولانا محمد عیسیٰ صاحب رکنیت سازی کی دس عدد کاپیاں از نمبر 54 تا 63 بمعہ دستور کاپی 10 عدد دی گئی ہیں اختتام 06 صفر تک رکنیت سازی کا کام مکمل کر لینگے دستخط مولانا محمد عیسیٰ صاحب۔ پانچ کاپیاں بعد میں بھی دی گئی ہیں۔

11 مئی بمطابق ۳ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ بروز اتوار

حافظ عبدالخالق چاچڑ کو ضلع سکھر کا کنویز مقرر کر کے مولانا حافظ عبدالرزاق حیدری اور طارق انصاری صاحب کو معاون بنایا گیا اور کاپی نمبر 86 تا 15/100 عدد کاپیاں رکنیت فارم بمعہ دستور دیدی گئیں اختتام ماہ صفر تک رپورٹ پیش کرینگے۔

حافظ عبدالخالق فریدہ 2 کاپی رکنیت فارم بمعہ دستور 97-06-05 علی شیر حیدری۔

مزید 6 کاپیاں رکنیت فارم بمعہ 6 عدد کاپیاں دستور سازی دی گئیں۔

20 مئی بمطابق ۱۲ محرم الحرام بروز منگل

ضلع حیدرآباد کے لیے کنویز (۱) مولانا سیف السلام صاحب (۲) معاون محمد فاروق آزاد (۳) محمد سعید جدون صاحب کو مقرر کیا گیا اور ضلع نوشہرہ فیروز کے لیے کنویز (۱) مولانا بدرالدین حسینی صاحب (۲) معاون حافظ وزیر احمد صاحب (۳) عبدالصمد صاحب کو دس عدد کاپیاں نمبر 64 تا 73 بمعہ کاپی دستور دس عدد دیدی گئیں اختتام ماہ صفر اپنا کام ختم کرینگے اور رکنیت سازی کی رپورٹ پیش کرینگے دستخط کنویز بدرالدین۔

21 مئی ۱۳ محرم بروز بدھ

ضلع لاڑکانہ کے لیے کنویز حافظ منظور احمد سولنگی معاون حافظ ظہیر عباس خارانی معاون دوم نسیم احمد مندرجہ بالا کنوینگ باڈی مقرر کر کے رکنیت سازی کے لیے کاپی نمبر 39 تا 53 پندرہ کاپیاں بمعہ دستور دیدی گئی ہیں اختتام ماہ صفر تک۔ کام مکمل کر کے رپورٹ پیش کرینگے۔

22 مئی 1997ء ۱۶ محرم ۱۴۱۷ھ جمعرات

ضلع خیر پور مولانا عبدالکریم مری صاحب معاون (۱) قاری فریدالزمان عباسی (۲) خواجہ محمد اسحاق کا

تعین ہوا۔ مذکورہ بالا کنوینگ باڈی کو رکنیت سازی کے لیے کاپی نمبر 1 سے نمبر 38 تک بمعہ دستور دیدی گئی ہیں باڈی اختتام ماہ صفر تک اپنا کام مکمل کر کے رپورٹ پیش کریں گی۔

23 مئی ۱۵ محرم جمعۃ المبارک

ضلع گھوٹکی کے لیے کنو ینرمولوی عبداللہ (۱) معاون سیف اللہ (۲) معاون سید خالد شاہ مقرر کر کے چار عدد کاپیاں رکنیت سازی فارم نمبر 923 تا 926 بمعہ دستور کا پیاں دیکر ذمے داری سونپ دی ہے مئی کے آخر تک رپورٹ پیش کرینگے۔

ضلع جیکب آباد 24 مئی ۱۶ محرم

کنو ینر شیر محمد بنگلانی (۱) معاون حافظ برکت اللہ (۲) حافظ محمد موسیٰ دس عدد کاپیاں رکنیت سازی بمعہ دستور کاپی 919 تا 998 بدست ایس عبدالشکور شیخ دی گئی ہیں۔

27 جولائی 1997ء بمطابق ۲۱ ربیع الاول

شیخ حاکم علی صاحب اور گورنر پنجاب کی طرف سے ملاقات کی آفر ہے اور آج پنجاب روانگی ہو رہی ہے اور 29 تاریخ کو لاہور میں گورنر سے ملاقات طے ہوئی ہے لہٰذا خیر پور سے صادق آباد کی طرف سفر شروع کرنا ہے۔

28 جولائی ۲۲ ربیع الاول

چائے اور ناشتہ صادق آباد میں کیا اور روانگی شروع ہوئی عصر کے وقت کمالیہ پہنچے قائد پنجاب مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب کے پاس جا کر آرام کیا۔

29 جولائی ۲۳ ربیع الاول

صبح ناشتہ کے بعد برادرم مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب کو ساتھ لیا اور کمالیہ سے لاہور کی طرف سفر شروع کیا دیگر جماعتی احباب بھی سفر اور ملاقات میں شامل رہے چودھری سلطان صاحب، قاری علی اکبر مینگل صاحب، مولانا محمد قادری صاحب، راشد صاحب، شیخ حاکم علی صاحب گورنر ہاؤس پہنچے دن 12 بجے گورنر پنجاب سے ملاقات ہوئی جو تقریباً سوا گھنٹہ جاری رہی۔ اس کے بعد پھر چیف سیکریٹری اور ہوم سیکریٹری پنجاب سے ملاقات ہوئی اور شام کو چوہنگ سینٹرل لاہور میں جرنیل سپاہ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ملاقات کی اجازت صرف مجھے اور شیخ صاحب کو ملی تھی۔ ملاقات کے بعد

چوہنگ سینٹر لاہور سے گاڑی میں تیل ڈیزل ڈلوایا اور خوشاب روانگی ہوئی رات کو ڈیڑھ بجے خوشاب پہنچے جلسہ میں شرکت اور خطاب کیا اور پھر وہیں آرام کیا۔

30 جولائی بروز بدھ بمطابق ۲۴ ربیع الاول

صبح نماز فجر کی ادائیگی اور بعد ازاں ناشتہ کے بعد خوشاب سے کندیاں شریف روانگی ہوئی وہاں امام الاولیاء خواجہ خواجہ گان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات ہوئی۔ واپسی پر بھکر سے گاڑی میں ڈیزل ڈلوایا اور وہاں حضرت مولانا عبداللہ صاحب امیر جمعیت علماء اسلام پنجاب سے ملاقات کرتے ہوئے تقریباً ایک بجے کمالیہ پہنچے جہاں پہلے سے ساتھی منتظر تھے پروگرام میں تقریر کی بعد میں کھانا اور آرام کیا۔

31 جولائی 1997ء بمطابق ۲۵ ربیع الاول بروز جمعرات

کمالیہ سے شام کو تقریباً 5 بجے سندھ کے لیے روانگی ہوئی بہاول پور سے ڈیزل ڈلوایا اور ساری رات سفر کیا صبح صادق کے وقت صادق آباد پہنچے۔

یکم اگست ۲۶ ربیع الاول بروز جمعۃ المبارک

صبح ناشتہ کے بعد صادق آباد میں پریس کانفرنس کی پھر خیر پور کے لیے روانہ ہوئے۔ کوٹ سبزل مولانا نعیم اللہ صاحب کے مدرسہ سے ہوتے ہوئے نماز جمعہ قاری اللہ دین انور کے پاس گھوٹکی میں ادا کی اور عصر کے وقت گھر جامعہ حیدریہ پہنچے۔



قاتلانہ حملے اور حیرت انگیز واقعات

پہلا حملہ

1998ء ترنڈہ محمد پناہ کے دیہات میں ایک جلسہ تھا عظمت صحابہ کانفرنس۔ حضرت شہیدؒ اور مقامی علماء بہت سارے اور بھی تھے۔ کانفرنس میں حضرت حیدری شہیدؒ نے شیعہ کے خلاف تاریخ ساز خطاب فرمایا۔ اس وقت حضرت کے ساتھ گارڈ یا رفیق سفر بھی کوئی نہیں تھا۔ کانفرنس کے اختتام پر حضرت کو کسی ایسی گاڑی میں بٹھایا گیا جو شہر تک جا رہی تھی۔ حضرت شہیدؒ بتاتے تھے کہ ہم واپس آ رہے تھے تو کچھ شیعہ جلوس کی شکل میں نظر آ رہے تھے جلوس کو دیکھ کر سوزوکی پر بیٹھے لوگ بھاگ گئے یہاں تک کہ گاڑی کا ڈرائیور بھی بھاگ گیا، شیعوں کا جلوس میرے اوپر آ کر کھڑا ہوا، ایک آدمی نے میرے سینے پر پسٹل رکھا اور ٹرائیگر کو دبانے ہی والا تھا کہ میں نے کلمہ پڑھا اچانک ایک آدمی جو ہوٹل سے اٹھ کر آیا اس نے مسلح آدمی سے پسٹل چھیننے کی کوشش کی اور اوپر فائر ہو گیا۔ پھر شیعوں نے اس پر حملہ کر کے لہولہان کر دیا اچانک ڈرائیور پھر گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا اور گاڑی چلائی ایسے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مرتبہ پھر دین کی خدمت کا موقع دیا۔

دوسرا حملہ

سندھ میں کنب شہر کے قریب ایک دیہات ہے یہ پروگرام حاجی عبدالعزیز بروہی کے معرفت تھا یہ حضرت کا بہت اچھا دوست تھا۔ حضرت کی شہادت کی خبر سنتے ہی بیمار ہوئے اور چھ ماہ بعد انتقال کر گئے۔ حاجی صاحب اپنے مسلح آدمیوں کے ہمراہ حضرت شہیدؒ کے ساتھ ایک پروگرام میں گئے۔ حضرت شہیدؒ نے شیعہ کے کفر پر بیان دلائل کے ساتھ شروع کیا تو دوسری طرف شیعوں نے فائرنگ شروع کر دی، تقریباً ایک گھنٹے تک فائرنگ چلتی رہی جبکہ حضرت شہیدؒ کی تقریر بھی جاری رہی ہمارے جوان بھی جوابی فائرنگ کر رہے

تھے۔حضرت نے بیان میں فرمایا کہ جب تک فائرنگ بند نہیں ہوگی تب تک تقریر چلتی رہے گی اور جب شیعوں کی طرف سے فائرنگ ختم ہوئی تو پھر بھی حضرت نے 15 منٹ تک تقریر جاری رکھی اور پھر تقریر ختم کر کے بحفاظت مدرسہ واپس آ گئے۔

تیسرا حملہ

1994ء میں کوئٹہ شہر میں ایک پروگرام تھا پولیس نے تقریر کے دوران حملہ کر دیا اور اسٹیج سے لڑتے جھگڑتے لے گئے۔حضرت کے ساتھ قاری علی اکبر مینگل اور حضرت کے چھوٹے بھائی بلال ساتھ تھے وہ بھی حملے کے بعد گرفتار کر لیے گئے۔

چوتھا حملہ

2007ء شہداد کوٹ سے واپسی پر رات 2:00 بجے سپر ہائی وے پر 10 حملہ آوروں نے گاڑی پر حملہ کر دیا۔مایہ ناز ڈرائیور حافظ اسد اللہ نے روڈ پر چڑھتے ہوئے دہشت گردوں کو دیکھا اور ایمرجنسی ہارن بجایا جس پر گارڈ ہوشیار ہو گئے اور حضرتؒ کے گن مینوں نے پہلے حملہ کیا جس پر دہشت گردوں کے حواس خطا ہو گئے،ان کا حملہ ناکام ہو گیا اور اللہ رب العزت نے محفوظ رکھا۔

پانچواں حملہ

لاڑکانہ کے دیہات موہنجو دوڑو کی طرف ایک گاؤں تھا جہاں جب بھی کوئی جلسہ ہوتا تو وہاں کا ایک جاگیر دار جلسے کو روکتا تھا اور علماء کو مارتا اور شہر میں بھی ذلیل کرتا تھا۔اتفاق سے وہاں جلسہ رکھا گیا،تمام حضرات کو دعوت ملی۔ابھی تک حضرت شہیدؒ سپاہ صحابہؓ میں شامل نہیں ہوئے تھے۔جمعیت علماء اسلام کے تمام خطیب حضرات کو دعوت تھی۔ان حضرات نے پہلے تقریر کر دی اور سارے چلے گئے،کسی نے یہ بتایا بھی نہیں کہ یہاں کوئی جاہل وڈیرا علماء کے ساتھ ایسا کرتا ہے۔قبلہ سید غازی عبداللہ شاہ بخاری کی تقریر ہوئی اور اس کے بعد حضرت شہیدؒ کا بیان رکھا گیا۔حضرت شاہ جی نے اپنی تقریر کی اور جانے سے پہلے بتایا کہ یہاں یہ صورتحال بھی ہوتی ہے اب کوئی مولوی رہا بھی نہیں سارے چلے گئے اور آخر میں حضرت شہیدؒ کو تقریر کا وقت دیا گیا۔حضرتؒ نے حضرت شاہ جی کو عرض کیا آپ دعا فرمائیں اللہ ہی ہمارا حامی و ناصر ہے اور حضرت نے اپنے مخصوص انداز میں خطبہ دیا اور تقریر شروع کر دی۔کوئی بیس پچیس منٹ ہوئے کہ ایک آدمی لمبا،موٹا

سفید شلوار اور بوسکی قمیص اور بوسکی کا عمامہ باندھے کندھے پر کلہاڑی اور مسجد کے دروازے میں داخل ہونے والا تھا کہ کسی نے بتایا کہ حضرت وہ وڈیرا آ گیا۔ حضرت نے شیر کی طرح گرجتے ہوئے فرمایا بیٹھ جاؤ وہ قد آور شخص وہیں پر بیٹھ گیا اور حضرتؒ کی ڈیڑھ گھنٹے کی تقریر سنی اور تقریر کے بعد حضرت سے ملا اور کہا کہ زندگی میں ایسی تقریر نہیں سنی ماشاء اللہ بڑا لطف محسوس ہوا۔ وہاں کسی نے اس وڈیرے سے پوچھا کہ صاحب آپ تو مولویوں سے لڑتے ہو، آج کیا ہوا وہ بولا آیا لڑنے کے ارادے سے تھا لیکن مولانا کا رعب میرے اوپر غالب آ گیا۔ میں ڈر کے مارے بیٹھ گیا اور بیٹھنے کے بعد اللہ نے نصیحت نصیب کی اور راہِ مستقیم ملی اور کافی عرصے تک حضرت سے رابطہ بھی ہوتا تھا۔



علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے ایک محافظ اور اکثر و بیشتر حضرت حیدری شہیدؒ کے ساتھ اسفار میں رہنے والے مولوی لیاقت علی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے فون پر علامہ حیدری شہید کو یہ اطلاع دی کہ میں وہ مشہور شاعر و نعت خواں جناب الطاف منہاس شہید کی قبر پر موجود ہیں اور ان کی قبر سے خوشبو آ رہی ہے۔ علامہ حیدری شہیدؒ اس وقت سفر کر رہے تھے، یہ بات سنتے ہی فرمایا کہ ''نجات کے لیے قبر سے خوشبو کا آنا ضروری نہیں، اگر خوشبو آ جائے تو سمجھو موت مقبول ہے'' اور اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی ''یا اللہ مجھے مقبول موت عطا فرمانا'' شاید اسی دعا کا نتیجہ تھا یا اللہ رب العزت یہ بتلانا چاہتے تھے کہ علامہ حیدری شہید کی موت بھی عنداللہ مقبول و منظور ہے کہ شہادت کے بعد حیدری شہیدؒ کی قبر سے کئی روز تک خوشبو آتی رہی۔

مولانا ثناء اللہ حیدری
(مہتمم جامعہ حیدریہ خیر پور سندھ)

میرے عظیم بھائی

الحمد لله الذی من قال قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوًا احد.

ہر پل، ہر وقت رہنے والی ذات اللہ عز وجل کی ذات بابرکات ہے، وہ خاندان سے پاک، بہن بھائیوں سے پاک، والدین سے پاک، عزیز واقارب سے پاک، خاندان کے رشتہ داروں سے پاک وہ اللہ عز وجل کی ذات ہے باقی جو بھی آیا اسکو ضرور فنا ہے۔ کوئی بھی باقی رہنے کے لیے اس دنیا میں نہیں آیا حتیٰ کہ انبیا کرام علیہم السلام بھی اس دنیا میں باقی نہ رہے۔ ان چیزوں کو مدنظر رکھ کر ہم بھی صبر کا دامن تھامے بیٹھے ہیں ورنہ ہمارے اپنے عظیم بھائی جدائی کسی قیامت سے کم نہ تھی۔ مجھے اپنی ساری دنیا اجڑی محسوس ہوتی ہے کیونکہ مجھے ان کا پیار ان کی شفقتیں اور ان کی عنایتیں بے تحاشا یاد آتی ہیں۔ اپنے بھائی کی گود میں بیٹھنا، ان کے ہاتھوں سے کھانا، ان کے ساتھ بیٹھ کر لمبے لمبے سفر کرنا، پیار سے لبریز ان کی ڈانٹ ڈپٹ سننا اور کبھی اپنے ساتھ بٹھا کر بڑی رازدارانہ انداز میں مجھے زمانے کی اونچ نیچ سمجھانا اور یہ بتانا کہ میرا کل اثاثہ تمہی ہو۔ کسی مہمان کے پوچھنے پر کہ آپ کے بیٹا کونسا ہے تو میرے بھائی کا میری طرف دیکھنا اور فرمانا یہ میرا بیٹا ہے۔ یہ سب ادائیں، وفائیں اور محبت کی یہ سب باتیں بہت یاد آتی اور بڑا رلاتی ہیں۔

میں ان کی زندگی کا کونسا حصہ تحریر کروں؟ ان کے متعلق سوچتا ہوں تو دل ودماغ منتشر ہوجاتے ہیں۔ پوری دنیائے اہل سنت کے لیڈر اور عظیم قائد میرے بڑے بھائی بہت بڑے عظیم انسان تھے۔ جنہوں نے میرے والد گرامی کی شہادت کے ہمیں باپ کی کمی محسوس نہ ہونے دی، ہماری ہر تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے اور ہماری ہر خوشی، غم کو اپنا خوشی غم سمجھتے۔ مجھے یاد ہے حضرت بھائی جان شہیدؒ حج کے لیے گئے ہوئے تھے تو مجھ سے فون پر بات ہوتی رہتی، ایک دن پوچھا بیٹا تمہارے لیے کیا لاؤں؟ میں نے کہا

میرے دعا فرمادیں۔ حضرت شہیدؒ نے ایک لمبا ٹھنڈا سانس لیا اور فرمایا بیٹا! تیرے لیے دعا نہیں کروں گا تو کس کے لیے کرونگا۔ غالباً 2004 میں جامعہ بنوریہ کراچی میں ہم زیر تعلیم تھے، حضرت شہیدؒ وہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ ہمیں بلوا کر حال احوال اور خیر خیریت معلوم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ گرمیوں کے دنوں میں تشریف لائے ہوئے تھے تو حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ کوئی تکلیف وغیرہ تو نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! گرمی بڑی ہے، آپ مفتی نعیم صاحب مدظلہ سے کہہ کر ہماری رہائش کا انتظام غیر ملکی طلبہ کی رہائش گاہوں میں کروادیں۔ ہماری یہ بات سن کر ساتھ بیٹھے مفتی نعیم صاحب مدظلہ فوراً بولے کہ ہاں حضرت ٹھیک ہے ہم وہاں اس کا انتظام کروادیتے ہیں مگر حضرت نے اس پر ہاں یا ناں میں کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ جب حضرت مفتی صاحب اٹھ کر چلے گئے تو حضرت شہیدؒ نے فرمایا بیٹا اگر تمہیں ابھی سے ائرکنڈیشنڈ کمروں میں رہنے کی عادت پڑگئی تو تم بہت نازک بن جاؤ گے آگے خدانخواستہ عملی زندگی میں تمہیں جیل جانا پڑ گیا تو وہاں کیسے گزارہ کرو گے؟ پھر مجھے اپنے واقعات سنانے لگے کہ جب میں جیل میں تھا، سخت سردیوں کے موسم میں ٹاٹ کے بستر پر سوتا تھا وہ بھی ایک آدھا نیچے اور آدھا اوپر لیتا۔ طالبعلمی کے دور میں میرے پاس صرف دو سوٹ تھے لیکن انہیں دھونے کے لیے صابن کے بھی میرے پاس پیسے نہیں ہوتے تھے۔ ایک سوٹ پہنتا تو دوسرا پانی میں ڈال دیتا پھر اسے سکھا کر بعد میں ویسے ہی پہن لیتا۔ آج میں تمہیں تمام سہولیات دلواسکتا ہوں مگر مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تم آسائش کے عادی نہ بن جاؤ اگر ایسا ہو گیا تو حق پرست عالم نہیں بن سکو گیا ور سرکاری مولوی بن جاؤ گے۔

2009 دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا میں میرا دورہ حدیث کا سال تھا، وہاں حضرت شہیدؒ تشریف لائے میں حضرت کی خدمت کے لیے مہمان خانہ میں حاضر ہوا، حضرت لیٹے ہوئے تھے، مجھے لیٹے ہوئے اپنے سینے سے لگایا اور پیار کیا، میں حضرت شہیدؒ کے قدموں میں بیٹھ کر آپؒ کے پاؤں دبانے لگا۔ میرے ساتھ تفصیلی طور پر حال احوال کرنے اور باتیں کرنے کا یہ آخری موقع تھا۔ حضرت مجھے وصیت فرمارہے تھے کہ بیٹا میرے مدرسہ کو آپ نے سنبھالنا ہے، میرا جو عملہ ہے یہ میرے انتہائی بااعتماد اور چنے ہوئے ساتھی ہیں ،بااعتماد لوگ اس زمانے میں بڑی مشکل سے ملتے ہیں اس لیے ان کا بہت خیال رکھنا ہے۔ میرے ساتھ قریباً ڈھائی گھنٹے باتیں کرتے رہے اور مزید فرمایا کہ بیٹا اب میں اس دنیا سے تھک چکا ہوں لیکن اللہ سے اتنی مہلت مانگتا ہوں کہ آپ کی دستار بندی ہوتے دیکھ لوں۔ میری دستار بندی کے بعد حضرت شہیدؒ بہت خوش

نظر آیا کرتے تھے۔ دفاع صحابہ کانفرنس کے موقع پر حضرت علامہ محمد احمد لدھیانوی، مفتی محمد نعیم اور جناب طارق مدنی صاحب کو بڑی خوشی کے ساتھ بتایا کہ اب ثناء اللہ مولوی بن چکا ہے۔ حضرت کی یہ باتیں میں نہ سمجھ سکا کہ وہ تو آخرت کے سفر کی تیاری میں ہیں۔ شہادت سے ایک رات قبل برادرم مولانا عبدالجبار حیدری کا نکاح تھا تو حضرت نے وہاں بھی اپنے خطبہ میں ایسے الفاظ دہرائے تھے جن سے محسوس ہوتا تھا کہ ان کی زندگی کے کچھ لمحات باقی ہیں مگر ہمیں اس وقت بالکل یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ آپؒ کے آخری ایام ہیں اور جو باتیں فرما رہے ہیں وہ ہمارے لیے وصیت کا درجہ رکھتی ہیں۔

جس رات حضرت شہید ہوئے، عشاء کی نماز کے بعد میں اپنے دوستوں کے ہمراہ اس بات کا شکوہ کر رہا تھا کہ حضرت بہت مصروف ہیں اور بات چیت کرنے کا موقع نہیں دے رہے۔ کافی دیر ہم بیٹھے حضرت کے متعلق باتیں کرتے رہے، کافی دیر بیٹھنے کے بعد گرمی کی وجہ سے میں مدرسہ کی چھت پر آرام کرنے چلا گیا، مگر گرمی کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی تھی، کافی دیر سونے کی کوشش کرتا رہا، اچانک مجھے کھانسی شروع ہوگئی اور کروٹیں بدلنے لگا مگر نیند تھی کہ کوسوں دور۔ کچھ دیر آنکھ لگی تو خواب میں دیکھا کہ حضرت پر حملہ ہو چکا ہے اور حضرت شہید ہو چکے ہیں، فوراً آنکھ کھلی، ادھر ادھر دیکھا سب خیریت تھی، بستر سے اٹھا اور وضو کرنے چلا گیا ، وضو کرنے کے بعد دفتر کی جانب جا رہا تھا کہ سامنے سے مجھے برادرم حافظ اسد اللہ صاحب آتے ہوئے نظر آئے، میں نے حیرت سے پوچھا کہ خیریت تو ہے اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ وہ بہت پریشان دکھائی دے رہے تھے اور مجھے بڑے دکھی لہجے میں بتانے لگے کہ حضرت پر حملہ ہو گیا ہے، یہ سنتے ہی مجھے ایک شدید جھٹکا لگا اور مجھے فوراً اپنا خواب یاد آیا۔ میں فوراً گھر کی طرف بھاگا اور گھر میں سوئے ہوئے بھائیوں کو جگا کر انہیں صورتحال سے آگاہ کیا۔ میں موٹر سائیکل پہ بیٹھ کر جلدی جلدی ہسپتال پہنچا۔ میرے پہنچنے سے کچھ لمحے قبل حضرت کی گاڑی ہسپتال میں پہنچی تھی، گاڑی کی پچھلی جانب جہاں گن مین بیٹھا کرتے تھے وہاں بھائی امتیاز کی میت خون میں لت پت پڑی تھی۔ آگے بڑھا تو گاڑی کا دروازہ کھولا اور مجھے سامنے سیٹ پر حضرت شہیدؒ ویسے ہی بیٹھے نظر آئے جیسے وہ اکثر گاڑی میں بیٹھے ہوا کرتے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہ بالکل ہشاش بشاش ہیں، سر پر عمامہ اور آنکھوں پر چشمہ موجود تھا، جب میری نظر حضرت کے دائیں جانب بازو کے نیچے پیٹ اور دائیں ٹانگ پر نظر پڑی تو میری چیخیں نکل گئیں کیونکہ وہاں خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔ اے خدایا یہ کیا ہوا؟۔۔ لہو کافی مقدار میں بہہ چکا تھا اور حضرت کی مبارک روح پرواز کر چکی تھی۔ انا للہ

وانا الیہ راجعون۔ یہ میرے لیے ایک قیامت تھی، حضرت شہیدؒ کے تمام رفقاء وہاں پہنچ چکے تھے، کچھ دیر کے بعد حضرت شہیدؒ کی میت کو گھر لایا گیا، مجھے سب سے زیادہ فکر اب اپنی اماں کی تھی کیونکہ اماں ہم سب بھائیوں میں سب سے زیادہ پیار حضرت شہیدؒ سے کرتی تھیں اور حضرتؒ بھی اماں کا بہت خیال رکھتے تھے اور بڑا پیار کیا کرتے تھے۔ مجھے خیال آ رہا تھا کہ آج کہیں ہمیں اپنے گھر سے دو جنازے نہ اٹھانے پڑ جائیں کیونکہ مجھے خیال آ رہا تھا کہ والدہ جب حضرت شہیدؒ کو دیکھیں گی تو ان سے برداشت نہیں ہوگا اور شدت غم سے کہیں انتقال نہ کر جائیں۔ میں سلام کرتا ہوں اپنی اماں جان کو جنہوں نے اپنے عظیم بیٹے کی میت کو دیکھ کر بجائے ہائے ہائے کرنے کے بیٹے کو شہادت پر مبارک باد دی۔ بیٹا تجھے مبارک ہو، تو کامیاب ہو گیا ہے، تو جو دعا کرتا تھا میرے اللہ نے تیری دعا قبول کی ہے اور تجھے سرخرو کر دیا ہے، بیٹا تو نے آج میرا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ میری اماں جان ان الفاظ میں اپنے عظیم اور قابل فخر بیٹے علامہ علی شیر حیدری کو خراج عقیدت پیش کرتی ہوئی نظر آئیں۔ یہاں ایک عظیم واقعہ یہ بھی پیش آیا جسے شہید کی کرامت کہا جا سکتا ہے کہ میری اماں جان نے حضرت شہیدؒ کو جب مخاطب کر کے مبارک باد دی اور کہا کہ بیٹا تو شہید ہو گیا ہے تو اس وقت ایک عجیب منظر ہم نے دیکھا جو اس سے قبل ہم نہ دیکھا نہ سنا۔ وہ یہ کہ والدہ محترمہ کی مبارکباد کے جواب میں حضرت شہیدؒ تھوڑے سے مسکرائے اور اپنی گردن خود بخود قبلہ کی طرف کر لی، ساتھ آپؒ کی دائیں آنکھ سے ایک آنسو بھی نکلا۔

ایک دفعہ حضرت شہیدؒ مجھے اپنے ساتھ رتو ڈیرو ایک کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیے لے گئے، راستہ میں مجھے اپنے زمانہ طالبعلمی کی باتیں بتانے لگے، فرماتے ہیں کہ مدرسوں میں پڑھنے کی میری کل مدت پانچ سال ہے، جب دورہ حدیث والے سال میں نے جامعہ دار الھدیٰ ٹھیڑی میں داخلہ لیا تو وہاں دورہ حدیث کے تمام طلبا مجھ سے زیادہ سال سابقہ کتب پڑھ کر آئے تھے جبکہ میں نے صرف چار سال پڑھا تھا، جس سے پوچھوں کہ آپ نے کتنا پڑھا ہے، کوئی دس سال بتائے تو کوئی پندرہ سال بتائے، میں یہ سن کر پریشان تھا اور سوچتا تھا کہ یہ اتنا پڑھ کر اب دورہ حدیث کرنے آئے ہیں، مجھ سے علم میں زیادہ ہیں میں حدیث شریف کی کتابیں کیسے پڑھوں گا، یہ سوچتا رہتا اور پریشان ہوتا رہتا۔ ایک رات حدیث شریف کا مطالعہ کرتے کرتے میری آنکھ لگ گئی اور خواب دیکھا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضور نبی کریم ﷺ جنوب سے شمال کی جانب جا رہے ہیں، میں فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور آپ ﷺ کے قریب جا کر آپ ﷺ کو مصافحہ

کیا اور آپ ﷺ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا ساتھ عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے علم عطا فرمائیں، تو آپ ﷺ نے میرے سر کو پچھلی جانب سے پکڑ کر میرے منہ کو اپنے منہ مبارک کے قریب کیا اور میرا منہ کھول کر اس میں اپنے منہ سے زوردار پھونک ماری۔ اس پھونک میں اتنا دباؤ تھا کہ اس دباؤ سے میری آنکھ فوراً کھل گئی۔ میں فوراً اٹھا اور اپنے اس خواب کو فارسی زبان میں تحریر کیا۔ حضرت شہیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت سے لیکر اب تک مجھے علمی میدان میں کبھی دقت محسوس نہیں ہوئی۔

اس دنیا میں ہر شخص جانے کے لیے ہی آتا ہے اور ہر ایک نے ایک نہ ایک دن ضرور جانا ہوتا ہے۔ حضرت شہیدؒ بھی اس دنیا میں چند دنوں کے لیے قرآن وسنت کی تعلیمات کے فروغ اور تحفظ ناموس صحابہؓ جیسی عظیم جدوجہد میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے، اپنے ذمے لگائے گئے کام احسن انداز میں سرانجام دینے کے بعد اس دنیا فانی سے دار البقاء میں منتقل ہو گئے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جو جدوجہد کی ، جو دینی ادارے قائم اور مزید جتنے دینی کام انہوں نے کیے ان میں سے بعض کو سنبھالنے کی ذمہ داری مجھ پر بھی ڈالی گئی اگرچہ میں ان ذمہ داریوں کو سرانجام دینے کے قابل نہ تھا مگر حضرت شہیدؒ کی دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ رہیں اور اب بھی قائد اہل سنت علامہ محمد احمد لدھیانوی، جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، حضرت سید پریل شاہ بخاری، بالخصوص میرے پیارے بھائی مولانا عبدالجبار فاروقی ناظم اعلیٰ جامعہ حیدریہ اور میری پیاری اماں جان کی سرپرستی، دعائیں اور رہنمائیاں ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہیں، ہم حضرت شہیدؒ کی تمام ذمہ داریوں کو بھرپور طریقے سے سرانجام دینے کی کوشش کریں گے اور حضرت شہیدؒ کی تمام ہدایات پر پورا پورا عمل کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ ان شاء اللہ

☆☆☆

والدہ محترمہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ

میرا عظیم بیٹا

میرے اس بیٹے علامہ علی شیر حیدریؒ سے پہلے ایک اور بیٹا تھا جس کا نام ہم نے علی شیر رکھا تھا جو تقریباً تین سال کی عمر میں فوت ہوگیا جبکہ اس سے پہلے بھی دو بچے بچپن میں فوت ہوگئے تھے علی شیر کے فوت ہونے کے ایک سال بعد علامہ علی شیر حیدری غالباً ۱۹۶۳ کو سوموار کے دن پیدا ہوئے، ایک اللہ والے نے اس کی پیدائش سے پہلے ایک پیشین گوئی کی تھی کہ اللہ تمہیں ایک نیک بخت بیٹا عطا فرمائے گا لیکن اس کے پیدا ہونے کے بعد چالیس دن تک گانے بجانے کی آواز نہ والدہ کے کان میں جائے نہ بچے کے کان میں جائے۔ حضرت کے پیدا ہونے سے پہلے ہمارے مدرسہ کے ناظم مولانا الجبار کے والد بھائی عبدالکریم نے ایک خواب دیکھا تھا جو مجھے آکر سنایا کہ ایک شمع روشن ہوتی ہوئی میری گود میں آئی ہے۔ میں اس خواب سے سمجھ گئی اور مجھے اس بزرگ کی بات بھی یاد تھی کہ مجھے اللہ تعالیٰ ایک نیک بخت بیٹا عطا فرمائیں گے۔ علی شیر حیدری کی پیدائش کے بعد میں نے اس بیٹے کو کبھی ناپاک حالت میں دودھ نہیں پلایا ایک مرتبہ بھولے سے پلا دیا تو انہیں قے آگئی اور دودھ باہر نکال دیا، عجیب اتفاق کہ یہ بچہ پیدا ہونے کے بعد چھ ماہ تک بالکل نہ رویا، حتیٰ کہ لوگوں نے کہنا شروع کردیا کہ یہ گونگا ہے چھ ماہ بعد تھوڑا تھوڑا بولنے لگا۔ ہمیشہ میرا فرماں بردار رہا، بچپن میں بھی کبھی اُف تک نہیں کہا، جب بھاگ کر مدرسہ پڑھنے گئے تو میں انکا تکیہ منہ پر رکھ کر سوتی تھی۔ جب یہ پنجاب میں گرفتار ہوئے اور جیل میں تھے تو غم فراق میں رو رو کر میں ایک آنکھ کی بینائی بھی کھو بیٹھی۔ پڑھائی سے اتنا شوق تھا کہ سوئے ہوئے بھی قلم ہاتھ میں ہوتا اور چلتا رہتا تھا۔ جب کوئی پروگرام ہوتا اور میں اس کی کامیابی پر مبارک باد دیتی تو کہتے امی میری شہادت پر مبارکباد دینا۔ شہادت والے دن مجھے بلایا امی جان! میں نے کہا جی بیٹا جب میں نے سر اٹھایا تو فوراً ایک زوردار تجلی میں نے ان کے چہرے سے نکل کر آسمان کی جانب جاتی دیکھی میں پریشان ہوگئی کہ یا اللہ خیر یہ میں نے کیا دیکھا ہے؟ پھر میں انہیں گلے لگایا اور بوسے دیے۔ علی شیر حیدری کی عادت تھی کہ جب باہر کسی سفر پر جاتے تو مجھ سے مل کر جاتے اور دعا کروا کے جاتے لیکن شہادت والے دن اتفاق سے جاتے ہوئے مجھ سے نہ مل سکے اسی طرح واپسی پر بھی پہلے مجھے آکر ملتے کئی بار ایسا ہوا کہ اگر میں سوئی ہوتی تو پاؤں کے تلوؤں پر آکر بوسہ دے دیتے تھے۔

بیوہ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ

مثالی شوہر

میں نے اپنے شوہر امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کو بطور شوہر بہت ہی قابل رشک پایا۔ آپؒ میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو آنحضرت ﷺ نے ایک مثالی شوہر کے لیے بیان فرمائی ہیں۔ حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کی دو بیویاں تھیں اور میں دوسرے نمبر پر تھی مگر آپؒ نے کبھی ہمارے ساتھ ناانصافی نہیں کی، اپنی پہلی اہلیہ محترمہ کا میرے آنے کے بعد بھی مکمل خیال رکھتے تھے اور انہیں پورا وقت دیتے تھے۔ کبھی یہ بھی محسوس نہیں ہونے دیا کہ انہیں اپنی پہلی بیوی سے زیادہ محبت ہے اور میرے ساتھ کم مگر کچھ فطری چیزیں تو ہوتی ہیں اور جہاں دو بیویاں اکٹھے رہتی ہوں، وہاں سوکن پنا تو پایا ہی جاتا ہے۔ حضرت شہیدؒ نے ہمارا بہت خیال رکھا اور ہماری ہر خواہش کو پورا کیا۔

حضرت شہیدؒ جب ایک جھوٹے مقدمہ میں پنجاب میں گرفتار ہوئے اور تین سال کی سزا سنادی گئی، یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں حضرت شہیدؒ کے نکاح میں نہیں آئی تھی۔ میں ان دنوں اپنی سہیلیوں کو بلا کر قرآن کریم کی تلاوت کرتی اور دعا کروایا کرتی کہ وہ جلد رہا ہو جائیں، تہجد کے وقت اٹھ کر حضرت شہیدؒ کے لیے دعا کرنا میرا معمول تھا۔ یہ سب اہتمام ہمارے گھر میں اس لیے کیا جاتا تھا کہ حضرت شہیدؒ کے خاندان کا اور ہمارے خاندان کا آپس میں بہت تعلق تھا۔

حضرت شہیدؒ کی پہلی شادی کو 15 سال گزر چکے تھے مگر کوئی اولاد نہ تھی، خود حضرت شہیدؒ اور ان کی والدہ محترمہ کو اولاد کی نعمت کی بڑی خواہش تھی اسی لیے وہ حضرت شہیدؒ کو مجبور کرتی رہتی تھیں کہ دوسری شادی کرو۔ کئی جگہوں پر رشتے دیکھے گئے اور خود میرے لیے بھی کئی جگہوں سے رشتے آئے مگر میرے والد صاحب کو کہیں اطمنان نہ ہوسکا۔ حضرت شہیدؒ کی والدہ اور میری ساس صاحبہ نے میرے والد صاحب سے بات کو جسے میرے والد رد نہ کر سکے اور میرا نکاح حضرت شہیدؒ کے ساتھ کرنے پر امادگی ظاہر کردی گئی۔ چنانچہ ہمارا نکاح ہوگیا اور میں حضرت شہیدؒ کی بیوی بن کر ان کے گھر آ گئی۔ عمروں کا بہت زیادہ فرق ہونے کی وجہ سے میں حضرت شہیدؒ سے خائف رہتی تھی مگر حضرت شہیدؒ نے ہمیشہ مجھے پیار کیا اور مجھے کسی قسم پریشانی نہ آنے دی۔ ہمارا گھر ایک کمرے اور ایک

برآمدے پر مشتمل تھا، مہمانوں کی آمد ورفت بہت زیادہ رہتی تھی، اس لیے میرا ہمیشہ یہ اصرار رہتا تھا کہ ہم اپنا گھر بڑا بنائیں مگر حضرت شہیدؒ میری اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے۔ میرے اصرار پر انہوں نے کچھ تبدیلی کروائی اور ہمارا گھر پہلے کی بنسبت کچھ بڑا ہوگیا۔ میرے ساتھ نکاح انہوں نے جس مقصد کے لیے تھا وہ پورا نہ ہوسکا۔ یہ ایک قدرتی انتظام تھا اللہ رب العزت نے انہیں اولاد کی نعمت سے محروم رکھنا تھا، اس لیے یہ نعمت ہمیں شدید ترین خواہش کے باوجود نہ مل سکی۔ بچوں کے ساتھ بہت زیادہ پیار کرتے تھے، میرے چھوٹے بھائیوں اور بہنوں کو بہت پیار دیتے تھے، اپنے بھتیجوں اور بھانجوں کو اپنے گھر میں لے آتے، اپنے ساتھ لٹالیتے اور ان پر بوسوں کی بھرمار کردیتے تھے۔ یہ ان کی بچوں کے ساتھ بہت زیادہ پیار کی علامت ہے۔ میں جب یہ چیزیں دیکھتی تو دل ہی دل میں کڑھتی رہتی کہ پہلی بیوی سے بھی اولاد نہ ہوئی اور مجھ سے بھی اولاد نہ ہوسکی اور اللہ تعالیٰ سے راتوں کو اٹھ کر گڑگڑا کر دعائیں کرتی رہتی مگر افسوس کہ ہم اس نعمت سے محروم ہی رہے۔ مگر مجھے اس بات پر خوشی ہے اور خود حضرت شہیدؒ بھی اپنی اس خوشی کا اظہار فرماتے رہتے تھے کہ اللہ نے مجھے حقیقی سے تو محروم رکھا مگر مجھے روحانی اولاد ایسی دی جو شاید مجھ سے حقیقی سے اولاد سے بڑھ کر پیار کرتی ہے۔

حضرت شہیدؒ بہت زیادہ سادگی پسند تھے، رہن سہن، لباس، چال چلن میں کبھی تکبر اور بڑائی نہیں دیکھی۔ اللہ رب العزت نے انہیں جتنی عزت، شہرت اور عظمت ومرتبت سے نوازا تھا وہ گھریلو زندگی میں اتنے ہی زیادہ متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ کبھی میرے ساتھ غصہ نہیں ہوئے، کبھی کبھار اگر ناراض ہوجاتے تو مجھے ان کی ناراگی کا اندازہ ان کے انداز سے ہوجاتا تھا، ہمیشہ منانے میں پہل وہ کرتے تھے۔ ہمیشہ مجھے فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک سونے سے منع فرماتے تھے۔ نوافل، تسبیحات اور ذکر واذکار کا بہت اہتمام کرتے تھے بالخصوص تہجد کا بہت اہتمام تھا۔ مطالعہ کرنے کی بہت زیادہ عادت تھی، دوران مطالعہ میں ان کے اردگرد بہت سارے گھریلو کام کاج کرتی رہتی مگر ان کی توجہ سوائے کتاب کے کسی اور طرف نہیں جاتی تھی، کتاب میں مستغرق ہوجاتے تھے۔ اپنے تمام رشتہ داروں کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور عید کے دن تمام رشتہ داروں سے بڑے اہتمام کے ساتھ ملتے تھے، غریبوں، بیماروں، ناداروں کی اعانت فرماتے تھے۔ عورتوں کی تعلیم کے خواہاں تھے اور آپؒ مدرسۃ البنات بنانے کے لیے فکرمند رہتے تھے، آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی تحصیل علم کا حق ہے اور عورت کی اصلاح معاشرے اصلاح ہے کیونکہ یہی عورت جب ماں بنتی ہے تو پہلی درسگاہ کا فریضہ بھی یہی ادا کرتی ہے۔

﴿۲﴾

نقوش وتاثرات

with

حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب مدظلہ
(سرپرست سپاہ صحابہؓ)

امت مسلمہ کا عظیم سرمایہ

حضرت امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ صرف ہماری جماعت ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا سرمایہ تھے۔ حضرت حیدری شہیدؒ نے ہر میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اپنا لوہا منوایا۔ حضرت فاروقی شہیدؒ کی صحیح جانشینی کا حق ادا کیا اور جس طرح سنی قوم کی قیادت کی یہ انہی کا خاصہ تھا۔ حضرت علم و عمل کا منبع اور سرچشمہ تھے، حضرت ایک ہی وقت میں ہر میدان کے شہسوار تھے خطاب کے مجدد تھے مفسر، محدث، مبلغ، مدرس، متکلم اور ادیب ہر ایک لحاظ سے بے مثل و بے مثال تھے۔

تصوف و سلوک کی راہوں میں بھی حضرت حیدری شہیدؒ بلندیوں کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، حضرت شہید شکل و صورت و سیرت، اخلاق ہر ایک میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے حضرت شہیدؒ لا یخافون لومۃ لائم کی عملی تصویر تھے۔ میں نے حضرت شہیدؒ کو کبھی سنت کے خلاف چلتے نہیں دیکھا عقائد اسلامیہ کی جو فکر و تڑپ آپ میں تھی اس کا حق انہوں نے کما حقہ ادا کیا اور مسلمانان عالم کے لیے مثل روشن شمع کے تھے۔ حضرتؒ کے چلے جانے کے بعد اب علم کا وہ سمندر کہاں سے لائیں جو فرق باطلہ کے خلاف ہر وقت ہر مسئلے کے لیے تیار اور مستعد ہو حضرت تواضع وانکساری کا منبع و مرکز تھے میں نے کبھی بھی حضرت شہیدؒ کو اتنے بڑے منصب پر ہونے کے باوجود کسی عالم کے سامنے گستاخانہ کلام کرنا تو درکنار بے ادبی کے انداز میں بیٹھتے بھی نہیں دیکھا۔ میں کیا کہوں حضرت کے لیے بس اتنا کہتا ہوں کہ وہ آیۃ من آیات اللہ تھے، اللہ کی طرف سے وہ امت مسلمہ کے لیے نعمت عظمیٰ تھے۔ اللہ رب العزت نے جس طرح انہیں دنیا میں سرخرو فرمایا ہے، یقیناً آخرت کی منزلوں میں بلندیوں کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کیونکہ شہادت کا بلند و بالا مقام انہوں نے پایا ہے اللہ تعالیٰ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیں بھی شہادت عظمیٰ نصیب فرمائے۔ آمین

حضرت علامہ محمد احمد لدھیانوی صاحب مدظلہ
(سربراہ اہل سنت والجماعت پاکستان)

ایک بے مثال متبحر عالم دین اور عظیم قائد

امام اہل سنت حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی جدائی امت مسلمہ اور خصوصاً اہل حق کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ اور ناقابل برداشت صدمہ ہے جو مدتوں زندہ رہے گا، جس کا مداوا، ابھی ممکن نظر نہیں آرہا۔ علامہ حیدری شہیدؒ کو اللہ رب العزت نے جو خصوصی شرف بخشا تھا وہ اس دور میں کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا، وسعت مطالعہ، حاضر جوابی، بردباری اور مخالف کے دلائل کو پاش پاش کرنا سبھی کچھ آپ کو ودیعت کیا گیا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ نہ صرف شیعیت بلکہ تمام مذاہب باطلہ، ضالہ اور مبتدعہ کے خلاف شمشیر بے نیام تھے۔ آپ کے قوت دلائل کے سامنے ٹھہرنا بڑے بڑے مناظرین کے بس کا روگ نہ تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے جب جھنگ میں انجمن سپاہ صحابہؓ کی بنیاد رکھی تو اس وقت کے حالات وواقعات حضرت جھنگویؒ کے سامنے تھے، مجھے حضرت جھنگویؒ کے دور میں جو سب سے بڑی چیز نظر آئی ہے وہ ہے مولانا جھنگویؒ کا اپنے کارکنوں کے ساتھ مستقل رابطہ۔ وہ ہر کارکن کے دکھ درد میں برابر شریک ہوتے تھے کیونکہ اس وقت جماعت کا پھیلاؤ بہت زیادہ نہیں تھا، چند ایک یونٹ تھے اور ان یونٹوں کے ساتھ رابطہ رکھنا کوئی مشکل کام نہیں تھا، حضرت جھنگویؒ نے اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالا، ہر رکاوٹ سے ٹکرا گئے اور بلاخوف وخطر میدان کارزار میں کود پڑے، مختلف مواقع پر انکی گرفتاریاں ہوئیں، جھوٹے مقدمات قائم ہوئے۔ مگر یہ سب کچھ امیر عزیمت حضرت علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے ساتھ ہو رہا تھا دیگر جماعت کے افراد وکارکنان کے ساتھ یہ سب نہیں تھا چند ایک کے علاوہ۔ اس لیے

جماعتی کارکنان کے لیے اتنی مشکلات اس وقت نہیں تھیں جتنی کہ آج ہیں۔حضرت جھنگوی شہیدؒ کے بعد علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کا دور ہے، اس دور میں جماعت نے بہت ترقی کی، ملک بھر میں ہزاروں یونٹس قائم ہوئے، بیرون ممالک میں جماعت کا باقاعدہ نیٹ ورک قائم ہوا۔ یہ جماعت کے عروج کا دور تھا ۔حضرت فاروقی شہیدؒ سر پرست اعلیٰ تھے، خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ ہماری جماعت کی سپریم کونسل کے چیئر مین تھے، اس دور میں قومی وصوبائی اسمبلی کی نشتیں بھی ہمارے پاس تھیں۔فارقی صاحبؒ، قاسمی صاحبؒ جیسی شخصیات سر پرستی کے لیے موجود تھیں اس لیے ہم سب جو چاہتے تھے کرتے ،ہمیں یقین ہوتا تھا کہ ہمارے بڑے بیٹھے ہوئے ہیں کوئی گڑ بڑ ہوگئی تو سنبھال لیں گے۔اس دور کی بنسبت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کا دور مختلف ہے۔امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ بیک وقت ملک کی سب سے بڑی مذہبی جماعت کے سر پرست اعلیٰ، اعلیٰ پائے کے خطیب، جامعہ حیدریہ کے مہتمم ہونے کے ساتھ ساتھ مضبوط ترین مدرس بھی تھے اور یہ تمام ذمہ داریاں نبھاتے بھی تھے۔ جماعتی معاملات میں کبھی ہم نے آپؒ کی طرف سے سست روی کا مظاہرہ نہیں دیکھا۔ جماعتی اجلاسوں میں آپؒ کی بھر پور شرکت ہوتی تھی اور مسلسل جاگ کر جماعت کے تمام اجلاسوں کی کاروائی خود اپنی سر پرستی میں کرواتے تھے، جماعت کے زیر اہتمام ہونے والی کانفرنسوں میں شرکت، دور دراز کے علاقوں میں تربیتی نشستوں میں شریک ہوکر اپنے کارکنوں کی تربیت کرنا، جماعت کے دیگر الجھے ہوئے معاملات کے سلجھاؤ کے لیے سفر کرنا اور وقت نکال کر جماعتی احباب کے معاملات پر غور کرنا یہ سب آپؒ کی زندگی کا حصہ تھا اور اسے ذمہ داری سمجھ کر نبھاتے تھے۔ملک بھر میں ہونے والی اکثر وبیشتر کانفرنسوں، اجلاسوں، دینی مدارس کے سالانہ جلسوں، ختم بخاری شریف کی تقریبات اور علماء، وطلباء کی دستار بندیوں کے پروگراموں میں آپؒ کو بکثرت بلایا جاتا تھا اور آپؒ وہاں پہنچتے تھے اور لوگوں کو اپنے علمی خطابات سے نوازتے تھے۔آپؒ کی زندگی کے چند ایک ایسے جلسے ہونگے جہاں آپؒ نے ٹائم دیا ہو مگر وہاں تشریف نہ لے جاسکے ہوں ورنہ ہر صورت پہنچنے کی کوشش فرمایا کرتے تھے۔

جامعہ حیدریہ جسکی بنیاد ہی فرق باطلہ کے خلاف کام کرنے والے افراد کی تیاری کے لیے رکھی گئی تھی۔آپؒ اس ادارے کے مہتمم تھے۔اگر چہ آپؒ نے اس ادارے کی نظامت ایک ایسے نوجوان (عزیزم مولانا عبد الجبار فاروقی) کو سونپی ہوئی تھی جس نے کبھی بھی حضرت کی جامعہ میں غیر موجودگی کو محسوس نہیں ہونے دیا

اور جامعہ کے تمام معاملات کو بحسن وخوبی نبھاتے رہے ہیں، اب بھی ماشاء اللہ نبھار ہے ہیں، مگر پھر بھی بحیثیت مہتمم آپؒ کی وہاں ضرورت ہوا کرتی تھی اور آپؒ جامعہ کے لیے بھی کچھ نہ کچھ ٹائم ضرور نکالا کرتے تھے۔ آپؒ ایک منجھے ہوئے اور ماہر مدرس بھی تھے۔ جامعہ حیدریہ کے شعبہ کتب میں بہت سارے طلباء اس لیے وہاں داخلہ لیتے کہ ہمیں حضرت شہیدؒ کے سامنے بیٹھ کر پڑھنے کا موقع ملے گا۔ آپؒ اپنے تدریسی ذوق کی تسکین کے لیے بھی ٹائم نکالتے۔ دورہ حدیث شریف اور تخصص کے طلباء کو بیٹھ کر سبق پڑھاتے۔ اس کے علاوہ ملک بھر کے بڑے بڑے دینی اداروں، علماء کرام، مشائخ عظام اور خانقاہوں کے بزرگان دین کے پاس باقاعدہ جانا، ان سے روابط رکھنا، انہیں اپنے جامعہ میں بلانا بھی آپؒ کی مصروفیات کا حصہ تھا۔ لیکن ان تمام مصروفیات کے باوجود حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے جماعت کو بھی سنبھالا اور باقاعدہ اسے کنٹرول کیا۔ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی شہادت کے بعد ایک موقع ایسا آیا تھا کہ اس وقت یہ خطرہ تھا کہ کہیں جماعت تقسیم نہ ہو جائے۔ علامہ حیدری شہیدؒ کی قائدانہ صلاحیتوں، آپؒ کے تدبر اور آپؒ کی مضبوط گرفت نے جماعت کو تقسیم ہونے اور کسی قسم کی سازش کا شکار ہونے سے بچایا اور جماعت کو دھڑے بندی سے محفوظ رکھا۔

حضرت شہیدؒ کا میرے ساتھ تعلق جماعت سے ہٹ کر برادرانہ بھی تھا اور یہ اس وقت سے تھا جب میں صوبہ پنجاب کا صدر تھا۔ بلاتکلف مجھے ہر بات فرمادیا کرتے تھے اور میرے بہت سارے معاملات میں مشاورت بھی فرمالیا کرتے تھے۔ میرا بھی آپؒ پر بہت اعتماد تھا، میرے ناتواں کندھوں پر جماعتی ذمہ داریاں اور مولانا محمد اعظم طارق کی جانشینی حضرت حیدری شہیدؒ کے دور میں آئی، اگر آپؒ کی سرپرستی، میرے لیے مسلسل دعائیں اور آپؒ کی مشاورت میرے ساتھ نہ ہوتی شاید کہیں میرے قدم ڈگمگا جاتے۔ میں نے کبھی کوئی جماعتی قدم آپؒ کے مشورہ کے بغیر نہیں اٹھایا۔ آپؒ جہاں کہیں ہوتے میرا آپؒ سے مسلسل رابطہ رہتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا دور بنسبت دوسرے قائدین کے اس حوالے سے ایک مثالی دور ہے کہ ہمارا ایک دوسرے پر بہت زیادہ اور بھرپور اعتماد تھا۔ میرے لیے آپؒ نے متعدد اجتماعات میں دعائیہ جملے ارشاد فرمائے اور میرے متعلق کچھ پیشین گوئیاں بھی ارشاد فرمائیں۔ میں ایک کمزور انسان ہوں مگر میں یہ دعا کیا کرتا ہوں کہ یا اللہ! میں تو شائد کسی قابل نہیں ہوں مگر حضرت حیدری شہیدؒ تیرے مقبول بارگاہ انسان تھے، انہوں نے میرے لیے جو کچھ فرمایا ہے، اسے اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما اور مجھے وہ تمام کام

کرنے کی توفیق مرحمت فرما جن کے کرنے کا حضرت حیدری شہیدؒ نے فرمایا ہے۔ قائد محترم حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ مجھ سے عمر میں گیارہ سال چھوٹے تھے مگر میں نے انکی قیادت، انکی وجاہت اور انکے علمی مقام کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیشہ انہیں اپنے والد کا درجہ دیا۔

حضرت شہیدؒ جماعت کے سب سے بڑے منصب پر فائز تھے مگر کبھی آپؒ نے اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھا، تواضع اور انکساری سے ہمیشہ کام لیتے، کئی موقعوں پر وضاحتاً فرمایا کہ ''اللہ کی مرضی ہے، ہم جیسے کمزوروں کے کندھوں پر بڑا وزن رکھ دیا گیا'' جب کبھی کسی نے آپؒ کو بڑا بنا کر پیش کیا گیا تو آپؒ اسے محسوس فرماتے تھے، کئی جگہوں پر آپؒ کے استقبالیہ نعرے لگتے تو انہیں بڑے غصے میں ڈانٹتے اور منع فرما دیتے۔ بسا اوقات جلسوں میں آپؒ کے نام کا نعرہ لگتا تو بڑی سختی سے روک دیتے اور فرماتے کہ اللہ کے گھر میں غیر اللہ کا نام کیوں لیتے ہوں؟ میں متعدد مرتبہ آپؒ کو اپنی تعریف سن کر روتے بھی دیکھا۔ جماعت کے سب سے بڑے منصب پر فائز ہونے کے باوجود آپؒ کے لباس میں کوئی تصنع نہیں ہوتا تھا، ظاہری طور پر خوبصورت چہرہ، بہترین جسم، نمایاں قد کاٹھ کے مالک تھے اور اپنی عادت کے مطابق سادگی اختیار کرنے کے باوجود بھی بہت خوبصورت لگتے تھے۔

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کو میں نے مختلف مواقع پر گورنر، وزرائے اعلیٰ، وزیر اعظم اور چیف جسٹس آف پاکستان کی طرف سے بلائے گئے اجلاسوں میں جاتے دیکھا، آپؒ کے چہرے پر ہمیشہ بھرپور اعتماد ہوتا تھا، حکمرانوں کے عزت ووقار کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ ناقابل گرفت اور مضبوط دلائل دیکر اپنا مؤقف منوایا کرتے تھے، حکومتی ذمہ داروں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنی بات طاقت کے بل بوتے پر منوانے کی کوشش کرتے ہیں مگر حضرت حیدری شہیدؒ کبھی حکمرانوں سے مرعوب نہ ہوئے اور نہ کبھی فریق مخالف کے دباؤ کو قبول کرتے۔

1998 میں لاہور میں ہونے والے دہشت گردی کے ایک واقعہ پر چیف جسٹس آف پاکستان سید سجاد علی شاہ نے از خود نوٹس لیا اور ملک میں جاری سنی وشیعہ شورش کے خاتمہ کرنے کا اعلان کیا۔ ہمارے محترم دوست اور سابق صوبائی وزیر جناب شیخ حاکم علی کو سپریم کورٹ کی طرف سے خط ملا کہ آپ فلاں تاریخ کو پیش ہو کر اپنا مؤقف پیش کریں۔ ہماری آپس میں مشاورت کے بعد یہ طے پایا کہ ہمارا وفد امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کی سربراہی میں پیش ہوگا اور اپنا مؤقف پیش کرے گا۔ وفد میرے اور حضرت

شہیدؒ کے علاوہ شیخ حاکم علی اور مولانا شعیب ندیم شہیدؒ بھی تھے۔ہم مقررہ تاریخ کو عدالت میں پیش ہوئے۔ چیف جسٹس نے ہمیں بڑی عزت دی اور کہا کہ میں اس تنازعہ کے خاتمہ کے لیے سنجیدہ ہوں، مجھے آپ لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہے، اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو بلا کر اس فساد کی اصل وجہ جاننے کی کوشش کروں۔حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے چیف جسٹس آف پاکستان کے سامنے ساڑھے چار گھنٹے گفتگو کی، شیعہ کتب سے اہل تشیع اثنا عشری کے کفریہ عقائد دکھائے اور صحابہ کرامؓ کی توہین پر مشتمل کتابیں دکھائی، شیعہ ذاکروں کے آدیو، ویڈیو کیسٹس پیش کر کے سنی موقف کا بھرپور اظہار کیا۔چیف جسٹس نے مکمل گفتگو بڑے آرام کے ساتھ بیٹھ کر سنی اور کفریہ حوالہ جات سن کر اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے رہے۔دوران گفتگو شدت جذبات میں ایک دفعہ چیف جسٹس اپنی سیٹ سے کھڑے ہوگئے اور اس کفر پر بڑی حیرت کا اظہار کرنے لگے۔چیف جسٹس نے مزید کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ یہ بچوں کا کھیل ہے، بلا کر ڈانٹ ڈپٹ کروں گا تو یہ معاملہ تھم جائے گا مگر یہ تو مسئلہ ہی کچھ اور ہے، اب اس پر میں باقاعدہ سماعت کر کے فریقین کا مؤقف سن کر اس عنوان پر ہونے والے فسادات کو ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔یہ حضرت شہیدؒ کا اعزاز ہے کہ امیر عزیمت علامہ جھنگوی شہیدؒ کے مشن وکاز کو پاکستان کی سب سے بڑی عدالت اور سب سے بڑے منصف اعلیٰ کے سامنے پیش کیا۔یہ اعزاز کسی اور کو حاصل نہ ہو سکا اور اس پر وہ بجا طور پر فخر کرنے کے حق دار تھے۔ہمیں افسوس ہے کہ پاکستان کا عدالتی نظام درست نہیں، اس پر مختلف شخصیات اثر انداز ہو جاتی ہیں اور فیصلوں کو تبدیل کرنا، کیے گئے فیصلوں کو روک لینا اور مختلف حیلوں بہانوں سے کیسز کو لٹکائے رکھنا یہاں کا معمول بن چکا ہے۔اگر عدلیہ کو مکمل طور پر آزاد کر دیا جائے اور تمام خرابیوں سے پاک کر دیا جائے تو یہی عدلیہ ملک میں ہونے والی دہشت گردی کے اسباب کا ادراک کر کے اس کا خاتمہ کر سکتی ہے اور ملک کو ایک پائیدار امن مہیا کر سکتی ہے۔چیف جسٹس کے مذکورہ ازخود نوٹس کا بھی یہی حال ہوا، ایران نے محض آنکھیں دکھائی اور ہماری پینٹیں گیلی ہوگئیں، ہم نے فی الفور اپنے چیف جسٹس کو اس عنوان پر ازخود نوٹس لینے کی یہ سزا دی کہ اسے جبراً ریٹائر کر دیا۔اگرچہ اس کی ریٹائرمنٹ میں اور وجوہات بھی تھیں مگر میرے نزدیک اہم وجہ یہی تھی۔

ہماری ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ سنی وشیعہ اختلافات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک میں جو دہشت گردی ہو رہی ہے، اس کا خاتمہ کیا جا سکے اور ملک کو ان فسادات کی لپیٹ میں جانے سے بچایا جائے کیونکہ ہم بڑی

دیانتداری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ ان فسادات کی وجہ سے ہمارے بعض پڑوسی ممالک کو اور دیگر پاکستان دشمن طاقتوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے۔ ایران ہمیشہ مذہب کی بنیاد پر ہمارے ملک میں مداخلت کرتا ہے اور اسکی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ پاکستان اندرونی خلفشار کا شکار رہے تا کہ وہ اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کر سکے۔ ہماری جماعت کا قیام انہی سازشوں اور ایران کے بل بوتے پر وطن عزیز میں برپا کی جانے والی جارحیت کے ردعمل کے طور پر ہوا تھا، ہم چاہتے ہیں کہ وہ ایکشن اور عمل ختم ہو جائے اور ہماری طرف سے پیش آنے والا ردعمل اور ری ایکشن ختم ہو جائے۔ اس کے لیے ہم نے ہمیشہ کوشش کی ہے، اس وقت میرا یہ موضوع نہیں ورنہ میں تفصیل کے ساتھ بتاتا کہ ہم نے قیام امن کے لیے کتنی کوشش کی ہے اور اہل تشیع نے بدامنی پھیلانے کے لیے کتنی سازشیں کی ہیں۔ یہ تمام تفصیلات ان شاء اللہ بہت جلد میری ایک کتاب میں پڑھنے کو ملیں گی۔

متحدہ علماء بورڈ کو بھی حکومت نے ہماری انہی کوششوں کے نتیجے میں قائم کیا جس میں ہم نے بھرپور کردار ادا کر کے ان فسادات کی اصل وجوہات سے حکمرانوں، بیوروکریسی اور انتظامیہ کو آگاہ کرنے کوشش کی۔ متحدہ علماء بورڈ میں حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اور راقم نے ملکر فساد کی اصل وجہ ایران سے لایا جانے والا اور ایران کے ایماء پر پاکستان میں تحریر کیا جانے والا غلیظ لٹریچر زیر بحث لا کر اسے بند کروانے کی کوشش کی اور اس میں ہم بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔ حضرت حیدری شہیدؒ کا اول روز سے یہ مطالبہ تھا کہ اس بورڈ میں ہمارے ساتھ شیعہ لیڈر علامہ ساجد نقوی کو بٹھایا جائے تا کہ ہم اس سے پوچھ سکیں کہ اسے ہم سے تکلیف کیا ہے، بلکہ حضرت شہیدؒ فرماتے تھے کہ ہم ساجد نقوی کے علاوہ کسی اور کے ساتھ نہیں بیٹھیں گے مگر جب باقاعدہ اجلاس ہوا تو ساجد نقوی کی جگہ افتخار نقوی سامنے آیا، حضرت نے پھر مطالبہ کیا تو وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف نے یقین دہانی کروائی کہ اسے ہم آئندہ اجلاس میں لانے کی بھرپور کوشش کریں گے مگر وہ میاں محمد نواز شریف کے سابقہ دور میں آخری وقت تک ہمارے سامنے نہ آسکے۔ متحدہ علماء بورڈ کے پہلے اجلاس میں جب رہنما اصول ترتیب دیے جا رہے تھے تو اس میں ایک بات یہ آئی کہ فریقین جو ایک دوسرے کے خلاف گفتگو کریں گے یا کتابیں پیش کریں گے وہ سپاہ صحابہؓ اور تحریک جعفریہ کے بعد شائع ہونے والی کتابیں ہونگی، ان جماعتوں سے پہلے بننے والی کتب کو زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔ حضرت حیدری شہیدؒ نے اس بات سے اختلاف کیا اور فرمایا کہ ان جماعتوں کے وجود میں آنے سے پہلے سنی اور شیعہ موجود

تھے، یہ اختلاف بھی پایا جاتا تھا بلکہ بعض جگہوں پر اس اختلاف کی وجہ سے فسادات بھی ہو چکے تھے پھر یہ قید کیوں کہ بعد والی کتب کو زیر بحث لایا جائے پہلی والوں کو نہیں؟ حضرت شہیدؒ کا کہنا تھا کہ یہ حد بندی نہ کی جائے کہ فلاں سال کے بعد کی کتابیں پیش کی جائیں، جب بھی کسی نے کسی کو غلط لکھا ہے یا کوئی توہین آمیز کتاب تحریر کی ہے اسے زیر بحث لانے کا موقع دیا جائے۔

اہل تشیع سمجھتے تھے کہ اگر ساری کتب پر بحث کی اجازت مل گئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارا مذہب زیر بحث آرہا ہے، ہمارے وہ ذمہ دار جو صدیوں پہلے بکواسات لکھ جا چکے ہیں انکی کتب بھی زیر بحث آئیں گی اور وہی کتب ہمارے مذہب کا اثاثہ ہیں۔اس سے ہمارا مذہب اور ہمارے مذہبی عمائدین باعث نفرت بن جائیں گے۔اس لیے اہل تشیع کا اصرار تھا کہ ان جماعتوں کے بعد لکھی جانے والی کتب کو زیر بحث لایا جائے۔اول تو حضرت اس بات کو ماننے پر آمادہ نہ تھے پھر اس شرط پر امادہ ہوئے کہ پہلے ان جماعتوں کے چھپنے والی کتب کو زیر بحث لایا جائے، پھر پہلے والی کتب کو زیر بحث لایا جائے گا۔چنانچہ متحدہ علماء بورڈ کے اجلاس شروع ہوئے، رہنما اصول طے پائے اور باقاعدہ اجلاس کا آغاز کر دیا گیا۔صاحبزادہ فضل کریم جو کہ اس بورڈ کے چیئر مین تھے نے حضرت شہیدؒ کو مخاطب کر کے کہا کہ حضرت! پہلے آپ بات کریں گے یا اہل تشیع کا نمائندہ کرے؟ حضرتؒ نے فرمایا پہلے شیعہ بات کریں، پھر ہم جواب دیں گے۔غالباً حضرت شہیدؒ نے یہ جواب اس واقعہ کو مدنظر رکھتے ہوئے دیا تھا کہ جب فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰؑ جادوگرو ں کا مقابلہ کرنے کے لیے پیش ہوئے تھے تو وہاں بھی حضرت موسیٰؑ نے جادوگروں کو پہلے بات کرنے کا موقع دیا تا کہ آپؑ انکا جواب دیں سکیں۔کیونکہ اگر پہلے پیغمبر علیہ السلام بات کر لیتے اور وہ بعد میں جواب دیتے تو یہ شان نبوت کے خلاف تھا،اس لیے یہاں ورث پیمبر علیہ السلام علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے بھی ذریت فرعون اہل تشیع کو پہلے بات کرنے کا موقع دیا۔ہماری ہمیشہ یہ عادت تھی کہ ہم اجلاس سے ایک رات قبل جامعۃ المنظور الاسلامیہ میں اکٹھے ہوتے اور رات کو دیر تک بیٹھ کر اگلے روز کے اجلاس کی تیاری کرتے، کتابوں سے حوالہ جات کو ڈھونڈتے اور انہیں نشان زد کرتے۔اتنی تیاری کرنے کے بعد ہم اگلے روز اجلاس مین شریک ہوتے۔وہاں اکثر و بیشتر شیعہ پس وپیش سے کام لیتے تو حضرت شہیدؒ انہیں بہت ڈانٹتے اور فرماتے کہ سوئے ہوئے اٹھ کر منہ اٹھا کہ اجلاس میں آجاتے ہو؟ تمہیں پتہ نہیں ہوتا کہ ہم نے جواب دینا ہے؟ اور چیئر مین بورڈ کو مخاطب کر کے فرماتے کہ انہیں کہیں یہ تیاری کر کے آیا کریں، ہمارے

پاس اتنا وقت نہیں کہ ہم انکی آئیں بائیں شائیں سننے کے لیے یہاں آیا کریں۔ ہم نے غلام حسین نجفی ملعون کی غلیظ کتابیں ایک کر کے پیش کیں اور حکومت ہمارے مؤقف کو درست سمجھتے ہوئے ان پر پابندی لگاتی گئی۔ ایک اجلاس میں افتخار نقوی نے کھڑے چیئر مین بورڈ سے استدعا کی کہ علامہ علی شیر حیدری سے کہا جائے کہ وہ ایک ہی مرتبہ غلام حسین نجفی کی تمام کتب پیش کردیں، میں انکی تائید کردوں گا اور ایک ہی اسکی تمام کتابوں پر پابندی لگادی جائے۔ افتخار نقوی نے برملا طور پر اپنے اس ملعون مصنف کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ غلام حسین نجفی کی کتابیں اس قابل نہیں ہیں کہ انکا مطالعہ کیا جائے اور میں خود اسکی کتابوں کو نہیں پڑھتا، میں علامہ علی شیر حیدری کی اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ غلام حسین نجفی کی تمام کتابوں کو آگ لگا کر راکھ کردیا جائے یا انہیں دریا برد کردیا جائے۔

متحدہ علماء بورڈ میں حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی محنت اور راقم کی کوشش سے غلام حسین نجفی کی تمام کتب سمیت 110 کتابوں پر پابندی لگی۔ یہ لٹریچر ملک میں اشتعال پھیلانے اور فسادات کو فروغ دینے کا بہت بڑا ذریعہ تھا جسے ہم ختم کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔ متحدہ علماء بورڈ کے اجلاس میں غلام حسین نجفی کی گرفتاری کا فیصلہ ہوا، اور چند دنوں بعد ہی اسے گرفتار کرلیا گیا۔ تحریک جعفریہ کے سربراہ علامہ ساجد نقوی کی قیادت میں ایک وفد وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف سے ملا اور غلام حسین نجفی کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ غلام حسین نجفی کی بیوی میاں محمد شہباز شریف کے قدموں میں گرگئی اور رو پیٹ کر اسکی رہائی کا مطالبہ کرنے لگی۔ میاں شہباز شریف نے کہا کہ میں نے غلام حسین نجفی کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، ان کتابوں کے غلیظ حوالہ جات میں نے علماء بورڈ کے اجلاسوں میں سنے ہیں، یہ وہ شخص ہے جسکی وجہ ملک میں سنی وشیعہ تنازعہ پیدا ہوا، نفرتوں نے جنم لیا، قتل وقتال ہوا۔ غلام حسین نجفی کتب اتنی بدبودار ہیں کہ گندگی کے ڈھیر سے بھی اتنی بدبو نہیں آتی جتنی اسکی تحریروں سے آتی ہے، اسکی تحریریں اتنی خطرناک ہیں کہ کلاشنکوف کی گولی اتنا خطرناک نہیں۔ اس وفد سے مخاطب ہو کر میاں شہباز شریف کہنے لگے کہ جب تک میں اقتدار میں یہ شخص باہر نہیں آسکتا۔ مگر افسوس کہ یہاں بھی وہی طاقت دخیل ہوئی جو ہمیشہ سے اہل تشیع کی پشت پناہی کرتی چلی آرہی ہے۔ چنانچہ ایران کے دباؤ پر اس ملعون کو رہا کردیا گیا۔

متحدہ علماء بورڈ کے ایک اجلاس میں شیعہ نمائندے تقی نقی نے بخاری شریف کی ایک عبارت پڑھ کر امام المحدثین حضرت امام بخاریؒ کا نام بے ادبی اور توہین آمیز انداز میں لیا۔ حضرت شہیدؒ نے اس گستاخی پر فوراً

گرفت کی اور جذباتی انداز میں اسے یوں کہا کتے! بک بک کرتے ہو؟ امام بخاریؒ کے وارث یہاں موجود ہیں۔ دوبارہ گستاخی پر نے پر حضرت شہیدؒ نے اپنا جوتا اتارا اور فرمایا کہ تیرے منہ پر ماروں گا۔ حضرت حیدری شہیدؒ بڑے جرأت مند آدمی تھے، اتنی جرأت کے ساتھ حکمرانوں کے سامنے بیٹھ کر یوں اپنے اکابر کا دفاع کرنا یہ انہی کا خاصہ تھا۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

متحدہ علماء بورڈ کے ایک اجلاس میں شیعہ لیڈر افتخار نقوی نے امیر عزیمت علامہ حق نواز شہیدؒ کی اوکاڑہ کی ایک مشہور تقریر پیش کر کے کہا کہ مولانا حق نواز جھنگویؒ نے اس تقریر میں خمینی کو تین تین مرتبہ کافر، مرتد اور دجال کہہ کر توہین کی ہے لہذا اس تقریر پر پابندی لگائی اور آئندہ خمینی کو کافر کہنے والوں کو سزا دی جائے۔ بریلوی مکتبہ فکر کے محقق اور مناظر عالم دین مولانا علامہ عبدالتواب صدیقی افتخار نقوی کے ان الفاظ پر گرفت کی اور کہا کہ جناب چیئر مین! افتخار نقوی نے مولانا جھنگویؒ کی تقریر کو سیاق وسباق سے ہٹ کر پیش کیا ہے اور محض اپنے خلاف بولے گئے الفاظ پیش کیے ہیں۔ اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں مولانا حق نواز شہیدؒ کے سارے الفاظ نقل کرتا ہوں، علامہ صدیقی نے پھر مولانا حق نواز شہیدؒ کی تقریر کے وہ الفاظ بیان کیے کہ مولانا جھنگوی شہیدؒ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظمؓ کے فضائل بیان کرر ہے ہیں دوران تقریر انہوں نے خمینی کی ایک کتاب کشف الاسرار کا حوالہ پیش کیا اور کہا کہ جس خمینی نے حضرت عمرؓ کو یہ لکھا ہے وہ کافر کافر کافر، مرتد مرتد مرتد، دجال دجال دجال کہتا ہوں۔ مولانا عبدالتواب صدیقی نے کہا کہ مولانا حق نواز نے اپنے اسٹیج پر اپنوں کی موجودگی میں تین تین مرتبہ یہ الفاظ کیے تھے اور میں تمہارے سامنے اس ہاؤس میں بیٹھ کر اپنے عقیدے کا اظہار کرتا ہوں کہ جو نظریات خمینی نے حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھے ہیں انکوں پڑھنے کے بعد میں ایسے آدمی کو سو مرتبہ کافر کافر، مرتد مرتد، دجال دجال کہتا ہوں۔ علامہ صدیقی کے یہ الفاظ سن کر افتخار نقوی نے کہا کہ خمینی نے یہ الفاظ نہیں کہے۔ علامہ صدیقی نے فوراً جواب دیا کہ اگر خمینی نے نہیں کہے تو پھر مولانا جھنگویؒ نے بھی نہیں کہے۔ افتخار نقوی نے کہا کہ اچھا اگر خمینی نے یہ لکھا ہے تو پھر کتاب دکھاؤ، اب یہاں تک بحث کرنے کے بعد علامہ عبدالتواب صدیقی نے حضرت حیدری شہیدؒ کی طرف منہ کیا اور بولے علامہ حیدری صاحب اب آگے آپ کی باری ہے۔ حضرت حیدری شہیدؒ نے کشف الاسرار سے عبارت پڑھ کر سنادی جس پر افتخار نقوی نے کہا کہ جس سے حوالہ پیش کیا گیا ہے یہ کتاب

اردو میں جبکہ اصل کتاب فارسی میں لکھی ہوئی ہے۔ حضرت حیدری شہیدؒ نے فرمایا لاؤ تم کشف الاسرار کا اصل نسخہ پیش کرو۔ افتخار نقوی کہنے لگا کہ آئندہ اجلاس میں لیکر آؤں گا۔ اگلے اجلاس کے آغاز میں حضرت حیدری شہیدؒ نے کتاب کا اصل نسخہ مانگ لیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ ملک کے تمام کتب خانے اور لائبریریاں چیک کی ہیں مجھے وہ نسخہ نہیں ملا، اب میں نے قم میں رابطہ کیا ہوا ہے مجھے وقت دیا جائے میں آئندہ اجلاس میں پیش کرونگا۔ حضرت حیدریؒ نے فوراً کشف الاسرار کا اصل نسخہ نکالا، ہاؤس کے سامنے پیش کر کے جب اس قابل اعتراض تحریر کو پڑھا اور پھر اردو زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ پورا ہاؤس کانوں لگانے لگا اور توبہ توبہ استغفر اللہ استغفر اللہ کہنے لگا۔ حکومت پنجاب کے ایک ذمہ دار نے اسی روز میرے ساتھ ملاقات میں اس گفتگو پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ آج کی گفتگو کے بعد خمینی پکا کافر ہے۔

متحدہ علماء بورڈ کے ابتدائی ایک اجلاس میں میاں محمد شہباز شریف نے حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ سے کہا کہ آپ افتخار نقوی سے مصافحہ کریں تاکہ دوریاں ختم ہوں۔ حضرت نے اسے مصافحہ کرنے سے انکار دیا اور فرمایا کہ ملک کی سلامتی اور آپ کے کہنے پر میں ان کے ساتھ بیٹھا ہوں ورنہ انکے ساتھ بیٹھنا میں درست نہیں سمجھتا کیونکہ یہ بدترین کافر ہیں۔ میاں شہباز اپنی ہتک اور بات نہ ماننے کا غصہ تھا اور یہ غصہ اس نے حضرت شہیدؒ کو ایک جھوٹے مقدمے پھنسا کر نکال لیا۔ حضرت شہیدؒ کو خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کے گھر سے دھوکہ دہی کے ساتھ گرفتار کر کے چوہنگ سینٹر جیل بھیج دیا گیا، پھر وہاں سے گوجرانوالہ جیل اور پھر میانوالی جیل شفٹ کر دیا گیا۔ اس اسیری کے دوران حضرت شہیدؒ نے قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔ جیل میں مجھے متعدد مرتبہ ملنے کا موقع ملا ہمیشہ حضرت کو مطمئن پایا کبھی انکی پیشانی پر پریشانی کے آثار دکھائی نہ دیے، بڑی جرأت کے ساتھ آپؒ نے مشکل ترین وقت گزارا۔ اس دوران حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ اور راقم حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اور مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی رہائی کے لیے مسلسل کوشاں رہے۔ بالآخر سابق وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف، میاں شہباز شریف انکے والد میاں محمد شریف کے ساتھ رائیونڈ محل میں ہونے والے مذاکرات کے نتیجہ میں حضرت علامہ علی شیر حیدری رہا ہو گئے۔ مذاکرات میں وزیر اعظم کی سربراہی میں ایک علماء کمیٹی مقرر کی گئی جس نے گستاخ صحابہؓ کے لیے سزا کا تعین کرنا تھا، اس میں ہماری جماعت کی طرف سے حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، حضرت علامہ علی شیر حیدری ممبر منتخب ہوئے تاہم دوسری طرف متحدہ علماء بورڈ نے بھی اسی عنوان پر محنت شروع کر دی اس بورڈ

میں حضرت علامہ علی شیر حیدری اور راقم موجود تھے، ہم نے اپنے مشن اور کاز کی بھرپور جنگ لڑی اور بالآخر ہمیں اپنی اس محنت کے نتیجہ یہ دن دیکھنے کو نصیب ہوا جس روز متحدہ علماء بورڈ کے ممبران نے متفقہ طور پر گستاخ صحابہؓ کے لیے سزا کا متفقہ ضابطہ طے کرلیا۔ اس ضابطہ میں یہ بات درج تھی کہ

''حضور اکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفائے راشدین اور امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ادب واحترام اور تعظیم وتکریم پوری امت مسلمہ کے لیے واجب ہے اور ہر ایسا قول وفعل جس سے ان کی بالواسطہ یا بلاواسطہ تنقیص واہانت کا پہلو نکلتا ہو حرام ہے۔ جب اہل بیت کرام وائمہ اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین اساس ایمان اور حضور ﷺ کی محبت کا جزو لاینفک ہے۔ ان ذوات مقدسہ کا ادب واحترام واجب ہے۔ اہل بیت نبوی ﷺ سے بغض وعناد رکھنے والا ایمان سے محروم اور خارج از اسلام ہے۔ ہر ایسا قول وفعل جس سے انکی بالواسطہ یا بلاواسطہ تنقیص واہانت کا پہلو نکلتا ہے صریحاً ضلالت وگمراہی ہے۔ جوکوئی شخص ان قابل احترام ذوات مقدسہ کی تحریراً یا تقریراً یا کسی بھی انداز میں توہین کا ارتکاب کرے گا مسلمان فرد یا اسلامی مسلک کے خلاف مطلقاً کفر کا فتویٰ یا نعرہ لگائے گا وہ چودہ سال قید یا جرمانہ یا دونوں طرح کی سزا کو مستوجب ہوگا۔ متحدہ علماء بورڈ حکومت پاکستان سے سفارش کرتا ہے کہ مذکورہ عبارت کو بنیاد بنا کر قانون سازی کر کے عملی نفاذ کا اعلان کرے''

اس مسودہ کو متحدہ علماء بورڈ نے باقاعدہ منظور کرلیا اور تمام اراکین نے اس پر اپنے دستخط کر دیے۔ ہماری طرف سے حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اور راقم کو دستخط کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ میرے اور حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید کے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں تھا کہ ہم نے تحفظ ناموس صحابہ کی اس جنگ میں فتح سے ہمکنار ہوئے اور دشمن سے یہ بات منوانے میں کامیاب ہوئے کہ گستاخ صحابہ کو کڑی سزا ملنی چاہیے۔

بدقسمتی سے ہمارے ہاں فیصلوں پر عملدرآمد کرنے کی کوئی روایت موجود نہیں ہے بلکہ یہاں فیصلوں کا مذاق اڑانے کی روایت پائی جاتی ہے۔ انتہائی اہم معاملات پر کمیٹیاں قائم کی جاتی ہیں مگر وہ صرف کھانے پینے اور گپ شپ کی محفلوں تک رہتی ہیں اگر کوئی کمیٹی اہم فیصلہ کرلے تو اسے منظر عام پر لانے یا قانونی حیثیت دینے سے گریز کیا جاتا ہے۔ متحدہ علماء بورڈ کے اس فیصلے کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ اگر اس فیصلہ کو قانون کا حصہ بنا دیا جاتا اور گستاخی صحابہ پر سزائیں دینے کا عمل شروع ہوجاتا تو آج پاکستان مذہبی دہشت گردی کے حوالے سے انتہائی پرامن ملک ہوتا۔ یہاں کسی کو بانیان اسلام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کے متعلق کوئی نازیبا بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی اور سنی وشیعہ فسادات دم توڑ چکے ہوتے مگر افسوس کہ ایسا کچھ نہ ہوسکا۔ خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ نے ہماری اس کوشش پر ہمیں بہت مبارکباد دی اور بڑی دیر تک مجھے سینے سے لگائے دعائیں دیتے رہے۔ میری پیشانی پر بوسہ دیا، میرا ہاتھ چوما اور فرمایا کہ مولوی احمد! تم لوگوں نے میدان جیت لیا ہے، قیامت کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تمہارے ہاتھ چومیں گے کیونکہ ان ہاتھوں نے گستاخ صحابہ کی سزا پر دستخط کیے ہیں۔

مجھے سعودیہ عرب کے دوستوں نے بتایا کہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی شہادت کی خبر سن کر خطیب حرم حضرت مولانا محمد مکی صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ ''آج پاکستان میں ایک ایسے جید عالم دین کو شہید کر دیا گیا جسکی نظر ہر کتاب پر ہوا کرتی تھی'' یہ بات بلا مبالغہ بالکل سچی اور صحیح ہے، علامہ حیدری شہیدؒ کا تبحر علمی بے مثال تھا، اہل سنت کی کتب پر تو عبور تھا ہی، تمام فرق باطلہ کی اہم کتب پر بھی انکی گرفت مضبوط تھی، جس فرق باطلہ پر گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کہ وہ اس موضوع کے ماہر استاذ ہیں۔ رد روافض کے موضوع پر تو وہ استاذ کل تھے۔ شہادت کے تیسرے روز حضرت قائد شہیدؒ کے ڈرائیور اسد اللہ کے گھر حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کی یادوں کی شمع جلائے بیٹھے تھے کہ عزیز محمد یونس قاسمی نے بتایا کہ بہت دفعہ ایسے ہوتا کہ کسی کتاب کا درس دے رہے ہوتے، چلتے چلتے فرماتے کہ یہاں کچھ عبارت کاتب سے رہ گئی ہے، اسی کتاب کا بہت پرانا نسخہ نکلواتے اور پھر دیکھ کر بتاتے کہ دیکھو یہ عبارت یہاں پر رہ گئی تھی۔ سندھ دھرتی سے تعلق رکھنے والے ایک معروف مفتی، حضرت مفتی عبدالوہاب چاچڑ صاحب مدظلہ ایک واقعہ سنا رہے تھے کہ ایک دفعہ میں مفتی غلام قادر صاحبؒ کے ہمراہ حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ گولاب جیل والوں سے ملاقات کر کے واپس آرہے تھے تو حضرت مفتی غلام قادر صاحبؒ نے فرمایا کہ جامعہ حیدریہ چلتے ہیں، یہاں پہنچے تو حضرت حیدری شہیدؒ سے ملاقات ہوئی دوران گفتگو حضرت حیدری صاحبؒ نے فرمایا کہ فتاویٰ عالم گیری کا ایک مقام میری سمجھ میں نہیں آرہا وہ آپ مجھے سمجھا دیں، مفتی عبدالوہاب صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب منگوانے کا کہا تو علامہ شہیدؒ کتاب لائے، مطلوبہ مقام دیکھا تو وہ میری سمجھ میں بھی نہ آیا، جب میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو علامہ شہیدؒ فرمانے لگے کہ مجھے لگتا ہے کہ یہاں پر کچھ عبارت رہ گئی ہے، مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میرے پاس فتاویٰ عالم گیری کا دوسرا نسخہ موجود ہے اور وہ نسخہ اس نسخہ سے قدیم ہے میں اس میں جا کے یہ مقام چیک کروں گا۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے وہ مقام چیک کیا تو واقعتاً ایسا ہی تھا کہ اس

مقام پر تین لائنوں پر مشتمل ایک عبارت چھوٹی ہوئی تھی، آج جو نسخہ عام ملتا ہے اس میں بھی یہ غلطی پائی جاتی ہے مگر کسی مفتی کی نظر اس طرف نہیں جاتی اور کبھی کسی مفتی نے اس مقام کی نشاندہی نہیں کی۔ علامہ علی شیر حیدریؒ کا تو یہ عنوان ہی نہ تھا مگر کتب کا مطالعہ اتنا تھا، اتنی گہری نظر سے کتاب کو دیکھتے تھے کہ شاید کوئی اس دور کا بڑا محقق بھی اتنی گہری نظر سے نہ دیکھتا ہو۔ چہرہ شناس اتنے تھے کہ کبھی کوئی غیر اپنا بن کے سوال کرتا تو اسے دیکھ کر بتا دیتے کہ تم فلاں ہو اور تمہارا فلاں مذہب سے تعلق ہے، اب بتاؤ کیا پوچھنے آئے ہو؟ مقابل سے گفتگو کے وقت گھبرا جانے، پریشان ہونے جیسی چیزوں سے تو وہ مکمل طور پر محفوظ تھے، جماعتی اجلاسوں، حکومتی میٹنگز میں بہت دفعہ گرما گرمی بھی ہو جاتی تھی مگر مجال ہے کہ وہ کبھی غصہ میں سٹپٹا گئے ہوں۔ انکی بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ صاحب اللسان، اپنے دور میں خطابت کے مجدد ہونے اور بے پناہ مقبولیت کے حامل ہونے کے باوجود عقائد ونظریات اور اعمال میں نہایت شدت کے ساتھ اکابرین وسلف صالحین کے قدم بقدم متبع نظر آتے تھے، اس دور میں اہل کمال شخصیات میں یہ چیز قریباً مفقود ہو کے رہ گئی ہے، اپنی تھوڑی سی مقبولیت دیکھ کر لوگ نہ جانے کیا کیا بزعم خود بن جاتے ہیں بلکہ اتنی ڈینگیں مارتے ہیں کہ انہیں پتہ ہی نہیں چلتا اور وہ جہنم کے کنارے کھڑے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ ایک ایسے مناظر اور ایک ایسے محقق تھے کہ انہیں جب بھی دعوت مبارزت دی گئی تو انہوں نے فی الفور اس چیلنج کو قبول کیا، مجھے یاد پڑ رہا ہے کہ غالباً 1993ء میں روافض نے اپنے 72 مناظرین کی فہرست اخبارات میں شائع کروائی اور چیلنج دیا کہ سپاہ صحابہؓ والے ہمارے ان مناظرین کے ساتھ مناظرہ کرلیں، فتح یا شکست کی صورت میں جو فیصلہ ہوگا ہم اسے تسلیم کریں گے۔ جس دن یہ اشتہار اور خبر بڑی سرخیوں کے ساتھ اخبارات کی زینت بنی، آنے والی رات کولودھراں میں ایک بہت بڑا جلسہ تھا جس میں مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ اور علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ بھی موجود تھے، یہ خبریں دیکھ کر ہم پریشان تھے کہ اب کیا ہوگا؟ ساٹھ شیعہ مناظروں کے مقابلہ میں ہم کس کو لائیں گے؟ مگر جوہری کو جوہر حقیقی کی خبر ہوتی ہے، علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ''شیعو! آج تم نے اپنے 72 مناظروں اور مجتہدوں کو میدان میں لانے کی بات کی ہے، میں تمہارے اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں، تم اپنے مناظر لیکر آؤ میں تمہارے 72 مناظروں کے مقابلہ میں اپنا ایک مرد درویش لے کے آؤں گا 72 کا مقابلہ ایک سے ہوگا اور اس ایک کے سامنے تمہارے 72 مناظر دم دبا کر بھاگتے ہوئے نظر آئیں،

گے۔ میرے اس شیر کا نام جس کے سامنے رافضیت کبھی ٹھہر نہیں سکے گی، علامہ علی شیر حیدری ہے'' حضرت فاروقی شہیدؒ کی یہ پیشین گوئی آنے والے وقت میں بالکل سچی ثابت ہوئی کہ کبھی بھی روافض حضرت حیدری صاحبؒ کے سامنے اپنے پاؤں نہ جما سکے۔ اس وقعہ کے بعد دشمن ایسا رفو چکر ہوا کہ اس نے کبھی بھی مناظرہ کا نام نہ لیا۔

وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب کے سابقہ دور میں متحدہ علماء بورڈ کے قیام کے لیے بلائے گئے ایک اجلاس میں علامہ ساجد نقوی کے ساتھ ہونے والی گفتگو میں علامہ حیدری صاحبؒ نے اسے خوب لتاڑا اور اسکی اصلیت اسکے سامنے کھول کے رکھ دی، بعد میں میاں شہباز شریف سے فرمانے لگے کہ میاں صاحب! ساجد نقوی اب مر تو سکتا ہے مگر میرے سامنے دوبارہ نہیں آئے گا، آپ دیکھ لینا کہ یہ اگلے اجلاس میں شریک نہیں ہوگا۔ میاں صاحب کہنے لگے کہ میں اسے ضرور اگلے اجلاس میں لے کر آؤں گا، اگر نہ آیا تو گرفتار کروا کے لاؤں گا مگر میاں صاحب کے تمام دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے اور دوبارہ ساجد نقوی کو آج تک ہمارے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی، پرویز مشرف دور میں بھی بریگیڈیر (ر) جاوید اقبال چیمہ کی سربراہی میں میں کرائسس سیل مینجمنٹ کے زیر اہتمام ایک کمیٹی بنی تھیں جس کا مقصد ہمیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بٹھا کر شیعہ و سنی تنازعہ کا پر امن حل تلاش کرنا تھا، مگر ساجد نقوی نے حکومت سے کہا تھا کہ میں نے ان کے سامنے نہیں بیٹھنا، میرا موٴقف الگ سن لیا جائے، اس وقت بھی ہم نے کہا تھا کہ سامنے بٹھاؤ تاکہ گورنمنٹ کو بھی تو پتہ چلیں کہ کون زیادتی کر رہا ہے، مگر ایسا نہ ہو سکا۔ بہت سی باتیں ہیں اور بہت ساری یادیں جو حضرت شہیدؒ سے وابستہ ہیں مگر کس کس کا تذکرہ کیا جائے۔ اللہ رب العزت حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے درجات بلند فرمائے اور انہیں کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے، انکے چھوڑے ہوئے مشن کو انکی خواہش کے مطابق مجھے پورا کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ



ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب مدظلہ
(مرکزی سیکرٹری جنرل سپاہ صحابہؓ پاکستان)

اک شخص زندگی میں ملا، لاجواب تھا

امام اہل سنت، قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا علامہ شیر حیدری شہیدؒ حیات فانی کے لمحات گذار کر نبوت وصدیقیت کے بعد سب سے ارفع مقام ''شہادت'' حاصل کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔ دنیا میں آنا جانے کے لیے ہے۔ سچ ہے کہ وصال کی صدیاں لمحوں میں گذر جاتی ہیں جبکہ فرقت کے لمحات صدیوں پر محیط ہوتے ہیں۔ مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ اپنی زندگی میں بہت سے علماء واکابرین کو قریب سے دیکھنے انکی صحبت سے شرفیاب ہونے کا موقع ملا ہے، حضرت مفتی محمودؒ، حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، حضرت مولانا محمد اجمل خانؒ، امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ، حضرت مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ۔ یہ سب حضرات اکابرین اہل سنت میں شمار کیے جاتے ہیں۔ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ ان سارے اکابرین اہل سنت کی آخری نشانی تھے، علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی حقیقت کے بارے میں وہ کہنا صحیح ہے جو تحریک ختم نبوت کے رہنما جناب شورش کاشمیریؒ نے مولانا آزادؒ کے متعلق کہا تھا۔

صدیوں کی سوچ تھی کہ وہ قرنوں کا خواب تھا
اک شخص زندگی میں ملا لاجواب تھا

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ ایک عالم ربانی تھے اور عالم ربانی کے یہ الفاظ میں نے ایسے ہی نہیں لکھ دیے بلکہ یہ الفاظ ان پر صحیح معنوں میں صادق آتے تھے۔ محاسن وکمالات کی بے شمار خوبیوں کے جامع تھے، ان کا وجود حق تعالیٰ کی شان عطا اور جود وسخا کا عظیم انعام تھا، علمی تبحر، وسعت مطالعہ، غیر معمولی ذہانت وذکاوت اور قائدانہ صلاحیتوں سے مالا مال ہونے کے باوجود مجسمہ انکسار وعاجزی تھے۔ ان کی تقاریر جہاں قوت

استدلال اور نکتہ آفرینی کا بہترین نمونہ ہوتیں وہاں پر ایسی قیمتی معلومات کا خزینہ ہاتھ آتا کہ جنکو انتہائی تلاش بسیار اور کئی کتابوں کی ورق گردانی کے بعد شاید حاصل نہ کیا جا سکے۔ حضرت شہیدؒ کے خطبات میں قابل ذکر چیز آپکی آفاقی نظر تھی، جب بھی کسی موضوع پر گفتگو کرتے اگر چہ سامنے اکثر اردو دان طبقہ ہوتا تھا مگر گفتگو سے یوں محسوس ہوتا کہ صرف ہمیں نہیں بلکہ تمام اقوام عالم کو یہ گفتگو سمجھا دینا چاہتے ہیں۔

کئی دماغوں کا ایک انسان میں سوچتا ہوں کہا گیا ہے

علم کا مینار، فضل وکمال کا محراب، نکتہ آفریں، نکتہ سنج، حسن تدبیر و جمال اور تدبر کا مرقع تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے خصوصی انس و پیار تھا بلکہ دیوانگی کی حد تک تھا، پوری زندگی انہی نفوس قدسیہ کے دفاع میں گذاری اور یہ عزم بار ہا کرتے تھے اور اپنی تقاریر میں اسے دہراتے ہوئے ہم نے دیکھا کہ۔

اے اصحاب محمد ﷺ!

آپؓ نے نبی ﷺ کے ساتھ وفا کی ہم آپؓ کے ساتھ وفا کریں گے۔

آپؓ نبی ﷺ پہ قربان ہو گئے ہم آپؓ پہ قربان ہو جائیں گے۔

آپؓ نے اپنا سب کچھ پیغمبر ﷺ پہ قربان کر دیا، ہم اپنا سب کچھ آپؓ پہ قربان کر دیں گے۔

آپؓ پیغمبر ﷺ پہ کٹ گئے، ہم آپؓ پہ کٹ جائیں گے۔

آپؓ نے پیغمبر ﷺ پہ سب کچھ لٹا دیا کچھ نہیں بچایا ہم آپؓ کی عزت، عظمت پہ سب کچھ لٹا دیں گے کچھ نہیں بچا کے رکھیں گے

نہیں ہے کوئی دوستی نہیں ہے کوئی پیار نہیں ہے کوئی یارانہ نہیں ہے کوئی تعلق، اس کے ساتھ جو آپؓ کا دشمن ہو۔ ہمارا پیار اس سے ہے جس کا آپؓ سے پیار ہے، ہماری محبت اس سے ہے جس کی آپؓ سے محبت ہے۔ آپؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت ہماری آپؓ سے محبت۔

وہ مستانے محمد ﷺ کے میں مستانہ صحابہؓ کا

وہ پروانے محمد ﷺ کے میں پروانہ صحابہؓ کا

وہ دیوانے محمد ﷺ کے میں دیوانہ صحابہؓ کا

یہاں تک کہ 14 اگست 2009 کو ہونے والی دفاع صحابہؓ کانفرنس میں صحابہ کرامؓ کا دفاع کرتے

ہوئے مرنے کی دعا مانگی۔ اللہ نے صحابہؓ کے دفاع میں محنت اور جدو جہد کرتے ہوئے شہادت سے سرفراز فرمادیا۔

دشمن نے اس بار اہل حق کو جس نقصان سے دوچار کیا ہے وہ یقیناً بہت سخت ہے اور نہ پورا ہونے والا ہے۔ دشن نے جسم کی بجائے ہماری روح پر حملہ کیا ہے۔ اللہ پاک ظالموں کو رسوا اور ذلیل کرے کہ انہوں نے ہمارے دلوں پر گہرا گھاؤ لگایا ہے جس کے مندمل ہونے کے لیے لمبا وقت درکار ہے۔ بارہا ہمیں ایسے زخم لگائے جا چکے ہیں۔ میدان ناموس صحابہؓ کے حقیقی فاتحین جنہیں دیکھ کر دن کے سحر کا اندازہ ہوتا تھا اور ایسے کئی سفینے جوان گنت غرقاب کشتیوں کے ترجمان تھے، ڈبو کر رکھ دیے گئے۔ لیکن یہ بات شاید بھلا دی جاتی ہے کہ فاتح تو وہ بھی کہلاتے ہیں جو اپنے زور آور بازوؤں اور خون آشام تلواروں سے لاکھوں انسانی جسموں پر انکی مرضی کے خلاف اپنی متکبرانہ دھاک بٹھالیتے ہیں اور فاتح کا لقب ان نمائشی درویشوں کو بھی مل جاتا ہے جو اپنی نفسانی مہارتوں اور ناقابل فہم دلائل کی فسوں گری سے انسانوں کی صلاحیت دفاع کو بے عمل بنا کر عصمت دری اور خواہشات نفسانی کی تکمیل جیسے گھناؤنے جرائم کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ فاتح کا لقب وہ ارباب ثروت بھی پانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جو انسانی لبوں پر سونے کی مہریں اور دراہم و دنانیر کے ٹھپے لگا کر اپنے گن گانے کے سوا ان کو کسی کام کا نہیں چھوڑتے۔ مگر یہ نام نہاد فاتحین اس سے بالکل بے خبر ہو رہتے ہیں کہ شب و روز کی قلیل مدت کے بعد وہ تاریخ کا ایسا نفرت انگیز باب بننے والے ہیں کہ عنقریب حقیقت شناسوں کی طرف سے ان کو لعنت و ملامت کے سوا کچھ بھی ہاتھ آنے والا نہیں ہوتا۔ جبکہ دوسری طرف اگر نظر کی جائے تو فاتح کے لقب کے حقیقی معنوں میں مستحق صرف وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جو بلا تخصیص انسانوں کو دولت فلاح سے نواز کر جائیں، ملت کو دائمی اصلاح کا انمٹ سرمایہ عطا فرمانے والے اور بحر علم سے بے شمار پیاسی طبعیتوں کو سیراب کرنے والے، قوم کو ایک مشن، کاز اور نظریاتی ذہن فراہم کرنے والے حقیقی فاتحین عالم ہوتے ہیں اور پھر خون کی سرخی سے وضو کر کے عام بھی خاص ہو جایا کرتے ہیں، غیر معروف اور انجانے لوگ بھی در بے بہا اور گوہر یکتا بن کے چمک اٹھتے ہیں۔ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ تو زندگی میں ہی اخص الخواص تھے، ان کا وجود تو اس گئے گذرے زمانے میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا۔

دنیا نے دیکھا کہ جب اس مرد درویش کا جنازہ اٹھا تو ایک لاکھ سے متجاوز آدمی کس طرح اشکبار چہروں

کے ساتھ چلے جارہے تھے اور جانے والے کی بے تخت وتاج حکمرانی کا دلوں پر کتنا احترام نظر آرہا تھا۔

میرے ساتھ حضرت شہیدؒ کا تعلق بہت زیادہ تھا، اتنا تعلق مجھے اپنی جماعت میں کسی اور کے ساتھ نظر نہیں آتا۔ میرے ساتھ بڑی بے تکلفی فرماتے تھے اور ہر بات بلا جھجک مجھے فرمادیتے اور میری ہر بات سن لیتے۔ مجھ پر کتنا اعتماد کرتے تھے یا میری کوششوں سے کس حد تک خوش تھے وہ ان کے قریبی احباب لکھیں گے مگر میں یہاں ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ مجھ سے کس حد تک محبت کرتے تھے اور کتنا مجھ سے مطمئن تھے۔ خیر پور سندھ کے قریب ایک جگہ کندھرا ہے جہاں حضرت شہیدؒ کے دوست مولانا بدرالدین حسینی کی قیام گاہ ہے۔ کندھرا میں مولانا حسینی کے مدرسہ کی جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے مولانا حسینی صاحب کی موجودگی میں فرمایا کہ علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہیدؒ کی شہادت کے بعد اس نے (میری طرف اشارہ کرتے ہوئے) ہم سب کو جمع کیے رکھا اور ہمیں بکھرنے نہیں دیا، کچھ لوگوں نے ہمارے درمیان دوریاں پیدا کرنے کی کوشش کی مگر اس نے ہمیشہ ہمیں متحد رکھنے کی کوشش کی۔ میرے ساتھ جماعتی معاملات اور جماعتی حوالے سے انہوں نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے اتنے مشورے اور اتنی باتیں ایسی ایسی کیں کہ جنہیں اگر بیان کروں تو شاید ایک دفتر تیار ہو جائے۔ حضرت شہیدؒ کی تربیت کا اثر ہے کہ مجھے آج بھی جماعت کی عزت، اس کا وقار اور جماعتی لیڈر شپ کا احترام کم از کم اپنی خود ستائی سے زیادہ عزیز ہے۔

میرے ساتھ حضرت شہیدؒ کو محبت کتنی تھی اس کا اندازہ میری بیماری کے دوران حضرت شہیدؒ کی فکر مندی سے لگایا جاسکتا ہے۔ مجھے جب تکلیف ہوئی اور مجھے ہسپتال لایا گیا تو ان دنوں حضرت شہیدؒ حج پر گئے ہوئے تھے۔ مجھے برادرم عارف بلوچ نے وہ ستون دکھایا اور بتایا کہ اس ستون کے ساتھ حضرت شہیدؒ ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور گنبد نبوی ﷺ کی طرف دیکھتے ہوئے یہ الفاظ دہرا رہے تھے کہ یا اللہ ڈاکٹر خادم میری جماعت میں تسبیح کا دھاگہ ہے، اسکی وجہ سے ساری تسبیح پروئی ہوئی ہے، اگر یہ ٹوٹ گیا تو میری تسبیح ٹوٹ جائے گی۔ مکہ کے دوست حافظ عبدالرحیم صاحب جو ہمیشہ مکہ میں حضرت شہیدؒ کے میزبان ہوا کرتے تھے نے بتایا کہ اس وقت تک آپؒ نے ناشتہ نہیں کیا جب تک پاکستان سے میری خیریت کی اطلاع نہ ملی۔ حافظ عبد الرحیم صاحب بتاتے ہیں کہ میں نے خود حضرت شہیدؒ کو دیکھا کہ وہ میزاب رحمت کی طرف منہ کر کے یہ دعا مانگ رہے تھے کہ یا اللہ میری تسبیح کے اس دھاگے کو ٹوٹنے سے محفوظ فرما، اگر یہ ٹوٹ گیا تو میری تسبیح کے دانے بکھر جائیں گے۔ میری بیماری کی اطلاع پاکر اپنی واپسی کی تاریخ تبدیل کروائی اور فوراً واپس پاکستان تشریف لائے حالانکہ پہلے شیڈول کے مطابق آپؒ نے فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد دوبئی روانہ ہونا تھا مگر

میری بیماری کا سن کر پروگرام تبدیل کیا اور پاکستان آگئے۔ کراچی ائیر پورٹ سے ٹیکسی لیکر پہلے خیر پور آئے، سامان رکھا اور فوراً ملتان کے لیے روانہ ہوئے۔ ملتان ہسپتال میں پہنچنے سے پہلے میرے چھوٹے بھائی محمد اسلم ڈھلوں کو فون پر فرمایا کہ اسے کہو کہ میرے آنے پر اٹھنے کی کوشش نہ کرے۔ جب میرے کمرے میں تشریف لائے تو میری حالت دیکھی، دم کیا اور پھر مدینہ منورہ سے لائی ہوئی کھجوریں کھلائیں اور آب زم زم پلایا۔ بھائی اسلم نے حضرت سے کہا کہ آپ آج انکو اٹھائیں اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلائیں۔ حضرت شہیدؒ نے مجھے اٹھایا اور اپنے ساتھ ٹیک لگا کر بٹھایا، پھر کچھ ہی دیر کے بعد مجھے لٹا دیا اور فرمایا کہ مجھے پتہ ہے آپ کو بیٹھنے میں تکلیف ہو رہی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! کچھ دوستوں نے بتایا ہے کہ مجھ پر جادو کے اثرات ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ اپنی بیماری کا علاج کرواؤ جادو جانے اور میں جانوں، میں کس لیے بیٹھا ہوں، ان بلاؤں کے علاج میرے پاس موجود ہیں۔ حضرت شہیدؒ کے خادم سلطان ڈیپر نے حضرت شہیدؒ کی شہادت کے بعد مجھے یہ واقعہ سنایا کہ اس نے ایک مرتبہ مجھے میٹھی چائے دے دی کیونکہ میں شوگر کا مریض ہونے کی وجہ سے بغیر چینی کے چائے پیتا ہوں۔ حضرت شہیدؒ کو اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے سلطان کو اپنے پاس بلا کر خوب ڈانٹا کہ تم نے میٹھی چائے ڈاکٹر صاحب کو کیوں دی؟ تمہیں پتہ نہیں کہ وہ بیمار ہیں؟ انہیں کچھ ہو جاتا تو؟ حالانکہ خود شوگر کے مریض تھے اور کبھی آپؒ کے سامنے میٹھی چائے آجاتی تو اسے نوش فرما لیتے تھے۔ میری تقریریں سنتے تو مجھے فرماتے تھے کہ تیرا دماغ تیری زبان سے زیادہ تیز ہے۔

علم وفضل کی دنیا میں کبھی کمی نہیں رہی، لیکن اخلاص اور دین کی سچی تڑپ وہ جنس گراں ہے جو کہیں خال خال ہی ملتی ہے۔ اس اعتبار سے حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی جدائی ملت اسلامیہ کا ایسا عظیم نقصان ہے جسکی تلافی ممکن نہیں۔ وہ ان مقدس ہستیوں میں سے تھے جن کا صرف وجود بھی نہ جانے کتنے فتنوں کے لیے آڑ بنا رہتا ہے۔

سپاہ صحابہؓ کی قیادت وکارکنان، جامعہ حیدریہ کے اساتذہ وطلباء اور خلافت راشدہ اکیڈمی کے اراکین علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی اس انداز کی جدائی پر غمگین واداس ہی نہیں بلکہ اس عظیم علمی حادثہ سے نڈھال اور پرملال ہیں۔ دینی، تعلیمی، علمی، اور مشنری حلقوں میں ایک ہلچل سی مچ گئی ہے اور تادیر یہ خلا غم کو تازہ کرتا رہے گا اور اسکی کسک امت مسلمہ عرصہ دراز تک محسوس کرتی رہے گی۔

رحمهم الله تعالىٰ رحمة واسعة

غازی سید پریل شاہ بخاریؒ

(صدر سپاہ صحابہ، صوبہ سندھ)

علم وفضل کا بحر بیکراں

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی شہادت کے بعد جب علامہ شہیدؒ کو دفن کیا جا رہا تھا تو مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ آج ہم کسی عالم دین یا مبلغ دین کو دفن نہیں کر رہے بلکہ اپنے مذہب کو دفن کر رہے ہیں۔ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ مذہب اہل سنت والجماعت کے عظیم محافظ اور اسلام کی نظریاتی سرحدوں کا دفاع کرنے والے عظیم سپاہی عالم دین تھے۔ آپؒ کے علم وفضل سے محسوس ہوتا تھا کہ یہ اس دور کے کوئی عالم نہیں بلکہ امام اہل سنت حضرت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کے علوم کے وارث اور حضرت سید انور شاہ کشمیریؒ جیسا مثالی حافظہ رکھنے والی عظیم علمی شخصیت ہیں۔ علم وتحقیق کا خوص ذوق رکھتے تھے اور تدریس ومناظرہ پر مکمل عبور رکھتے تھے۔

غالباً 1980 میں میری علامہ علی شیر حیدریؒ سے پہلی ملاقات پیر جو گوٹھ میں ایک دوست کے گھر ہوئی اور پھر یہی ملاقات آگے ہماری دوستی کا سبب بنی۔ یہ آپؒ کا زمانہ طالبعلمی تھا اور مذہبی ومسلکی مسائل کے حوالے ہمالے سے ہماری ملاقاتیں اکثر وبیشتر ہوتی رہتیں۔ طالبعلمی سے فراغت کے بعد آپؒ نے جامعہ حیدریہ کی بنیاد رکھی تو مجھے ایک دوست کی حیثیت سے بلوایا اور مدرسہ کے بعض معاملات میں مشاورت کی اور پھر یہ مشاورت کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا اور ہم ایک دوسرے کے بہت قریب بلکہ ایک دوسرے کے بہت اچھے معاون ومددگار بن گئے۔ خیر پور میں روافض کا عمل دخل زیادہ ہونے اور عمومی طور پر شیعی اثرات کے زیادہ پائے جانے کی وجہ سے آپؒ اس مذہب باطل کی تردید میں مناظرے اور تقریریں کرتے رہتے تھے۔ 1990 میں رد رافضیت اور سنیت کی بقاء کی جنگ لڑنے والی عظیم مذہبی تحریک سپاہ صحابہؓ پاکستان میں شمولیت اختیار کی تو بھی مجھے اپنے ساتھ رکھا اور خود جب صوبہ سندھ کے صدر منتخب ہوئے تو مجھے خیر پور کا کنوینر بنایا۔ میرے ساتھ محبت اور شفقت والا تعلق ہمیشہ رکھا اور مجھ سے عمر میں چند سال چھوٹے ہونے

کے باوجود ہمیشہ بڑے بھائی والا احترام مجھے دیا مگر وہ میرے بہت بڑے تھے اور انکی شہادت سے میں یوں سمجھتا ہوں کہ ایک گوشت پوست کا محض لوتھڑا ہوں، میرا جسم شل ہو چکا ہے اور زندگی کے باقی ایام گزارنے پر مجبور ہوں۔

جس مشن پر چلنے اور اسکی اشاعت وفروغ کا بیڑہ انہوں نے اٹھایا تھا، اس پر وہ ہمیشہ کار بندر ہے۔ اس راستے میں جو صعوبتیں اور پریشانیاں آئیں انکا خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور ہر مصیبت کو انتہائی صبر کے ساتھ برداشت کر کے اپنے مشن اور کاز پر مستقیم رہے۔ 1998 میں آپؒ کو ایک جھوٹے مقدمہ میں گرفتار کر کے تین سال قید کی سزا سنا کر آپؒ کو جیل منتقل کر دیا گیا۔ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے چچا جناب فضل محمد مرحوم کے ساتھ مجھے گوجرانوالہ جیل میں ملاقات کرنے کی اجازت ہوم سیکرٹری پنجاب نے دی اور ہم اگلے روز گوجرانوالہ ڈویژن کے نگران سید غلام کبریا شاہ کے ہمراہ جیل میں علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ سے ملنے گئے۔ حضرت شہیدؒ ہمیں ملنے کے لیے جب تشریف لائے تو جیل میں نصب جالیوں اور سلاخوں کے پیچھے ملاقات ہوئی، آپؒ کے ہاتھوں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑی ڈالی ہوئی تھی۔ حالانکہ جیل میں کسی کو ہتھکڑی اور بیڑی لگانا خلاف قانون اور توہین عدالت کے زمرے میں آتا ہے مگر میاں برادران کی حکومت یہ تمام ہتھکنڈے استعمال کر کے آپؒ کو عزم واستقلال میں کمزوری لانا چاہتی تھی جس میں بری طرح ناکام ہوئی۔ ہمارا آپؒ سے مصافحہ تو نہ ہو سکا البتہ زبانی سلام وکلام ہوا۔ آپؒ کے چہرے پر بالکل اطمنان اور سکون تھا کسی بھی طرح وہ پریشان دکھائی نہ دے رہے تھے۔ ہنس کر ہمارے ساتھ بات چیت کرتے رہے اور حال احوال دریافت کرتے رہے۔ علامہ شہیدؒ کو اس حالت میں دیکھ کر ہماری آنکھوں میں آنسو آگئے اور جلدی اجازت لیکر ہم واپس آگئے۔

اپریل 2004 میں حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے والد گرامی حاجی محمد وارث شہیدؒ شیعہ دہشت گردوں کی فائرنگ سے شہید ہوئے۔ یہ ایک المناک واقعہ تھا اور حضرت شہیدؒ کی موجودگی میں پیش آیا تھا بلکہ اصل ٹارگٹ بھی خود تھے مگر اللہ تعالیٰ کو ابھی منظور نہ تھا اس لیے والد صاحب اپنے بیٹے پر قربان ہو گئے۔ آپؒ نے اس واقعہ پر انتہائی صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا اور ہمیں مکمل امن وسکون کی تلقین کی۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا کہ جب پورے ملک میں حضرت علامہ شہیدؒ کے ایک اشارے پر آگ لگ سکتی تھی مگر آپؒ نے مثالی امن کا مظاہرہ کیا اور حکومت سے قاتل گرفتار کرنے کا مطالبہ کیا۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا پرامن، اتنا

زیادہ صبر وتحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرنے انسان نہیں دیکھا۔ آپؒ کا حافظہ بھی بے مثال تھا، آپؒ نے گوجرانوالہ جیل میں قرآن پاک حفظ کیا۔ جیل میں انتہائی بے سکونی کا ماحول ہوتا ہے اور قیدیوں بہت زیادہ پریشان رکھا جاتا ہے۔ اس پریشانی کے ماحول اور بے سکونی کے ماحول میں آپؒ نے قرآن مجید حفظ کیا اور پھر یہ اتنا یاد تھا کہ رہائی کے بعد جب رمضان المبارک یہاں تراویح میں قرآن پاک سنا رہے تھے تو بسا اوقات پیچھے کھڑے طالبعلم حضرت شہیدؒ کو لقمہ دیتے تو حضرتؒ اسکا لقمہ قبول نہ کرتے۔ جب نماز ختم ہوتی تو آپؒ فرماتے کہ آپ نے مجھے غلط بتایا وہ آیت یوں نہیں بلکہ یوں ہے اور پھر قرآن پاک کھول کر دیکھتے تو وہ آیت اسی طرح ہوتی جیسے حضرتؒ نے بتائی تھی۔

میں نے بحیثیت قائد انہیں دیگر تمام قائدین سے مختلف پایا، وہ ایک عظیم قائد تھے، انہوں نے کبھی بھی تنظیمی اصولوں کی خلاف ورزی نہیں۔ اپنے کارکنوں کی تربیت پر بہت زور دیتے تھے اس کے لیے باقاعدہ تربیتی نشستوں کا اہتمام کرواتے تھے اور پھر ان تربیتی نشستوں میں خود شریک ہوتے اور قرآن وحدیث سے جہاں اپنا مؤقف ومشن بیان کرتے وہیں نبی کریم ﷺ کی حیات مقدسہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مبارک زندگیوں کے واقعات سنا کر ایسی مبارک زندگیوں کو اپنانے اور انکے مطابق عمل کرنے کی ترغیب دیتے۔ ایک روزہ شوریٰ کے دو روزہ اجلاس میں سے کچھ احباب بغیر اجازت لیے واپس چلے گئے تو اگلے روز حضرتؒ نے قرآن سے ایک آیت پڑھ کر بتایا کہ مجلس سے امیر کی اجازت کے بغیر جانے والوں کی کتنی مذمت کی گئی ہے۔ تربیتی نشستوں میں تنظیمی اصولوں کے مطابق ہر جماعتی کام قرآن وحدیث کی روشنی میں کرنے کی تلقین کرتے یہاں تک کہ ایک تربیتی نشست میں نعرہ لگانے کا طریقہ بھی سیرت نبوی کے حوالے سے سکھایا کہ صحابہ کرامؓ کو حضور نبی کریم ﷺ نے یوں نعرہ لگانا سکھایا تھا، ہمیں بھی اسی طرح لگانا چاہیے۔ حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کی خواہش ہوتی تھی کہ ہم صحابہؓ کا نام لیتے ہیں اور انکے دفاع کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ صحابہ کرامؓ وہ شخصیات ہیں جنہوں نے اسلام کو پھلتے پھولتے اور ترقی پاتے اپنی نظروں سے دیکھا۔ حضرت شہیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری زندگی کا ہر پل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگیوں جیسا ہونا چاہیے۔

ہماری جماعتی زندگی میں متعدد مرتبہ جماعت کو تقسیم کرنے یا توڑنے کی سازشیں کی گئیں مگر حضرت شہیدؒ نے ہمیشہ ان سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ایسے سازشی عناصر کے سامنے سد سکندری بن کر کھڑے نظر آئے۔ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی شہادت کے بعد جب انکا جانشین قائد اہل سنت علامہ محمد احمد لدھیانوی

کو بنایا گیا تو پہلے جھنگ میں پھر ملک بھر میں ہماری جماعت کے خلاف ایک سازش کی گئی۔ حضرت شہیدؒ نے جماعت کی مجلس شوریٰ کے متعدد اجلاس بلائے اور ان اجلاسوں میں سخت ترین فیصلے کیے، پھر اسی پر بس نہیں بلکہ ان فیصلوں پر سختی سے عملدرآمد کروایا۔ یہ وہ موقع تھا بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس موقع پر ہمارے حضرت حیدری شہیدؒ نہ ہوتے تو شاید ہم بہت پیچھے چلے جاتے۔ ہم جھنگ سے قومی اسمبلی کی نشست تو کھو بیٹھے ہیں مگر ہم نے اپنی جماعت بچالی اور ہم نے یہ کوئی گھاٹے کا سودا نہیں کیا۔ الحمدللہ۔ اب قائد اہل سنت علامہ محمد احمد لدھیانوی مجلس شوریٰ کے فیصلے کے مطابق مستقل جھنگ میں رہتے ہیں اور جھنگ میں کھوئی ہوئی بہاریں دوبارہ بحال ہو چکی ہیں ان شاءاللہ قومی اسمبلی کی نشست بھی ہمیں واپس مل جائے گی۔

''اور سنو! بات سچی وہی ہے جو حق نوازؒ نے بتائی...... بات سچی وہی ہے جو فاروقی شہیدؒ نے بتائی...... اور بات سچی وہی ہے جو ایثارؒ واعظمؒ نے بتائی...... جس کو مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے لکھا...... جسے مفتی ولی حسن ٹونکی نے لکھا...... بات سچی وہی ہے جو علماء کے متفقہ فیصلے کی صورت میں شائع ہوئی۔ بات سچی وہی ہے جو میں نے اس صورت میں، پاکستان کی سپریم کورٹ میں چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کے سامنے پیش کی تھی۔ یہ میری لکھی ہوئی نہیں ہے یہ متفقہ فیصلہ ہے محققین کا، مفتیانِ کرام کا، علماء دین کا، یہ ان نوجوانوں کی بات نہیں ہے...... یہ ماننے والے ہیں، تابعدار ہیں، کھول کر دیکھ لو کہ بات کس کس نے کی ہے، بات سچی یہ ہے...... اب تک میں بھی جو کہتا آیا ہوں، اب کسی کے کہنے پر تو مار کی وجہ سے کہہ دوں میں تو شیعوں کو نہیں کہتا، میں تو اب مسلمان کہتا ہوں، تو پھر واللہ یہ دیکھو پھر میں جھوٹا ہوں، سچی بات وہ ہے جو یوں لکھی گئی، سچی بات وہ ہے جو آج تک آپ سنتے آئے ہیں۔

سچی بات یہ ہے صدیق اکبرؓ پر بھونک کر بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟
قرآن کو غلط کہہ کر بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟
فاروق اعظمؓ کو کافر کہہ کر بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟
جناب عثمانؓ پہ بھونکیں کر کے بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پہ لعنتیں کر کے بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟
حضورﷺ کے اہل بیت کو گالیاں دے کر بھلا کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟
نہیں نہیں نہیں!! کافر ہے، یہ، قرآن میرے سر پہ ہے، یہ کافر ہے، کافر ہے، کافر ہے!!''

(علامہ علی شیر حیدریؒ)

مولانا عبدالخالق رحمانی
(مہتمم جامعہ خلفائے راشدین کبیر والا)

عظیم انسان، عظیم کردار

ایک دن میرے ایک زمیندار اور دنیادار دوست کا فون آیا کہ ہمارے شہر میں ایک عالم دین آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے آج جمعہ کا خطبہ پڑھانا ہے، میں نے انکو بازار سے گزرتے ہوئے دیکھا تھا، وہ بہت خوبصورت اور چمکتے دمکتے چہرے والے تھے۔ میں نے پوچھا ان کا نام کیا ہے، وہ کہنے لگا کہ میں نے ایک شخص سے پوچھا تھا جس سے مجھے پتہ چلا ہے کہ ان کا نام شیر علی ہے۔ میں نے کہا کہ کوئی بزرگ ہونگے۔ مگر چند دنوں کے بعد انکا فون آیا کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ ہمارے شہر میں ایک عالم دین آئے ہوئے ہیں جو جمعہ کا خطبہ دیں گے۔ میں نے انکے پیچھے جمعہ پڑھا تھا، وہ بہت علمی خطاب کر رہے تھے، مجھے انکی تقریر بہت پسند آئی۔ کیا آپ انکو جانتے ہیں؟ میں نے کہا آپ نے اس وقت انکا نام شیر علی بتایا تھا۔ ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب ہمارے ایک بزرگ اور جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث ہیں۔ وہ کہنے لگا جس عالم دین کی تقریر میں نے سنی ہے وہ صوبہ سرحد کے رہنے والے نہیں بلکہ سندھ کے ہیں۔ سندھ کا سنتے ہی مجھے فوراً سمجھ آگئی کہ وہ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ ہونگے۔ میری زبان سے نکلنے والا نام سن کر وہ شخص کہنے لگا کہ ہاں یہی نام تھا اور انکی تقریر کے دوران نعرے لگ رہے تھے تیرا شیر میرا شیر علی شیر علی شیر۔

علی محمد سمیجہ صاحب جام پور ڈیرہ غازی خان کے میرے ایک دنیادار دوست ہیں۔ انکا علماء سے تعلق بہت کم ہے، میرے ساتھ بھی سلام دعا انکی ایک کام کی وجہ سے ہوئی جو دوستی میں بدل گئی۔ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کا خطاب سن کر اور ان سے ملکر وہ بہت بے تاب رہنے لگا، وہ حضرت شہیدؒ کا گرویدہ اور دیوانہ محسوس ہوتا تھا۔ بار بار جب اس نے حضرتؒ کا ذکر کیا تو میں نے پوچھ لیا تم چاہتے کیا ہو؟ وہ کہنے لگا کہ میں انکی بیعت ہونا چاہتا ہوں، میں ان سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں، میرے دل میں انکی محبت پیدا

ہوگئی ہے، میرا جی چاہتا ہے کہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہوں اور انکی خدمت کرتا رہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ اگرچہ عالم باعمل ہیں، اللہ کے ولی اور بہت بڑے بزرگ ہیں مگر وہ کسی کو اپنی بیعت نہیں کرتے بلکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں ابھی تک قابل اصلاح ہوں لوگوں کی کیا اصلاح کرونگا۔ میری بات سن کر وہ میرا دوست کہنے لگا کہ ہمارے ہاں تو ہر آدمی پیر بنا ہوا ہے اور وہ اتنے بڑے عالم ہوکر بھی اپنے آپ کو قابل اصلاح سمجھتے ہیں۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ تو قائد ملت اسلامیہ اور امام اہل سنت ہیں، ہماری جماعت کے سربراہ وسرپرست اعلیٰ ہیں تو وہ حیران وششدر رہ گیا اور کہنے لگا کہ میں سمجھتا تھا کہ آپکی جماعت میں صرف نوجوان لڑکے ہوتے ہیں اور لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کے علاوہ آپ لوگوں کا کوئی کام نہیں۔ میں نے جب جماعت کا مؤقف اور پروگرام اسے بتلایا تو کہنے لگا کہ آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ میں نے کہا کہ آپ تو کام آئے تھے اور میں نے آپ کا کام کردیا اس کے علاوہ آپ سے کوئی بات نہ ہوسکی، بعد میں بھی سرسری ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ بہرحال جب انہوں نے حضرت حیدری شہیدؒ سے ملاقات کا بہت زیادہ اصرار کیا تو میں نے کہا کہ جب حضرت میرے مدرسہ میں تشریف لائے تو میں آپ کو بلاؤں گا اور پھر آپکی ملاقات کرواؤں گا۔ چند دنوں کے بعد ہمارے علاقے میں حضرت شہیدؒ کے اکٹھے تین پروگرام بنے اور حضرت شہیدؒ دورہ کے لیے تشریف لائے۔ پہلے پروگرام کے بعد صبح نماز فجر کے بعد حضرت حیدری شہیدؒ کا قیام وآرام میرے مدرسہ میں طے ہوا۔ میں نے اپنے دوست کو اطلاع کی تو وہ اسی روز صبح سویرے میرے مدرسہ میں پہنچ گیا جبکہ حضرت شہیدؒ رات کو پروگرام کرنے کے بعد سفر کرکے میرے مدرسہ میں پہنچے تھے اور نماز کے بعد آرام کررہے تھے۔ میں نے اسے بھی آرام کرنے کا مشورہ دیا مگر وہ انتظار میں رہا کہ کب جاگیں اور میں انکی زیارت کروں۔ حضرت شہیدؒ نے قریباً 10 بجے تک آرام کیا، پھر بیدار ہوئے اور غسل کرکے دسترخوان پر تشریف لائے۔ وہاں میرے دوست کی حضرت شہیدؒ سے ملاقات اور تعارف ہوا۔ اب تو وہ حضرت کا مرید بن چکا تھا۔ حضرت شہیدؒ نے فرمایا کہ بھائی میں تو صحابہؓ واہلبیتؓ کا مرید ہوں اور آپ بھی انہیں کے مرید بن جائیں، ہم دونوں پیر بھائی ہونگے۔

اس وقت وہ شخص عظمت صحابہؓ کی تاریخ ساز تحریک کا کارکن ہے۔ اس جیسے ہزاروں لوگ جنہوں نے حضرت شہیدؒ کا چہرہ دیکھا، گفتگو سنی اور پھر صحابہؓ کے غلام بن گئے۔ پھر پوری زندگی اس نعرے کو عام کرنے میں گزاردی۔ صحابہ کا جو غلام ہے، ہمارا وہ امام ہے۔

حضرت شہیدؒ جس طرح چہرے کے خوبصورت تھے، اسی طرح انکا کردار بھی خوبصورت تھا۔ چٹائی پر بیٹھنے والے مولوی سے لیکر عدالت اور ایوان کی کرسی پر بیٹھنے والا ہر شخص علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کا چہرہ دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ چہرہ دیکھ کر حضرت کا گرویدہ ہوا تو مؤقف سن کر مشن کو حق تسلیم کرنے پر مجبور ہوا۔ وہ عظیم شخصیت تھے، ان کا کردار بھی عظیم تھا اور ان کو شہادت کا رتبہ بھی عظیم ملا۔ اس طرح انکا نظریہ مہکتا رہے گا جس طرح انکی قبر کی مٹی خوشبودار ہوگئی تھی۔ ان کا دیا ہوا نعرہ

وہ دیوانے محمدؐ کے میں دیوانہ صحابہؓ کا

وہ پروانے محمدؐ کے میں پروانہ صحابہؓ کا

ہر سنی بچے، بوڑھے، جوان کی زبان پر ہمیشہ رہے گا۔ ان شاء اللہ

''یہ غلط افواہ پھیلائی گئی ہے کہ جو شیعوں کو کافر کہے، اس کے لیے سزا ہے، اس پر متحدہ علما بورڈ نے اور سپاہِ صحابہ والوں نے دستخط کیے ہیں...... بالکل سفید جھوٹ ہے، بالکل غلط ہے۔ اس میں یہ ہے ''اگر کوئی کسی مسلمان کو کافر کہے'' تو مسلمان کا ترجمہ شیعہ ہوتا ہے؟...... نہیں! وہ یہ ہے، مجھ سے آپ نقل لے سکتے ہیں، ''جو کسی مسلمان کو کافر کہے'' اس کے لئے سزا ہے۔ ہم کہتے ہیں چودہ سال کیا اس کے لئے سزائے موت رکھو، ہم دستخط کریں گے!! کیونکہ اس کے بعد کوئی بھی حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ، فاروقِ اعظمؓ، عثمان غنیؓ، حیدرؓ، معاویہ رضی اللہ عنہم سے لے کر قاسم نانوتویؒ اور اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور مفتی عبدالستار تک بھی کسی کو کافر نہیں کہہ سکے گا۔ اگر کوئی کہے گا، تو اس کو سزا بھگتنی پڑے گی جو کوئی مسلمان کو کافر کہے اور بڑی کوشش کی، بڑی کوشش کی انہوں نے کہ اسلامی مسالک میں شیعہ کا نام لکھوایا جائے، ہم نے واضح طور پر کہا کہ آؤ پہلے مناظرہ ہوگا!!! اگر یہ اپنے آپ کو مسلمان ثابت کر دیں تو پھر آپ کی مرضی جو چاہو لکھو اور ہمیں گولی ماردو، اور جب یہ مسلمان اپنے آپ کو ثابت نہیں کر سکتے تو ہم قطعاً ان کا نام مسلمانوں میں لکھنے نہیں دیں گے اور الحمدللہ ہم نے لکھنے نہیں دیا اور سنیں! چودہ سال تو بڑی بات ہے شیعہ کو کافر کہنے پر ایک گھنٹہ، بلکہ ایک منٹ سزا ہو، سزا کا نام ہو، تب بھی ہم مر سکتے ہیں اس پر دستخط نہیں کر سکتے، کیوں؟...... اس لئے نہیں کر سکتے کہ جب ہم سزا مانیں، تو اس کو جرم مانیں۔ اور آپ کے اس خادم نے عدالت میں کھڑے ہو کر کہا تھا، کہ شیعہ کو کافر کہنا ہم جرم نہیں، عبادت سمجھتے ہیں!!'' (علامہ علی شیر حیدریؒ)

مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی، راولپنڈی

حضرت حیدری شہیدؒ سے میرا قلبی تعلق

یوں جانے کو تو بہت سارے دنیا سے چلے گئے ...... اور سب ہی چلے جائیں گے۔ فرمان رب تعالیٰ ہے۔ کُلُّ نَفسٍ ذَائقَةُ المُوت ...... کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فان...... موت کا ذائقہ ہر نفس نے چکھنا ہے۔ اور سب کچھ فانی ہے...... وَيَبْقىٰ وَجْهُ رَبِكَ ذُوالْجَلاَلِ وَالْاِكْرَام۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے۔ لہٰذا سب نے اس دنیا سے جانا ہے۔

حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، حضرت علامہ حق نواز جھنگویؒ، حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ، حضرت مولانا ایثار القاسمیؒ، حضرت مولانا شعیب ندیمؒ، حضرت مولانا سیف اللہ خالدؒ اور حضرت مولانا محمد اعظم طارقؒ جیسے عظیم امام۔ علماء مجاہد، جری، بہادر جبل استقامت بھی دنیا سے اپنے اپنے وقت میں رخصت ہو گئے۔ مگر جب یہ حضرات مذکورہ دنیا سے رخصت ہوئے تو بس یہی رخصت ہوئے۔ لیکن آہ، حضرت امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی شہادت اور دنیا سے رخصت ہونا کچھ یوں تاثر چھوڑ گیا ہے۔ جیسے کہ آج ایک بار پھر حضرت فاروقیؒ حضرت قاسمیؒ حضرت ندیمؒ حضرت خالدؒ حضرت مولانا اعظم طارق شہید ہو گئے ہوں...... حضرت حیدریؒ بلا مبالغہ اپنے اندر ان مذکورہ سب حضرات کی خوبیوں...... صلاحیتوں کا کمال اپنے اندر لیے ہوئے تھے۔

ہاں ...... جب اللہ رب العزت کے پیارے محبوب اور مقصودِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ اس دنیا میں نہ رہے تو پھر کس کا حق تھا کہ وہ رہتا۔ کسی نے خوب کہا کہ......

لو کا نت الدنیا تدوم لو احدا ...... لکان رسول اللہ فیھا مخلدا

یعنی...... اگر کس در جہان پائندہ بودے............ ابوالقاسم محمد ﷺ زندہ بودے

حضرت حیدری شہیدؒ سے پہلی ملاقات کراچی جامعہ محمودیہ بفزون میں ہوئی۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ

سے ملاقات کے لیے جامعہ کے مہمان خانہ میں داخل ہوئے تو حضرت حیدری شہیدؒ زلفیں بکھیر کر برہنہ سر تشریف فرما تھے۔ان کو پہلی جھلک دیکھا تو یوں محسوس ہوا جیسے سید عطاء اللہ شاہ بخاری جوان ہوکر دوبارہ گواہان نبوت محافظین نبوت یعنی صحابہ کرامؓ کی ناموس کی تحفظ کے لیے دنیا میں لوٹ آئے ہوں۔پہلی ملاقات اور پہلی جھلک سے ہی ان کے چہرے سے جلالت، وجاہت اور جرأت کے اوصاف نمایاں جھلک رہے تھے......

پہلا خطاب

جامعہ فرقانیہ راولپنڈی میں سپاہ صحابہؓ کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس تھا۔حضرت حیدری شہیدؒ اس میں تشریف لائے۔اجلاس سے فراغت کے بعد اگلے روز جامعہ مسجد امیر معاویہؓ اسلام آباد میں بعد از نماز مغرب حضرت کا خطاب ہوا۔یہ پہلا خطاب تھا جو میں نے سامنے بیٹھ کر سنا یوں محسوس ہوا کہ یہ ہستی سپاہ صحابہؓ کی اس تحریک کے لیے انعام خداوندی اور شیعیت کے لیے قہر خداوندی ہے۔اور پھر بحمد للہ حالات نے ایسا ہی ثابت کیا۔

پہلا سفر

بندہ پر صوبہ سرحد کے جنرل سیکرٹری شپ کی ذمہ داری کا آغاز تھا کہ اس دوران رمضان المبارک میں قصہ خوانی بازار پشاور میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے پروگرام ترتیب دیا گیا اور بندہ ناچیز کے ذمہ ہی خطباء سے وقت لینا بھی طے ہوا تو ناچیز حضرت علیؓ کانفرنس کے لیے علی شیر حیدریؒ کا انتخاب کیا......سرگودھا کے ایک جلسہ کے بعد ملاقات کر کے وقت لیا گیا پھر جلسہ کے دن اسلام آباد قاری محمد ایوب کی رہائش سے حضرت حیدریؒ کو وصول کرنے کے لیے حاضر ہوئے ابتداً گاڑی انتظام تھا۔لیکن عین سفر کے وقت گاڑی والے صاحب کوئی عذر کر گئے۔تو حضرت کو ہم نے بتایا۔حضرت حیدری شہیدؒ فرمانے لگے بھائی گاڑیاں بہت ہیں ویگنیں، بسیں، کسی میں بھی چلے جائینگے۔پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر کمیٹی چوک راولپنڈی آ کے وہاں سے عام اے۔سی کوسٹر میں چار سیٹیں کروائیں۔حضرت کے رفیق سفر غالباً شوکت علی اور حضرت اگلی دو سیٹوں پر اور ہم دو ساتھی ان سے پیچھے دو سیٹوں پر بیٹھے۔حضرت حیدری شہید کا روزہ بھی تھا۔کچھ پیٹ میں تکلیف بھی تھی۔نوشہرہ میں ایک مسجد کے باہر گاڑی رکی روزہ کھجور سے افطار کیا اور نماز پڑھی۔پھر عشاء کے قریب پشاور پہنچ کر کھانا کھایا۔حضرت کو تکلیف بڑھ گئی۔ڈاکٹر بلوا کر کچھ دوائی استعمال کی رات کو بعد از تراویح

خطاب لاجواب فرمایا۔اور صبح پھر اسی کوسٹر میں بیٹھ کر راولپنڈی تشریف لائے۔ یہ پہلا سفر حضرت کے ساتھ کرنے کا موقع ملا شرمندگی بھی تھی کہ حضرت کے لیے گاڑی کا انتظام فراہم نہ کر سکے۔اور عام گاڑیوں میں سفر کروا رہے ہیں۔لیکن حضرت حیدری شہیدؒ کی طبیعت پر کوئی ملال کوئی ناراضی نہ دیکھی۔نہ حضرت نے اس کا زبان سے اظہار کیا تکلیف کے باوجود خندہ پیشانی سے یہ سفر طے ہوا۔

واقعہ ذہانت

اس سفر کے دوران مختلف موضاعات پر گفتگو ہوتی رہی۔تعارفی انداز میں کچھ ہم نے حضرت سے پوچھا کچھ حضرت نے ہم سے پوچھا۔ چلتے چلتے میں نے حضرت حیدری شہیدؒ سے ایک سوال کیا میں نے کہا حضرت کیا یہ صحیح ہے جو ہم نے سنا ہے۔حضرت نے یکدم فرمایا کہ نہیں غلط ہے جھوٹ ہے۔ میں خاموش ہو گیا۔اس پر ساتھ والے احباب نے تعجب کیا کہ آپ نے سوال کیا مگر ابھی سوال کے الفاظ نہیں دھرائے کہ حضرت نے سوال سمجھ بھی لیا۔اور جواب دے دیا۔اور جواب کے الفاظ حضرت نے بھی نہیں دھرائے اور آپ مطمئن ہو گئے۔یہ کیسے؟ حضرت حیدری شہیدؒ نے فرمایا کہ عثمانی صاحب آپ یہی پوچھنا چارہے تھے کہ میں پہلے شیعہ مذہب پر تھا۔بعد میں اسلام قبول کیا۔میں نے کہا جی ہاں بالکل میرا یہی سوال تھا۔تو فرمایا میں نے بھی جواب میں کہا کہ نہیں غلط ہے جھوٹ ہے تو سن کر حیرت بھی ہوئی اور سب محفوظ بھی ہوئے۔یہ دراصل خلافت راشدہ رسالہ میں ایک شخص کا تذکرہ آیا تھا۔کہ حیدرآباد سے تعلق رکھنے والے ایک مجتھد نے اسلام قبول کیا ہے۔اسکا نام تھا شیر علی۔اور انہی دنوں مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کی شہادت کے بعد جب حضرت حیدری شہیدؒ کا تعارت پنجاب بھر میں ہوا تو اکثر احباب کے ذہن میں یہ غلط فہمی تھی کہ یہ وہ شخص ہے جسکا تذکرہ اسلام قبول کرنے کا خلافت راشدہ میں پڑھا ہے۔اور پھر حضرت حیدری شہیدؒ سیاہ عمامہ اور سیاہ چادر اوڑھ کر تقریر کے لیے اسٹیج پر تشریف لائے۔اور خطبہ کا انداز بھی کافی اہل تشیع سے ملتا جلتا ہوتا تھا۔اس وجہ سے یہ بات قدرے پختہ ہو کر سامنے آنے لگی کہ حضرت پہلے ادھر ہی تھے بلکہ میرے سامنے اسلام آباد والے جلسہ میں بھی دیگر جگہوں پر بھی حضرت کی موجودگی میں یہ اعلان بھی ہوا کہ اب تشریف لاتے ہیں سابقہ شیعہ مجتہد حضرت علامہ علی شیر حیدری صاحب پھر اس کی تردید اور وضاحت آئی کہ اس کا نام ہے شیر علی، اور حضرت کا نام ہے علی شیر اور کبھی بھی کسی دور میں ایسا تصور بھی نہیں پایا جاتا کہ شیعہ مذہب پر ہوں۔

چنانچہ اس غلط فہمی کا اس طرح سے ازالہ ہو گیا۔

حضرت حیدری شہیدؒ کی شفقت ومحبت

الحمدللہ ہماری جماعت سپاہ صحابہ کہ خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرات قائدین واکابر اپنے اصاغر سے بہت شفقت ومحبت والا معاملہ فرماتے تھے۔ بندہ ناچیز کو حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ حضرت مولانا اعظم طارق خصوصاً حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی شفقت اور محبتیں مختلف انداز میں یاد ہیں جو انکے ادوار میں انکی طرف سے ملیں۔ اسی طرح حضرت حیدری شہیدؒ کی طرف سے بھی انہی شفقتوں اور محبتوں کا سلسلہ جاری رہا مختلف انداز میں۔ ان محبتوں اور شفقتوں میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ابتداء میں بندہ نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں اور پشاور کی ملاقاتوں میں جب بھی فارغ وقت حضرت حیدریؒ کے قریب بیٹھنے کا موقع ملا۔ اکثر بازو کلا ڈال کر حضرت قریب کر لیتے اور سر میرا اپنی ران پر رکھ کر زلفوں میں اپنے دست مبارک کی انگلیوں سے کنگھا کرتے اور باتیں بھی فرماتے جاتے۔ اس منظر کی ایک مجاہد نامی پشاور کے ساتھ نے تصویر کشی بھی کی۔ جسے حضرت نے ڈانٹا بھی تھا۔

جامعہ حیدریہ میں پہلی مرتبہ جب ملاقات کے لیے حاضری ہوئی۔ تو حضرت حیدری صاحب کی مہمان نوازی میں اکابر کی سخاوت کی جھلک بھی نمایاں تھی۔ اور بندہ سے شفقت ومحبت کا انداز یہاں بھی موجود تھا۔ کہ کھانے کے دسترخواں پر ساتھ تشریف فرما کر خوب کھانے کی تلقین بھی فرماتے رہے اور مالٹے کھاتے (اور یہ سعادت آخری ملاقات میں حاصل ہوئی تھی) پھر رخصت ہوتے وقت حضرت حیدری صاحب نے کھجوروں کا تحفہ دیا۔ آئندہ ملاقات میں بندہ ناچیز نے بھی سکھر سے حضرت کے لیے خشخاش کے بنے ہوئے لڈو پیش کیے۔ یہ حضرت کو پسند بھی تھے اور پھر شوگر کے باوجود وہاں ہی بیٹھے چار پانچ لڈو حضرت نے تناول فرمائے۔ ساتھ تبصرہ بھی اور ہنسی مذاق بھی ہوتا رہا۔ اس موقعہ پر مولانا محمد رمضان نعمانی صاحب ساتھ موجود تھے۔ انہوں نے بھی بتایا تھا کہ یہ حضرت کی پسند ہے۔

جماعتی تمام احباب کے علم میں ہے کہ بندہ کو چائے کی بچپن ہی سے عادت نہیں ہے اور گرمیوں میں تو چائے کو دیکھنے سے بھی الجھن ہوتی ہے باوجود کہ طویل سفر اور تقاریر کا سلسلہ بھی ہے۔ مگر کبھی چائے اچھی نہ لگی۔ حضرت حیدری شہیدؒ نے کئی بار کہا کہ بھائی تھوڑی چائے پی لیا کرو۔ کچھ نہیں ہوتا۔ میں کہہ دیتا حضرت عادت

ہی نہیں اچھی بھی نہیں لگتی۔ چنانچہ ایک بار اٹک شہر میں جلسہ سے پہلے شکر درہ میں قیام تھا۔ آنے والے جماعتی شوریٰ کے اجلاس میں زیر بحث کئی معاملات پر علیحدہ کمرے میں حضرت نے مجھے کچھ سمجھانے کچھ بتانے اور کچھ پوچھنے کے لیے بلایا۔ قریب دو گھنٹے ملاقات اور مشاورت جاری رہی۔ بعدازیں دروازہ کھلا تو حضرت کے طلب کرنے پر دو کپ چائے پیش کی گئی۔ ایک کپ میں تو حضرت نے شوگر والی گولی ڈالی اور چمچ سے ہلانے لگے اور دوسرے کپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ عثمانی صاحب یہ چائے لے لیں میں نے کہا حضرت میں نے نہیں پینی اور آپ کو معلوم ہے کہ پیتا بھی نہیں ہوں۔ حضرت خاموش ہو گئے اور اپنی چائے پینے لگ گئے۔ وہ پینے کے بعد دوسرے کپ میں چینی ڈال کر حضرت نے چمچ سے مکس کرنا شروع کر دی اور میں حیران تھا کہ ایک کپ تو حضرت نے چائے پی لی ہے اور اب شوگر باوجود چینی ڈال کر یہ کپ کس لیے تیار ہو رہا ہے۔

یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت حیدری شہیدؒ نے وہ کپ اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور بڑے مودبانہ انداز مین میرے آگے کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عثمانی صاحب...... یہ چائے پی لیں...... حضرت کے اس انداز کو دیکھ کر حیرت بھی ہوئی اور شرمندگی بھی کہ حضرت یہ کیا کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے بالکل انکار نہ کر سکا اور چائے حضرت کے ہاتھ سے لے لی۔ ساتھ ہی حضرت نے فرمایا کہ ہمارے ہاتھ کی چائے بھی پی لیں شاید ہمیں بھی شہادت نصیب ہو جائے۔ (یہ جملہ اس لیے فرمایا کہ حضرت حیدری صاحب کو یہ واقعہ پہلے میں نے سنا چکا تھا کہ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں ایک ملاقات کے دوران مفتی عبدالسمیع شہیدؒ سے بندہ نے چائے پی اور دوسرے کمرے میں جب مولانا بشیر صاحب کے پاس حاضر ہوا تو حضرت نے بھی چائے کا اصرار کیا میں نے کہا میں پیتا نہیں ہوں۔ چند دن بعد مولانا مفتی عبدالسمیع شہید ہو گئے اور مولنا بشیر صاحب نے کہا تھا کہ عثمانی صاحب آپ ہماری بھی چائے پی لیتے تو ہم بھی شہادت کا جام پی لیتے) خیر میں نے حضرت حیدری شہیدؒ سے چائے کا کپ لیکر تین گھونٹ پی کر ساتھ بیٹھے ہوئے قاری عطاء الرحمٰن صاحب کو کپ دے دیا۔ تو حضرت حیدری صاحب نے فرمایا کہ بھی آگے کیوں دیا ہے کپ، میں نے کہا حضرت میں چائے نہیں پی سکتا بس آپ نے دی تو سعادت سمجھ کر چند گھونٹ پی لیے۔ تو مسکرا کر فرمانے لگے کہ بات یہ نہیں ہے، بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ آپ تجاوز کر جاتے ہیں (اشارہ تھا جماعتی معاملات کی طرف) یہاں بھی آپ نے تجاوز کیا ہے۔ جو کیا، وہ نہیں کیا۔ اس پر زوردار قہقہہ لگا اور محفل کشت زعفرانی ہو گئی۔ لیکن آہ...... کیا معلوم تھا کہ کہ حضرت کا یہ مشفقانہ انداز کہ ہمیں چائے اپنے دست مبارک سے پلا رہا ہے یا حضرت اپنے

جام شہادت نوش کرنے کا پیغام ہمیں دے رہا ہے۔ آج بھی جب چائے سامنے آتی ہے تو حضرت حیدری شہیدؒ کی شفقتوں کی یادیں تڑپا دیتی ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی صرف حضرت کی یاد میں چند گھونٹ ضرور پی لیتا ہوں۔ مگر وہ دست مبارک کا منظر ان منظروں سے نہیں ملتا۔

نہ خوشی یار رہی نہ غم یاد رہا

ہاں تیرا سلسلہ حسن کرم یاد رہا

بندہ ناچیز کے ملک طول وعرض میں بتوفیق اللہ بیان ہوئے ان میں اسم محمد ﷺ پر تفصیلی خطاب مشہور ہیں۔ اسی عنوان پر ایک مرتبہ ترنڈ محمد پناہ پنجاب میں مولانا اعظم طارق شہیدؒ کی موجودگی میں خطاب کیا تو مولنا اعظم طارق صاحبؒ نے پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنی تقریر میں اس پر تبصرہ بھی فرمایا اسی طرح حضرت حیدری شہیدؒ نے بھی کراچی میٹھادر میں اسم محمد ﷺ پر بیان سنا تو بعد میں کافی دیر تک سینے سے لگا کر دعائیں دیں۔ یہ بھی حضرت کی شفقت ومحبت تھی۔ ورنہ مجھ ناچیز کا کیا کمال۔

یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضرور سمجھتا ہوں کہ عموماً علماء اکرم، خطباء حضرات اپنے اکابر کی موجودگی میں بیان کرنے کو سعادت بھی سمجھتے ہیں اور اپنے انداز بیان مستند ہونے کے لیے سند بھی۔ بندہ ناچیز کی بھی یہی سوچ ہے۔ حضرت مولنا حق نواز شہیدؒ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ، مولانا مفتی نظام دین شہیدؒ مولانا ڈاکٹر منیر علی شاہ مدظلہ، حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ۔ جیسے متعدد حضرات اکابر کی موجودگی میں بیان کرنے کی سعادت حاصل ہے لیکن باوجود اس کے بندہ ناچیز اپنے بیان کی اصلاح اور سند کے لیے حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کو ہی سند تاکید سمجھتا تھا۔ اور الحمد للہ! کبھی کوئی علمی یا نظریاتی غلطی سامنے نہیں آئی۔ جو قابل اصلاح ہو بلکہ ایک مرتبہ گوجرانوالہ قاری رشید احمد صاحب کی مسجد میں بعد از نماز جمعہ حضرت حیدری شہید ممبر پر تشریف فرما تھے کہ 45 منٹ خطاب کا موقع بندہ کو ملا۔ اوّلیات صدیقؓ کے عنوان پر بیان کیا بعد میں حضرت حیدری شہیدؒ نے اسی بیان سے جملہ لے کر اپنا خطاب فرمایا اور مجھے بعد میں کہا تھا کہ آپ کے عنوان نے میری تقریر کے لیے بھی راہنمائی کر دی۔ یہ انکی شفقت بھی تھی اور اعتماد بھی، اور اسی طرح حضرت حیدری شہیدؒ نے علامہ ابن عابدین شامیؒ کے رسائل میں سے عربی رسالہ ''تنبیہ الولاۃ والاحکام'' کا اردو ترجمہ کر کے شائع کروانے کا بندہ کو کہا۔ کیونکہ اس میں ہمارے مشن سے متعلق بہت سارا امواد موجود ہے۔ بحمد اللہ! وہ ترجمہ تو حضرت کی زندگی ہی میں مکمل ہو گیا تھا۔ بس گرفتاری اور دیگر

معروفیات کی وجہ سے شائع نہ ہوسکا۔اب کوشش ہے کہ حضرت کی خواہش کے مطابق اُس ترجمہ کو بھی جلد شائع کروا کر منظر پر لائے جائے۔

حضرت حیدری شہیدؒ کا حکم اب سورۃ محمد اور سورۃ حشر کا درس دو

اور پھر 2001 کی بات ہے، جب بندہ ناچیز خود کوٹ لکھپت جیل میں تھا۔حضرت مختلف ذرائع سے رابطہ فرماتے اور خیریت دریافت کرتے رہتے۔ایک بار تفصیلات منگوائیں کہ جیل میں کیا معمولات ہے؟ میں نے باقی تفصیلات کے ساتھ یہ بھی لکھ بھیجا کہ درس قرآن میں سے سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ کا درس شروع کیا تھا جو کہ آج مکمل ہوا ہے حضرت حیدری شہیدؒ نے جواباً پیغام بھیجا کہ پھر آج سے ہی سورۃ محمد ﷺ اور سورۃ حشر کا درس شروع کردیں ضروری تاکید ہے۔چنانچہ پھر حسب حکم ان دونوں سورتوں کا درس بھی دیا۔اسی طرح کے متعدد واقعات ہیں جو حضرت حیدری شہیدؒ کی طرف سے شفقتوں محبتوں کے اظہار کا سبب بنے۔

حضرت حیدری شہیدؒ سے نظریات وخیالات میں یکسانیت

شوریٰ کے اجلاس یا بعض دیگر مواقعہ پر کچھ ادب کے دائرہ میں رہتے ہوئے رائے کا اختلاف یا جماعتی مشن کے حوالے سے کچھ الجھاؤ کی صورت بھی پیش آتی رہی جسکا مقصد خرابی ڈالنے والوں کے نزدیک شدید اختلاف کا تاثر دینا تھا۔جب کہ حقیقت میں ایسا کچھ بھی نہیں اصولوں پر کاربند رہنا اور انکو دلائل سے پیش کرنا اختلاف نہیں حقیقت پسندی ہوئی ہے۔چنانچہ اسٹیج پالیسی اور تقریر کے حوالے سے بات زیر بحث رہتی اور حضرت کی طرف سے یہ بات منسوب کی جاتی کہ انہوں نے اجلاس میں منع کیا ہے کہ شیعہ کافر نہیں کہنا ہے اور نہ ہی یہ نعرہ لگوانا ہے جب کہ بات صرف اتنی ہوئی کہ بیان اس انداز میں کرو کہ نعرہ کی نوبت نہ آئے۔اور اگر کوئی لگاتا ہے تو منع مت کرو۔اور جب خود بیان میں موقع آتا تو حضرت سر پر قرآن مجید رکھ کر شیعہ کو کافر متعدد بار کہتے۔صرف منع کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایسی صورت اختیار نہ کرو کہ جلسے والے پر جماعتی ذمہ داروں پر پرچے درج ہوجائیں اور وہ اس میں الجھ کر رہ جائیں (جیسا کہ اکثر ہوتا ہے) اور جماعتی کام ٹھپ ہوجائے تو یہ نقصان ہے فائدہ نہیں۔مقصد یہ تھا کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی بچ جائے۔جبکہ بندہ ناچیز کی سوچ یہ تھی کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی بچ جائے لیکن اگر سانپ نہیں مرتا تو اس لاٹھی کی بھی ضرورت نہیں۔(جیسا کہ حضرت جھنگوی شہیدؒ فرماتے تھے)

اسی طرح جامع مسجد صدیق اکبرؓ پشارو میں کانفرنس تھی مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب مدظلہ کا اور بندہ ناچیز کا خطاب ہوا۔آخری خطاب حضرت حیدری شہیدؒ نے فرمایا دونوں حضرات نے شیعیت پر کوئی صراحتاً تقاریر میں نہ کہی اور بندہ ناچیز نے بتوفیق اللہ حسب معمول شیعہ کو کھل کا فر کہا۔بعدازیں پرچہ درج ہوا بات عدالت تک پہنچی تو شہباز کی خباثت نے میری تقریر کے جملے حضرت حیدری شہیدؒ پر چسپاں کر کے حضرت کو تین سال کی سزا دلوادی۔رہائی کے بعد الشمس مسجد خیر پور میں خطاب کے دوران حضرت حیدری شہیدؒ نے فرمایا کہ میں نے پشاور کی تقریر میں شیعہ کا کافرنہیں کہا جسکی سزا جیل میں جا کر بھگتنا پڑی۔بہر حال دشمنانِ صحابہؓ کے لیے حضرت اشداء علی الکفار کی صفت پر کاربند تھے۔صرف جماعت اور احباب کو کسی امتحان میں بلاوجہ پڑنے کے حق میں نہ تھے اس لیے احتیاط کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

مجلس عمل کا اتحاد

اسی طرح ملک میں جب مجلس عمل کا ناجائز اتحاد کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مولانا اعظم طارق شہیدؒ اور مولانا علامہ علی شیر حیدریؒ سمیت جماعتی قائدین کی کوشش اول بھی اور اب آخر بھی یہی رہی ہے کہ اپنے علماء کرام سے دور ہونا مناسب نہیں اور دشمنانِ صحابہؓ کا قریب ہونا ہمارے بزرگوں کے نقصان وہ ہے لیکن تمام تر کوشش کے باوجود دشمن کو گلے لگانے کا فیصلہ کر ہی لیا گیا تو پھر دوسرا شرعی تقاضل یہ تھا کہ مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچنے کا درس دینا بھی ہماری ذمہ داری ہے اور حقائق سے آگاہ کرنا بھی ہمارا فرض ہے چنانچہ سب سے پہلے بندہ ناچیز نے ٹنڈوالہ یار میں حضرت مفتی نظام الدین شامزئی مرحوم اور میرے اساتذہ بھی موجود تھے۔ان کی موجودگی میں تقریر کی کہ یہ مجلس عمل کی اتحاد شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ان حضرات نے بھی اختلاف نہیں کیا اور حضرت حیدری شہیدؒ نے بھی خوب دلائل کے ساتھ ملک کے طول وعرض میں اس مسئلہ کو کھول کر بیان کیا۔اور پھر مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ سے ملاقات میں بھی اور خطوط کے ذریعہ بھی اس پر مدلل بحث ہوئی۔اور ایک موقع پر حضرت نے بندہ ناچیز کو استفتاء کے کچھ الفاظ لکھوائے جو کہ دارالعلوم دیو بند ارسال کیے مگر جواب نہ ملا پھر حضرت نے از خود ایک استفتاء ترتیب دیا جس پر آج سینکڑوں علماء کرام، مفتی حضرات کے دستخط ہو چکے ہیں۔اور حضرت حیدری شہیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج ہم نے اس وجہ سے خاموش ہو جائیں کہ بڑوں سے اختلاف اور بے ادبی کی صورت پیدا نہ ہو تو یہ امت کے مستقبل سے

خیانت ہوگی آئندہ یہ تاثیر دیا جائے گا کہ دیکھیں جی شیعہ سے اتحاد ناجائز ہوتا تو اس دور کے علماء کرام اس پر ضرور حق کی زبان کھولتے لیکن جب کوئی نہ بولا تو اس کا مطلب ہے کہ اس اتحاد میں کوئی حرج نہیں اور یہ بھی حضرت فرمایا کرتے کہ بھائی آج ہم اصاغر میں شمار ہوتے ہیں لیکن 50 سال۔ سو سال بعد آن والی امت ہمیں اکابر سمجھیں گی لہٰذا آج ہم شریعت کا حکم بتا کر اس ناجائز اتحاد کی مخالفت کر رہے ہیں آج بے ادبی ہے لیکن مستقبل میں یہی صحبت اور دلیل بنے گی۔

اس سوچ کی وجہ سے بندہ نے بھی خوب اس پر تقاریر میں اظہار خیال کیا۔ باقی قائدین کی بہ نسبت اس عنوان پر دلائل کے ساتھ حضرت حیدری شہیدؒ کی اور علاج کے ساتھ بندہ کی تقاریر کثرت سے موجود ہیں، لیکن اس کے باوجود حضرت کی اس بات سے بھی سو فیصد اتفاق تھا اور ہے کہ پھر بھی کوشش کر کے دشمن کو دور اور خود کو قریب کیا جائے بزرگوں کے تو بہتر ہے۔ لیکن تھوڑا سا احساس بزرگوں کو بھی کرنا چاہیے، انہیں شیعیت کی ایجنٹی کا چسکا پڑا ہے۔ یہ ان کی دنیا وآخرت برباد کر دے گا۔

جھنگ الیکشن

اسی طرح سیاست کے مسئلہ پر بھی جو حضرت حیدری شہیدؒ کا موقف تھا وہی بندہ ناچیز کا بھی تھا۔ اگر چہ جماعت نے ضرورت کے مطابق متعدد بار الیکشن میں حصہ لیا اور کامیابی بھی حاصل کی الیکشن کمپنیوں میں حضرت کے خطاب ہوئے اور بندہ نے بھی حصہ لیا لیکن بنیادی طور پر جب بھی گفتگو ہوئی اس عنوان پر تو حضرت بھی اس سیاست کے قائل نہ تھے اور بندہ بھی قائل نہ تھا۔ جھنگ کے الیکشن مولانا اعظم طارق شہیدؒ کی شہادت کے بعد جو ہوئے اس میں کچھ احباب کی ناعاقبت اندیشی کی اور جماعت سے اختلاف کی وجہ سے جب بات بہت دور تک نکل گی۔ تو اس کے حل کے باقی طریقوں میں سے ایک مشورہ یہ بھی سامنے آیا کہ مسعود الرحمٰن عثمانی کو امیدوار بنایا جائے۔ تو اہل جھنگ تعاون کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ مجھے حضرت حیدری شہیدؒ کا فون آیا کہ آج تم پنج گرائیں بھکر جلسہ پر آ رہے ہو۔ میں نے کہا جی حضرت آ رہا ہوں فرمایا آتے وقت اپنی سند اور دیگر کوائف پر مشتمل کاغذات ساتھ لانے ہیں میں نے تھوڑی سے ٹال مٹول کی حضرت نے کہا کہ میرا حکم ہے۔ جب میں بھکر پہنچا تو حضرت نے فرمایا آپ کا نام سامنے آ رہا ہے لہٰذا اپنے کاغذات جمع کروا دو تا کہ نقصان سے بچا جا سکے۔ میں نے حضرت سے معذرت کی کہ حضرت آپ کی

شفقت ہے آپ نے مجھ ناچیز پر اعتماد کیا۔ لیکن سیاست کا میرا ذوق ہی ہیں یہ کام نہیں کر سکتا۔ اگر جماعتی بہت زیادہ مجبوری ہوگی تو کسی اور علاقے سے میدان میں آئے گے ورنہ نہیں۔ حضرت کو بھی اندازہ تھا لہٰذا قدرے اصرار کے بعد حضرت خاموش ہو گئے۔ لہٰذا جو حضرت کی فکر تھی وہی بندہ ناچیز کی بھی سوچ تھی۔

حیات النبی ﷺ

بھکر سے ہی ایک مرتبہ جلسہ سے فارغ ہو کر جھنگ کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت حیدری شہیدؒ کے ساتھ ہی گاڑی میں سفر شروع ہوا۔ درمیان میں حضرت تھے اور ایک طرف مولانا عبدالرشید بلال تھے اور دوسری طرف بندہ ناچیز تھا۔ یاد نہیں کہ مولانا عبدالرشید بلال صاحب نے کیا بات کی تو حضرت حیدری شہیدؒ نے کہنی مار کر ان کو خاموش رہنے کے لیے کہا یہ سمجھ کر یہ عثمانی صاحب بیٹھا ہے غالباً اس کے خیالات مماتیت پر مبنی ہیں۔ لیکن مولانا عبدالرشید صاحب نے اونچی آواز میں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ نہیں ایسی بات نہیں جب حضرت حیدریؒ صاحب مجھ سے فی طب ہوتے تو میں نے کہا حضرت سب سے پہلی بات یہ ہے کہ الحمد للہ تمام عقائد ونظریات میں ہم اکابر کے نقش قدم پر ہیں اور خصوصاً مسئلہ حیات النبی ﷺ میں خود میرے والد گرامی مولانا عبدالمعبود صاحب تو اپنی تصنیف سوانح شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم میں حضرت شیخ القرآن کا عقیدہ بھی واضح کیا ہے کہ وہ حیات النبی ﷺ کے قائل تھے، صرف جماعتی ڈسپلن کی وجہ سے خاموش اختیار کی تھی۔ تو حضرت حیدریؒ صاحب نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور فرمایا کہ راجہ بازار کی نسبت کی وجہ سے میں آپ کو وہ سمجھتا تھا۔ میں نے کہا حضرت نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔

بہر حال حضرت حیدری شہیدؒ کو بڑا ہم سے پیار تھا اور حضرات کے ساتھ ہی انکی شفقتیں تھی مگر اس محبت کا ایک انداز یہ بھی ہے نا کہ اتنہا کسی کو شفقت ومحبت دو کہ وہ یہی محسوس کرے کہ بس وحدت صرف اور صرف میرے میں بس یہی چیز انکے مشفقانہ انداز سے جھلکتی تھی۔ اور جو وہ ہمیں کسی بات سے منع کرتے تھے۔ یا ڈانٹتے تھے وہ واللہ صرف اس کے لیے کہ کوئی نقصان نہ ہو جائے۔ وہ حضرت ڈاکٹر خادم حسین صاحب گواہ ہیں کہ میری گرفتاری کی خبر سے حضرت کتنے پریشان ہوتے تھے۔ اور رہائی کی خبر سے کتنے خوش حالانکہ گرفتار تو اور حضرات بھی ہوتے تھے۔ مگر کچھ تو تھا کہ بندہ ناچیز کی وجہ سے حضرت بے چین ہوتے جو کہ میرے لیے بہت بڑی سعادت ہے ہاں ان کا غصہ ڈانٹنا وہ صرف اور صرف ہمیں بچانے کے لیے ہوتا تھا۔ جیسے مولانا اورنگزیب فاروقی صاحب ایک دلدل میں چھلانگ لگانے لگے تھے کہ حضرت نے بیٹا کہہ کر سمجھا

دیا کہ یہ غلطی نہ کرنا۔ پھر کیا ہوا وہی کہ ہمیں بچاتے بچاتے خود حضرت حیدری شہیدؒ اپنی جان دے گئے۔ اور ہم سب کو یتیم کر گئے غمگین کر گئے۔

غم جدائی میں تیرے ظالم کہوں میں کیا، مجھ پر کیا بنی ہے
جگر گدازی ہے، سینہ کاوی ہے، دلخراشی ہے، جان کنی ہے

آخری ملاقات

حضرت حیدری شہیدؒ کی مشفقانہ محبتوں ہی کا نتیجہ تھا کہ بندہ کو مرکزی حضرات میں سے سب سے آخری ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ سالانہ کانفرنس کے بعد 16 اگست کو دوپہر جب حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب کے ساتھ خیر پور جامعہ حیدریہ سے روانہ ہونے لگے تو حضرت حیدری صاحب کسی مقامی مصروفیت میں باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے فرمایا کہ میں آ رہا ہوں، پھر حضرت تشریف لائے جب روانہ ہونے لگے تو حضرت لدھیانوی صاحب سے مصافحہ اور ملاقات کر کے انکی گاڑی میں بٹھایا، دوسری طرف سے ڈاکٹر صاحب کو رخصت کرنے آئے تو بغل گیر ہوئے پھر ہاتھ ملایا تو ڈاکٹر خادم حسین نے ہاتھ چوم لیا تو حضرت نے بھی انکا ہاتھ چوما پھر سب سے آخر میں بندہ ناچیز نے حضرت حیدری شہیدؒ سے مصافحہ کیا اور بس گاڑی میں بیٹھ کر میں نے دو تین بار پیچھے دیکھا تو جب تک گاڑی نظروں سے اوجھل نہ ہوگئی حضرت کھڑے دیکھتے رہے اور ہم انکو دیکھتے رہے۔ اس اعتبار سے سب سے آخری مصافحہ کی سعادت بندہ ناچیز کو حاصل ہے۔ بس اس پر یہی کہا جا سکتا ہے۔

وہ وقت رخصت ہاتھ ملا کر گیا
وہ کیوں گیا یہ بتا کر نہیں گیا
یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئے گا
جلتا ہوا چراغ بجھا کر نہیں گیا

مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کی قبر میں سب سے آخر میں بندہ ناچیز ہی حضرت کا چہرہ قبلہ کی طرف کر کے بوسہ دے کر نکلا تھا۔ وہاں دنیا کی آخری ملاقات یہاں دنیا میں زندگی کی آخری ملاقات تھی۔ اب یہ سعادتیں یہ محبتیں اور شفقتیں کہاں سے تلاش کریں؟ مل بھی جائیں تو حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کہاں سے ملیں گے؟

مولانا اورنگزیب فاروقی ۔ کراچی

میرا قائد، میرا روحانی باپ

ازل سے امروز شرار بولہبی کے خلاف تحریری وتقریری جہاد کی شمع فروزاں ہے........جسکے خلاف سیسہ پلائی دیوار کی مانند جم کر علمائے حق نے اعلاء کلمۃ اللہ کا مبارک وافضل کام کیا......خالق کون ومکاں کی وحدانیت اور سرکار مدینہ ﷺ کی رسالت ونبوت کا ڈنکا بجایا......شرک وکفر کے سرغنوں کے خلاف نبرد آزما رہنے والا مرد قلندر کہلایا......لادینیت والحاد کے سیل رواں کے آگے مضبوط بند باندھا.........دشمنِ حق نے صدا یہ ناتمام کوشیں کیں کہ نورِ حق کو پھونکوں سے بجھا دیا جائے........حق کی بلند ہوتی صدا کو پست کر دیا جائے.........لیکن اہل حق نے ان جیسی سازشوں کا مقابلہ جواں مردی سے کیا........دشمنانِ اسلام کی سازشوں کے جال کاٹ ڈالے.........منصوبہ سازوں کے پنجے مروڑ ڈالے۔

وطن عزیز پاکستان میں اہل حق کی سب سے بڑی جماعت کے سرپرست اعلیٰ مناظر اسلام علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے نام، کام اور مقام سے دینی حلقوں میں بالخصوص شاید ہی کوئی ایسا شخص ہوگا جو واقف نہ ہو۔ قدرت نے علم وفضل، حوصلہ وہمت، صبر واستقامت، غیرت وحمیت، جرأت وشجاعت، ذہانت ومتانت، تدریس وخطابت اور قیادت کے مختلف عناصر کو یکجا کر کے ایک حسین پیکر تراشا اور اس کا نام علی شیر حیدریؒ رکھ دیا۔ بھاری بھرکم جثہ، موٹی موٹی بارعب آنکھیں، چہرے پر جلال وجمال اور نورانیت چھلکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی، لبوں سے علم وحکمت کے پھول جھڑتے تھے، تدریس وتقریر کے میدان میں بے پناہ خدمات پیش کیں۔ دور جدید میں سائنس نے ہماری اس مشکل کو آسان کر دیا کہ انسانی آوازوں کو فضاؤں میں تحلیل ہونے سے پہلے محفوظ کر لیا کیونکہ الفاظ زبان سے نکل کر فضاؤں میں بکھر جاتے ہیں۔ مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ نے اپنے قافلہ میں کتنے ہی سنگ دلوں کو موم اور ہٹ دھرموں کو جادۂ حق پہ گامزن کیا........آپ کی تقاریر سے ملک وملت کو بے پناہ افادہ حاصل ہوا جس سے دل ودماغ کے مقفل دریچے کھل جاتے ہیں

.............انسانی قلوب واذہان کو روشنی ملتی ہے........جس میں توحید کے دلائل اور سنت کے مشکبار پھول بھی ہیں، جس میں سیرت نبوی ﷺ بھی ہے، سیرت صحابہ ؓ بھی، قصرِ باطل پر سنگ باری اور ضرب کاری، شرکو بدعت کے اندھیروں کو کافور کر دینے والی روشنی بھی ہے اور لاکھوں اہلِ ایمان کے علمی ذوق کے لیے بے پناہ فوائد بھی۔

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ محقق عالم، مناظر اسلام تھے، اپنی بے پناہ صلاحیتوں کی وجہ سے کراچی سے خیبر تک اور مکران کے ساحلوں سے بلتستان کی سنگلاخ وادیوں تک توحید وسنت کے دیپ فروزاں کیئے۔ آپکی جرأت اور حریت افکار نے باطل کے ایوانوں میں بھونچال پیدا کی۔ آپکی فکر رسا نے رفض وبدعت کے سیلاب کے آگے مضبوط بند باندھا، تاریخ کا جوبھی قاری برصغیر کی تحریک آزادی کے اکابر کی زندگی پر نظر ڈالتا ہے اسے نامساعد حالات میں آئین وجواں مردی حق گوئی بے باکی سے عبارت شخصیات نظر آتی ہیں جوتہی دست ہونے کے باوجود جزبہ ایمانی سے کام لیکر اس غالب فرنگی سے ٹکرا گئی، آتش نمرود میں عشق کی طرح بے خطرہ کود پڑے۔ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے لیکر سپاہ صحابہؓ کے ایک نظریاتی کارکن یا مبلغ کا فکری تجزیہ کیا جائے تو یہاں بھی ہر ایک کی زندگی میں اکابر کی حق گوئی اور بے باکی کی شمع روشن نظر آتی ہے۔ اسی جرأت واستقلال کے اسی تسلسل کی ایک کڑی علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی بلند ہمت شخصیت ہیں۔ مولانا کے علمی حیثیت بھی اپنی جگہ مسلّم لیکن گفتگو میں استدلال کا جولطیف اور کاری انداز حیدری شہیدؒ کا تھا وہ بہت کم دیکھنے میں ملتا ہے۔ آپؒ فرماتے تھے ''جو اہل حق کے ساتھ ٹکر کھاتا ہے اسکو خدا بہت ذلیل کرتا ہے''۔ علماء کرام سے فرماتے تھے ''آپکو گھبرانے کی ضرورت نہیں آپکی پیٹھ پر خدا کی نصرت ہے''۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ

(اگر آپ اللہ کے دین کے خادم ہیں تو جو آپ کا دشمن ہے خدا اسکا دشمن ہے)

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ مجھے اچھی طرح وہ وقت یاد ہے، جب مجھ سے جج پوچھ رہا تھا کہ جناب آپ پر الزام ہے کہ آپ نے شیعوں کو کافر کہا ہے۔ میں نے کہا جی اس تقریر کو بڑا وقت ہوا ہے اس میں کیا کہا تھا یہ تو مجھے یاد نہیں.........آپ پوچھتے ہو تو میں اب اسی وقت واضح انداز میں بتا دیتا ہوں کہ یہ تو واقعی کائنات کا بدترین کافر ہے، جج بے چارہ پریشان تھا اس نے سمجھا تھا کہ کہیں گے نہیں نہیں............ پریشان ہوگیا ....! کہنے لگا کہ جی وہ قادیانیوں کو کہہ رہے ہیں ناں آپ.......؟ میں نے کہا وہ تو ہیں ہی

.............؟ یہ بھی اس سے بڑا کافر ہے۔جج نے کہا آپکے ہوش حواس ٹھیک ہیں ناں! میں نے کہا جناب میں کوئی نشہ وشہ نہیں کرتا.............. پورے ہوش حواس سے بات کر رہا ہوں اور اس کا اعتراف کر رہا ہوں۔اس نے کہا آپ اعتراف کرر ہے ہیں..............؟ میں نے کہا جی اور ساتھ یہ بھی کہا الحمد للہ یہ جرم نہیں عبادت کرر ہا ہوں۔وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا وہ تو اسلامی قانون میں ہوگا ناں..............! میں نے کہا جی..............! میں تو اس کو مانتا ہوں۔(کئی ساتھی یہاں موجود ہیں جو یہاں میرے ساتھ ہیں، کئی ساتھی ایسے تھے جو یہ نہیں چاہتے تھے کہ ایسا ہی ہو بلکہ مصلحت سے کام لیا جائے وگرنہ مارے جائیں گےلیکن میں نے بہتر یہ سمجھا کہ اگر چپ کر گیا تو اپنے اسلاف کی تاریخ پر بدنما داغ چھوڑ دوں گا لہذا حق کو برسر عام ڈنکے کی چوٹ پر کہہ کر اسلاف کی روحوں کو سکون پہنچایا)۔اس جج نے کہا آپ کی ساری تقریر بے سود ہے جو آپ کرتے ہیں یہ چیز تو آن دار یکارڈ (On The Record) ہے دس سال کی سزا اسی وقت ہو جائے گی۔آپ نے کہا کہ جی وہ میرا کام نہیں آپ ایک سرکاری ملازم ہیں..............اور میں دوسرے سرکار کا ملازم ہوں، آپکو اپنی ڈیوٹی اور نوکری کا خیال..............تو مجھے کیا خدائی نوکری کا خیال نہیں..............؟ میری یہ ڈیوٹی ہے کہ حق پر بات کروں جو سچ ہے اسکو بیان کروں۔میں اپنی ڈیوٹی پوری کرر ہا ہوں اور آپ اپنی ڈیوٹی پوری کریں اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

میری حضرت حیدری شہیدؒ سے پہلی ملاقات 1996ء میں علیؓ معاویہؓ دستار فضیلت کانفرنس کراچی میں ہوئی۔اس سال میری بھی دستار بندی ہونا تھی حضرت حیدری شہیدؒ اس پروگرام کے مہمان خصوصی تھے، حضرتؒ کی شرکت نے پروگرام کو مزید چار چاند لگا دیے اور یہیں پر حضرتؒ سے میرا پہلا تعارف ہوا۔ حضرت حیدری صاحبؒ اسوقت جماعت کے صوبہ سندھ کے سرپرست تھے اسکے بعد پھر حضرت شہیدؒ سے جو ملاقاتوں کا سلسلہ بنا تو حضرت شہیدؒ نے نہ صرف یہ کہ مجھے بیٹا کہا بلکہ بیٹوں کی طرح میرے سر پر دستِ شفقت بھی رکھا، قدم قدم پر رہنمائی کی، بچوں کی طرح انگلی پکڑ کر چلایا، اور صرف یہ نہیں کہ جماعتی امور میں دلچسپی لیتے بلکہ کوئی مسئلہ بھی ہوتا اسے حل کرتے، کبھی بیماری، پریشانی لاحق ہوتی تو حضرت شہیدؒ باپ کی طرح شفقت فرماتے اور خیر خیریت معلوم کرتے، میرے کئی اسفار اور کئی پروگرام حضرت شہیدؒ کے ساتھ ہوئے ہر جگہ وہ مجھے ایک طرف ایک بہترین قائد نظر آتے، تو دوسری طرف باپ جیسی شفقت دیکھائی دیتی، دشمن کے لیے جیسے جاہ وجلال اور رعب ودبدبہ اللہ نے ان کو دیا تھا اسی طرح اپنوں کے لیے اس کے برعکس

نرمی ومحبت ومودّت کا وصف بھی صاف محسوس ہوتا تھا گویا کہ صحابہ کرامؓ کا یہ سچا عاشق ان کی صفت ” اشداء علی الکفار رحماء بینھم “ کا عملی نمونہ تھا۔

قائد اور قیادت والی صفات سے تو اللہ نے خوب نوازا ہی تھا لیکن ایک مشفق ومہربان باپ کی سی طرح رویہ کئی مرتبہ دیکھنے میں آیا، مولانا اعظم طارق شہیدؒ کے بعد جب جھنگ کی سیٹ کے لیے ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب اور مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب نے میرا نام پیش کیا تو حضرت شہیدؒ نے ان سے کہا ۔۔۔” میں اپنے بیٹے کو نہیں بھیجتا تم اپنے کسی بیٹے کو بھیج دو “ (یہ حضرت شہیدؒ کی خصوصی محبت کا ایک انداز تھا)۔

اسی طرح ایک مرتبہ خیر پور سے سکھر ایک پروگرام میں حضرت شہیدؒ کے ساتھ جانا ہوا حالانکہ حضرت عموماً کسی ذمہ دار کو سفر میں اپنے ساتھ نہیں رکھتے تھے لیکن مجھے ساتھ بٹھایا اور سکھر پروگرام سے فراغت کے بعد حضرت شہیدؒ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا کیا ارادہ ہے۔۔۔؟ تو میں نے بتایا حضرت میں نے تو واپسی کراچی جانا ہے تو حضرت شہیدؒ نے فرمایا آپ میرے ساتھ چلیں دونوں کا سفر اچھا کٹ جائے گا میں نے بھی کراچی جانا ہے، اب چونکہ حضرت شہیدؒ نے کراچی سے فراغت پر اسلام آباد جانا تھا۔۔۔! اسلیے اپنی گاڑی سکھر سے واپس کر دی اور وہاں سے ہم ریلوے اسٹیشن پہنچے تو ریل گاڑی کا ٹکٹ نہیں ملا تو ہم وہاں سے ڈائیوو کے اڈے پر گئے اور ٹکٹ لیا تھوڑی دیر بعد حضرت شہیدؒ نے گاڑی کا وقت پوچھا تو معلوم ہوا کہ گاڑی فجر کا وقت داخل ہونے سے پہلے روانہ ہو جائیگی تو حضرت شہیدؒ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمانے لگے۔۔۔بھئی ! پھر تو ہماری فجر کی نماز نکل جائیگی لہذا میں اس پر نہیں جاتا لیکن عجیب بات یہ ہوئی کے گاڑی لیٹ ہوگئی حالانکہ ڈائیوو کی گاڑی اپنے وقت سے کبھی لیٹ نہیں ہوتی لیکن شاید یہ حضرت شہیدؒ کی کرامت تھی کہ گاڑی لیٹ ہوگئی اور ہم نے فجر کی نماز ادا کی اور پھر ہم اسی گاڑی میں سوار ہوئے اور گاڑی چل پڑی اور کراچی سہراب گوٹھ آکر گاڑی سے اترے اور پیدل ٹیکسی اسٹینڈ کیطرف گئے ۔ایک ایسی جماعت کے قائد اور سرپرست ہونے کے باوجود کے جسکے دشمن ہر گھڑی تاک میں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن حضرت شہیدؒ ایسے بے خوف وخطر چلے جا رہے تھے، مجال ہے کہ کسی پریشانی اور خوف کا اظہار کیا ہو خود مجھے پریشانی تھی کہ حضرتؒ کا یوں گھومنا ٹھیک نہیں ہے، لیکن حضرتؒ تھے کہ کوئی پرواہ ہی نہیں۔۔۔!

خیر۔۔۔ وہاں سے پھر ٹیکسی اسٹینڈ پر گئے تو حضرت شہیدؒ نے کہا آپ ایک ہفتے سے گھر سے باہر رہے

ہیں لہٰذا آپ کو گھر جانا چاہیے اور پھر ٹیکسی کروائی تو میرا ارادہ تھا کہ حضرتؒ کو رخصت کر کے پھر میں بھی روانہ ہو جاؤنگا لیکن حضرتؒ نے کہا کہ آپ روانہ ہو جاؤ۔ میرے اسرار پر فرمانے لگے۔۔۔ ''بھئی۔۔۔! مجھے یہاں کوئی نہیں جانتا آپکا شہر ہے اور آپ کو سب لوگ بھی یہاں جانتے ہیں بہر حال الامر فوق الادب کے تحت حضرت شہیدؒ کی بات ماننا پڑی اور روانگی سے پہلے حضرتؒ نے کھجور کی دو پیٹیاں جو حضرتؒ نے سکھر سے لی تھیں ایک میری گاڑی میں رکھوادی میں نے کہا حضرت کسی اور کو دیدیجئے تو فرمانے لگے۔۔۔ بھئی۔۔۔!

''جب کسی اور کیلیے لی نہیں تو کسی اور کو کیسے دیدوں۔۔۔؟ آپکے لیے لی تھی آپ لے جائیں'' اسوقت حضرتؒ کے لہجے میں عجیب چاشنی ومٹھاس تھی،

چارونا چار میں روانہ ہوا اور حضرتؒ بعد میں دوسری گاڑی میں روانہ ہوئے۔ ہم جیسے ناکارہ اور کمتر لوگوں کا اسقدر خیال رکھنا حضرت کی شان تھی۔

ایک مرتبہ خیر پور میں ہی ایک سیمینار تھا حضرت قائد شہیدؒ کا آخری بیان تھا اور وقت کم تھا بعد میں حضرتؒ فرمانے لگے دیکھو۔۔۔! ہمیں تو لوگ نشستوں میں بھی دس منٹ ہی دیتے ہیں اور جلسوں میں بھی اس وقت جب فجر کی اذان شروع ہو جائے، پھر مجھ سے پوچھا۔۔۔ آپکے بیانات کس وقت ہوتے ہیں؟ تو میں نے کہا حضرت جب کوئی اور نہ ہو تو آخر ہی میں ٹائم دیا جاتا ہے۔ تو بڑے خوش ہوئے اور پھر کافی دیر میری طرف دیکھتے رہے اور فرمایا۔۔۔

''انشاءاللہ آنے والا دور آپ کا ہے''

خیر اسوقت تو میں نے بھی اس بات کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی اسوقت مولانا خالد ارشد صاحب لانڈھی والے میرے ساتھ تھے چند دن قبل انہوں نے یاد دلایا کہ آپکو یاد ہے حضرت حیدری صاحب شہیدؒ نے اس اس طرح فرمایا تھا اور خاص طور پہ حضرت شہیدؒ کی وہ بات اس وقت میرے ذہن میں گردش کرنے لگی جب اس سال جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خانپور کے جلسے میں کوئی نہ تھا اور مجھ ناچیز کو اختتامی بیان ملا۔ آج حضرت شہیدؒ کی وہ فہم وفراست والی باتیں اور پیشگوئیاں اور حضرت شہیدؒ کی وہ محبت ومودت یاد آتی ہیں تو عقل حیران اور دل پریشان ہو جاتا ہے کہ اللہ نے کسقدر عظیم قائد ورہبر ہمیں عطا فرمایا تھا۔ ایک طرف حضرت شہیدؒ کی جماعتی مصروفیات ہوتی تھیں تو دوسری طرف مدرسے کی علمی وتدریسی مصروفیات، جب

حضرت شہیدؒ سفر میں جاتے تو واپسی مدرسے پہنچ کر اگر وقت ہوتا تو پہلے بخاری شریف کا درس دے کر پھر گھر تشریف لے جاتے، پھر یہی نہیں بلکہ علمی حلقوں کے اندر بھی حضرت شہیدؒ کو جو مقام ومرتبہ حاصل تھا شاید وہ اب کسی کے حصے میں نہ آ سکے، یقیناً ایک عظیم قائد ہی نہیں بلکہ امت کا ایک عظیم سرمایہ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔گذشتہ سال دفاع صحابہؓ کانفرنس میں میں اپنی سخت علالت کی وجہ سے نہیں جا سکا تو پروگرام والے دن حضرت شہیدؒ نے فون کیا اور پوچھا آپ آئے نہیں۔۔۔؟ میں نے اپنی طبیعت کا بتلایا تو حضرتؒ نے شکوہ کیا کہ آپ نے میرے پروگرام کی رونق خراب کردی گاڑی کروا کے آ جاتے۔

ایک مرتبہ استاد محترم، استاد الحدیث جامعہ فاروقیہ (کراچی) حضرت مولانا منظور مینگل صاحب نے ایک مجلس میں حضرت حیدری شہیدؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یوں تو اب تک کئی علماء شہید کیے جا چکے ہیں، کئی اہل علم اس دنیا فانی سے رخصت ہو چکے ہیں لیکن جس قدر نقصان حضرت حیدری شہیدؒ کے جانے سے ہوا ہے شاید ہی کسی اور کے جانے سے ہوا ہو۔حضرت مینگل صاحب نے فرمایا کہ :

''حیدری شہیدؒ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپؒ قرآن پاک کے ماہر تھے۔جہاں کہیں سے بھی قرآن پاک کھول کے آپکے سامنے رکھ دیا جاتا آپؒ تفسیر کرتے ہوئے وہ انمول موتی بکھیرتے کہ سامعین ان کو سمیٹتے رہ جاتے، اسی طرح حضرت حیدریؒ قرآن پہ مہارت کے ساتھ ساتھ حدیث نبوی ﷺ پہ بھی مہارت رکھتے تھے اور ان دونوں نعمتوں کے ساتھ ساتھ ایک اور نعمت جو خالق لم یزل کی جانب سے آپؒ کو عطا کردہ تھی وہ اپنی بات سمجھانے کا ملکہ تھی۔کئی مرتبہ مشکل سے مشکل بات اور باریک سے باریک مسائل کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کرتے کہ کمزور سے کمزور تر بندہ بھی سمجھے بغیر نہ رہ پاتا''

ملک کے اتنے نامور ادارے کے استاد الحدیث، پاکستان کے ایک نامور عالم دین ومناظر کی زبان سے اپنے قائد کی اس انداز میں تعریف سن کر ایک لمحہ کے لیے مجھے حیرت ہوئی لیکن پھر یکایک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ میرا قائد عام انسان نہیں، بلکہ اپنی خداداد صلاحیتوں، جرأت و بے باکی کی وجہ سے تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف کیساتھ رقم ہونی والی شخصیت ہے جو حقیقی طور پر اس تعریف کے مستحق ہے۔آئندہ آنے والی ہماری نسلیں جہاں تاریخ کے اوراق میں تحریک ختم نبوت ﷺ کے سرخیل مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور شہنشاہ خطابت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی زندگیوں کو پڑھیں گی وہاں تحریک ناموس صحابہؓ کے سرخیل علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے نام پر بھی ناز کرے گی (انشاءاللہ)۔

حیدری شہیدؒ نے ساری زندگی ناموس رسالت ﷺ و ناموس صحابہؓ کے تحفظ کے لیے وقف کر دی۔ انہوں نے امت مسلمہ کو ایک ایسے فتنے سے روشناس کرایا جو اسلام کا لبادہ اوڑھے سادہ لوح مسلمانوں کو بہکا رہا تھا اس کا پردہ چاک کر کے ان کا حقیقی چہرہ عوام کے سامنے پیش کیا۔ باطل کے چہرے سے نقاب کے اٹھنے کی دیر تھی کہ غم و غصے میں انہوں نے مولانا کو ختم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں، مختلف حربے استعمال کر کے ہراساں کیا گیا، اوچھے ہتھکنڈے استعمال کیے گئے، جب دیکھا کہ ہر طرف حکومت میں ہماری پہنچ ہے تو سر عام تشدد کا راستہ اپناتے ہوئے گولیوں سے چھلنی کر دیا اور اسطرح مولانا علی شیر حیدریؒ شہادت کے عظیم رتبے پر فائز ہوئے اور باطل نے اپنی تجوری کو ایک اور بڑے گناہ سے پُر کر لیا۔ یہ حقیقت ہے کہ وقت کے سمندر میں اٹھنے والے طوفون بالآخر تھم جاتے ہیں لیکن وقت کی تیز آندھی جب ٹلتی ہے تو ان عظیم سپوتوں کو خود زمانہ خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ اب صرف اس ملک میں ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر رافضیت کے چہرے سے نقاب اٹھ چکا ہے ایسا پردہ چاک ہوا کہ رہتی دنیا تک یہ کتنا ہی تکیہ کر لیں امت مسلمہ میں عوام کا ایک ایک فرد ان کے کفر سے روشناس ہو چکا ہے۔ وہ اتحاد بین المسلمین کی خاطر زندگی کے آخری ایام میں یہ کہتے دکھائی دیتے کہ صحابہؓ ہمارے سر کے تاج ہیں، یہ صرف ہمارا ایک جماعت کا مسئلہ نہیں یہ امت مسلمہ کا اجتماعی مسئلہ ہے، سب کو اس پر سوچنا ہوگا اور عملی میدان میں اتر کر رافضیت کے پردے کو چاک کرنا ہوگا اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ ہم یہ سن کر آئے ہیں، ہمیں یہ بتلایا گیا ہے کہ ماؤں سے دودھ بخشوالو، صحابہؓ کی ناموس کی خاطر جو بھی کام کرے گا وہ ہمارے سروں کا تاج ہوگا کیونکہ صحابہؓ کا جو غلام ہے ہمارا وہ امام ہے، ہمارا وہ امام ہے، ہمارا وہ امام ہے۔



مولانا ریحان محمود ضیاء
(مہتمم جامعہ عمر فاروق اسلامیہ سمندری)

تیری داستان کو چھیڑوں مگر کہاں سے؟

جو مٹے گا راہِ حق پر وہی رہ سکے گا زندہ
یہ سبق ملا مجھے تیری شہادت ناگہاں سے
تیرہ آہِ سحرگاہی، تیرا نالۂ شبانہ
یہی یاد رہ گیا ہے شب غم کی داستاں سے
تیرا ذوقِ حق پسندی تجھے لے گیا رن تک
بنے خار بھی گلستاں تیرے ذوق بیکراں سے
تیری بے غرض قیادت، تیرا علم اور خطابت
تیری داستاں کو چھیڑیں مگر کہاں کہاں سے

اس عالم رنگ وبو میں جو شخص بھی آیا وہ جانے کے لیے ہی آیا ہے اس دنیائے فانی میں کسی بشر کے لیے دائمی بقا نہیں حتیٰ کہ دین ودنیا کے سلطنتوں کے بادشاہ بھی اس جہاں سے کوچ کر گئے بقول شاعر:

لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَدُوْمُ لِوَاحِدٍ
لَكَانَ رُسُوْلُ اللّٰهِ فِيْهَا مُخَلَّدًا

اس دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے جانے سے چند افراد یا ایک علاقہ سوگوار ہوتا ہے اور بعض سعادت مند ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس حیات مستعار میں ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہیں کہ ان کی جدائی سے ایک جہاں روتا ہے، ہر طرف حزن وملال اور رنج وغم ہوتا ہے، علماء وصلحاء، خواص وعوام، اصفیاء واتقیاء، حفاظ قراء وطلبہ، بوڑھے بچے اور جوان اکابر واصاغر سب کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں، انہی یگانہ روز

گار شخصیات میں سے محبوب العلماء والصلحاء ماہر علوم نقلیہ وعقلیہ، خطیب اسلام، بلند پایہ محقق، باطل کے خلاف شمشیر بے نیام، بے باک مبلغ، ترجمان حق وصداقت، پاسبان مسلک علمائے دیوبند، پیکر جرأت واستقامت، رہبر اہل سنت، فاتح رافضیت، وکیل صحابہ واہل بیت، جامع المحاسن شہید ابن شہید قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا حافظ علی شیر حیدری نوراللہ مرقدہٗ بھی ہیں، جن کے نام کے ساتھ نوراللہ مرقدہٗ لکھتے ہوئے دل پر بے ثباتی کی عجیب کیفیت طاری ہوجاتی ہے جب ان کے علمی دقائق، تفسیری نکات، وسعت مطالعہ، جرأت واستقامت، بے مثال شفقت، تدبر وسیاست، قیادت وسیادت، فہم وفراست کو یاد کرتے ہیں تو یقین نہیں آتا کہ وہ ہم سے جدا ہوگئے ہیں جب ان کے اوصاف جمیلہ کو یاد کرتا ہوں تو بے اختیار زبان پر آتا ہے:

لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکِرٍ اَنْ یَجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

یوں تو امت محمدیہ میں ہر دور میں لاکھوں علماء وفضلاء پیدا ہوئے اور اپنے نورانی آثار دنیا کیلیے چھوڑ گئے لیکن معدودے چند ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا فیض کسی علاقہ یا ملک تک محدود ہونے کے بجائے عالم گیر ہوتا ہے، ان کے علم کے ساتھ ساتھ عمل سے بھی......امت استفادہ کرتی ہے قائد ملت اسلامیہ بھی انہی نابغہ روزگار شخصیات میں سے تھے جو صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں اور صدیوں کو اپنے علم وعمل سے منور کردیتی ہیں، خالق ارض وسماء نے آپ کو بہت سے اوصاف حمیدہ سے نوازا تھا، میں جس خوبی کی طرف نظر اٹھاتا ہوں تو وہی خوبی مجھے اور میرے قلم کو لکھنے سے عاجز کردیتی ہے مثلاً میں آپ کی خطابت کو دیکھتا ہوں تو امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، آپ کی استقامت کو دیکھتا ہوں تو جبل استقامت حضرت مولانا اعظم طارق شہید یاد آجاتے ہیں، اگر آپ کی قیادت اور تدبر کی طرف نگاہ اٹھاتا ہوں تو مؤرخ اسلام حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، اگر آپ کے علمی تبحر، ذوق مطالعہ اور بے مثال حافظہ کی طرف دیکھتا ہوں تو امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، آپ کی حق گوئی کو دیکھتا ہوں تو امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی یاد تازہ ہوجاتی ہے ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اَن گنت محاسن وکمالات سے نوازا تھا آپ کا صبر وتحمل، زہد واستغناء، کارکنوں سے محبت، اکابر کا احترام، محبت صحابہ واہل بیت، اتباع سنت جیسے لاتعداد اخلاق حسنہ عطا فرمائے تھے۔

قائد ملت اسلامیہ نے جس راستے کا انتخاب فرمایا یہ آزمائش اور ابتلاء کا راستہ تھا، اس راستے میں انہیں زنداں کے مصائب بھی جھیلنے پڑے، جبل استقامت مولانا اعظم طارق شہید اور مؤرخ اسلام مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید جیسے رفقاء کی جدائی کا صدمہ بھی سہنا پڑا حتیٰ کہ اپنے والد بزرگوار حاجی محمد وارث کی شہادت کا سانحہ بھی برداشت کیا لیکن ان کے پائے استقامت میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی۔

کچھ سوچ سمجھ کر ہی ہوا ہوں موجِ دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا ہوں کہ عافیت ساحل میں ہے

حضرت اپنی حیات مبارکہ میں شجر اسلام کا بھرپور دفاع کرتے رہے آخر کار اس شجرہ طیبہ کی آبیاری کے لیے اپنے خون کا نذرانہ بھی پیش کر دیا۔

قبائے نور سے سج کر لہو سے باوضو ہو کر
وہ بارگاہِ حق میں پہنچے کتنے سرخرو ہو کر
زمین وآسمان ایسے ہی جانبازوں پہ روتے ہیں
سحاب غم برستا ہے شہیدوں کا لہو ہو کر

دنیائے رافضیت کو یہ بات بھول جانی چاہئے کہ اب ان کے کفر ودجل کو واضح کرنے والا اور ان کے عقائد ونظریات کو چیلنج کرنے والا کوئی نہیں رہا ان شاء اللہ تعالیٰ شہید قائد ملت اسلامیہ کے خون کا ہر ہر قطرہ رہنمائے انقلاب ثابت ہوگا۔

یہ بازی خون کی بازی ہے یہ بازی تم ہی ہارو گے
ہر گھر سے حیدری نکلے گا تم کتنے حیدری مارو گے

☆☆☆

مولانا محمد معاویہ اعظم طارق
(چیئر مین عمرؓ ابن خطاب اسلامک ایجوکیشنل سسٹم)

مہمان اور میزبان سب صحابہؓ پہ قربان

وہ مسجد صدیق اکبرؓ کے صحن میں کارکنوں کے جھرمٹ میں ہمارے گھر کی طرف آرہے تھے اور میں حیران وپریشان تھا کہ یہ دونوں خوبصورت چہروں والے جنہوں نے سروں پر پگڑیاں سجائی ہوئی ہیں اور براؤن کلر کے کڑھائی اور اوورکوٹ میں ڈیل ڈول خوبصورت قد وقامت پرنور چہرے ان دونوں میں سے ضیاء الرحمٰن فاروقی کون ہیں اور علی شیر حیدری کون ہیں؟ وہ ابھی مسجد کے صحن میں ہی تھے کہ میں دوڑتا ہوا (جبکہ میری عمر پانچ سال تھی) اپنے ابو سے جا چپکا اور میں نے ابو کا ہاتھ کھینچتے ہوئے پوچھا ابو۔ابو۔ بتائیں نا۔ان دونوں میں سے ضیاء الرحمٰن فاروقی کون ہیں؟ میرے اس سوال پر ابو اور تمام کا کنان اور فاروق ؓ کے فاروقی اور حیدرؓ کے حیدری کھل کھلا کر ہنس پڑے اور ابو نے مجھے گود میں اٹھایا اور مسکراتے ہوئے پوچھا۔کیا تم نے واقعی ان کونہیں پہچانا؟ یہ مسجد صدیق اکبرؓ میں ایک ایسا نقشہ تھا جو میرے ذہن پر نقش ہو گیا اور آج سوچتا ہوں وہ مسجد صدیق اکبرؓ کا میزبان اور اس کی دعوت پر آنیوالے دونوں مہمان باری باری صدیق اکبرؓ پر قربان ہو گئے۔18 جنوری 1997 کو لاہور سیشن کورٹ میں ہونے والے بم دھماکے میں ان دونور رہنماؤں میں سے ایک مہمان یعنی ضیاء الرحمٰن فاروقی صحابہؓ کی عزت وناموس پر قربان ہو گئے اور میرے والد شہیدؒ ایک سو چودہ زخم جسم پر سجائے ہوئے علامہ علی شیر حیدری کی سرپرستی میں قافلے کو لے کر آگے بڑھ گئے۔

6 اکتوبر 2003 کو مسجد صدیق اکبرؓ کراچی کا میزبان ۴۵ گولیوں سے سینہ چھلنی کروا کر صدیق اکبرؓ کا مہمان ہوا۔ چہار سو تاریکی کے بادل منڈلانے لگے۔ آسیں اور امیدیں ایک ایک کر کے دم توڑنے لگیں۔بھری ہوئی آنکھوں کیساتھ ٹوٹے ہوئے دل سے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے اپنے بابا کی میت کو کندھا دیا۔اور لے چلے ضیاء الرحمٰن کے پہلو میں۔۔۔۔اسی دوران کڑکتی ہوئی دھوپ میں اسباب کے

درجے میں سایہ بن کر میرے سر پر ایک ہاتھ آیا۔ آنسو پونچھ کر جو اس کے چہرے کو دیکھا تو یہ چہرہ اجنبی نہ تھا بلکہ یہ مسجد صدیق اکبرؓ کا دوسرا مہمان تھا۔ میں ان سے گلے لگ کر بہت دیر تک آنسو بہاتا رہا اور وہ میرے سر پر ہاتھ پھیرتے رہے اور فرماتے رہے فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وہ تو اللہ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر گئے (شہید ہوگئے) اور ہم اس کے منتظر ہیں۔ بس پھر کیا تھا ڈھارس سی بندھ گئی اور میں علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی پدرانہ شفقتوں سے معمور سرپرستی میں آگے بڑھنے لگا۔

مجھے یاد ہے وہ وقت کہ جب 2008 میں حج کے سفر میں میں اور علامہ علی شیر حیدری جمع ہوئے تو میں نے فرصت کو غنیمت جان کر اپنے محسن ومربی سے حاسدین کے ناپاک عزائم اور دوست نما دشمنوں کی دشمنی کو تفصیل سے ذکر کیا اور اپنے مستقبل کے حوالہ سے حضرت سے مشورہ کیا۔ (جن میں عمر بن خطاب اسلامک یونیورسٹی اور دیگر مسائل شامل تھے) اس کے بعد باب عمرہ کے نیچے مکہ مکرمہ پاکستان اور انگلینڈ سے تشریف لائے ہوئے احباب کی موجودگی میں حضرت نے مجھے ایک جملہ کہا جو میرے لیے حضرت کی بے پناہ محبت کے ساتھ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ حضرت نے میرے دائیں ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیکر اپنے سینے سے لگایا اور والد شہیدؒ کے صدمہ کو شدت سے محسوس کرنے لگے اور آنسو موتیوں کے طرح گرنے لگے اور فرمایا ساتھیو میری اولاد نہیں ہے لیکن میں معاویہ اعظم کو اپنا بیٹا سمجھتا ہوں۔ اس پر ہر آنکھ اشک بار ہوگئی اور دیر تک والد شہیدؒ کا صدمہ اس محفل میں تازہ رہا۔ لیکن یہ باپ اور بیٹے کا سفر بھی زیادہ دیر تک چلنے والا نہ تھا۔ تقریبا دس مہینوں کے بعد 17 اگست کی رات کو تقریبا پونے تین بجے یہ دردناک خبر سننی پڑی کہ وہ مسجد صدیق اکبرؓ کا دوسرا مہمان یعنی علامہ علی شیر حیدری بھی صدیقؓ اکبر پر قربان ہو چکا۔ یوں یہ ایک میزبان یعنی مولانا محمد اعظم طارق اور دو مہمان یعنی علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی اور علامہ علی شیر حیدری اصحابؓ محمد ﷺ کی عزت پر قربان ہوگئے۔ میں نے دوسرے دن اس روحانی والد کے جنازے میں شریک ہو کر حضرتؒ کے جسد خاکی کے قریب جا کر کہا اے میرے روحانی بابا آج شام کو آپ کی میرے ابو سے جنت میں ملاقات ہوگی، ان کو میرا یہ پیغام دینا کہ تیرے حقیقی بیٹے اور تیرے روحانی لاکھوں فرزند تیرے مشن پر کٹنے کے لیے تیار ہیں اور یوں کچھ دیر میں 6 سال پہلے 6 اکتوبر 2003 کو اپنے بابا کا جنازہ اٹھاتے وقت جن کیفیات سے میں دوچار ہوا آج ایک مرتبہ پھر اسی صورت حال کا سامنا تھا۔

مولانا رب نواز حنفی
(خطیب جامع مسجد صدیق اکبرؓ ناگن چورنگی کراچی)

کچھ یادیں۔ کچھ باتیں

شہیدِ ناموسِ صحابہؓ، علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ سے احقر کی پہلی ملاقات مولانا احسان اللہ فاروقی مدظلہ کی معیت میں ہوئی تھی، یہ پہلی ملاقات ہی ''جان لیوا'' ثابت ہوئی (یعنی ہم ان کی زلفوں کے اسیر ہو کر رہ گئے) حضرت کی شفقتوں، علمی نکتوں اور کردار کی بلندیوں نے اپنا کچھ ایسا خوگر بنایا اور ان کی اپنائیت نے دل ودماغ کو کچھ ایسا متاثر کیا کہ پھر ان کے سوا زندگی بھر اپنی نظروں میں کوئی جچا ہی نہیں......

گزشتہ آٹھ برسوں سے احقر اپنی مسجد ''الحبیب'' میں فرقِ باطلہ کے رَد میں تعطیلات کے دوران مختلف کورسز کا اہتمام کرتا ہے جس میں اسکول، کالجز، یونیورسٹیز اور دینی مدارس کے طلباء کی بہت بڑی تعداد شرکت کرتی ہے۔ ملک بھر کے اکابر علمائے کرام، عظیم دانشور اور معروف اسکالر تشریف لا کر اپنے تجربات کی روشنی میں شرکاء کو مستفید فرماتے رہتے ہیں۔ اپنی دیرینہ خواہش تھی کہ اگر علامہ علی شیر حیدریؒ بھی ایسے موقع پر قدم رنجہ فرمالیں تو زہے قسمت......! حضرتؒ سے رابطہ کیا تو اپنی تمام مصروفیات کے باوجود فوراً حامی بھر لی ......نہ صرف تشریف لائے، بلکہ علمی موشگافیوں، معلوماتی نکتوں اور عقائد کی باریکیوں کے وہ دریا بہائے کہ پورا مجمع عش عش کر اٹھا......

ایک مرتبہ تو حضرت نے مجھ پر شفقتوں کی انتہاء کر دی......! احقر کو خود فون کر کے اپنے ہاں جامعہ حیدریہ آنے کی دعوت دی، تا کہ میں وہاں کے طلباء کے سامنے فرقِ باطلہ کے متعلق اپنی معروضات پیش کروں ۔اس کو حضرت کی شفقت، دلجوئی اور حوصلہ افزائی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

دورِ حاضر کے علماء میں حضرت کو اللہ تعالیٰ نے جو علمی شان عطا فرمائی تھی اور علمی نکتوں کا جو استحضار اور رسوخ حضرت کو حاصل تھا اس کا اعتراف اپنوں اور پرایوں، سب نے کیا ہے۔ احقر کے ذہن میں کافی

عرصے سے یہ اشکال گردش کررہا تھا کہ ہم بدعتیوں پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو غوثِ اعظم کہتے ہیں، حالانکہ یہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ اس کا معنیٰ ''سب سے بڑا فریاد رَس'' کے ہیں، جو کہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، جبکہ دوسری طرف ہمارے اکابرین کی کتابوں میں یہ اصطلاح بکثرت استعمال ہوئی ہے۔ احقر نے اپنے ذہنِ نارسا کے گھوڑے خوب دوڑائے اور غور وفکر کی سواری خوب تھکائی، لیکن یہ عقدہ حل ہوکے نہیں دے رہا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ احقر حضرت کی خدمت میں مولانا عبدالغفور ندیم شہیدؒ کے دولت کدہ پر حاضر تھا کہ علامہ حیدریؒ نے خود ہی اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''غوثِ اعظم تصوف کی ایک اصطلاح ہے اور تصوف میں یہ ایک مقام کا نام ہے، جیسے قطب ایک مقام ہے، ابدالیت ایک مقام ہے اسی طرح غوثیت ایک مقام ہے جس پر بہت سے صوفیائے کرامؒ فائز ہیں جس میں سب سے نمایاں نام شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے ان کو غوثِ اعظم کہا جاتا ہے۔ لغوی معنی کے اعتبار سے اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز نہیں، جبکہ اصطلاحی معنی کے اعتبار سے اس کا استعمال درست ہے۔ ہم اور ہمارے اکابر (زَادَھُم اللّٰہُ شَرَفًا) اس کو اصطلاحی معنی کے اعتبار سے استعمال کرتے ہیں، جبکہ اہلِ بدعت اس کو پیرانِ پیر رحمہ اللہ کے لیے لغوی معنی کے اعتبار سے استعمال کرتے ہیں، اس لیے ہمارے اکابرؒ پر کوئی الزام نہیں آتا۔''

پھر اس مسئلے کو مزید واضح کرتے ہوئے فرمایا: ''دیکھیں! صدیقِ اکبر (سب سے بڑا سچا) صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہیں۔ لغوی معنی کے اعتبار سے اس کا استعمال غیر اللہ کے لیے درست نہیں ہے، جبکہ اصطلاح میں صدیقیت ایک مقام کا نام ہے جس پر امتیوں میں سے بہت سے افراد فائز ہیں، لیکن ان میں سب سے بڑی حیثیت حضرت صدیقِ اکبرؓ کی ہے، اس لیے ان کو صدیقِ اکبر کہا جاتا ہے۔

اسی طرح فاروقِ اعظم (حق اور باطل کے درمیان سب سے بڑھ کر فرق کرنے والا) صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لیکن اصطلاح میں فاروقیت (یعنی حق وباطل میں فرق کرنا) ایک مقام کا نام ہے جس پر آپ ﷺ کے بہت سے امتی فائز ہیں، لیکن ان میں سب سے بڑی حیثیت حضرت عمرؓ کی ہے، اس لیے ان کو فاروقِ اعظم (حق اور باطل کے درمیان سب سے بڑھ کر فرق کرنے والا) کہا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی یہی سمجھو!'' احقر نے ''مظاہرِ حق'' میں پڑھا تھا کہ حضور اکرم ﷺ آگ پہ پکی ہوئی چیز سے روزہ افطار نہیں کیا کرتے تھے۔ پھر ذہن میں یہ اشکال پیدا ہوا کہ ہم تو افطاری سموسے، پکوڑے اور دیگر اس طرح کی

چیزوں کے ذریعے بھی کرتے ہیں جو آگ پر پکائی جاتی ہیں، حالانکہ یہ تو بظاہر خلاف سنت ہے؟ میں نے حضرت سے اس کا ذکر کیا تو آپؒ نے فرمایا: ''افطار کہتے ہیں اس پہلی چیز کے کھانے کو جو روزہ دار روزہ کھولتے وقت کھاتا ہے، لہٰذا اگر روزہ دار افطاری میں سب سے پہلے کھجور، پانی یا دوسرا پھل کھالے اور بعد میں آگ پہ پکی ہوئی چیز کھاتا رہے تو یہ اس سنت کی مخالفت نہیں ہوگی۔''

ایک مرتبہ مولانا عبدالصمد سومرو شہیدؒ احقر سے کہنے لگے کہ میں نے ایک مرتبہ علامہ علی شیر حیدریؒ سے عرض کیا کہ حضرت! ہمیشہ اس بات کی کوشش ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جس حکم کو بھی بجالایا جائے تو اس میں سنن ومستحبات کی مکمل رعایت رکھی جائے اور یوں اس عمل کا حق ادا ہو جائے، لیکن پوری کوشش کے باوجود ایسا ہو نہیں پاتا، اس کی کیا وجہ ہے؟ علامہ حیدری صاحبؒ نے اس کے جواب میں بلا توقف حدیثِ مبارکہ پڑھ کر ذہن کے اس خلفشار کو چٹکیوں میں حل کر دیا۔ فرمایا: اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی عَلَیْہِ۔ ترجمہ: اسلام (ہمیشہ) غالب رہتا ہے اور اس پر کوئی چیز غالب نہیں آسکتی۔ یعنی جس طرح اسلام کی خصوصیت ہر چیز پر غالب رہنا ہے اسی طرح اسلام کا ہر حکم بھی ہمیشہ بندے پر غالب رہتا ہے۔ اس کی ادائیگی میں آداب ومستحبات کی جتنی بھی رعایت کی جائے، لیکن اس کی ادائیگی کا حق پھر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

ایک مرتبہ احقر نے ایک جلسہ میں علمائے حق کے کردار اور ان کے مجاہدانہ کارناموں کو خوب تفصیل سے بیان کیا جس میں ان اکابرینِ دیوبندؒ کا تذکرہ بھی کیا گیا اور ان کو بطورِ حجت پیش کیا گیا جو تا حال بقیدِ حیات تھے، نیز احقر نے اپنی تقریر میں ''علمائے دیوبند'' کی اصطلاح بھی بکثرت استعمال کی تھی۔ احقر کو قطعاً اس بات کا علم نہیں تھا کہ علامہ علی شیر حیدریؒ بھی اس پروگرام میں تشریف فرما ہیں، چنانچہ پروگرام سے فراغت کے بعد اگلے دن حضرت نے مجھے تنہائی میں بلا کر انتہائی نرمی سے فرمایا: ''ہمیں اپنے حلقے میں ''دیوبندیت'' کے بجائے ''اہلِ سنت والجماعتؒ'' کی اصطلاح رائج کرنی چاہیے، اس لیے کہ شیعہ حضرات اہلِ بیت (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے دشمن ہونے کے باوجود ان سے محبت کا دم بھرنے اور دنیا والوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے اپنے آپ کو ''محبانِ اہلِ بیت'' قرار دیتے ہیں، اسی طرح بریلوی بدعات کے جوہڑ میں چھلانگ لگانے کے باوجود اپنے آپ کو 'اہلِ سنت' باور کراتے ہیں، جبکہ سنتوں کے اصل علم برداروں کی زبانیں اور قلم اس اصطلاح (اہلِ سنت والجماعت) سے ناآشنا ہوتے جارہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ علمائے حق کے کارناموں کے بیان میں ان اکابر کو بطورِ سند پیش کیا جائے جو اس دنیا

سے رحلت فرما چکے ہیں، اس لیے کہ انسان جب تک بقیدِ حیات ہوتا ہے، اس کے اپنے مشن پر استقامت اور اس کی افتادگی طبع کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی، آج اس کو فرقۂ ناجیہ کی تعیین میں بطورِ سند پیش کیا، کل کلاں کو اگر وہ خدانخواستہ اپنے مشن اور اپنے دعوے سے پھر جائے تو اس کے نتیجے میں اس جماعت پر حرف آئے گا جس کی طرف اس کی نسبت کی گئی تھی۔ علامہ علی شیر حیدری رحمہ اللہ کے ساتھ بیتے چند ساعات کی یہ کچھ جھلکیاں تھیں جو احقر نے نظرِ قارئین کردی۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے ان اکابرین کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں! آمین۔

أُولٰئِکَ آبَائِی فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ　　　اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

''ہندو ہندو ہے، سکھ سکھ ہے، یہودی یہودی ہے، عیسائی عیسائی ہے مسلمان مسلمان ہے ان کے ساتھ لڑائی کیوں نہیں ہوتی ان کے ساتھ کیوں ہوتی ہے ہم اس کو مسلمان ضروری نہیں بناتے یہ اپنے عقیدے پہ رہے ہم اپنے عقیدے پر رہیں لڑائی رک سکتی ہے لیکن طریقہ اور راستہ یہی ہے کہ تم مخلص بنو اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کو اگر مار دیا جائے تو مسئلہ حل ہو جائے گا، سنو! حق نوازؒ سے اعظمؒ تک تم نے تجربہ کیا ہے آگے کہتا ہوں مجھے بھی مارنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا بلکہ مسئلہ اور تمہارا گلہ گھونٹے گا اور شاید پھر حل بھی نہ ہو سکے اب بڑا آسان مسئلہ ہے یہ کہتے ہیں قائد ملت اسلامیہ یہ کہتے ہیں لہٰذا ان کو اس کی بات ماننی پڑے گی جس کو یہ قائد کہیں میری کوئی حیثیت نہیں میں آپ تمام حضرات کے جوتوں کی خاک سے بھی اپنے آپ کو کم تر سمجھتا ہوں کیونکہ آپ اصحابِ پیغمبر ﷺ کے غلام ہیں کوئی کسر نفسی نہیں اس میں میرے رب نے ستاری فرمائی ہوئی ہے آئندہ بھی ستاری کی امید ہے لیکن آپ جو کہتے ہیں تو آپ کو اپنی بات پہ رہنا ہوگا اور وہ بھی کہتے ہیں قائد ملت جعفریہ تو انہیں بھی اس کی بات ماننی ہوگی جب وہ کہتے ہیں قائد ملت جعفریہ، یہ کہتے ہیں قائد ملت اسلامیہ ان دونوں کو بٹھا دو مسئلہ حل ہو جائے گا میں نہیں کہتا کہ وہ مسلمان ہو جائے میں نہیں کہتا میں نے وہی سوال رکھے ہیں کہ تم مانو یا نہ مانو گستاخی نہ کرو، مانو یا نہ مانو صحابہؓ کی گستاخی نہ کرو، اذان وہی دو جو تمہاری کتابوں میں ہے جو آئمہ نے سکھائی ہے اور تم اپنے آپ کو مارتے رہو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے ہمارے دروازے پہ نہ آؤ آسان سی بات ہے امن امان کے لیے اس سے آسان پوائنٹ ہے ہی نہیں اور اس کے بغیر مسئلہ حل ہوگا ہی نہیں۔'' (علامہ علی شیر حیدریؒ)

مولانا تاج محمد حنفی، کراچی

اکابر کے نظریات وافکار کا امین

میں آپ سے سوال کروں کہ آپ نے امام رازیؒ، امام الاولیاء، محبوب سبحانی الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ، ولی کامل جنید بغدادیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ، شیخ الہند، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دیگر اکابرین کو دیکھا ہے، آپ کا جواب کیا ہوگا؟ مجھے نہیں پتہ کہ اس سوال پر آپ کے کیا تاثرات ہونگے لیکن اگر کوئی مجھ سے یہ سوال کرے تو میرا جواب یہ ہوگا؟ کہ اُس دور کے رازی کو تو نہیں یکھا اس دور کے رازی کو دیکھا اُس دور کے شیخ جیلانی کو تو نہیں دیکھا اس دور کے جیلانی کو دیکھا اُس دور کے مدنی کو نہیں دیکھا اس دور کے مدنی کو ضرور دیکھا اُس دور کے لکھنوی کو نہیں دیکھا اس دور کے لکھنوی کو دیکھا اس دور کے امام احمد کو دیکھا بھی سنا بھی بلکہ بہت ہی قریب سے دیکھا تو پوچھے گا وہ کون؟ تو میں کہوں گا امام اہل سنت علامہ حیدری شہید تھے۔

جب میں اس کو تفسیر کے نکات بیان کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو وہ اس دور کے امام رازی نظر آتے ہیں، جب میں انہیں شب زندہ دار کی نظر سے دیکھتا ہوں تو مجھے وقت کے جنید بغدادی نظر آتے ہیں، جب اس کا عقیدہ، توحید دیکھتا ہوں قرآن وسنت پر عمل وکردار دیکھتا ہوں تو مجھے اس دور کے شیخ عبدالقادر جیلانی اور شاہ اسماعیل شہید نظر آتے ہیں اور جب میں شیخ الہند کی حیات پر نظر ڈالنے کے بعد اپنے قائد پر نگاہ ڈالتا ہوں تو وہ مجھے اس دور کے شیخ الہند نظر آتے ہیں، جب میں تاریخ کے اوراق پلٹ کو مدنی کو انگریز جج کے سامنے حق کہتے دیکھتا ہوں تو میں ششدرہ جاتا ہوں سبحان اللہ، اتنی جرات پھر میں تلاش کرتا رہا، علماء، فضلاء اور خطباء کو دیکھتا رہا تو علامہ حیدری شہید کو دیکھتا کہ وہ چیف جسٹس آف پاکستان سید سجاد علی شاہ کے سامنے روافض کے کفر پر دلائل کے انبار لگا رہے تھے۔ چیف جسٹس علامہ حیدر شہید کی علمی گفتگو سن کر پہاڑ سے وزنی دلائل کے ساتھ ساتھ جرات وبہادری دیکھ کر حیران تھے اور علامہ حیدری شہید

بلاخوف مدنی کا کردار ادا کرتے ہوئے نظر آ رہا تھا۔

میں نے تاریخ اسلام کا ایک ورق اور پلٹا تو امام احمد بن حنبل کو تنہا دیکھ اکیلا ایک فتویٰ پر ظالم و جابر سلطانوں کے سامنے پہاڑ کی طرح ڈٹتے دیکھا فتوی متفقہ تھا صرف امام احمد کا نہیں مگر حالات بدل گے پہلے کچھ نرمی تھی اب سختی ہوگی تو ایک ایک ہوکر خواص الگ ہوتے گئے۔ صرف امام احمد کا ساتھ نہیں چھوڑا بلکہ جس کے خلاف فتوی تھا اسی کے ساتھ بیٹھ گئے اور اس کو ساتھ بیٹھانے لگے بیڑی آتی کوڑے لگے بائیکاٹ ہوا جیل کا دروازہ کھلا مگر امام احمد بن حنبل پہاڑ کی طرِح اسی فتوی پر ڈٹا رہا لوگوں نے کہا امام کی ضد ہے، حالات کا ادراک نہیں، بے خبر ہے۔ یہی سوال امام احمد سے ہوا تو مسکرا کر جواب دیا میں ہوں، میں بدلا تو امت کا عقیدہ بدل جائے گا۔ میں اس کی استقامت دیکھ کر سوچنے لگا کیا اس دور میں بھی کوئی امام احمد بن حنبل کا کردار ادا کر سکتا ہے۔ پھر میں نے دیکھا تو علامہ حیدری شہید نظر آیا پرویزی دور ہے پرویزیت عروج پر ہے دین داروں کو پکڑ کر امریکہ کے حوالہ کیا جا رہا ہے گھروں پر چھاپے چاردیواری کا تقدس پامال کیا جا رہا تھا، دفاتر سیل کر دیے گئے، صحابہؓ کے نام لینے والوں کو پولیس مقابلہ میں شہید کیا جا رہا تھا ہو کا عالم ہے علماء خاموش مصلحت مصلحت کا وظیفہ ہر زبان پر جس پر کفر کا فتوی تھا اسی کو ساتھ بیٹھایا اور اسکے ساتھ بیٹھا گیا تو اس وقت ان حالات میں امام اہل سنت علامہ حیدری شہید کے ہاتھوں میں ہتکڑی، پاؤں میں بیڑی، قیدی تنہائی، حکمرانوں کے ظلم د جبر کے با وجود اکیلا و تنہا اکابرین کے متفقہ فتوی پر خود بھی قائم رہے اور کارکنوں کو بھی اس فتوی پر قائم رکھا۔

انہی دنوں آپ ضلع چترال کے دورے پر تشریف لائے میں نے عرض کیا حضرت حالات انتہائی سخت ہیں فرمایا ہاں ان حالات میں حق پر ڈٹ جانا ہی امام احمد بن حنبل کی وراثت ہے میں نے کتابوں میں امیر شریعت کی خطابت کے بارے میں پڑھا عشاء کے بعد تقریر شروع کرتے صبح کی آذانوں تک تقریر جاری رہتی وقت گزر جاتا سامعین تقریر سنے میں یوں محو ہوتے کہ وقت گزرنے کا احساس بھی نہ ہوتا میں نے سوچا اللہ اللہ کیسی خطابت ہوگی کیا اس دور میں بھی کوئی امیر شریعت ہے تو مجھے تصویر بخاری، کردار بخاری دور حاضر کے امیر شریعت امام اہل سنت علامہ حیدری شہید نظر آیا اس دور کے بخاری کی تقریر کا اثر سنا اس دور کے بخاری حیدری شہید کی تقریر کا اثر دیکھا کہ ایک نہیں سیکڑروں عام نوجوانوں نے جانوں کا نذرانہ تو پیش کیا مگر صحابہؓ کا دامن نہیں چھوڑا صرف 2010 میں کراچی شہر میں 35 سنی نوجوانوں نے تحفظ ناموس صحابہؓ کے لیے خون کا نذرانہ پیش کیا مگر یہ قافلہ ابھی تک نہ رکا ہے نہ جھکا ہے قافلہ حیدری چل رہے بڑھ رہا ہے اور انشاء اللہ چلتا رہے گا بڑھتا رہے گا۔ یہ علامہ حیدری شہید ہی کا رضا کار تھا کہ جب پھانسی کا پھندا

سامنے نظر آیا تو یہ نوجوان تیز قدموں سے پھندے کی طرف جانے لگا۔ یہاں تک کے پھندے کو چوما، جلاد نے پوچھا، یہ منظر میں نے اتنے سالوں میں پہلی مرتبہ دیکھا، اس سے پہلے مجرم اس پھندے کو دیکھکر ہی خوف کی وجہ سے مرجاتا ہے، اُس غازی نے جواب دیا یہی تو وہ راستہ ہے جو حضورؐ اور صحابہ کرام سے ملاتا ہے۔ جلاد نے پوچھا خواہش کہنے لگا ہاں جاتے جاتے صحابہؓ کی عظمت دشمنان صحابہؓ کے کفر کا نعرہ ایک مرتبہ پھر بلند کرنا چاہتا ہوں صحابہؓ کی عظمت اور دشمنان صحابہؓ کے کفر کا نعرہ بلند کر کے پھندا گلے میں ڈال دیا اور ہمیشہ کے لیے امر ہو گے یہ حیدری شہید کا رضا کار تھا پھر کیوں نہ کہوں اس دور کا امیر شریعت علامہ حیدری شہید تھے۔ شاید کوئی بے خبر کہہ دے کہ یہ حیدری شہید کا کارکن ہے رضا کار ہے اس لیے مبالغہ کر رہا ہے نہیں جناب میں تو امام اہل سنت کا رضار کار ہوں اس میں شک نہیں مگر امام اہل سنت کا علم وتقوی طہارت شجاعت، عزیمت اور استقامت کے بارے میں ہر غیر جانب دار انسان کا یہی فیصلہ ہوگا۔ قطب زمان، پیر طریقت، جید علماء کرام کے روحانی پیشو، احضرت علامہ عبدالکریم (بیر شریف والے) کے مدرسہ وخانقاہ میں حضرت شہید جب بھی حاضر ہوتے تو حضرت علامہ عبدالکریم (بیر شریف والے) بڑے علماء کی موجودگی میں بیان اور درس قرآن حضرت حیدری شہید سے دلواتے ایک مرتبہ کسی مولوی صاحب نے اعتراض کیا حضرت بزرگ علماء کی موجوگی میں آپ اس نوجوان عالم کو درس کا موقعہ دیتے ہیں تو حضرت نے فرمایا علماء کرام! تمھیں اس نوجوان کی علمیت کا اندازہ نہیں۔

کراچی میں ایک جلسہ تھا اس میں حضرت الاستاد مولانا منظور احمد مینگل صاحب بھی مدعو تھے۔ وہاں جب حضرت حیدری شہید کا تذکرہ چھڑا تو مولانا مینگل صاحب فرمانے لگے کہ تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ نے حیدری شہید کو علم سے ایسا نوازا تھا کہ بڑے بڑے علماء بھی انکی علمیت کو رشک کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان بھی آپکی علمیت کا اعتراف کرتے ہیں۔ پھر مینگل صاحب نے فرمایا کہ علامہ حیدری شہید کی علمیت کا اندازہ اس بات سے لگا لیجے کہ قران کی کوئی بھی آیت کھول کر اس کے سامنے رکھ دی جاتی تو حصرت حیدری شہید بغیر مطا لعہ کے کم از کم دو گھنٹے تک اس خالص علمی تحقیقی گفتگو کر سکتے تھے۔ حضرت حیدری شہید اس گئے گزرے دور میں اکابر کے علم وتقویٰ اور حضرت امیر عزیمتؒ کے افکار کے امین تھے، اپنے اکابر اور اپنے پیش رووں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

حکیم محمد ابراھیم قاسمی
(سابقہ رکن صوبائی اسمبلی)

بحر العلوم حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید

یوں تو ہر ذی روح کو اس دار فانی سے کوچ ہی کر جانا ہے اور مسلمانوں کے ہاں کسی جانے سے کوئی ماتم نہیں ہوا کرتا لیکن جہاں تک جدائی کا غم ہوا کرتا ہے تو بعض لوگ ایسے بھی ہوا کرتے ہیں جنکی جدائی کا غم اپنے اہل وعیال سے بھی زیادہ ہوا کرتا ہے جسطرح حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے جدائی کا ہے جو ابھی تک ہمارے نظروں سے اوجھل نہیں ہورہا لیکن بحرحال اللہ تعالی کے ہر فیصلے پر ہم راضی ہے کیونکہ حضرت اسی مقام کے متلاشی تھے جو انکو عطا ہوا پاکستان میں علوم کے لحاظ سے ماشاللہ بڑے بڑے علماء موجود ہے اور بہت اللہ کو پیارے ہوگئے لیکن جو علم اللہ تعالی نے حضرت حیدری شہیدؒ کو دیا تھا وہ پاکستان کے لیے ایک نعمت سے کم نہ تھا حضرت صاحب انتہائی محبت والے انسان تھے اور صحابہؓ کی عشق میں انتہا تک پہنچ چکے تھے اور پھر میرے ساتھ تو انکی انتہائی محبت والدین سے کم نہ تھی میری دوران حکومت بیماری کے دوران انکے فون انکی عیادت انکا عامل اور حکیم بھجوانا انکی انتہائی شفقت تھی۔ میرے ذہن میں وہ رات نقش ہے جب ہم خیر پور کے سفر پر حضرت صاحب کے ملاقات کے لیے حاضر خدمت ہورہے تھے تقریباً رات 2 بجے ہم جامعہ حیدریہ پہنچے جب مدرسے کے اندر داخل ہوئے تو حضرت مدرسے میں چہل قدمی کررہے تھے اور ہمارا انتظار فرمارہے تھے میں نے جب حضرت کو انتظار کرتے ہوئے دیکھا تو انتہائی خفہ بھی ہوا کہ ہمارے وجہ سے حضرت کو تکلیف ہوئی میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کیوں ہمارا انتظار کررہے تھے آپ کے تو کافی کام ہوتے ہیں آپ سو جاتے کسی طالب علم کی ڈیوٹی لگا لیتے تو حضرت فرمانے لگے بیٹا آپ جیسے مہمان اتنی دور سے میرے پاس آئے اور میں سو جاؤں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اللہ اکبر ایسا شفیق انسان میں نے کہیں نہیں دیکھا تھا انکی قائدانہ صلاحیتیں انکا رعب ودبدبہ انکا جاہ وجلال انکا حسن وجمال

سب ہی قابل دید تھا۔ دوران حکومت جب میں MPA تھا تو پنجاب کے جلسوں میں ساتھیوں کے اسرار پر شرکت زیادہ تھیں تو حضرت نے ایک ٹیلفون کیا کہ آپکو جلسوں میں جانے کا بہت شوق ہے میں نے عرض کیا حضرت کارکن خفہ ہوتے ہیں تو پھر حضرت نے بھائی عثمان کے ہاتھ ایک اپنا وزٹنگ کارڈ بھیجا جس پر لکھا تھا کہ آئندہ ابراہیم قاسمی کا ٹائم مجھ سے لیا جائے گا اور مجھے فرمایا کہ آپ پر out of Distric تمام دورے بند۔ اسی طرح یہاں پشاور میں جب انکی آمد ہوئی تو میں قریبی گاؤں میں ایک افتتاحی تقریب سے گیا تھا لیکن اُن دنوں میری گاڑی خراب تھیں اور میں موٹر سائیکل پر چلا گیا تھا اور حضرت تشریف لاکر ہمارے حجرے میں انتظار فرمارہے تھے مجھے جیسے ہی معلوم ہوا پروگرام چھوڑ کر حاضر ہوا تو حضرت حجرے میں سخت غصے میں بیٹھے ہوئے ہیں سلام لیکر حضرت کے پاس بیٹھ گئے لیکن حضرت بات نہیں فرمارہے تھے جب مین نے خفگان کی وجہ دریافت تو فرمانے لگے کہ یہ بھی کوئی طریقہ ہے کہ آپ موٹر سائکل پر پھر رہے ہو میں نے کہا حضرت مجبوری تھیں فرمانے لگے کہ کوئی مجبوری نہین مجھے آپکے ایم پی اے شپ کی کوئی ضرورت نہیں ہمیں آپ کی زندگی عزیز ہے پھر وعدہ کرنے پر حضرت کو راضی کردیا ایک ایسی محبت جو کہ شاید والدین ہی اپنے بچے دیں جسطرح قائد شہیدؒ نے مجھے دیا تھا اللہ تعالی انکے درجات کو بلند فرمائے انکی محبت ہی اللہ تعالی ہمارے لیے باعث نجات فرمائے اور ہمیں بھی صحابہؓ کے عزت وعظمت کے لیے شہادت مقبول عنایت فرمائے۔ آمین



مولانا حبیب اللہ مجاہد
(اسیر سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی)

ہوئی ہیں زیر زمیں دفن ہستیاں کیسی

پس زنداں آمد کے سات سال مکمل ہو چکے تھے اور میری علالت کا یہ دوسرا سال تھا، جسم کا نچلا حصہ مکمل طور پر سن ہو کر ناکارہ ہو چکا تھا، چلنے پھرنے سے معذور، ایک بازو سوجن اور درد کی وجہ سے شدید متاثر جبکہ دوسرا ہاتھ انگلی میں ایک زخم کے بگڑنے کی وجہ سے ہلنے کے قابل نہ تھا۔ کمزوری اور نقاہت کا یہ عالم کہ جسم سے گوشت گل کر ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ معدہ کھانے پینے کی کسی چیز کو قبول کرنے سے انکاری تھا گویا ایک طرح سے موت کی دہلیز پر تھا، اوپر سے اگست کی گرمی اور حبس کہ سانس لینا دشوار غرض زنداں کیا تھا میرے لیے قبر بن گیا تھا۔ جس میں، میں سسک سسک کر زندگی کی سانسیں گن رہا تھا اور یہی واحد سانس تھی جو میری زندگی کا پتہ دے رہی تھی، ایسے میں ایک صبح جبکہ گذری رات بجلی نہ ہونے کی وجہ سے فجر کے بعد معمول کے خلاف موت کی کوٹھڑی سے باہر نہیں نکلا بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ نکالا نہیں گیا اور اپنی کوٹھڑی جسے ہم جیل کی زبان میں چکی کہتے ہیں لیٹا ہوا تھا کہ ایک ساتھی ہانپتا ہوا آیا اس کے چہرے سے عیاں تھا کہ وہ کوئی خبر لے کر آیا ہے یہ بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ خبر اچھی ہرگز نہ تھی۔ استفسار پر اس نے جو خبر سنائی تو جیسے میری زندگی کا واحد سہارا سانسیں بھی چھین لیں۔ بار بار اصرار کر کے تفصیل پوچھی اور پوچھتا رہا کہ تم نے اچھی طرح سنی تھی یہی کہا تھا اس نے پوری خبر سنائی اور کہا کہ بی بی سی کے نمائندے نے تبصرہ بھی کیا ہے اور یہ خبر میں نے خود سنی ہے۔

قارئین! یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ خبر سننے کے بعد ہماری حالت جو کہ پہلے سے بدتر تھی، مزید ابتر ہوگئی، یہ خبر جو ہم نے موت کی کوٹھڑی میں موت کی دہلیز پر لیٹے، موت کی سانسیں پوری کرتے سنی وہ حضرت قائد محترم ضیغم اسلام علامہ علی شیر حیدری کی شہادت کی خبر تھی، حضرت شہید کی جدائی کا ابھی تک دل کو یقین نہیں

ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ گزشتہ ڈیڑھ سال سے برادرم مولانا محمد یونس قاسمی تقاضا کر رہے ہیں کہ حضرت حیدری شہید پر لکھ کر بھیجیں، بارہا کوشش کی لیکن قلم ان کو شہید لکھنے، دل تسلیم کرنے اور زبان ان کے لیے شہداء اور جدا ہونے والے کا لفظ ادا کرنے سے قاصر ہے۔ آج دل پر جبر کر کے قلم اٹھایا ہے تو حضرت شہید کے ساتھ ہونے والی ملاقاتیں ان کی شفقتیں، انکی یادیں گویا قطار باندھے ذہن کی سکرین پر نمودار ہیں۔

پہلا خطاب

نوے کی دہائی میں میری دینی تعلیم کا آغاز ہوا، اس کے ساتھ ہی میں نے مشن جھنگوی سے آگاہی کے بعد اس راستے کا انتخاب کیا، جب تھوڑی بہت واقفیت مشن جھنگوی کے بارے میں ہوئی تو قائدین میں ایک نام علامہ علی شیر حیدری کا سنا اور یہ بھی سنا کہ وہ پہلے شیعہ تھے اب مسلمان ہو کر ناموس صحابہ کا دفاع اور شیعیت کا اپنی تقریروں کے ذریعے آپریشن کرتے ہیں (جو بعد میں غلط نکلا) تو تجسس ہوا کہ ان کا خطاب ضرور سننا چاہیے چنانچہ جونہی پتہ چلا کہ کراچی کے معروف برنس روڈ پر رحمت اللعالمین ﷺ کانفرنس ہو رہی ہے جس میں دیگر قائدین کے ساتھ حضرت حیدری بھی تشریف لا رہے ہیں تو میں بھی باوجود اس کے کہ مجھے کراچی آئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا اور ناواقفیت کی بنا پر آنے جانے کے روٹس کا بھی علم نہ تھا، کانفرنس میں شریک ہوا، جب حیدری شہید اپنی خوبصورت کالی پگڑی باندھے، کالی چادر کندھوں پر مخصوص انداز میں ڈالے اسٹیج پر نمودار ہوئے تو میں دیکھتا ہی رہ گیا...... ان کا خوبصورت نورانی چہرہ جس میں جلال و جمال کی یکساں آمیزش تھی، جمال ایسا کہ نظر ہٹائے نہ ہٹے اور جلال ایسا کہ نظر ملانے کی ہمت نہ ہو مناسب قد بھاری اور بارعب سراپا...... پھر جب اپنے مخصوص انداز میں تقریر شروع کی تو سیرت نبی اکرم ﷺ اور عظمت صحابہؓ کے ساتھ ساتھ دشمنان صحابہ کو للکارنے کا مخصوص انداز...... انکی ہر بات...... انکی ہر ادا...... ان کا ہر لفظ کانوں کے ذریعے دل و دماغ پر چھا گیا۔

پہلی ملاقات

اب میرے دل میں خواہش اٹھی کہ کسی طرح ملاقات کا موقع مل جائے، اس کانفرنس کے بعد میں مکمل طور پر جماعت سے وابستہ ہو چکا تھا، اور پھر کچھ عرصے کے بعد ہم نے کراچی کے مدارس میں سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس کی بنیاد رکھی، اس دوران کوئٹہ انٹرنیشنل حق نواز شہید کانفرنس کے علاوہ کئی پروگرامات میں حضرت

حیدری شہید کی تقریر سننے کا موقع ملا تھا لیکن باقاعدہ ملاقات نہ ہو سکی تھی، سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس کے کام کے سلسلے میں ڈاکٹر مولانا ہارون قاسمی شہیدؒ ہماری رہنمائی کر رہے تھے جو اس وقت سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس کے مرکزی جنرل سیکرٹری تھے، پھر ایک دن ہارون قاسمی شہید کا پیغام ملا کہ خیر پور سندھ میں جامعہ حیدریہ چلنا ہے جہاں صوبائی اجلاس ہو رہا ہے، مجھے کراچی سے سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس کی نمائندگی کرنی تھی چنانچہ میں نے برادرم مولانا تاج محمد حنفی (موجودہ ترجمان کراچی) جو ان دنوں ہمارے ذمہ دار اور رفیق تھے کو ساتھ لیا اور پہلی دفعہ خیر پور روانہ ہوا، ہارون بھائی پنجاب کے دورے پر تھے، رخت سفر باندھ لیا، دل میں یہ خوشی تھی کہ اس بہانے حضرت حیدری کی زیارت ہو گی، چنانچہ ہم صبح سویرے بغیر کسی مشکل کے جامعہ حیدریہ بھی پہنچے، وہاں کچھ دیر ٹھہرے تعارف وغیرہ ہوا، حیدری صاحب گھر پر تھے، تھوڑی دیر بعد تشریف لائے ان کو اپنے سامنے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی، ہم تو طالب علم تھے ان کی پر جمال وجلالی شخصیت کے سحر نے گویا مبہوت کر دیا لیکن جس شفقت اور پیار سے ملے اس نے تھوڑی دیر میں ہی ہمیں گرویدہ کر لیا ان کی نشست و برخاست، لباس، بولنے کے انداز کہیں سے بھی بڑائی اور غرور نام کو نہ تھا، جو ٹھاٹھ باٹھ لیڈروں کے ہوتے ہیں اس کا ہمیں ان میں شائبہ تک نہ ملا، بڑی بے تکلفی سے گپ شپ کرتے رہے پھر ہمیں ایک مقامی طالب علم رہنما آ کر اپنے گھر لے گئے۔

جمعہ کا دن تھا اور ساری رات سفر کر کے آئے تھے گھر آ کر ہم سو گئے تو اس وقت آنکھ کھلی جب مساجد میں تقاریر شروع ہو چکی تھیں، میں نے ایک آواز پر غور کیا تو پتہ چلا کہ یہ حضرت حیدری کی آواز ہے، میزبان نے بھی تصدیق کی اس وقت جامعہ حیدریہ میں جمعہ نہیں ہوتا تھا، ہم تیاری کر کے مسجد گئے تو حیدری صاحب خطاب فرما رہے تھے، سندھی میں سیرت صدیق اکبرؓ پر بڑی جامع و مدلل تقریر فرمائی، جمعہ کے بعد جب واپسی ہوئی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حیدری صاحب پیدل ہی گھر کی طرف چل پڑے، ایک گن مین اور ساتھیوں کے ہمراہ جب پیدل روڈ تک آئے تو وہاں کوئی گاڑی نہ دیکھ کر میں حیران ہوا تب یاد آیا کہ جامعہ حیدریہ جو کہ ایک سادہ سی عمارت پر مشتمل مدرسہ تھا ادھر بھی کوئی گاڑی نہ تھی اس کا مطلب تھا کہ اس عظیم رہنما کے پاس گاڑی نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں وہ دن میں نہیں بھول سکتا جب ہم حضرت کے ہمراہ پیدل مسجد سے جامعہ حیدریہ تک آئے وہاں شام تک حضرت کے ساتھ خوب وقت گزارا، میں نے یہ بات بھی پوچھ ڈالی کہ حضرت آپ کے بارے میں سنا تھا کہ شیعہ........ ہاں ہاں پیارے سب ہی یہ سوال

کرتے ہیں، لیکن یہ جھوٹ ہے اور میری سات پشتوں میں بھی کوئی شیعہ نہیں، انہوں نے میری بات کاٹ کر جواب دیا تھا، ہمارا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ اس عظیم انسان کی صحبت سے محروم ہوں لیکن واپسی بھی ضروری تھی، ایک بار تو خیال آیا کہ یہ موقع پھر کب ملے گا ادھر دو چار دن گذار لیتے ہیں لیکن پھر حضرت نے خود ہی پوچھا ہم نے خواہش ظاہر کی تو فوراً فرمایا رہنے میں کوئی حرج نہیں لیکن تم طالب علم ہو پڑھائی کا وقت ضائع ہوگا اس لیے چلے جاؤ، یوں ہم اسی شام واپس کراچی روانہ ہوئے (واضح رہے کہ جس اجلاس کے لیے ہم گئے تھے وہ ہمارے جانے سے پہلے ہی ملتوی ہو چکا تھا اور ہارون بھائی کراچی آگئے تھے اس لیے ہمیں حضرت حیدری سے ملاقات کا خوب موقع ملا)

انوکھا اندازِ تربیت وشفقت

حضرت حیدری شہید کی شخصیت پہلی ملاقات میں ہی دل ودماغ پر چھا گئی اس کے بعد اپنی جماعتی ذمہ داریوں کے باعث اپنی گرفتاری تک بارہا ملاقات اور رفاقت کا شرف حاصل ہوا ایک رہنما، قائد اور لیڈر کے لیے علم، عمل اور فکر ونظر کی خوبیوں سے متصف ہونا ضروری ہے حضرت حیدری شہید بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو علم سے خوب نوازا تھا، ان کی علمی شخصیت کا بڑے بڑے علماء وشیوخ معترف تھے، خطابت میں تو ان کا کوئی ثانی نہ تھا، لیکن وہ ایک عظیم مربی بھی تھے، جامعہ حیدریہ میں انہوں نے جس انداز سے تھوڑے وقت میں علماء کی تربیت کر کے ایک اثاثہ اہل سنت کے لیے چھوڑا اسکی مثال نہیں ملتی، اس کے علاوہ وہ اپنے جماعتی وتنظیمی رفقاء کی تربیت بھی بہت ہی باریک بینی اور اچھوتے انداز میں فرماتے۔

احباب جانتے ہیں یہ ناچیز گرفتاری تک سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس سے وابستہ رہا اور مرکزی جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے چار سال ذمہ داریاں نبھائیں، تاہم احباب کو یہ بھی معلوم ہے کہ تقریر کے معاملہ میں میں بالکل نہ ہونے کے برابر ہوں اس کے باوجود اکثر مقامات پر کانفرنسوں کے لیے بلایا جاتا تھا، اس بات کا حضرت حیدری کو بھی پتہ تھا اور پھر مجھ جیسے طالب علم کی ان کے سامنے کیا حیثیت لیکن ایک واقعہ آج بھی یاد آتا ہے تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور دل حیدری شہید کی عظمت سے موجزن ہو جاتا ہے۔

ہوا یوں کہ ڈیرہ اسماعیل خان، گوجرانوالہ اور ٹیکسلا میں کانفرنسیں ہو رہی تھیں مہمان خصوصی حضرت حیدری شہید تھے اور منتظمین نے مجھے بھی مقرر کے طور پر مدعو کیا تھا، پہلا پروگرام ڈی آئی خان میں تھا جہاں

ہم پہنچے تو حضرت پہلے ہی پہنچ چکے تھے، حضرت خلیفہ عبدالقیوم صاحب کے ہاں ٹھہرے تھے، عشاء کے بعد میزبانوں نے کہا کہ آپ کانفرنس میں چلیں حضرت حیدری صاحب آرام فرمارہے تھے، چنانچہ ہم سٹیج پر چلے گئے اور جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے بعد میں حضرت حیدری سٹیج پر تشریف لائے، آخری تقریر ان کی تھی جب ان کو تقریر کے لیے بلانے کا وقت آیا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ تقریر کرو، عرض کیا حضرت میں تو کرچکا، فرمایا نہیں ہم نے تو نہیں سنی دوبارہ کرو، ہم نے عرض کیا کہ نہیں حضرت ہم تو آپ کو سننے کے لیے آئے ہیں فرمانے لگے اچھا! بات سنیں میں تقریر کرتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم غور سے سنو اور پھر مجھے بتاؤ کہ کہیں مجھ سے غلطی وغیرہ تو نہیں ہوئی میں حیرت سے حضرت کو دیکھتا رہ گیا کہ کہاں قائد اور وہ بھی علم اور خطابت کے میدان کا شاہسوار اور کہاں ایک طالب علم کارکن اور میں ان کی غلطیاں نکالوں؟ میری کیفیت کو بھانپتے ہوئے مسکرائے اور فرمایا، بات یہ ہے کہ تم صحافی اور صاحب قلم بھی ہو اس لیے زبان وبیان کی غلطیوں پر نظر رکھ سکتے ہو، یہی نہیں پروگرام کے بعد بھی استفسار کیا کہ بتاؤ کوئی غلطی یا ایسی بات تو نہیں ہے۔

قارئین! یقیناً آپ کو یہ واقعہ حیرت میں ڈالے گا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت کا ایک انداز تھا، تربیت کا، ایک تو وہ چاہتے تھے کہ میں ان کی تقریر وانداز پر غور کروں تو کچھ سیکھ لوں گا دوسرا میری حوصلہ افزائی بھی مقصود تھی، اس کا اندازہ مجھے بعد کے پروگراموں میں ہوا جب حضرت نے حکم دیا اور منتظمین کو پابند بھی کیا کہ حبیب کی تقریر میری موجودگی میں کراؤ، جب گوجرانوالہ میں ان کی موجودگی میں تقریر کی تو بعد میں انہوں نے کئی باتیں بتائیں جو میرے لیے تقریر کے حوالے سے رہنما ثابت ہوئیں، تو یہ تھا ان کا انداز تربیت یہ تھی انکی ایک ادنیٰ کارکن پر شفقت۔

حضرت حیدری......درسگاہِ حدیث میں

یہ 1999ء کا واقعہ ہے تب میں جامعہ احسن العلوم کراچی میں دورہ حدیث کا طالب علم تھا حضرت حیدری شہید کراچی تشریف لائے تھے اور علماء سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری تھا جامعہ کی درسگاہ حدیث میں حضرت اقدس مفتی زرولی خان درس حدیث دینے کے لیے تشریف لائے، طالب علم حدیث کی تلاوت کررہا تھا اور حضرت مفتی صاحب مسند پر تشریف فرما تھے ایسے میں کسی کو دائیں بائیں کی فکر نہیں ہوسکتی تھی، لیکن اچانک ہی حضرت مفتی صاحب نے سر اٹھایا اور کتاب بند کرکے فرمایا باقی درس کل ہوگا، اب مہمانوں

سے ملاقات کرتے ہیں تب طلباء نے دیکھا تو حیران رہ گئے حضرت حیدری شہید درس گاہ حدیث کی آخری صف میں ایک طالب کے ساتھ دوزانو بیٹھے تھے دوسری طرف مولانا ہارون قاسمی شہید اور دیگر رہنما تھے۔ جب حضرت مفتی صاحب نے کتاب بند کی تو حیدری شہید نے کہا حضرت! ہم تو درس سننے کے لیے آ بیٹھے ہیں آپ جاری رکھیں باتیں بعد میں ہوں گی لیکن مفتی صاحب اٹھ کر آئے، ملے اور دفتر لے گئے، یہ تھی ان کی انکساری جس سے طلباء اور حضرت مفتی صاحب سب ہی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، اگلے دن درس میں مفتی زرولی خان صاحب جو اپنے سخت مزاجی کے حوالے سے معروف ہیں، نے برملا فرمایا کہ میں نے دینی اور مذہبی رہنما بہت دیکھے ہیں لیکن مولانا حیدری جیسا نہیں دیکھا نہ علم میں نہ انکساری میں، جتنی دیر یہاں رہے دوزانو رہے اور دھیمے اور منکسرانہ لہجے میں لیکن علمی اور مدلل بات کی، آج دینی قیادت میں یہ خوبیاں کم کم ہی ملتی ہیں۔ یہ واقعہ بھی میری زندگی کا ایک انوکھا واقعہ ہے کہ ایک اتنی عظیم جماعت کے رہنما کی انکساری اور علمی شخصیت کا اعتراف و پذیرائی حضرت اقدس جیسے علم بے بدل شیخ الحدیث کی زبانی سن رہا تھا۔

مفتی اعظم پاکستان کا اعتراف

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید نے نہ صرف عوامی سطح پر عظمت و ناموس صحابہ کے تحفظ کا پرچار کیا بلکہ عوام کو مدلل انداز سے دشمنان صحابہ کے اصل چہرے سے روشناس بھی کرایا۔ سپریم کورٹ میں مشن جھنگوی شہید پر مشتمل اہل سنت کے موقف کو منوایا بلکہ انہوں نے حکومتی سطح پر بننے والی کمیٹیوں میں بھی قائد شہید علامہ فاروقی کے بعد احسن انداز میں اپنا موقف پیش کیا۔ اسی طرح کی ایک کمیٹی سابقہ دور میں وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے بھی بنائی جسے علماء کمیٹی کہا جاتا تھا، اس میں ملک بھر سے جید علماء اہل سنت اور شیعہ نمائندے موجود تھے، علماء اہل سنت میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی بھی تھے، کمیٹی کے اجلاس کے دوران حضرت حیدری شہید نے محسوس کیا کہ شیعیت کے حوالے سے حضرت مفتی صاحب کا موقف کچھ نرم ہے چنانچہ اس کے بعد جب کراچی تشریف لائے تو دارالعلوم کراچی خصوصی طور پر حضرت مفتی صاحب سے ملنے گئے، دوران ملاقات جب حضرت حیدری شہید نے اکابر علماء کے فتویٰ جات، رافضیوں کی کتابوں اور خود درس نظامی کی متعدد کتب کے حوالے فی البدیہہ بیان کیے۔ جنہیں سن کر مفتی صاحب نے اصل کتب منگوا کر ملاحظہ کیں تو صفحہ نمبر اور حاشیہ تک سب کچھ درست نکلا جیسے حضرت شہید نے بیان فرمایا تھا تو حضرت

مفتی اعظم حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے بعدازاں درس میں بھی خاص طور پر حضرت شہید کا تذکرہ کیا اور انکی علمیت، انداز، حافظے اور تفقہ کو خوب سراہا۔

قارئین کرام! حضرت حیدری شہید کے حوالے سے یہ دو واقعات علماء کی ملاقاتوں اور اعتراضات کے خاص طور پر اس لیے ذکر کیے ہیں تاکہ ہمارے کارکنوں اور عوام کو معلوم ہو سکے کہ اہل سنت والجماعت کا موقف جتنا سچا ہے اتنا ہی اللہ نے اس کو قیادت بھی کھری، ستھری نایاب اور باکمال عطا کی ہے جس کو نہ صرف ہمارے کارکن اور طلباء وعوام بلکہ علماء اہل سنت بھی تسلیم کرتے ہیں۔

پگڑی کی لاج رکھنا

بہت عجیب ہے روایت میرے بزرگوں کی
کہ پگڑیوں کو سروں سے عزیز رکھتے ہیں

حضرت حیدری شہید کو اپنی دستار یعنی پگڑی سے بہت انس ومحبت تھی، وہ پگڑی بڑے اہتمام واحترام سے باندھتے اور احترام سے سنبھال کر رکھتے تھے مجھے اس بات کا اندازہ ایک واقعہ سے ہوا، ایک بار حضرت کراچی تشریف لائے تو مولانا ہارون قاسمی شہید کے ہمراہ بنوری ٹاؤن کے سابق شیخ الحدیث اور ممتاز محقق عالم دین مولانا عبدالرشید نعمانی کے گھر گئے، مولانا بہت بزرگ شخصیت اور حدیث وفنون کے ماہر تھے، عام ملاقاتیں نہیں کرتے تھے اور علالت کے باعث بہت کم لوگوں سے ملتے تھے چنانچہ ہم سب باہر بیٹھے رہے حضرت حیدری شہید اور ہارون قاسمی اندر گئے اور کافی دیر تک ملاقات کی اس دوران حضرت نعمانی مرحوم نے حیدری صاحب کو اپنی سند حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی اور حضرت ہی کی دستار سے ان کی دستار بندی بھی کی۔ گرمی کا موسم تھا اور ملکی حالات بھی خراب تھے، جب واپس گاڑی میں بیٹھے تو حضرت حیدری شہید نے اپنی دستار اتار کر مجھے پکڑائی میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا اور بے دھیانی میں دستار پچھلی سیٹ کے اوپر شیشے کے قریب رکھ دی، اتفاقاً حیدری شہید کی سامنے آئینے میں نظر پڑ گئی اور اپنے مخصوص انداز میں جس میں رعب بھی تھا شفقت بھی آواز دی بھائی میرا علم کدھر ہے؟ میں کچھ نہ سمجھتے ہوئے آگے جھکا اور پوچھا جی حضرت! تو میرے سر پر ہلکی سی شفیقانہ چپت رسید کی اور فرمایا پگڑی پیچھے کیوں رکھ دی؟ یہ تو میرا علم ہے اور اسی کی لاج رکھنے کے لیے سر ہتھیلی پر رکھے نکلا ہوں، تب مجھے احساس ہوا کہ اپنی بے دھیانی بلکہ نالائقی کی وجہ سے بے ادبی کر بیٹھا ہوں تب میں نے پگڑی اٹھا کر گود میں رکھی۔

اب یہ واقعہ گذرے بڑا عرصہ ہوا پھر 1999ء میں مرکز اہل سنت میں سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس کے زیر اہتمام دستار فضیلت کانفرنس ہوئی اس سال میرا بھی دورہ حدیث کا سال تھا، حضرت حیدری شہید فضلاء کی دستار بندی فرمارہے تھے جب میرا نام پکارا گیا تو میں آگے بڑھا تب میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا بھائی پگڑی کی لاج رکھنی ہے یاد ہے ناں؟

گویا بزبان شاعر

جانِ من حرمت دستار سلامت رکھنا
صد کتابیں لکھو معیار سلامت رکھنا
لاکھ ترغیب لیے آئے گی دنیا
دل میں گنجائش انکار سلامت رکھنا

ہماری دستار بندی کے واقعہ کو دس سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے حیدری شہید تو اپنی دستار کی حرمت اور لاج رکھنے میں کامیاب ہوئے کہ جب تک جئے تو حق وصداقت کا پرچار کرتے رہے یہاں تک کہ موت بھی شہادت کی ملی گویا:

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

رہ گئے ہم تو نہ جانے اللہ کو کیا منظور ہے۔ البتہ یہ بات بلاخوف وتردد کہی جاسکتی ہے کہ پس زنداں آئے دس سال ہو گئے، ان دس سالوں میں ایک سے ایک کٹھن مرحلہ پیش آیا، پے در پے قیادت اور احباب کی شہادتیں، حضرت والد مکرم کی وفات، زنداں کی سختیاں سخت بیماری کے باعث ٹانگوں سے معذوری، کیسے کیسے مصائب تھے جو اس ناتواں پہ ٹوٹ پڑے ایسے میں اللہ کے فضل کے بعد اگر کسی چیز نے حوصلہ دیا ہے تو یہی قائدین کی قربانیاں اور پھر خاص طور پر حضرت حیدری شہید کی نصیحت...... جب بھی قدم ڈگمگانے لگے ...... جب کہیں دل کمزور پڑا، چشم تصور نے حضرت حیدری شہید کی مشفقانہ مسکراہٹ کا منظر دکھایا انکی آواز کانوں میں گونجی اور دل نے محسوس کیا کہ اللہ ضرور استقامت دے گا۔

اب انہیں ڈھونڈ

اگر میں یہ کہوں کہ مجھے شہداء کی محفلیں نصیب ہوئی ہیں تو آپ حیران نہ ہوں کیونکہ مجھے وہ اجلاس، ملاقاتیں، محفلیں یاد آتی ہیں جو میں نے کراچی میں ایسے قائدین کے ساتھ گزاری ہیں جو بعد میں ایک ایک

کر کے شہید ہو گئے، جب حضرت حیدری شہید یا مولانا اعظم طارق شہید کراچی تشریف لاتے تو ان محفلوں اور پروگراموں کا رنگ نرالا ہوتا، آج میں یہ سوچتا ہوں کہ کیسے کیسے لوگ اس مشن پر جان دے گئے، آپ تصور کیجئے کہ آپ کسی گاڑی پر سوار ہیں جس میں بیٹھنے والے آپ کے قائدین، دوست، استاد، مربی، رفقاء سب ہی کچھ ہیں اور وہ ایک ایک کر کے بچھڑتے جائیں، آخر میں آپ اکیلے رہ جائیں تو کتنے بور ہوں گے یہی حال میرا بھی ہے کراچی کی قیادت بالخصوص میرے مربی، محسن اور استاذ قائد ڈاکٹر مولانا ہارون قاسمی شہید، مولانا محمد امین شہید، مولانا محمد احمد مدنی شہید، قاری شفیق الرحمٰن شہید، بھائی الیاس زبیر شہید اور مولانا عبدالغفور ندیم شہید سب ہی کے ساتھ وقت گزارا کبھی کبھار تو ایسا بھی موقع آیا کہ جب حضرت حیدری شہید کراچی تشریف لاتے تو اجلاس میں یہ سب ہی حضرات موجود ہوتے شہداء کی اس محفل کا دولہا حضرت حیدری شہید ہوتے جی ہاں قرآن نے ایسی ہی جماعتوں کے بارے میں فرمایا ہے:

''پس ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنا وعدہ پورا کر گئے اور کچھ ان میں سے (وعدہ پورا کرنے کے) منتظر ہیں''

یہ سب شہداء جھنگوی شہید کی فکر کے خوشہ چیں ہی نہیں ان کے نقش قدم پر چلنے والے بھی تھے کل ان سے محفل کی رونق تھی تو آج ان کی جگہ ان کے جانشین ہیں جن کو قرآن اپنی شہادت کی باری کا انتظار کرنے والے قرار دے رہا ہے۔ راہ حق میں حضرت حیدری شہید نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا ہماری محفل تو اجڑ گئی بے رونق ہو گئی یوں جیسے چراغ گل ہو گیا ہو لیکن جنت میں شہداء کی محفل آباد ہو گئی۔

فلک نے خاک کو پرسا دیا ہے جن کے لیے
ہوئی ہیں زیر زمیں دفن ہستیاں کیسی کیسی

حضرت حیدری شہید تو چلے گئے ان کی یادیں ان کی باتیں ہی نہیں ان کا مشن بھی باقی ہے اور یہی اصل چیز ہے جو ان کی امانت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس امانت کی حفاظت کرنے اور اس کا حق ادا کرنے کی توفیق بخشے (آمین)۔

شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
(ڈائریکٹر الشریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ)

قافلہ حق کے سالار

17 اگست کو صبح ڈیٹرائیٹ کی مسجد بلال میں فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد واشنگٹن واپسی کے لیے ایئرپورٹ جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ مولانا قاری محمد الیاس نے اطلاع دی کہ پاکستان کی نامور علمی شخصیت اور قافلہ حق کے سالار علامہ علی شیر حیدری کو شہید کر دیا گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون، وہ مسجد میں آنے سے پہلے انٹرنیٹ پر جنگ اخبار دیکھ کر آئے تھے جس کی اس دن پہلی خبر یہی تھی۔ واشنگٹن پہنچ کر انٹرنیٹ کے ذریعہ ہی تفصیلات معلوم کیں اور بے حد صدمہ سے دوچار ہوا، علامہ حیدری تحفظ ناموس صحابہؓ رضی اللہ عنہم اور اہل السنۃ کے عقائد وحقوق کے دفاع کے محاذ کے ایک اہم راہ نما تھے جن کی پوری زندگی اسی مشن میں گزری اور بالآخر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموس کے تحفظ کی جنگ لڑتے ہوئے انہوں نے اپنے پیشرو راہ نماؤں کی طرح جام شہادت نوش کر لیا۔

اہل السنت والجماعت کی اساس قرآن کریم کے بعد سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل پر ہے، اسی لیے وہ اہل السنۃ والجماعۃ کہلاتے ہیں اور دین کی تعبیر وتشریح میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اساسی مقام اور ان کے ناموس وحرمت کا تحفظ ودفاع ان کے فرائض کا حصہ ہے جس کے لیے مختلف حوالوں سے جدوجہد کا سلسلہ قرنِ اولیٰ سے جاری ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا ارشاد گرامی ہے کہ تم میں سے جو شخص کسی کی اقتداء کرنا چاہتا ہے تو اس کی اقتدا کرے جو فوت ہو چکا ہے اس لیے کہ زندہ شخص کسی وقت بھی فتنہ میں مبتلا ہو سکتا ہے، اقتدا کے قابل اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہو سکتے ہیں؟ جو سب سے زیادہ نیک دل ہیں، گہرے علم والے ہیں اور سب سے کم تکلف والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ورفاقت

کے لیے اور اپنے دین کی امامت کے لیے چنا ہے پس ان کے نقش قدم پر چلو اور ان کے طریقوں کی پیروی کرو کیونکہ وہی ہدایت اور صراط مستقیم پر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد گرامی اہل سنت کے عقیدہ وعمل کی اساس ہے اور اسی کو وہ حق اور ہدایت کا معیار سمجھتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تمام طبقات مثلاً مہاجرین، انصار، اہل بیت ازواج مطہرات اور فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ یکساں محبت وعقیدت کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان حفظ مراتب اور درجات وفضیلت کا لحاظ رکھنا بھی اہل سنت کے جذبات ایمانی کا حصہ ہے، اس سلسلہ میں کسی بھی افراط وتفریط سے گریز کو وہ اپنے ایمان کا تقاضا سمجھتے ہیں اور بوقت ضرورت اس کے اظہار کو بھی ضروری سمجھتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ قرآن وسنت کی صحیح تعبیر وتشریح کا معیار ہیں اس لیے ان کی حرمت وعدالت کو مجروح ہونے سے بچانا اور ان کی ثقاہت وصداقت کو شک وشبہ سے بالاتر سمجھنا بھی اس کا ناگزیر تقاضا ہے اور اسی وجہ سے ان کے ناموس اور عدالت کے دفاع وتحفظ کو اہل سنت نے ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں میں شمار کیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ امیر المومن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سرکاری طور پر بعض علماء کرام کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ مسجدوں میں بیٹھ کر لوگوں کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنایا کریں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب اور فضائل ان کے سامنے بیان کیا کریں۔ اسی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین وتنقیص اور ان پر ایسی جرح تنقید کو جس سے ان کے ایمان وعدالت اور مقام صحابیت پر زد پڑتی ہو ہمیشہ گمراہی کی علامت قرار دیا گیا ہے چنانچہ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ”جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کریم کے نزول اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے گواہ ہیں اور گواہوں کو مجروح کرنے والے دراصل دین کا اعتماد ختم کرنا چاہتے ہیں۔

عقائد اہل سنت اور ناموس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تحفظ ودفاع کا یہی مشن ہے جس کے لیے ماضی میں برصغیر پاک وہند میں حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر اکابر مصروف کار رہے ہیں اور زمانۂ قریب میں حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی، حضرت مولانا نورالحسن شاہ بخاری،

حضرت مولانا دوست محمد قریشی، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین اور سردار احمد خان پتافی رحمہم اللہ جیسے بزرگوں نے زندگیاں کھپادی ہیں اور اسی قافلہ کی باقیات صالحات میں سے حضرت علامہ عبدالستار تونسوی اور حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود ہمارے درمیان موجود ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں صحت وعافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھے، آمین یارب العالمین۔

ان بزرگوں کا طریق کار علمی، تحقیقی، اور دفاعی تھا جس میں تحریکی اور اقدامی عنصر کا اضافہ کرتے ہوئے گزشتہ تین عشروں کے دوران مولانا حق نواز شہید اور ان کے رفقاء کار سپاہ صحابہؓ کے نام سے سامنے آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس مشن کو ملک گیر عوامی تحریک کی شکل دے دی۔

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ اور ان کے قریبی رفقاء مثلاً مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید اور مولانا ایثار القاسمی شہید بنیادی طور پر جمعیت علماء اسلام سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی جماعتی زندگی کا ایک بڑا حصہ جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر نفاذ شریعت کی جدوجہد میں گزرا مگر جھنگ کے مخصوص ماحول نے مولانا حق نواز جھنگوی کی توجہ کو تحفظ ناموس صحابہ کی جدوجہد کی طرف مبذول کیا تو وہ اس کی طرف مسلسل بڑھتے چلے گئے اور اپنے ہم ذوق دوستوں کا ایک قافلہ تشکیل دے دیا جس نے سپاہ صحابہؓ کے نام پر پورے ملک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموس وحرمت پر مر مٹنے کے جذبہ کی گونج پیدا کی اور قربانیوں اور شہادتوں کی لائن لگادی۔ اس عظیم مقصد کے لیے مولانا حق نواز جھنگوی، ان کے رفقاء اور ان کے کارکنوں کا جذبہ وخلوص اور ایثار وقربانی ہمیشہ شک وشبہ سے بالاتر رہے ہیں اور اپنے مشن کے ساتھ بے لچک کمٹمنٹ اور اس پر کٹ مرنے کے جذبہ کو ہم نے ہمیشہ خراج تحسین پیش کیا ہے۔

مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا ایثار القاسمی، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق کے بعد علامہ علی شیر حیدری اس قافلہ کے سالار تھے وہ ایک کہنہ مشق استاد، نکتہ رس خطیب، صاحب، علم مناظر، مدبر راہ نما اور پرجوش قائد تھے، انہوں نے اپنے پرجوش قافلہ کی جرأت مندانہ راہ نمائی کے ساتھ ساتھ اپنے موقف کی جس طرح علم واستدلال کے ساتھ عوامی اور علمی حلقوں میں ترجمانی کی ہے اسے ان کے امتیازی وصف کی حیثیت حاصل رہی ہے، وہ صرف عوامی اسٹیج کے آدمی نہیں تھے بلکہ کتاب وعلم کے ساتھ بھی ان کا گہرا رشتہ تھا، اس لیے ان کی شہادت ہمارے لیے دوہرا صدمہ ہے کہ خطابت وتحریک کی دنیا میں علم وکتاب سے تعلق رکھنے والے لوگ بتدریج کم ہوتے جارہے ہیں، مجھے علامہ علی شیر حیدری کے ساتھ زیادہ ملاقاتوں

اور تفصیلی گفتگو کا موقع نہیں ملا، ان کی خواہش رہی ہے کہ میں کبھی دو چار روز ان کے پاس جامعہ حیدریہ خیر پور میں رہوں، میرا بھی دل چاہتا تھا اور ایک آدھ بار پروگرام بنانے کا ارادہ بھی کیا مگر مقدر میں نہیں تھا اس لیے یہ خواہش ادھوری رہی، البتہ مختلف جلسوں میں ملاقاتیں ہوئیں۔ ایک بار ہمارے پاس گوجرانوالہ بھی تشریف لائے مگر تفصیلی گفتگو نہ ہو سکی غالباً آخری ملاقات کڑیانوالہ ضلع گجرات کے ایک جلسہ میں ہوئی، وہ خالصتاً ناموس صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تحفظ ودفاع کی جدوجہد کے آدمی تھے، انہوں نے اس کے لیے شب وروز محنت کی ہے، ہزاروں افراد کی ذہن سازی کی ہے اور ہزاروں کارکنوں کو اس کے لیے تیار کیا ہے، ان کے طریق کار سے اختلاف کی گنجائش تھی لیکن ان کی شبانہ روز محنت، اپنے مشن کے ساتھ ان کی والہانہ وابستگی اور ایثار وقربانی کا ایک طویل عرصہ ہم سب کے لیے قابل رشک ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں اور جملہ پسماندگان اور متوسلین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین یارب العالمین۔

''بہر حال میرے اللہ تبارک وتعالی کا احسان ہے کہ اللہ نے ہمارا تعلق اہل حق کے ساتھ رکھا ہے جنہوں نے ہر حال میں کھل کر حق بات کہی ہے لکھی ہے بتلائی ہے اور آئندہ بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل حق کے ساتھ ہی ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے بہر حال یہ مسئلہ نہ سپاہ صحابہ کا ہے نہ چند نوجوانوں کا ہے مسئلہ یہ ہے اثناعشریہ کے متعلق اور ہمارے ہاں لفظ شیعہ جب مطلقا استعمال کیا جائے تو مراد اثناعشریہ ہی ہوتے ہیں........ ہمارے ہاں اول تو اثناعشریہ کی صاف قید لکھی ہے علماء نے اور نہ بھی ہو تو جب مطلقا لفظ شیعہ بولا جاتا ہے تو مراد اثناعشریہ ہی ہوتے ہیں اور صرف اپنے آپ کو شیعہ کہلاتے بھی یہی ہیں باقی کوئی اپنے آپ کو اسماعیلی کہلاتا ہے کوئی دوسرے نام لیتا ہے لیکن صرف شیعہ کہلاتے بھی اثناعشریہ ہی ہیں، اگر کوئی قرارداد منظور کرائی تو انہوں نے کوئی تحریکیں ہیں تو بھی ان کی ہیں تنظیمیں ہیں تو بھی ان کی ہیں اگر کتابیں ہیں تو بھی ان کی ہیں اگر نعرے ہیں تو بھی ان کے، اس لیے المعروف المشہور یہ کوئی مطلق وطلق کا چکر نہیں ہے فضول بات ہے اصل بات وہی ہے یا مار کا مسئلہ ہے یا مال کا مسئلہ ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں ہے، مال یا مار کا تو علاج نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالی توفیق بخشے۔'' (علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ)

سید محمد کفیل بخاری مدظلہ

(ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرارِ اسلام پاکستان)

پیکرِ علم وعمل، خوگرِ ایثار ووفا

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب وازواجِ رسول علیہم الرضوان کے مقام ومنصب اور ناموس کے تحفظ کے لیے جاں نثاروں اور فداکاروں کا ایک قافلۂ سخت جاں ترتیب دیا تھا۔علی شیر اُسی قافلۂ حق، سپاہِ صحابہ کا پانچواں سپہ سالار تھا۔

میری اُن سے چند ہی ملاقاتیں ہیں جو یادگار بھی ہیں اور ناقابلِ فراموش بھی۔ میں نے انہی چالیس سالہ اجتماعی زندگی کے سفر میں کئی رہنماؤں کو دیکھا اور سنا۔اُن میں سے بعض شخصیتوں کے دوہرے رُخ نے بہت مایوس کیا۔خود ساختہ تقدس اور تصنع کے پردوں میں زیادہ دیر چھپا نہیں جا سکتا۔لیکن جن شخصیتوں کا ظاہر وباطن ایک ہوتا ہے اور زبان دل کی رفیق ہوتی ہے اُن کا نقشِ اوّل، نقشِ لافانی ہوتا ہے۔علامہ علی شیر حیدری شہید انھی میں سے ایک تھے۔ وہ خالصتاً علمی مزاج رکھنے والے ایک عالم باعمل، درویش خدا مست، منفرد خطیب، جری اور بہادر اور ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دفاع کے لیے بے جگری سے لڑنے والے ایک عظیم مجاہد تھے۔وہ سپاہی بھی تھے اور سپہ سالار بھی۔قائد ورہنما بھی تھے اور پیکرِ ایثار کارکن بھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا۔

میں نے جب انھیں پہلی مرتبہ دیکھا تو اُن کا تعارف نہیں تھا۔وہ اپنے کارکنوں میں یوں گھلے ملے ہوئے تھے کہ پہچانے نہیں جاتے تھے۔جب وہ کارکنوں سے ہم کلام ہوئے اور سب اُن کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ پہچانے گئے۔ یہ ایک نجی محفل تھی۔وہ بول رہے تھے، سوالات کے جوابات نہایت تحمل سے دے رہے تھے اور علم کی روشنی سے ماحول بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔محویت کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص ہمہ تن گوش تھا۔

دوسری ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ ابنِ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ

علیہ کی عیادت کے لیے دار بنی ہاشم ملتان تشریف لائے۔ یہ جون ۱۹۹۹ء کی ایک شام تھی۔ حضرت شاہ جی شدید علیل تھے اور یہ اُن کا مرض الوفات تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ نمازِ مغرب کے بعد وہ تشریف لائے۔ حضرت شاہ جی پاؤں لٹکائے چارپائی پر بیٹھے تھے کہ اچانک حسین وجمیل اور وجیہہ شکل وصورت کا ایک جوانِ رعنا زمین پر ہی اُن کے قدموں میں آکر بیٹھ گیا۔ اپنے دونوں ہاتھ شاہ جی کے گھٹنوں پر رکھے اور نظر اُن کے چہرے پر جماتے ہوئے گویا ہوا...... ''فقیر علی شیر حیدری''......شاہ جی نے اُن کے ہاتھوں کو پکڑ کر اٹھانے کی بہت کوشش کی کہ وہ چارپائی پر تشریف رکھیں مگر علی شیر کہہ رہے تھے:

''شاہ جی! آپ ہمارے مخدوم ہیں میری جگہ آپ کے قدموں میں ہے۔ آپ کے والد حضرت امیر شریعتؒ آپ کے بڑے بھائی حضرت ابوذر بخاریؒ اور آپ سے ہم نے دفاع ومدحِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا سبق سیکھا۔ میرے پیش رو مولانا حق نواز شہید، مولانا ایثار القاسمی شہید، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید اور مولانا اعظم طارق شہید (تب مولانا اعظم طارق حیات تھے) سب آپ کے خاندان کے مدّاح تھے۔ میں بھی سادات کا محب اور خانوادہ امیر شریعت کا خوشہ چین ہوں۔ اُسی راہِ حق کا مسافر اور شہادت کا طلبگار ہوں جس پر چلتے ہوئے میرے رفقاء صحابہ کی آبرو پر قربان ہو گئے۔''

علی شیر کی آنکھوں میں حُبِ رسول اور حُبِ ازواج واصحابِ رسول علیہم الرضوان کی ایمانی چمک تھی۔ سرخ وسفید چہرہ نورِ ایمان سے روشن تھا، لبوں پر دلنواز تبسم اور کشادہ پیشانی پر شب کی خلوتوں میں سجدہ ہائے اخلاص کے نشانات تھے۔ وہ دیر تک شاہ جی کے چہرے کو دیکھتے رہے پھر اُن کی آنکھوں سے محبت وخلوص کے چشمے رواں ہو گئے۔ وہ شاہ جی کی گرتی ہوئی صحت کو دیکھ کر بہت غم زدہ ہوئے اور پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ شاہ جی نے اُنھیں اٹھایا اور اپنے ساتھ بٹھالیا۔ پھر گفتگو شروع ہو گئی۔

☆ مقام ومنصب صحابہ رضی اللہ عنہم، قرآن وحدیث میں

☆ مُشاجراتِ صحابہ میں اہل سنت کا مؤقف ومسلک

☆ قرآن وحدیث کے مقابلے میں تاریخ کو مستند قرار دینے کی سازش

☆ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر تاریخ کی مکذوبہ روایات کی بنیاد پر صحابہ پر تنقید

☆ قصہ گو اور کہانی باز واعظوں کی جہالتوں سے عامۃ المسلمین کے نقصانات

ایسے کئی عنوانات اور موضوعات تھے جن پر گفتگو ہوتی رہی۔ علی شیر سوالات کرتے اور شاہ جی جوابات

دیتے۔ اس وقت علامہ ابنِ تیمیہ کی ایک کتاب (''مختصر فتاویٰ'') شاہ جی کے سرہانے رکھی تھی۔ اس میں سے مختلف مقامات شاہ جی نے علامہ علی شیر کو دکھائے۔ بعض صفحات علامہ شہید نے فوٹو کاپی بھی کرائے۔

مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور حوصلہ بھی ملا کہ تصنع، تقدس اور شخصیت سازی کے اس مکروہ ماحول میں علی شیر جیسا عالم بھی ہے جو قصہ گوئی اور کہانی سازی سے کوسوں دور ہے۔ وہ علم و تحقیق کے میدان کا شناور ہے۔ علم نے اُسے حلم سے آشنا کر دیا۔ حوصلہ و صبر سے ہمکنار کر دیا اور جہد و ایثار میں بے پناہ کر دیا۔ وہ شاہ جی سے مل کر رخصت ہونے لگے تو شاہ جی کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کے موتی برسنے لگے۔ جو رخساروں سے لڑھکتے ہوئے اُن کے دامن میں جمع ہو رہے تھے ہو رہے تھے۔ یہی وہ خلوص ہے جسے محبت کی جمع پونجی کہا جاتا ہے۔ ۶ ر ستمبر کو ہر سال لاہور میں سپاہ صحابہ کی عظیم الشان کانفرنس ہوا کرتی تھی۔ متعدد بار مجھے بھی وہاں خطاب کی سعادت ملی۔ ایک مرتبہ اسی کانفرنس میں حاضر ہوا تو نعرے گونج رہے تھے ''آیا آیا شیر آیا'' میں سوچ رہا تھا کہ

کس شیر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے

اور چند لمحوں بعد علی شیر آ گیا۔ پھر شیر دھاڑا، خوب گرجا اور برسا۔ اس نے اپنے سوز دروں اور شعلہ بیانی سے دشمنانِ صحابہ کے خرمنِ باطل کو پھونک ڈالا اور اُن پناہ گاہوں کو خاکستر کر دیا جہاں سبائی منافق چھپ کر سازشیں کرتے۔

علامہ علی شیر حیدری سے آخری ملاقات ایک سفر میں اس وقت ہوئی جب وہاڑی سے ملتان آتے ہوئے سڑک کے کنارے ایک پٹرول پمپ پر ہم رُکے تو سامنے کھڑی ایک گاڑی سے نکل کر وہ میری طرف بڑھے۔ حلیہ کچھ ایسا تھا کہ میں پہلی نظر میں پہچان نہ سکا، پولیس اُن کے تعاقب میں تھی اور انھیں بہر صورت اپنی منزل پہ پہنچنا تھا۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ معانقہ کریں تو دوسرے کا سینہ بھی خالی کر دیتے ہیں لیکن علی شیر نے جس خلوص سے معانقہ و مصافحہ کیا میرے دل و دماغ کو اُنس و محبت سے بھر دیا۔

آہ! کیا انسان تھا۔ جو اماں عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی عزت و عصمت پر قربان ہو گیا۔ سچے بیٹے ماؤں کی حرمت پر یوں ہی فدا ہوتے ہیں۔ تاریخ اُن کی فداکاری اور وفاداری پر ہمیشہ ناز کرے گی۔ وہ جس مقدس منزل کے مسافر تھے اُسے انھوں نے پالیا۔

علی شیر کی حق گوئی اور فداکاری پر امہات المؤمنین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ارواح کتنی خوش ہوئی

ہوں گی۔ صحابہ کی پاکیزہ ارواح نے علامہ علی شیر شہید کا استقبال کیا ہوگا وہ قبر میں بھی پُرسکون نیند سو رہے ہوں گے اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق بنیں گے۔

مجھے یقین ہے کہ خلفاء راشدین، امہات المؤمنین، بناتِ طاہرات اور تمام صحابہ وصحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے روحانی بیٹے علی شیر شہید کی مغفرت کی سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے اِس صالح بندے کو جنت کے انعامات سے نوازیں گے۔ (ان شاء اللہ)

اللہ تعالیٰ نژادِ نو کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ دفاع ومدحِ صحابہ کے مشن کے علم برداروں کو علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ کا سوزِ دروں، عزم وہمت، استقلال واستقامت، صبر ووفا اور شوقِ جہدِ مبین عطاء فرمائے (آمین)

''حضور ﷺ نے ہجرت کر کے عملاً بتلا دیا کہ تقیہ والا مذہب میرا نہیں ہے۔ جس طرح صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ نے ہجرت کی، اسی طرح علی المرتضیٰؓ نے بھی (ہجرت کی)۔ عملی طور پہ حضرت علیؓ نے بھی اعلان کیا کہ تقیہ والا مذہب میرا نہیں ہے۔ صرف یہیں تک بات تھوڑی ہے، سید شہدائے کربلا حضرت حسینؓ بن علیؓ نے بھی عملی طور پہ قربان ہو کے بتا دیا کہ میں کٹ سکتا ہوں، لیکن ہٹ نہیں سکتا، تقیہ میرا مذہب نہیں۔ حضرت حسینؓ نے بھی بتلایا کہ تقیہ والا مذہب میرا نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے بھی ہجرت کر کے بتایا کہ تقیہ والا مذہب میرا نہیں ہے، تقیہ نہیں ہے، تقیہ نہیں ہے۔ اگر علی مرتضیٰؓ نے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کی بیعت کی ہے، سمجھ کے کی ہے، تقیہ نہیں کیا۔ اگر حسنؓ اور حسینؓ نے امیر معاویہؓ کی بیعت کی ہے تو حق سمجھ کے، مناسب سمجھ کے کی ہے، تقیہ نہیں کیا۔ اگر ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے ساتھ تقیہ کرنا تھا تو پھر ابوجہل اور ابولہب کے ساتھ بھی کر لیتے، پھر گھر چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی؟'' (علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ)

مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ، ملتان

علامہ علی شیر حیدری کی المناک شہادت

25 شعبان المعظم 1430ھ (17 اگست 2009ء) کو ملک کے ممتاز ومجاہد عالم دین جامعہ حیدریہ انوار الہدیٰ کے مہتمم اور تنظیم اہل سنۃ والجماعۃ کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری نامعلوم دہشت گردوں کی فائرنگ سے خلعت شہادت پہن کو اس قافلۂ شہدا سے جا ملے، جس کے قائدین وکارکنان نے وطن عزیز میں طاغوتی وشیطانی طاقتوں، ملحدین ومنکرین ختم نبوۃ اور ناقدین وگستاخان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا دلائل وبراہین کے ساتھ تعاقب کیا اور اعلائے کلمۃ الحق کی راہ میں کسی جابر وظالم اور سخت گیر حاکم سے ڈرنے یا دبنے کی بجائے ڈنکے کی چوٹ حق وصداقت کا اظہار کیا۔ علامہ علی شیر حیدری کی اندوہناک شہادت کا گہرا صدمہ ہر اس مسلمان اور پاکستانی نے محسوس کیا ہے جو توحید ربانی کے ساتھ تعظیم وتکریم رسالت عظمت صحابہؓ واہل بیتؓ اصلاح وبیداری ملت بیضاء اور احترام آدمیت پر یقین رکھتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ علی حیدریؒ ایک شعلہ نوا خطیب تھے اور جب وہ اپنے مخصوص اور پرسوز انداز میں عظمت اصحابؓ واہل بیتؓ کو بیان کرنے اور بڑی بے خوفی اور جرأت کے ساتھ قرآن وحدیث سے دلائل وبراہین کے انبار لگاتے چلے جاتے تو وہ ہزاروں نوجوانانِ اہل سنت والجماعت کے قلوب کو محبت واحترام اصحابؓ واہل بیت کے جذبات سے معمور کر دیتے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ علامہ علی شیر حیدریؒ محض الفاظ کی رنگینی وروانی سے اپنے خطاب کو مرصّع نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اپنا موقف ہمیشہ علمی انداز میں پیش کیا کرتے تھے، وہ محض مقرر وخطیب نہ تھے بلکہ ایک جید الاستعداد مدرس اور کامیاب مناظر تھے، وہ اپنے قائم کردہ مدرسہ حیدریہ میں علوم وفنون کی بلند پایہ کتب بالخصوص علم کلام اور مناظرہ کے اسباق خود پڑھاتے تھے۔ یہی رنگ ان کی تقاریر وخطبات میں نمایاں تھا۔ ہماری دانست میں علامہ مرحوم کی شہادت میں ان گروہوں کا ہاتھ نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جو ان کے علمی وتحقیقی اندازِ خطاب سے خائف تھے، آخر کار انہی

قوتوں نے دلیل کا جواب دلیل سے دینے کی بجائے گولی سے دینے کا فیصلہ کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ علی شیر حیدری اسی قافلہ کے سالار وحدی خواں تھے جو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس وعزت کے تحفظ کا پرچم لے کر نکلا، جس نے راہ وفا میں نذرانہ جاں پیش کیا مگر پرچم عشق ووفا کو سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ مولانا حیدریؒ کا تعلق جس جماعت سے تھا، حکومت اسے ایک شدت پسند جماعت سمجھتی ہے اور اسی تناظر میں اس پر پابندی بھی تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ مذہبی دہشت گردی اور فرقہ وارانہ کشیدگی کے خاتمہ کے لیے اس نوع کے اقدامات اس لیے لاحاصل اور بے سود ہے کہ اصل اسباب کی تعیین اور علاج کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ ظالم ومظلوم اور شدت پسند وامن پسند کی تعیین کرتے وقت اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھا جانا چاہیے کہ علامہ علی شیر حیدریؒ کالعدم سپاہ صحابہؓ پاکستان کے وہ پانچویں سربراہ ہیں جنہیں خونِ شہادت میں لت پت کیا گیا۔ اس سے قبل 22 فروری 1990ء میں جماعت کے بانی سربراہ مولانا حق نواز جھنگویؒ، 10 فروری 1991ء کو مولانا ایثار القاسمیؒ، 18 جنوری 1997ء کو مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ اور 6 اکتوبر 2003ء کو مولانا اعظم طارق کو شہید کیا گیا، ان علمائے کرام کے قتل کے پیچھے کون سی قوتیں متحرک ہیں یہ کوئی سربستہ راز نہیں تھا لیکن حکمرانوں کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ ملک میں امن وامان قائم رکھنے کے لیے ان عناصر کو منظر عام پر لاکر قانونی تقاضے پورے کرتے جو ایک ہی مسلک کے علماء کرام کو بطور خاص نشانہ بنا رہے تھے۔

اہل وطن اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ پاکستان میں مختلف خیالات ونظریات کے حامل مسالک موجود ہیں مگر ان میں کبھی ایسی سنگین صورت حال پیدا نہیں ہوئی تھی کہ مذہبی اختلاف رکھنے والوں کو گولیوں سے بھون دیا جائے اور مساجد اور عبادت گاہوں کو میدان جنگ بنا دیا جائے۔ پاکستان میں فرقہ وارانہ کشیدگی نے ہمارے پڑوسی ملک ایران میں مذہبی انقلاب کے بعد شدت اختیار کی۔ ایک خاص ذہنیت کے تحت ایرانی انقلاب کو پاکستان میں ''درآمد'' کرنے کی کوشش کی گئی اور انتہائی غیر معقول طریقے سے پاکستان جیسے ملک میں ''تحریک نفاذ فقہ فلاں'' جذباتی نعروں اور پورے شدومد کے ساتھ شروع کردی گئی جس کی نوے فیصد آبادی اہل سنت والجماعت پر مشتمل ہے۔ جب حب جاہ کے مرض میں مبتلا مذہبی لیڈروں نے اشتعال انگیز نعروں کی گونج میں اقلیتی فقہ کے نفاذ کی تحریک شروع کی تو مفاہمت ورواداری اور محبت وبرداشت کی فضا کو دھچکہ لگا جس کے نتیجہ میں فرقہ وارانہ کشمکش کا دائرہ پھیلتا چلا گیا۔ اگر اس حقیقت

کو خوش دلی سے قبول کرلیا جائے کہ پاکستان میں غالب اکثریت اہل السنۃ والجماعۃ کی ہے اور اکثریت کے عقائد واعمال اور جذبات واحساسات کی رعایت نہ کرنا عقل وبصیرت کے خلاف ہے تو فرقہ وارانہ کشیدگی میں بہت حد تک کمی آسکتی ہے۔ جس طرح اہل السنۃ والجماعۃ کا کوئی فرد اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معاذ اللہ بے ادبی یا توہین کا خیال بھی دل میں نہیں لاسکتا اسی طرح وہ دیگر مسالک کے دوستوں سے بھی یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت جادۂ اعتدال سے نہیں ہٹیں گے۔ حضرات صحابہ کرامؓ، اہل بیت عظامؓ اور ائمہ کرامؒ تمام امت کا مشترکہ سرمایہ اور واجب الاحترام طبقہ ہیں۔ ان کے کمال ایمان اور رشد وتقویٰ کی شہادت قرآن کریم نے دی ہے، ان کے وقار وتقدس کو موضوع بنا کر دوسروں کے جذبات کو مجروح کرنا حکمت ودانش کے خلاف ہے۔ فکر ونظر کے اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے اکابر کا احترام ایسا نقطۂ اتفاق ہے جو فرقہ واریت کے تناؤ کو کم کرسکتا ہے، دینی شخصیات کے ساتھ محبت وارادت کا آبگینہ معمولی ٹھیس بھی برداشت نہیں کرسکتا، لہٰذا اس باب میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔

آج علامہ علی شیر حیدری کی المناک شہادت پر تمام دینی حلقے اس لیے افسردہ اور غمزدہ ہیں کہ وہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور عظمت صحابہؓ کے لیے ایک توانا آواز تھی جب حکمرانوں کے ظلم وجبر نے بڑے بڑے قادر الکلام خطیبوں کی زبانوں پر مصلحتِ وقت کے پہرے لگادیے، علی شیر حیدری کی زبان صحابہ کی عظمت ومنقبت بیان کرتی رہی۔ اس آوازِ حق کو دبایا جاسکا نہ خریدا جاسکا۔ مولانا علی شیر حیدری نے صحابہؓ کی عظمت کے ترانے کو آخری وقت تک ورد زبان رکھا، مولانا کا شہادت کا واضح پیغام یہ ہے کہ عوام الناس کے ایمان کے تحفظ کے لیے حق وباطل کے درمیان جو لکیر قائم ہے اس کی نشاندہی پر مفاہمت یا سودے بازی نہ کی جائے۔ اہل حق کو چاہیے کہ ان کی شہادت کے بعد پاکستان میں فرقہ وارانہ کشمکش کے خاتمہ کے لیے حضرات صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ کی عزت وناموس کے تحفظ کی تحریک کمزور نہ ہونے دیں۔ حق تعالیٰ شانہ علامہ علی شیر حیدریؒ کو جنت الفردوس میں اپنا قرب خاص نصیب فرمائیں اور ان کی دینی وعلمی خدمات قبول فرمائیں، آمین۔

☆☆☆

مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ

شیر کی زندگی!

نزول قرآن کا مبارک مہینہ' ہزاروں نفوس پر مشتمل پنڈال گوش بر آواز' عقیدت ومحبت کا ماحول' صاحب درد اور باکردار خطیب کی بارعب مگر پر اثر آواز' فصاحت وبلاغت کا بہتا ہو چشمہ' عقل ونقل اور جوش اور ہوش کا امتزاج' نصیحت اور خیر خواہی پر مبنی لہجہ' دلائل سے مزین خطاب' نہ گالی نہ استہزاء خطیب پر وقار انداز میں کہہ رہا تھا۔

''رمضان کا تعلق قرآن سے ہے اور قرآن جس کے پاس آیا اس کو رنگ لگ گیا۔ قرآن جس نبی کے پاس آیا وہ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ قرآن جس امت کے پاس ہے وہ امت ساری امتوں کی سردار ہے۔ قرآن پاک جس رات نازل ہوا اور وہ رات ساری راتوں کی سردار ہے۔ قرآن جس مہینے میں نازل ہوا وہ مہینہ سارے مہینوں کا سردار ہے۔ پھر میں کیوں نہ کہوں کہ جس طبقے کو سب سے اول قرآن نصیب ہوا وہ طبقہ سارے طبقوں کا سردار ہے''۔

مجمع پر وجد کی کیفیت طاری ہے۔ ایک ایک جملہ دل میں اترتا جاتا ہے۔ خطیب اپنی بات آگے بڑھاتے ہوئے کہتا ہے۔

''ہمیں سب کچھ قرآن نے سکھایا۔ توحید قرآن نے سکھائی۔ رسالت قرآن نے سمجھائی۔ ختم نبوت کا مسئلہ قرآن کے ذریعے ملا۔ روزے کی فرضیت قرآن سے ثابت ہوئی۔ حج قرآن نے سکھایا۔ مختصر یہ کہ سارے کا سارا دین قرآن نے سکھایا اور خود قرآن ہمیں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ والہانہ محبت کا یہ وہ انداز تھا جس کی خوشبو علامہ علی شیر حیدری رحمہ اللہ کی خطابت میں پوری رچ بس گئی تھی۔ جیسے گلاب کی پنکھڑیوں میں خوشبو' اپنے موقف کی صداقت پر ایمان' کردار کی پاکیزگی' نفسیات شناسی' کتاب وسنت کا مطالعہ' حالات کا مشاہدہ' خیالات کی سچائی' حرص و

طمع سے اجتناب، للّٰہیت اور اخلاص جیسے محاسن کی وجہ سے علامہ حیدری اپنے ہم عصر خطبا میں نمایاں نظر آتے تھے۔ ظاہر بھی اجلا، باطن بھی روشن۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے وکیل ہی نہ تھے، عملی زندگی میں ان کے متبع اور پیروکار بھی تھے۔ سادہ زندگی جس میں تکلف اور تعیش نام کو نہ تھا۔ عمل اور جہد مسلسل جس میں فضولیات کی قطعاً گنجائش نہ تھی۔ دن کو کراچی میں ہوتے تو رات لاہور میں گزرتی۔ ایک ایک دن میں کئی کئی جگہ خطاب، سرکاری اور غیر سرکاری اجلاسوں میں شرکت کارکنوں کے مسائل، تنظیم کی شیرازہ بندی، مدرسے کے معاملات، درس وتدریس کی ذمہ داری۔ حالات نے انہیں ایک ایسی تنظیم کا سرپرست بنا دیا جس کے چار قائد اور بیسیوں کارکن شہید کیے جا چکے ہیں۔ ہزاروں جیلوں میں بند تھے۔ ان کی جماعت پر شدت پسندی کا لیبل لگ چکا تھا۔ عام لوگ اسے جوشیلے نوجوانوں کا ایک ایسا گروہ سمجھتے تھے جو اینٹ کا جواب پتھر سے دینا فرض سمجھتے تھے۔ قتل وغارت کی حقیقی یا فرضی وارداتیں ان سے منسوب تھیں۔ جیسے دنیا بھر میں ہونے والی کسی بھی پرتشدد کارروائی کو ''القاعدہ'' کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے، یونہی پاکستان میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب پاکستان کے کسی بھی گوشے میں ہونے والی دہشت گردی حضرت جھنگوی رحمہ اللہ کی طرف نسبت رکھنے والوں کے نامہ اعمال میں درج کردی جاتی تھی۔

یہ صورت حال ازحد پریشان کن تھی۔ ایک طرف وہ جوشیلے کارکن تھے، جو اپنے ساتھیوں کے جنازے اٹھا اٹھا کر تھک چکے تھے اور جن کے سینے اپنے قائدین کی شہادت سے چھلنی تھے۔ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا اور انہیں کنٹرول کرنا کارے دارد تھا۔ دوسری جانب وہ جہاندیدہ مشائخ اور علماء تھے دیانتداری سے سمجھتے تھے کہ تشدد کا جواب تشدد سے دینے میں نہ صرف تشدد کو فروغ ملتا ہے بلکہ افہام وتفہیم کا دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے۔ دعوت وتبلیغ کی بنیاد حکمت وبصیرت، موعظہ حسنہ اور نصیحت وخیر خواہی پر ہوتا ہے، مار دھاڑ پر نہیں۔ گالی سے سوال اور گالی سے جواب ابوجہل اور اس کی ذریت کا شیوہ تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے غلاموں کا طریقہ نہیں۔ گالی گلوچ پر وہ تہی دست اترتا ہے جس کے ترکش میں کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ جس کے پاس مسکت دلائل کا انبار ہو وہ گالی دیتا ہے۔ نہ ہی بلاوجہ ہتھیار اٹھاتا ہے۔

یہ وہ حالات تھے جن میں مولانا حیدریؒ کے کندھوں پر قیادت کا بارگراں رکھا گیا۔ اگر وہ محض حالات کے رخ پر بہنے اور سوز وساز کی مینا کاری سے عوامی میدان سر کرنے والے خطیب ہوتے تو وہ کبھی بھی اس ابتلاء میں کامیاب نہ ہوتے۔ یا تو مسلسل دکھ اٹھاتے ہوئے کارکن ان سے بدظن ہو جاتے یا پھر اپنے

اساتذہ اور مشائخ کی نظروں سے وہ گر جاتے، مگر مولانا نے اپنے علم وتقویٰ اور اعلیٰ اخلاق واوصاف کی بدولت بڑی خوبی اور کامیابی سے اپنے دور قیادت کو نبھایا۔ ان کی خطابت وقیادت میں کارکنوں کو مولانا حق نواز جھنگویؒ کی شعلہ نوائی، مولانا ایثار القاسمی کے جذبہ ایثار مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کا ذوق تحقیق اور مولانا اعظم طارق کی جرات وشجاعت کا عکس دکھائی دیا تو دوسری طرف ان کی وسعت ظرفی، تواضع وانکساری، طالب علمانہ مزاج اور اساتذہ کے ادب واحترام کی عادت نے انہیں مشائخ کے قرب اور اعتماد سے محروم نہ ہونے دیا۔ اس اعتماد کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ روایتی عوامی خطیب نہ تھے بلکہ ٹھوس استعداد کے حامل مدرس، مفتی اور مناظر بھی تھے۔

خیر پور میں جامعہ حیدریہ کے نام سے 1987ء میں ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی جسے بہت تھوڑے وقت میں پاکستان بلکہ بیرون پاکستان بھی شہرت حاصل ہوگئی۔ یہاں مکمل درس نظامی کے علاوہ فرق باطلہ کی تردید کے لیے سالانہ تعطیلات میں مناظرہ بھی پڑھایا جاتا تھا۔ جس میں دور دراز سے طلبہ بڑے ذوق و شوق سے شرکت کرتے تھے۔ مولانا بجا طور پر سمجھتے تھے کہ فتنوں کی کثرت کے اس دور میں طلبہ کو خطرناک فتنوں کی ماہیت وحقیقت اور علمی انداز میں ان کی تردید کے اسلوب سے آگاہ کرنا ضروری ہے تاکہ جب یہ طلبہ عملی میدان میں قدم رکھیں تو عوام کے ایمان اور نظریات کی حفاظت کا فریضہ بہتر انداز میں سرانجام دے سکیں۔ یہی فرق باطلہ جن کی تردید مولانا کی زندگی کا مشن تھا وہ عرصے سے ان کے تعاقب میں تھے۔

مولانا ان کے تعاقب سے ہرگز بے خبر نہ تھے۔ عرصہ ہوا کہ انہوں نے اپنی شہادت کے بعد سر اٹھانے والے مسائل اپنی بساط کے مطابق حل کر دیئے تھے۔ وہ کتنی ہی بار جامعہ حیدریہ کے در و دیوار پر الوداعی نظر ڈال کر رخصت ہوئے۔ انہیں زندہ واپس آنے کا یقین نہ ہوتا تھا۔ بالخصوص جب سے ان کے والد گرامی شہید ہوئے تھے، وہ شہادت کی خلعت زیب تن کرنے کے یونہی منتظر تھے جیسے دینی مدارس کے طلبہ دستار بندی کے منتظر ہوتے ہیں۔ مخالفین کی دھمکیوں، دشمنوں کے تعاقب، گولیوں کی سنسناہٹ اور شہادت کے یقین کے باوجود وہ اپنے مشن سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ کیونکہ وہ ٹیپو سلطان شہید رحمہ اللہ کے اس قول پر یقین رکھتے تھے: ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے''۔ اللہ رحمت نازل کرے صحابہ کے دفاع میں گرجنے والے اس شیر کی قبر پر جس نے علی اور حیدری کی نسبت کی لاج رکھتے ہوئے گردن کٹوا تو دی مگر جھکائی نہیں۔

مولانا محمد شفیع چترالی
(اداریہ نویس روزنامہ اسلام، کراچی)

علامہ علی شیر حیدری کی شہادت

ایک عارضی وقفے کے بعد ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی کی آگ بھڑکانے کے لیے دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام کے قتل کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ دہشت گردی کی نئی اندوہناک کارروائی کا نشانہ کالعدم سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ، جامعہ حیدریہ خیر پور کے مہتمم اور معروف عالم دین علامہ علی شیر حیدری بنے، جنہیں پیر کی صبح ایک تقریب سے واپسی پر پیر گوٹھ کے قریب گولیوں کا نشانہ بنا دیا گیا۔

علامہ علی شیر حیدری ایک وسیع حلقہ ارادت رکھنے والی بردبار علمی شخصیت کے طور پر معروف تھے۔ گو کہ وہ کالعدم سپاہ صحابہ جیسی تنظیم کے سرپرست اعلیٰ تھے جو کہ حکومتی نقطہ نظر کے مطابق ایک شدت پسند جماعت سمجھی جاتی ہے تاہم علامہ مرحوم میں یہ وصف نمایاں تھا کہ وہ اپنا موقف ہمیشہ علمی دلائل کے ساتھ پیش کیا کرتے تھے اور ان کے طریقہ کار سے اختلاف رکھنے والے اہل علم بھی بہرحال ان کے دلائل نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ علامہ علی شیر حیدری کا تعلق جس جماعت سے تھا اس کی سابقہ قیادت مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا ایثار القاسمی ایم این اے، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا طارق ایم این اے اسی نوعیت کی دہشت گردانہ کارروائیوں کا نشانہ بن کر شہید ہوئے، بیسیوں دیگر علمائے کرام اور سینکڑوں کارکنوں کو بھی بے دردی کے ساتھ شہید کیا گیا۔ اس پہلو پر آج تک نہیں سوچا گیا کہ ان سینکڑوں لوگوں کی شہادتوں کا ذمہ دار کون ہے؟ ان کے پس پردہ کون سی قوتیں ہیں؟ آخر ایک مسلک سے تعلق رکھنے والے علماء کو خاص طور پر کیوں نشانہ بنایا جا رہا ہے اور اس بابت حکومت کے پاس کچھ معلومات اور اطلاعات ہیں تو ان کی روشنی میں ملکی سلامتی کے لیے خطرہ ثابت ہونے والی ان ظالمانہ وارداتوں کی روک تھام کے لیے خاطر خواہ اقدامات کیوں نہیں اٹھائے جاتے؟

المیہ یہ ہے کہ ملک میں علمائے کرام کے قتل کے واقعات صرف ایک مخصوص جماعت کے سرکردہ افراد تک محدود نہیں جنہیں فرقہ وارانہ چپقلش کا نتیجہ قرار دے کر تحقیقات کو اس دائرے تک محدود کرلیا جائے۔ بدقسمتی سے ملک میں ایسے بہت سے جید علمائے کرام کو بھی سرراہ گولیوں کا نشانہ بنایا جاچکا ہے جو کہ تمام مکاتب فکر کے نزدیک قابل احترام سمجھے جاتے تھے۔ ان شہید علماء کی فہرست دیکھی جائے تو اس میں مولانا حبیب اللہ مختار شہید مہتمم جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، مفتی عبدالسمیع، مولانا عنایت اللہ، مولانا مفتی اقبال، مولانا عبدالمجید پٹیل، مولانا عبداللہ، مولانا انیس الرحمٰن درخواستی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، مولانا مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا مفتی محمد جمیل خان، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن جیسے بلند پایہ حضرات کے نام سامنے آتے ہیں۔ یہ تمام حضرات انتہائی محب وطن تھے۔ ان میں سے کسی پر قومی دولت لوٹ کر جیبیں بھرنے کا کوئی الزام نہ تھا، نہ یہ لوگ اپنے مخالفین کو قتل کروانے یا ملک کے خلاف کوئی سازش کرنے کے کسی جرم میں ملوث تھے، بلکہ یہ سب لوگ ملک کی نظریاتی سرحدوں کے محافظ شمار ہوتے تھے، ان میں سے بہت سے بین الاقوامی سطح پر بالخصوص عالم اسلام میں پاکستان کا نام روشن کرنے کا سبب تھے۔ بعض کی فقاہت، علمی مرتبے اور علمی دیانت کو پوری دنیا کے اہل علم میں سند کی حیثیت حاصل تھی۔

انتہائی دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ماضی کی حکومتوں نے علمی حیثیت کی حامل ان بلند پایہ شخصیات کے تحفظ کے لیے کچھ نہ کیا بلکہ ان کی شہادتوں کے واقعات پیش آنے کے باوجود اس سنجیدگی سے ان کے قتل کے محرکات، قاتلوں کی تلاش اور گرفتاریوں اور قاتلوں کے پشت پناہوں کا سراغ لگا کر ان تک پہنچنے کی کوششیں نہ کی گئیں جس کی ضرورت تھی۔ اگر ماضی کی حکومتیں علمائے کرام کے قتل کے واقعات پیش آتے ہی پوری سنجیدگی سے ان کے قتل کے محرکات کو بے نقاب کرتیں، قاتلوں تک رسائی حاصل کرتیں اور ان کی پشت پناہ قوتوں کو عوام کے سامنے بے نقاب کرتیں تو ملک میں اہل علم کے خون کی ارزانی نہ ہوتی جو آج پوری قوم کو دیکھنا پڑ رہی ہے۔

علمی مرتبے کی حامل شخصیات ہر معاشرے میں قابل احترام شمار ہوتی ہیں۔ خیالات اور نظریات میں اختلافات کے باوجود اہل علم کے دلائل اور موقف کا احترام ایک سنجیدہ شائستہ اور جمہوری روایات کے حامل معاشرے کی اقدار میں شامل ہے۔ ہر دور میں علم نواز حکومتوں نے اہل علم کی سرپرستی کی ہے اور آج بھی مغرب میں اہل علم اور اہل فن انتہائی قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے

یہاں المیہ یہ ہے کہ جمہوریت پسندی کے لاکھ دعوؤں کے باوجود ہم کسی بھی سطح پر جمہوریت کے لازمی خاصے یعنی اختلاف رائے کو برداشت کرنے اور رواداری پر عمل کے قائل نہیں ہیں۔ یہ اسی کے نتائج سے ہیں کہ ایک طرف دہشت گردی اور شدت پسندی کے خلاف جنگ جاری رکھنے کا اعلان ہوتا ہے تو دوسری طرف ملک کے اندر ہی اہل علم کا قتل جاری ہے۔ ایک مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے افراد کو شدت پسند کہا جا رہا ہے تو دوسرے گروہوں کے سر پر ہاتھ رکھا جا رہا ہے ایک طرف سے لوگ قتل ہو رہے ہیں تو دوسری طرف سے مصلحت کی آڑ میں چشم پوشی کی جا رہی ہے۔

ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی بعض رپورٹوں کے مطابق مبینہ طور پر کراچی جیسے شہر میں کئی علاقے اسلحہ کا گڑھ بنے ہوئے ہیں، وہاں قانون نافذ کرنے والے اداروں کو مطلوب افراد نے روپوشی اختیار کر رکھی ہے۔ ملک میں غیر ملکی ایجنسیوں کا کھیل جاری ہے اور بعض ممالک کے سفارت خانے تک ملک میں پھیلائی جانے والی گڑبڑ میں براہ راست ملوث ہیں، اس سب کے باوجود حکومت دم سادھے بیٹھی ہے اور اس کی تمام تر کوششوں اور سرگرمیوں کا محور امریکی خوشنودی کی خاطر بعض مخصوص طبقات کے خلاف بعض مخصوص علاقوں میں آپریشن کرنا رہ گیا ہے۔ ان حالات میں اگر علمائے کرام کا خون اسی طرح بہایا جاتا رہا تو یہ ملکی صورتحال کے لیے انتہائی ناخوشگوار ثابت ہوگا۔ ماضی میں مساجد اور دیگر عبادت گاہیں تک قتل وغارت گری اور بم حملوں کا نشانہ بن چکی ہیں نظر یہ آ رہا ہے کہ خدانخواستہ ایک مرتبہ پھر ملک کو اسی صورتحال کی طرف دھکیلنے کی سازش تیار کی جا چکی ہے اور علامہ علی شیر حیدری کی شہادت اندرون خانہ کسی ایسے ہی خفیہ منصوبے کا ایک حصہ ہے۔

اس ضمن میں، ہم حکومت سے گزارش کریں گے کہ وہ فوری طور پر علامہ علی شیر حیدری کے قتل کے محرکات اور اس میں ملوث عناصر کا سراغ لگائے اور تحقیقات کا دائرہ کار وسیع کرتے ہوئے ملک میں شہید کئے جانے والے دیگر علمائے کرام کے قاتلوں کو بھی گرفتار کر کے انہیں قرار واقعی سزا دلوائے۔ حکومت انصاف کی فراہمی، مظلوموں کی دادرسی اور اپنی غیر جانبدارانہ ذمہ داریوں کو فرض شناسی کے ساتھ ادا کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ مظلوم طبقوں میں پائے جانے والا اشتعال کم ہو اور وہ قانون کو ہاتھ میں لینے کی روش سے دور اور غیر ملکی خفیہ ایجنسیوں کی سازشوں کا آلہ کار بننے سے محفوظ رہیں۔ ماضی میں فرقہ وارانہ کشیدگی پر قابو پانے اور عوام کو پرسکون رکھنے کے لیے حکومتی سطح پر متعدد کوششیں کی جا چکی ہیں اور علمائے کرام اس حوالے سے مختلف حکومتوں کو اپنی تجاویز بھی پیش کر چکے ہیں فرقہ واریت پر قابو پانے کے لیے ایسی تجاویز پر موجودہ حکومت کو بھی غور کرنا چاہیے۔

مولانا محمد اسماعیل ریحان مدظلہ، کراچی

ایک غیر معمولی شخصیت

مجھے مولانا کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا موقع برائے نام ہی ملا ہے اس لیے ان کے بارے میں کچھ کہنے کا یارا نہیں رکھتا، وہ تو ایک گہرا سمندر تھے، جس کے موتی چننے کے لیے طویل عمر اور صحبت دراز چاہیے ہوتی ہے، سو اس عظیم شخصیت پر میری خامہ فرسائی عبث ہی ہے۔ مگر دوستوں کے اصرار پر چند سطریں لکھ رہا ہوں کہ شاید اس بہانے ان کی یاد کے اجر میں میری بھی شرکت ہو جائے۔

علامہ علی شیر حیدریؒ پاکستان کے ان علماء میں سے ایک تھے جن کو حیاتِ مستعار تو مختصر ملی مگر انہوں نے اس کم وقت ہی میں بہت کچھ کر دکھایا۔ مولنا جھنگویؒ کی شہادت کے بعد وہ سپاہ صحابہؓ کے نوجوان علماء کی پہلی صف میں نظر آئے اور پھر تھوڑی ہی مدت میں قوم کے سامنے ان کی کچھ ایسی خصوصیات آئیں جن کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ یہ کوئی عام شخصیت نہیں۔ وہ ایک جید عالم، بہترین مدرس، زبردست مناظر، شعلہ بیان مقرر، بے باک قائد اور جواں مرد رہنما تھے۔ انہوں نے آخری سالوں میں مولانا حق نواز جھنگویؒ کے قافلے کی سرپرستی کا مشکل اور نازک کام جس ذمہ داری اور تدبر کے ساتھ نبھایا اسے اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق کے سوا کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔

میں نے مولانا کو پہلی بار مارچ ۱۹۹۰ء میں دیکھا۔ مولانا جھنگویؒ کی شہادت پر کراچی کے آرام باغ میں ایک عظیم احتجاجی جلسہ ہوا تھا۔ اس میں آخری سے پہلی تقریر مولانا علی شیر حیدریؒ کی تھی۔ اس وقت ہم جیسوں کے لیے یہ نیا چہرہ تھا، مولانا نے صرف دس پندرہ منٹ تقریر کی جو جوش کے ساتھ ساتھ علمی دلائل سے بھی لبریز تھی، انہوں نے مجمعے پر ایک سحر سا طاری کر دیا اور ہر شخص ان کی قوتِ استدلال کا قائل نظر آنے لگا۔ اس کے بعد کراچی کے تقریباً ہر بڑے جلسے میں مولانا تشریف لاتے رہے۔ جلد ہی پورے ملک کی سطح پر ان کا نام گونجنے لگا۔

مولانا کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ دفاعِ صحابہ کے دشوار ترین محاذ پر لڑنے کے باوجود تعلیم وتدریس کے میدان میں بھی استقامت کے ساتھ جمے رہے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ خطابت اور قیادت کی ذمہ داریاں انجام دینے والے علماء درس وتدریس کے لیے وقت نہیں نکال پاتے۔ ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک صوبے سے دوسرے صوبے کے چکر انہیں مسندِ درس پر جمنے ہی نہیں دیتے، مگر مولانا نے حیرت انگیز طور پر مدرسے اور اسٹیج کے درمیان ایک توازن قائم رکھا۔ مدرسے کا انتظام بھی برقرار رکھا، مسندِ درس کی رونق بھی کبھی ماند نہ پڑنے دی اور اسٹیج کے ساتھ ساتھ پورے پاکستان بلکہ بیرون ملک بھی پھیلی ہوئی ایک بہت بڑی جماعت کی قیادت پوری خوش اسلوبی کے ساتھ کرتے رہے اور یہ ذمہ داری بہت احسن انداز میں نبھائی۔

مولانا کے اندازِ تدریس کا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے۔ جب انہوں نے کراچی کے ایک بڑے مدرسے میں دورۂ مناظرہ (ردّ شیعیت) شروع کرایا تو ایک دن شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں بھی ان کے درس میں شریک ہوا۔ بہت آرام آرام سے ایک ایک لفظ سمجھا کر سبق پڑھا رہے تھے۔ اسٹیج پر جتنے شعلہ نوا نظر آتے تھے طلبہ کے حلقے میں اتنے ہی شفیق اور بھولے بھالے لگ رہے تھے۔ دورانِ درس بہت سے قیمتی اصول بھی بتاتے جا رہے تھے، ایک بار فرمایا:

''شیعہ کے ساتھ مناظرے میں گزشتہ علماء اور ہمارے طرز میں بنیادی فرق یہ ہے کہ وہ حضرات شیعوں سے اصول وفروع ہر چیز میں مناظرہ کرتے تھے، چنانچہ شیعہ انہیں فروع میں لے جا کر اپنے معتقدات کو زیرِ بحث آنے سے دامن بچا لیتے تھے۔ ہم نے یہ طرز بدل دیا ہے۔ ہم مناظرے کا موضوع براہ راست شیعہ کے عقائد کو بناتے ہیں۔ خصوصاً قرآن پر ان کے عدمِ ایمان اور مسئلہ امامت کو۔ جب آپ یہ طرز اختیار کریں گے تو شیعہ مناظر بحث سے قبل ہی راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے گا اور اگر مناظرہ کرے گا تو لازمی طور پر شکست کھائے گا۔''

مولانا عام زندگی میں بے حد سادہ انسان تھے۔ ایک بار ایک بزرگ کی دعوت پر ہمارے محلے تشریف لائے۔ یہ ان کے عروج کا دور تھا۔ پھر بھی ساری مصروفیات سے وقت نکال کر غریبوں کی اس بستی میں وقتِ مقررہ پر پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ محافظین اور دوسرے عہدے دار بھی تھے۔ میزبان نے بہت اہتمام سے طرح طرح کے پکوان تیار کرائے تھے۔ مولانا نے قورمے اور مرغی سے چند ہی لقمے لیے اور پھر چٹنی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ایک پلیٹ میں چٹنی نکالی اور آخر تک اسی سے روٹی نوش فرماتے رہے۔ میزبان نے ایک دو بار متوجہ کیا کہ حضرت فلاں چیز بھی لیں، مگر وہ مسکرا کر فرماتے کہ مجھے چٹنی ہی زیادہ پسند آئی ہے۔ اس

ایک مثال سے ان کی انکساری، سادگی اور درویشانہ مزاج کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

یہ ان کی درویشی ہی تو تھی کہ قیادت اور درس وتدریس کے ساتھ ساتھ وہ ذکر، تلاوت اور نفل عبادات کے لیے بھی اتنا وقت نکال لیتے تھے کہ ہم جیسے فارغ لوگ بھی کبھی نہیں نکال پائے۔ خصوصاً ماہِ رمضان تو ان کا ذکر وتلاوت ہی میں گزرتا۔ پورے مہینے ایک خاص حالت طاری رہتی اور سوائے اشد ضرورت کے کسی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ مجھے ایک قریبی دوست نے بتایا کہ ایک مخیّر سرمایہ دار نے رمضان میں ان کو فون کرنے کی بڑی کوشش کی۔ وہ ان کے دارالعلوم کے لیے خطیر رقم عطیہ کرنا چاہتے تھے۔ خواہش بس یہ تھی کہ اس بہانے مولانا سے فون پر بات ہوجائے مگر ان کی یہ تمنا پوری نہ ہوسکی، اس لیے کہ مولانا رمضان میں کسی وقت فون پر نہ ملے کہ اس ماہ وہ ہر وقت فون سے دور عبادت میں مصروف ہوتے تھے۔

مختصراً یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ صحیح معنوں میں ایک غیر معمولی قائد اور اہل حق کے قافلہ سالار تھے۔ انہوں نے جس راستے کو حق سمجھا اس کے لیے اپنی جان تک قربان کردی۔ ان کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے اور ان کی شہادت ہمارے لیے سبق آموز ہے۔

''ہم علماء کی جوتیوں کا بھی احترام کرتے ہیں، اس لیے اگر ہم کہتے ہیں نا کسی کے بارے میں کہ اس کو ساتھ نہ بٹھاؤ تو اس کی وجہ بھی یہ ہی ہوتی ہے کہ بڑی مشکل سے جان قربان کرکے، خون دے کر، بچوں کو یتیم کرواکے، گھروں کو خالی کرواکے، ماؤں کی جھولیاں خالی کرواکے، بڑی مشکل سے منوایا ہے کہ جو صدیقؓ اکبر کا نہیں ہے، وہ ہمارا نہیں ہے، بڑی مشکل سے منوایا ہے کہ جو ختم نبوت کا منکر ہے ہمارا نہیں ہے، جو قرآن کا دشمن ہے ہمارا نہیں ہے، جو صحابہؓ کا نہیں ہے ہمارا نہیں ہے، جو اہل بیتؓ پیغمبر ﷺ کا نہیں ہے، ہمارا نہیں ہے، جس کا کلمہ ہمارے کلمے سے نہیں ملتا، اذان ہماری اذان سے نہیں ملتی یہ ہمارا نہیں ہے، اب اس کو جب بٹھایا جائے گا تو مغالطہ پڑے گا، اشتباہ پڑے گا اسی لیے ہم کہتے ہیں خالص مخلص بن کر اپنوں کو بٹھائیں اپنوں سے بیٹھیں۔ آپس میں لاکھ قصور سہی، کوتاہیاں سہی لیکن مسلمان مسلمان کے ساتھ، مومن مومن کے ساتھ اچھا لگتا ہے۔ مومن کافر کے ساتھ اچھا نہیں لگتا کافر مومن کے ساتھ اچھا نہیں لگتا۔

کبوتر با کبوتر کبوتر با کبوتر باز با باز
کنند ہم جنس با ہم جنس پرواز''

(علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ)

مناظر اہل سنت حضرت علامہ محمد عبدالتواب صدیقی مدظلہ، لاہور

بے خوف انسان

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ سے میری ملاقات متحدہ علماء بورڈ کے اجلاس میں ہوئی۔ آپ کے ساتھ حضرت علامہ محمد احمد لدھیانوی ہوتے تھے، اکثر ہمارا اہل تشیع کے بارے میں تبادلہ خیال ہوتا رہتا تھا۔

میں نے علامہ علی شیر حیدریؒ میں کچھ اوصاف دیکھے، جن کو اختصار کے ساتھ تحریر کرتا ہوں۔

(۱) علامہ موصوف بڑی جرأت کے مالک تھے، نڈر اور بے خوف تھے۔ دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غلبہ کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ جسکا اثر دشمن سے ظاہر ہوتا تھا۔

(۲) حاکم وقت جناب شہباز شریف سے بھی ان کی گفتگو بے باکانہ ہوتی تھی، ایک دفعہ متحدہ علماء بورڈ کا اجلاس گورنر ہاؤس مری میں منعقد تھا، ان دنوں علامہ حیدری شہیدؒ طویل عرصہ جیل میں گزار کر آئے تھے، انہوں نے شہباز شریف سے کہا کہ آپ نے مجھے جیل بھیجا اللہ نے مجھ پر ایام اسیری کو بھی رحمت بنادیا اور میں نے ایام اسیری میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کرلی الحمداللہ۔ شہباز شریف نے اس کو مذاق کا رنگ دیتے ہوئے کہا کہ چلو آپ کے حفظ قرآن کے ثواب میں میں بھی شامل ہوگیا۔ اگر آپ جیل نہ جاتے تو شاید یہ شرف حاصل نہ ہوتا۔ مگر علامہ موصوف نے ایک دفعہ پھر وہی دلیرانہ انداز میں جواب دیا کہ شہباز شریف صاحب پھر ہوسکتا ہے آپکو میری شہادت کا ثواب بھی مل جائے۔ جس پر تمام سامعین ششدر رہ گئے اور علامہ صاحب کی دلیرانہ گفتگو پر خوب داد تحسین دی۔ علاوہ ازیں کئی مواقع ایسے آئے جس میں آپکا بے باکانہ انداز تخاطب عیاں ہوتا ہے۔

(۳) علامہ موصوف کی یہ عادت تھی کہ کسی میں کوئی صفت دیکھتے تو اسکی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکتے، میرے بارے میں بھی کئی مرتبہ کھل کر اظہار خیال فرمایا اور کہا کہ میں اپنے ساتھیوں میں یہ کہتا ہوں کہ اس وقت بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث تینوں مسالک میں شیعوں کو لاجواب کرنے میں عبدالتواب ہی ہے۔ مسلکی اختلاف کے باوجود میرے بارے میں انکا یہ کہنا انکی وسعت ظرفی کی بین مثال ہے۔

جب ان کی شہادت کا میں نے سنا تو مجھے بڑا دکھ ہوا کہ ان جیسے لوگ بار بار دنیا میں نہیں آتے، میری اللہ تعالی سے دعا ہے کہ علامہ موصوف کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور ان کے جانشین علامہ محمد احمد لدھیانوی کو ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

حضرت قاضی حمداللہ مدظلہ
(مہتمم جامعہ دارالہدیٰ ٹھیڑی خیر پور سندھ)

باکمال اساتذہ کا باکمال شاگرد

حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ سال 1984,1985 میں ہمارے جامعہ دارالھدیٰ ٹھیڑی میں زیر تعلیم رہے۔موقوف علیہ اور دورہ حدیث شریف کی تعلیم یہاں حاصل کی۔بڑے ذہین طالبعلم تھے اور ہمیشہ اسباق میں بھرپور شرکت کرتے ۔ تمام امتحانات میں اعلیٰ درجات میں کامیاب ہوتے رہے۔انتہائی خوش اخلاق اور خوش طبع انسان تھے،ہمارے جامعہ میں قیام کے دوران آپؒ کا سکھر کے قریب بچل شاہ میانی میں حضرت سید عبداللہ شاہ بخاریؒ کے پاس آنا جانا بہت ہوا کرتا تھا۔شروع سے فرق باطلہ کے عنوان پر مطالعہ کرنے اور مواد اکٹھا کرنے کے شوقین تھے۔اس دور میں طلباء کے ساتھ مذہب شیعہ پر مناظرے کرتے اور بھاری دلائل دے کر طلباء کے ذہنوں میں یہ کفر بٹھانے اور اس کے سد باب کے طریقے بٹھایا کرتے تھے۔ یہاں سے فراغت کے بعد ہمیشہ ہمارے مدرسہ میں آپؒ کا آنا جانا رہتا تھا،اپنے اساتذہ سے ملتے رہنا اوران سے مشاورت کرتے رہنا انکا معمول تھا۔ہمیں جہاں کہیں دیکھ لیتے فوراً اپنی گاڑی روک کر ملتے ،اگر ہم جامعہ حیدریہ جاتے تو گاڑی تک بٹھانے ضرور تشریف لاتے۔سپاہ صحابہ کا سرپرست اعلیٰ منتخب ہونے کے بعد بھی ہم نے کبھی آپؒ میں تکبر اور نخرہ نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ تواضع اور احترام نظر آیا۔ہمیشہ عاجزی وانکساری میں رہنے کے عادی تھے،طبعیت میں سادگی تھی اور عمدہ اخلاق ومزاج کے مالک تھے۔

جامعہ دارالھدیٰ میں آپؒ نے درج ذیل اساتذہ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کیا۔

1... شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالھادی میمنؒ، فاضل دارالعلوم دیوبند

2... حضرت مولانا مفتی غلام قادرؒ، مفتی اعظم سندھ

3... حضرت مولانا عبدالحئی الحسینیؒ، فاضل دارالعلوم دیوبند

4... حضرت مولانا محمد بلالؒ، ماہر منطق وفلسفہ

5... حضرت مولانا ہدایت اللہؒ

6... حضرت مولانا حزب اللہؒ

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کا ٹھیڑی اپنے مادر علمی اور اساتذہ کے ساتھ ہمیشہ خصوصی تعلق رہا، آپؒ کو آخر تک سیکھنے کا شوق رہا، دارالہدیٰ ٹھیڑی میں حضرت مفتی غلام قادرؒ نے نحو میر کی شرح ''القول الظہیر فی شرح نحو میر'' تحریر فرمائی۔ حضرت استاد مفتی صاحبؒ تدریس کے دوران طلباء کو یہ کتاب پڑھایا کرتے تھے اور آہستہ آہستہ یاد بھی کرواتے تھے، یہ کتاب ہمیشہ غیر مطبوعہ رہی، جس طالبعلم کو چاہیے ہوتی حضرت استاذ اسے فوٹو سٹیٹ کروا کے دیا کرتے تھے۔ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے سب سے پہلے اپنے استاذ حضرت مفتی غلام قادرؒ کی اس کتاب کو چھپوایا اور تقسیم کروایا۔ زمانہ طالبعلمی میں خاموشی اور قناعت کے ساتھ وقت گزارا کبھی کسی ایسی سرگرمی میں شریک نہیں ہوئے جس سے جامعہ یا جامعہ کے مفادات کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ ہر وقت کتابوں میں وقت گزارنا اور مکالمہ ومباحثہ کرانا آپ کا شوق ہوا کرتا تھا۔ مکالمہ ومباحثہ میں ہمیشہ ٹھوس علمی دلائل کے ساتھ حصہ لیتے محض سنی سنائی باتوں پر اکتفا نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپؒ کی مذہبی، دینی، ملی اور قومی خدمات کو قبول ومنظور فرمائے۔ آمین

☆☆☆

مولانا محمود عالم صفدر مدظلہ

یادوں کی خوشبو

میرے سامنے انکی یادیں انکی شفقتیں سینہ تانے کھڑی ہیں میرا دل زخمی ہے سوچتا ہوں کون سا واقعہ تحریر کی قید و بند میں لاؤں کون سا چھوڑوں انکی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس قابل ہے کہ اس کو سنہری حروف سے تاریخ کے سینے میں محفوظ کر دیا جائے تا کہ آنے والی نسلیں انکی روشنی میں اپنی زندگی کے خطوط درست کر کے باب جنت تک پہنچ سکیں اور ان خوشبوؤں کا مصداق بن سکیں جو آپکے پاکیزہ خون سے نکل کر اردگرد کی فضاؤں کو معطر کر رہی ہیں انکی زندگی بھی خوشبوؤں والی تھی علم وتقوی کی خوشبو سینہ میں مہکتی تھی منہ سے نکلتی تھی تبھی تو لوگ دیوانہ وار اردگرد رہتے تھے نبی اقدس ﷺ کا فرمان گرامی ہے کہ مجھے دو چیزوں سے پیار ہے عورت اور خوشبو آپ ﷺ جو شریعت لیکر آئے وہ سراپا خوشبو ہے آپ ﷺ کی ذات سراپا خوشبو تھی آپکے پسینے مبارک کی خوشبو کے سامنے دنیا کی کستوریاں شرماتی تھیں جس گلی سے گزرتے وہ خوشبو سے مہک جاتی صحابہؓ کے بچوں کے سر پر نبوت کا ہاتھ لگتا تو وہ خوشبوئیں مہکانے لگ جاتے ہر آدمی کو خوشبو پسند ہے امام الانبیاء نے تمام انسانیت کو ظاہری اور باطنی طور پر خوشبودار بنانے کی سعی مشکور فرمائی۔ بچہ چونکہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے اس لیے اس کے جسم سے ایک قسم کی خوشبو آتی ہے تبھی تو سب اس کے اردگرد جمع رہتے ہیں اگر انسان اپنے آپ کو گناہوں کی نجاست سے آلودہ نہ کرے اور تقوی وطہارت کے ساتھ زندگی گزارے تو وہ ولی ہوتا ہے اس کے جسم سے بھی خوشبو پیدا ہوتی ہے تبھی تو لوگ اس سے چمٹتے رہتے ہیں یہی حال وقت کے مجاہد اعظم رئیس المتکلمین استاذ المناظرین شیر اسلام شہید ناموس صحابہ علامہ علی شیر حیدری کا تھا زندگی بھی خوشبوؤں سے مزین ومعطر تھی لوگ دیوانوں کی طرح ہر وقت اس پر شہد کی مکھیوں کی طرح جمع رہتے، جس جلسہ میں وہ آتا تو ایک ایک جلسہ میں شرکاء کی تعداد ہزاروں سے نکل کر لاکھوں کو چھونے لگتی مجمع فرط محبت میں بے اختیار ہو جاتا اللہ والوں کو خواب میں بجا فرمایا مجھے صدیق اکبرؓ نے بلایا ہے نبی اقدس ﷺ سے ملاقات کی

ہے سیدنا فاروق اعظمؓ سے ملاقات کی ہے اب ایک اور صحابی کی ملاقات کر رہا ہوں شہید زندہ ہوتا ہے آپ زندہ ہیں خدا نے شیر اسلام کا یہ خوبصورت جسم ضائع نہیں کیا اس کو شہادت کا تاج پہنا کر حیات جاودانی عطا فرما دی علامہ حیدریؒ پر کما حقہ کون لکھ سکتا ہے آپکی زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب تھی جس میں سینکڑوں ابواب ہیں ہر باب کے تحت ہزاروں اوراق یادوں کی خوشبوئیں مہکا رہے ہیں آپ سیدنا عبداللہ ابن مسعودؓ کا یہ فرمان اپنی تقریروں میں اکثر پڑھا کرتے تھے ''من کان منکم مستنا فلیستن بمن قدمات'' تم میں سے جو کسی کو آئیڈیل بنانا چاہتا ہے وہ اس کو بنائے جو دنیا سے جا چکا ہوں آپ شہادت کا جام پی کر اس کا مصداق بن گئے آپ اس قابل ہیں کہ آپکی حیات مبارکہ کے ایک ایک لمحہ کو محفوظ کیا جائے اور آپ کو آئیڈیل بنایا جائے اس لیے کہ آپ یقیناً کامیاب ہیں مبارک خون جنتی خوشبو مہکا کر آپکی فلاح وکامرانی کی بشارتیں سنا رہا ہے اے حیدری تیرے نقش یا تا قیامت سعادتمندوں کے لیے نشان نجات ہونگے تیرا علم طالب علموں کے لیے تیرا تقوی اصحاب تقوی کے لیے تیرا تدبر ارباب دانش کے لیے تیری ولایت اولیا عظام کے لیے اسوہ حسنہ کا کام دیتی رہے گی تیرے آخری خطاب کے تیرے الہامی الفاظ ''میرے ہاتھ میں حق کا جھنڈا ہے میرے گلے میں ظلم کا پھندا ہے میں مرنے سے کب ڈرتا ہوں میں تو موت کی خاطر جیتا ہوں جب میرے خون کا سورج چمکے گا تب بچہ بچہ بولے گا صحابہ کا دشمن کافر ہے کافر ہے'' یہ قیامت تک تیرا مشن زندہ رہنے کی بشارت ہیں تیرا نام تیرا کام تیرا احسن تیرا مشن زندہ قیامت تک تابندہ رہے گا' اے حیدری تیری جدائی نے ہماری کمر توڑ دی ہے مگر ہم اپنے مولائے کریم کی تقدیر پر راضی ہیں آپکے لیے اسی وقت صحابہ کی خدمت میں پہنچنا مناسب تھا۔ یقیناً آپ اس مہربان ذات کے پاس گئے جس نے آپکو علم وتقویٰ طہارت جرات وشجاعت کا حظ عظیم عطا فرما کر اپنی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بنایا تھا یقیناً وہ خدا ہم سب انسانوں سے آپ سے زیادہ محبت رکھنے والا آپکا قدردان ہے اور آپ بھی وہاں یقیناً یہاں کی نسبت زیادہ خوش ہیں اس لیے کہ ہم جیسوں کی رفاقت نبی اقدس اور صحابہ کی رفاقت سے کیا نسبت رکھتی ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ علامہ حیدری کا یہ تذکرہ نہ کسی صحافی کے قلم سے ہے نہ کسی ادیب کے قلم سے ایک اس طالب علم کے قلم سے ہے جس نے کچھ سال قریب سے اس بطل حریت کو دیکھا اس کے علم کو ٹٹولا اس کے تقوی کی گہرائی میں جھانکا اس کی ولایت کی بلند چوٹی کی طرف بار بار دیکھا اس کے آغوش سے محبتوں کے پھول سمیٹے اس کی دعاؤں کی برکت حاصل کی اور آج یہ کہنے پر مجبور ہے۔

جمال ہم نشیں درمن اثر کرد
ورنہ من ہما خاکم کہ ہستم

آج جو بھی دین کی خدمت ہو رہی ہے عالم اسباب میں امام المناظرین حضرت اوکاڑویؒ کے بعد چار اشخاص کا سب سے زیادہ دخل ہے قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین قطب العصر مرشد العلماء حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ صاحب نور اللہ مرقدھما کی دعاؤں روحانی توجہات کا استاذ المنا ظرین حضرت مولانا منیر احمد منور صاحب کی سرپرستی اور شیر اسلام علامہ علی شیر حیدریؒ کی دستگیری کا میں ایک نکما طالب علم تھا آپ نے اپنے جامعہ حیدریہ کے تخصص کے اسباق سپرد فرما کر کچھ درس وتدریس، ورق وکتاب سے آشنا کر دیا آنے والے صفحات میں اپنی آپ بیتی نقل کروں گا جس میں انکے علم وعمل تقوی روحانیت کے تذکرے خود بخود آتے جائیں گے اور پڑھنے والا ان شاءاللہ یہ کہنے پر مجبور ہوگا۔

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ
لکالمسک ما کررتہ یتضوع

پہلی ملاقات

غالباً ۹۳ء کے شوال کا مہینہ تھا سردیوں کے دن بندہ قرآن کریم حفظ کر کے گردان مکمل کر چکا تھا کہ لیہ کے اندر تحصیل کروڑ لعل عیسن واقع ہے وہاں بستی منجوٹھہ میں شیر اسلام علامہ علی شیر حیدریؒ کی آمد آمد تھی بندہ کی عمر تقریباً پندرہ سال کے لگ بھگ تھی ہم بھی جلسہ سننے پہنچ گئے آگے آگے بیٹھنے کی کوشش کی جب اعلان ہوا تو بھاری بھرکم جسم گھنی داڑھی سر پر سیاہ پگڑی باوجاہت وباوقار شخصیت تقریر کے لیے اسٹیج پر تشریف لائی ستقبال میں فائرنگ ہوئی خوب نعرے لگے اس سے قبل نام تو سنا تھا زیارت نہیں کی تھی یہ بات بھی علم میں آچکی تھی کہ آپ ہمارے تایا جان (رئیس المناظرین حضرت اوکاڑویؒ) کے خصوصی شاگرد ہیں آپ نے بیان شروع کیا تقریباً پونے گھنٹہ گزر چکا تھا آپ روافض کے غلیظ حوالہ جات پیش فرما رہے تھے ایک حوالہ یہ پیش فرمایا کہ شیعہ کے ہاں محرمات سے بھی متعہ کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ ذکر پر کپڑا لپیٹ لیا جائے یا چونہ لگا لیا جائے اگر ایسا نہ کیا تو گناہ ہوگا آپ یہ فرما کر خاموش ہو گئے پھر سوالیہ انداز میں گرجدار آواز سے فرمایا ”گناہ کس کو ہوگا کس کو کس کو“ سارا مجمع خاموش تھا سناٹا طاری تھا بندہ نے جب دیکھا کہ کوئی جواب نہیں

دے رہا اور آپ جواب کے طلب گار ہیں تو بندہ نے سکوت محفل توڑ دیا اور زور سے کہا سینوں کو تقریر آگے شروع فرمادی جب خطاب ختم ہوا تو فوراً بندہ کی طرف لپکے ہاتھ پکڑا اور ساتھ لیکر قیام وطعام والے کمرہ میں لے گئے پوچھا بیٹا کیا کرتے ہو جواب دیا حفظ کیا ہے ''اب کیا کرنا ہے'' اسکول میں ''بیٹا جواب کہاں سے دیا'' آپ ہی کی تقریر رحیمیاں خان کیسٹ میں سنی تھی وہ یاد تھی ''بیٹا آپ عالم بنو'' یہ تھی زندگی کی پہلی گفتگو جو میری اس بطل حریت کے ساتھ ہوئی اور میری زندگی کا رخ موڑنے کا سبب بنی۔

بندہ کے علم میں یہ تو تھا کہ یہ میرے تایا جان کے شاگرد ہیں مگر اس مجلس میں میں نے اس کی طرف کوئی اشارہ نہ کیا بندہ واپس گھر پہنچا والد صاحب سے خواہش کا اظہار کیا اور بعد نماز عصر حضرت اکاڑویؒ کی خدمت میں پہنچ کر والد صاحب کا خط پیش کیا اور یوں سلسلہ تعلیم کا آغاز ہو گیا جب بندہ خیدریہ میں تخصص کا استاذ تھا ایک دفعہ بندہ نے یہ واقعہ سنا کر یاد دلانے کی کوشش کی تو آپکو یاد نہ آیا البتہ بہت خوش ہوئے فرمایا کہ مجھے فائدہ ہو گیا کہ اب آپ میرے ہی مدرسہ میں پڑھا رہے ہو نیز تم جو کام بھی کرو گے اس میں میرا دخل ہوگا' میں نے عرض کیا' کیوں نہیں خیر المدارس ملتان میں حضرت اوکاڑویؒ کی خدمت میں آپکی آمد کثرت سے رہتی تھی طویل وقت استفادہ کرتے تھے حضرت اکاڑویؒ کے خاص شاگرد تھے سکھر لاڑکانہ کراچی کے کورسز میں کثرت سے استفادہ کیا تھا سب سے پہلے حضرت سے مناظرہ اس وقت پڑھا جب آپ درجہ ثانیہ کے طالب علم تھے وہ کاپی جو آپنے قلمبند کی تھی بندہ نے خود دیکھی بلکہ جامعہ حیدریہ میں سال اول کے تخصص کے طالب علم تھے اور اب مدرسہ فاطمہ للبنات حجرہ شاہ مقیم اوکاڑہ کے شیخ الحدیث ہیں مفتی ندیم حیدر انہوں نے بڑی محنت کے ساتھ اس کاپی کو صاف کیا۔ عنقریب ہم اس کو شائع کر دیں گے بندہ نے ایک دفعہ عرض کیا یہ حضرت اوکاڑوی کا وہ علم ہے جس میں ایک واسطہ ہے اور وہ واسطہ بھی احفظ الناس کا ہے فرمایا یہاں تو واسطہ ہے (اور واسطہ بھی مجھ جیسے موٹے تازے کا) اور آپ جو پڑھا رہے ہیں وہاں درمیان میں واسطہ ہی نہیں ہے تمہارا وجود کالعدم ہے لہذا تمہارا فیض زیادہ اعلی ہے اللہ اللہ کیا شان تواضع تھی۔

ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت سکھر تشریف لائے میں بھی حاضر تھا آپ اچانک ناراض ہو گئے میں نے سوچا کہ حضرت کے لیے تو میرے جیسے ہزاروں خادم مگر میرے لیے تو صرف حضرت ہی ہیں بعد میں فرمایا کہ مجھے کسی نے تیرے بارے میں بتایا تھا کہ تو مماتی ہے اور میری ذاتی کاپی بھی گم ہو گئی تھی مجھے تجھ پر شک تھا کاپی بھی مل گئی اور تو نے جو یہ کیا کہ میرا فلاں استاد مماتی ہے اس کو آپ سمجھانے کے لیے وقت دیں اس سے

میرا ذہن تیرے بارے میں صاف ہوگیا جب حضرت اوکاڑوی بنوری ٹاؤن شعبان میں پڑھانے جاتے مولانا حیدری بھی اس وقت وہاں پہنچ گئے داخلہ نہ ملا صرف اسباق میں بیٹھنے کی اجازت ملی آپ اسباق میں شرکت فرماتے پھر نہ جانے کس مشقت سے گزر اوقات کرتے اس سے آپ کا علم کے بارے حریص ہونا واضح ہوتا ہے اوران طلباء کے لیے بھی درس عبرت ہے جوتھوڑی سی بات پر مدرسہ کو تبدیل کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں۔

کمال ادب

آپ میں اساتذہ کا ادب انتہائی غالب تھا بھاری بھرکم جسم کے باوجود اساتذہ کے سامنے دوزانوں ہوکر بیٹھتے رئیس المناظرین کے سامنے کتنی دیر ہی کے لیے بیٹھتے اکثر دوزانوں بیٹھتے اس میں آپ کو انتہائی مشقت اٹھانا پڑتی مگر ادب کا ساتھ ہاتھ سے نہ جانے دیتے ایک دفعہ حضرت اوکاڑویؒ ناراض ہوگئے نا راضگی کی وجہ الیکشن میں کوٹ ادو کے عبداللہ سلفی (غیر مقلد) کی حمایت تھی آپ جماعت کی پالیسی کے تحت الیکشن کے دنوں میں کوٹ ادو تشریف لے گئے تھے اوراس غیر مقلد کی حمایت میں تقاریر کی تھیں حضرت کی خدمت میں تشریف لائے تو آپنے درسگاہ میں داخلہ کی اجازت مرحمت نہ فرمائی تقریباً نصف گھنٹہ سے زائد دھوپ میں دروازے پر کھڑے رہے پھر معافی ملی اور داخلہ کی اجازت سے مشرف ہوئے آج کا کوئی طالب علم ہوتا تو الٹا استاد سے ناراض ہوجاتا مگر صد آفریں ہے آپکے کمال ادب پر نہ ماتھے پر شکن ابھرے نہ دل میں ناراضگی بلکہ اپنا قصور تسلیم کر کے استاد سے معافی کے خواستگار ہوئے۔

جب چیف جسٹس سجاد علی شاہ نے سپاہ صحابہ پاکستان کا موقف عدالت کے کٹہرے میں سننے کے لیے بلایا تو آپنے سنیت کی ترجمانی کے لیے جن نفوس قدسیہ کا انتخاب فرمایا ان میں حضرت اوکاڑویؒ بھی تھے مجھے خود فرمایا کہ میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن قائد جمعیت کے پاس گیا کہ کس کو ساتھ لے جاؤں انہوں نے عبدالمجید کا نام لے دیا اس پر انہوں نے مسکرا کر فرمایا ان کو کیا علم کہ یہ مناظر نہیں ہے فرمایا پھر مولانا سلیم اللہ خاں صاحب سے پوچھا کہ جب میں نے استادوں کا نام لیا تو فرمایا کہ وہ کافی ہیں فرمایا سلیم اللہ استادوں (حضرت اوکاڑویؒ) سے واقف تھے۔ خیر حضرت اوکاڑوی نے فرمایا کہ آپ خود ہی ترجمانی کریں میں تیاری کروادیا کروں گا چنانچہ آپ پھر بارہا تیاری کے سلسلہ میں تشریف لائے ان مجالس کا بھی عجیب سماں

ہوتا۔ایک چار پائی پر حضرت اوکاڑوی ہوتے دوسری پر حضرت حیدری اسی چار پائی پر پاؤں کی جانب مولانا قاری حنیف جالندھری اور دوسرے جلیل القدر علماء ہوتے۔اور کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ ہوتی بندہ کو ان مجالس کو سننے کی سعادت حاصل رہتی۔

بلبل کہاں بہار کہاں' باغباں کہاں
وہ دن گزر گئے وہ زمانہ گزر گیا

ایک دفعہ تشریف لائے حضرت موجود نہیں تھے بندہ کے پاس بندہ کی چار پائی پر بیٹھے فرمایا استادوں کی چار پائی پر ادب کی وجہ سے نہیں بیٹھتا بندہ نے ایک کپ چائے پیش کیا خوب خوشی سے نوش فرمایا صرف یہ سمجھ کر کہ یہ حضرت کے کمرے کی بابرکت ضیافت حضرت کے ایک خادم کے ہاتھ سے ہے سبحان اللہ کیا تواضع ومحبت وقدر دانی تھی سندھ سے چلتے تو شہد کھجور وغیرہ کے تحفے حضرت کے لیے ساتھ لیکر چلتے' جب سپاہ صحابہ کا آپکو سرپرست اعلی بنایا گیا تو ایک طویل مکتوب لکھ کر حضرت سے کام کے سلسلہ میں راہنمائی حاصل کی حضرت اوکاڑوی کو بھی اپنے اس ہونہار شاگرد سے قلبی تعلق تھا آپ نے فرمایا شیعیت کے بارے میں سب سے وسیع مطالعہ حیدری کا ہے جب ملتان میں انٹرنیشنل حق نواز شہیدؒ کانفرنس ہوئی بندہ نے آکر بتایا کہ مولانا اعظم طارق کو کئی ایک بزرگوں نے خلافت دی ہے فرمایا اگر میں وہاں ہوتا تو میں علی شیر حیدری کو خلافت دے دیتا اس وقت بندہ اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکا اس کو وقتی ارادہ پر محمول کر لیا بعد میں ایک دفعہ حضرت حیدری سے اس کا تذکرہ کیا چونکہ آپکی طبیعت میں بھی اخفاء غالب تھا فرمایا استادوں نے ویسے ہی محبت میں فرمادیا ہوگا میں انکو پھنسانے کا گر جانتا تھا کئی مہینوں کے بعد بندہ نے کہا آپکی بیعت کا پہلا تعلق تو حضرت پیر شریف والوں (شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب پیر شریف سندھ) سے تھا اس کے بعد سید نفیس الحسینی صاحب سے ہوا سلسلہ کی تبدیلی سے روحانی نقصان تو نہیں ہوا فرمایا میرا ظاہری تعلق ان حضرات سے رہا ہے اصل میں تو میرا سب کچھ ظاہری روحانی تعلق استاد جی (حضرت اوکاڑویؒ) سے تھا ۔بندہ نے کہا پھر تو معلوم ہوگیا کہ حضرت کا آپکو خلافت دینے کا ارادہ بے موقع وبے محل نہ تھا آپ بری طرح پھنس گئے۔ایسے موقعوں پر از راہ مذاق حضرت کا صرف اتنا جواب ہوتا بھئی میں مناظر نہیں ہوں' اس علمی اور روحانی تعلق کا اظہار وقتا فوقتا فرماتے رہتے فرمایا میں معقولات میں استاد غلام محمد صاحب کا شاگرد ہوں اس لیے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ معقولی نہیں ہے مناظرہ میں حضرت اوکاڑویؒ کا شاگرد ہوں اس لیے

کوئی یہ نہیں کہ سکتا کہ میں مناظر نہیں ہوں آپ نے فن مناظرہ صرف حضرت اوکاڑویؒ ہی سے پڑھا تھا نیاز کا تعلق سب سے تھا تلمیذ صرف حضرت اوکاڑویؒ ہی کے تھے' رافضیت کے بارے میں سندھ کے ایک عالم سائیں عبداللہ شاہ سے استفادہ کیا تھا اور کسی سے بھی آپکا شاگردی کا تعلق فن مناظرہ میں نہیں ہے۔

ہاں سب کا ادب کرتے قائد اہل سنت علامہ تونسوی مدظلہ اور مفکر اسلام علامہ خالد محمود سے نیاز حاصل تھا علامہ صاحب کا اسقدر ادب فرماتے کہ جب حیدریہ پڑھانے کے لیے تشریف لاتے تو خود وضو کرواتے پاؤں خود دھوتے علامہ خالد محمود کے علم کے دیوانے تھے آخری ختم بخاری بھی علامہ صاحب نے لندن سے ٹیلی فون پر کروایا حضرت اوکاڑویؒ سے محبت کا اظہار اس وقت سامنے آیا جب حضرت کی وفات پر آپ پر بے انتہاء غم سوار تھا گریہ طاری تھا کئی گھنٹے گریہ طاری رہا جب خطاب کے لیے دعوت دی گئی تو روتے ہوئے مائیک پر تشریف لائے اور صرف اتنا فرما سکے کہ پہلے کوئی مسئلہ پیش آتا تو استاد جی کی خدمت میں آجاتا تھا اب دنیا میں کوئی نہیں رہا یہ کہہ کر بیٹھ گئے' ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ ایک بہت بڑے اسٹیج پر میں نے حضرت اوکاڑویؒ کی وفات کے بعد بیان میں کہا کہ دنیا کا سب سے بڑا عالم (حضرت اوکاڑویؒ) جا چکا ہے بعد میں فرمایا کہ بات آپ نے ٹھیک فرمائی مگر ان مولویوں (جلسہ کے میزبان مولویوں کی طرف اشارہ تھا) کو ہضم نہیں ہوگی۔ ایک دفعہ فرمایا قیامت تک جس فتنہ کا تعاقب بھی کیا جائے گا حضرت استاد جی کے علم کی روشنی میں کیا جائے گا ایک دفعہ فرمایا کہ آپ تو حضرت کے بھتیجے ہو میں تو ان کے خاندان کے کتے کی خدمت بھی سعادت سمجھتا ہوں۔ فرمایا کہ ایک دفعہ ایک مولوی تقریر کر رہا تھا اور حدیث یوں پڑھ رہا تھا قال النبی ﷺ الف بھی حرف لام بھی حرف میم بھی حرف (یعنی اس کی استعداد یہ تھی) جب تقریر ختم کی تو میرے پاس آ بیٹھا اور حضرت اوکاڑویؒ کے بارے میں کہنے گا ماسٹر امین اگر مولوی ہوندا تاں مزہ آجاناں سی (ماسٹر امین اگر عالم ہوتا تو مزہ آجاتا) فرمایا جس کی اپنی یہ استعداد تھی کہ حدیث بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا اسے فکر تھی کہ حضرت اوکاڑویؒ عالم نہ تھے۔

ایک مولوی کو سخت ڈانٹ: ایک دفعہ کراچی کے ایک مناظر مولوی نے جوبن میں آئے ہوئے حضرت حیدری کو اپنی علمی صلاحیتیں گنواتے ہوئے کہہ دیا کہ ماسٹر امین کو کیا آتا تھا بس پھر کیا تھا شیر بپھر گیا فرمایا بکواس کرتا ہے ابھی بھی میں تیرے کمرے میں چلتا ہوں وہاں حضرت اوکاڑویؒ کی کتابیں تو نے استفادہ کے لیے نہ رکھی ہوں تو مجھے پکڑ لینا اگر وہ جاہل تھا تو اس کی کتابیں کس لیے کمرے میں رکھی ہوئی

ہیں۔اس کی کتابوں سے استفادہ بھی کرتا ہے اور جاھل بھی حضرت کو کہتا ہے مولوی بیچارے کو جان چھڑانا مشکل ہوگئی اور اسکی حالت دیدنی تھی نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن والا حال تھا اس سے حضرت کا حضرت اوکاڑویؒ سے والہانہ عشق ظاہر ہوتا ہے فرماتے تھے کہ حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف والے جو کہ اپنے وقت کے کامل اولیا میں سے تھے وہ حضرت اوکاڑویؒ کے بارے میں فرماتے تھے یہ حجۃ اللہ علی العلماء ہیں۔

حضرت اوکاڑویؒ کو بھی آپ سے والہانہ تعلق تھا زندگی کی جو آخری رات جامعہ خیر المدارس میں گزاری ہے وہ غالباً شب بدھ تھی آپنے بندہ سے بہت باتیں کیں کیا معلوم کہ یہ آخری شب وصال ہے شاید آپکو ادراک ہو چکا تھا اس میں یہ بھی فرمایا کہ علی شیر حیدری نے جب جماعت کی سرپرستی قبول کی تو مجھ سے مشورہ طلب کیا کہ کیا میں قبول کروں یا نہ کروں اگر کروں تو کس طریقہ پر کام کروں میں نے کہا سرپرستی قبول کرلو دو باتوں پر عمل کرنا ایک تو الیکشن میں کبھی حصہ نہ لینا ہم الیکشن میں حصہ لیکر مفت میں اپنے سنی سیاسی لوگوں کو اپنے مخالف کر لیتے ہیں اور ووٹ بھی تقسیم ہو جاتے ہیں اور نتیجتاً شیعہ یا بد مذہب امیدوار کامیابی سے ہمکنار ہو جاتا ہے فرمایا جماعت اسلامی کو انگریز نے بنایا ہی اس لیے ہے کہ مذہبی طبقہ کے ووٹ کاٹے اور کوئی مذہبی جماعت الیکشن میں کامیاب نہ ہو سکے فرمایا حضرت قاضی مظہر حسینؒ (خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) کا طریقہ کار بہت بہتر ہے کہ خود اپنا آدمی کھڑا کرنے کی بجائے کسی سنی کینڈیڈیٹ کی حمایت کرو اس سے کامیابی زیادہ متوقع ہوتی ہے اور بد مذہب آدمی یقیناً ہار جائے گا دوسرا فرمایا کہ حکومت سے براہ راست ٹکر نہ لو ہم دو دشمن بنا لیتے ہیں حضرت کا زندگی کے ان اہم لمحات میں حیدری کو یاد رکھنا یہ کیا محبت کا منہ بولتا ثبوت نہیں۔

ایک خواب اور حضرت کی کرامت

یکم ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ کی شب خواب میں دیکھا کہ جامعہ خیر المدارس کے گراسی گراؤنڈ (جو کہ جامعہ کی مسجد کے جنوب میں واقع ہے) اس میں شمال مغربی نکر پر دو قبریں ہیں ان دونوں قبروں کے دونوں طرف گلاب کی قلمیں یا پودے ہیں ایک قلم بڑی ہے دوسری اس کی نصف ہے اور بتایا یہ جاتا ہے کہ یہ دونوں قلمیں چند دن قبل شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے مولانا محمد اعظم طارق شہید کو دی ہیں بندہ کچھ دیر ان قبروں کے پاس کھڑا رہتا ہے دوسری قبر کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا (جس پر لگا ہوا پودا

بڑا تھا) کہ یہ کس کی ہے۔ پھر آگے مشرق کی جانب کچھ کمرے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ شیر اسلام علامہ علی شیر حیدری مدظلہ نے یہاں آنا ہے بندہ بغرض زیارت اس کمرہ میں جاتا ہے اور مولانا وہاں تشریف فرما ہوتے ہیں بندہ لپٹ کر معانقہ کرتا ہے کافی دیر کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں مولانا فرماتے ہیں آپ تشریف تو لے ہی آئے ہیں ہمارے مدرسہ میں درس ہی دے دیں۔ بندہ عرض کرتا ہے میں زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں نہ کہ پڑھانے کے لیے۔ حضرت بار بار فرماتے ہیں۔ بندہ معذرت کرتا ہے یہاں تک کہ بندہ حضرت کے قدموں میں بیٹھ جاتا ہے اتنے میں آنکھ کھل جاتی ہے۔ تہجد کا وقت ختم ہونے میں صرف دس منٹ باقی تھے۔

تعبیر اس خواب کی تعبیر اس وقت تو ذہن میں نہیں آئی مگر جب اسی خواب کے دوران ہی بعد ۳ ذوالحجہ کی شب کو سیدی و مرشدی و مولائی قائد اہلسنت وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین (خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ) نے اس عالم فانی سے عالم باقی کی طرف رخت سفر باندھا۔ تو تعبیر ذھن میں آئی کہ دوسری قبر حضرت قاضی صاحبؒ کی تھی اور اس قبر پر لگے ہوئے پودے کا ڈبل ہونا مقام کے ڈبل ہونے کی طرف اشارہ تھا۔ یعنی مولانا محمد اعظم شہید سے حضرت کا مقام دوگنا ہے۔ خواب کے اگلے حصہ کی تعبیر بھی دو ماہ بعد ظہور پذیر ہوگئی کہ بندہ علامہ حیدری کو ملنے ۷ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ کو خیر پور میرس سندھ گیا، تو فرمایا کہ میں آپ سے رابطہ کرنے کا سوچ رہا تھا بندہ نے عرض کیا خیر سے۔ فرمایا میں چاہتا ہوں تخصص فی الدعوۃ والتحقیق کے اسباق آپکے سپرد کر دیئے جائیں (اس بارے میں وہ مشاورت بھی کچھ بڑے علماء سے فرما چکے تھے ان میں سے سب سے بڑے امام المناظرین فخر المحدثین حضرت اقدس مولانا منیر احمد منور امیر اتحاد اہل سنت والجماعت پاکستان کی ذات گرامی ہے بندہ نے عرض کیا حدیث پاک میں ہے۔ اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ۔ بندہ کا تخصص کے اسباق پڑھانا علامات قیامت سے ہوگا۔ فرمایا علامات قیامت سے تو یہ ہے کہ میں یہ اسباق پڑھا رہا ہوں۔ تمھارا پڑھانا علامات قیامت سے نہیں ہوگا۔ اللہ اللہ کیا تواضع تھی' فرمایا آپ میرے شاگرد نہیں ہیں نہ ہی بے تکلف دوست ہیں اگر ان دو باتوں سے کوئی بات ہوتی تو میں آپ کو یہاں باندھ لیتا اور ملتان سے آپکا سامان اٹھوا لیتا اب ایک صورت ہے کہ آپ بتائیں پاکستان میں وہ کونسا بزرگ ہے جس کی بات آپ مان جاتے ہوں اور میں اس سے شفارش کرواؤں تاکہ تم رد نہ کرسکو بندہ نے عرض کیا آپ خود بھی بہت بڑے ہیں بندہ کا معذرت کرنا اپنی

نااہلی کی وجہ سے ہے جب حضرت نے بہت زیادہ اصرار فرمایا تو بندہ نے دس دن کا وعدہ کر لیا اور یوں صفر ۱۴۲۴ھ میں پہلی دفعہ حیدریہ پڑھانے گیا حضرت بہت متفکر تھے اور بار بار خود بھی مستقل رہنے کے لیے اصرار فرماتے اور طلباء سے بھی کہلواتے رہے۔ بندہ اپنی نااہلی کی وجہ سے تیار نہیں ہو رہا تھا کہ اچانک دوسرے خواب نے کایا پلٹ دی۔

تقریباً ۲۵ یا ۲۶ صفر ۱۴۲۴ھ کو خواب میں دیکھا کہ علامہ حیدری وفات پا جاتے ہیں بندہ ان کے کمرے میں جاتا ہے آپ شرقاً غرباً لیٹے ہوئے ہوتے ہیں بندہ فوت ہونے کے باوجود ان سے باتیں کرتا ہے پھر دوسرے کمرے میں جاتا ہوں تو وہاں بھی حضرت لیٹے ہوئے تھے یہاں سر مبارک زمین کی طرف ہے بندہ ان سے عرض کرتا ہے آپ فکر نہ کریں بندہ آپ کے مدرسہ سے تعلق رکھے گا۔ اس خواب کا یہ اثر ہوا بندہ نے نماز فجر حضرت حیدری کے دائیں جانب ادا کی گریہ طاری رہا نماز کے بعد بندہ نے عرض کیا حضرت دفتر چلتے ہیں وہاں جا کر بیٹھ گئے بندہ نے عرض کیا میں ہر ماہ آپ کے مدرسہ کو بیس دن دیتا ہوں آپ اس پر نہایت خوش ہوئے فوراً ڈائری نکالی اور بندہ کے مشورہ سے اپنی ڈائری پر نشانات لگا لیے تاکہ ان دنوں کی تاریخ ہی باہر دیں جن دنوں میں حیدریہ میں بندہ موجود ہوتا کہ تخصص کے اسباق میں حرج نہ ہو یوں آپ نے شعبان تک کا شیڈول طے فرما لیا یہ حضرت کی کرامت ہی تھی کہ روحانی رابطہ پھر بندہ کو جامعہ حیدریہ رہنے کے لیے شرح صدر ہو جانا' اسی طرح کی کرامت حضرت شیخ الہند سے بھی ظاہر ہوئی۔

عجیب کرم نوازی

بندہ چونکہ آزاد طبیعت کا تھا یعنی اپنی مرضی سے مطالعہ کرنا اپنے اختیار سے اسفار کا نظم کرنا یہی وجہ تھی فراغت کے بعد بعض اچھے مدارس سے پیش کش بھی ہوئی مگر بندہ نے معذرت کر لی۔ اب حیدریہ میں تدریس کرنا مزاج کے خلاف تھا بندہ نے شرائط لگائیں جن میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اسفار اور چھٹی کے معاملہ میں آزاد ہوں گا جب چاہوں جتنی چاہوں۔ اللہ آپ کو اپنی شان کے مطابق اجر عظیم عطا فرمائے آپ نے محض مجھے کارآمد بنانے کے لیے اس شرط کو منظور فرما لیا۔

بہت بڑی فتح

ایک دفعہ بندہ اور حضرت بیٹھے تھے پاکستان کی ایک بڑی شخصیت کا تذکرہ ہوا تو فرمایا انہیں آپ سے

بہت پیار ہے میں نے کہا مگر آپ سے کم' خوب ہنسے فرمایا کہ محبوب اگر محب کی محبت کا اقرار کرلے تو اس سے بڑی فتح اور کیا ہوگی۔

کمال نہیں مگر فضل

ایک دفعہ مناظر اہل سنت فاتح بریلویت مولانا منیر احمد اختر صاحب شعبان ۱۴۲۴ھ کو جامعہ حیدریہ میں کورس پڑھانے کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے بندہ اور حضرت انکے ساتھ بیٹھے تھے حضرت لیٹے ہوئے تھے بندہ ان کے سینہ مبارک کے قریب اسی چار پائی پر بیٹھا تھا مولانا منیر احمد اختر سامنے دوسری چار پائی پر تھے' حضرت ان کو سمجھا رہے تھے کہ تدریس کا کیا فائدہ ہے آپ مناظرے پڑھایا کرو' مولانا منیر احمد اختر صاحب میں چونکہ طبعی تواضع کا غلبہ ہے اس لیے بڑی مشکل سے علامہ حیدریؒ اور جناب ڈاکٹر خادم حسین صاحب ڈھلوں کی محنت اور کاوشوں کے بعد حیدریہ پڑھانے گئے تھے اس لیے حیدری صاحب ان کی حوصلہ افزائی کے لیے تدریس کے فوائد پر روشنی ڈال رہے تھے بندہ نے کہا کہ ایک آدمی اخلاص کے ساتھ ۳۰۔۳۵ سال مطالعہ کرتا ہے اسے کوئی نہیں جانتا ہوتا پھر اللہ تعالیٰ اس کے اخلاص کی برکت سے اس کو منظر عام پر لا کر اس کا فیض پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔ بندہ کا اشارہ مولانا منیر احمد اختر صاحب کی طرف تھا۔ حضرت نکتہ رس تو تھے ہی فوراً بولے' ہاں کوئی ۳۰۔۳۵ سال محنت کرتا ہے پھر اس کا فیض پھیلنا شروع ہوتا ہے اور کسی کا شروع ہی سے پھیلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اشارہ تھا بندہ کی طرف میں نے کہا پھر کمال تو نہ ہوا فوراً ہاتھ بلند کیا اور فرمایا کمال نہیں مگر اللہ کی عطا تو ہے' حضرت کی اس نکتہ آفرینی سے مجلس کشتہ زعفران بن گئی۔

چھوٹوں کی حوصلہ افزائی

حضرت میں چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کا مادہ بہت زیادہ تھا' اس کا تعلق اخلاص سے ہوتا ہے کہ حوصلہ افزائی سے کتنے لوگ کام کے بن جاتے ہیں اس لیے مخلص حضرات ہمیشہ اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں رئیس المناظرین فخر المحدثین سرتاج احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ میں یہ چیز کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی بلا مبالغہ ہزاروں افراد آپکی حوصلہ افزائی کی وجہ سے کام کے بن گئے حضرت کبھی فرماتے محمود مجھ سے زیادہ پڑھا ہوا ہے اس نے فلاں فلاں کتاب پڑھی ہے میں نے وہ نہیں پڑھی اس طرح کے کلمات اکثر حضرت متعلقین کی حوصلہ افزائی کے لیے ارشاد فرماتے رہتے تھے استاذ المناظرین سراج

العلماء حضرت اقدس مولانا منیر احمد منور مدظلہم میں بھی یہ خصلت حمیدہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اسی طرح شیر اسلام علامہ علی شیر حیدریؒ میں بھی یہ بات بطریق اتم موجود تھی اس پر سینکڑوں واقعات شاہد ہیں۔

بڑوں کا ادب

آپ میں بڑوں کا ادب کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اسی ادب نے اساطین علم میں آپ کا شمار کروادیا اساتذہ کے سامنے بچھے چلے جاتے تھے بڑے اکابرین کی ملاقات آپکی روح کی غذا تھی رئیس المناظرین کی خدمت عالی مقام میں تو کثرت سے آنا جانا تھا آپ کے علاوہ وکیل صحابہ قائد اہل سنت مناظر اعظم علامہ عبدالستار صاحب تونسوی قائد اہل سنت وکیل صحابہ مظہر شریعت وطریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر نور اللہ مرقدہ کی زیارت کے لیے اکثر حاضر ہوتے تھے فرمایا کہ بسا اوقات حضرت قاضی صاحب کی زیارت کے لیے مجھے پانچ پانچ گھنٹے بھی انتظا کرنا پڑا مگر میں نے کہا میں مسجد میں پڑا ہوں زیارت کر کے ہی جاؤں گا اسی طرح مجھے فرمایا کہ جب بھی میں گوجرانوالہ کے پاس سے گزرتا ہوں امام اہل سنت کی زیارت ضرور کرتا ہوں حضرت تونسوی مدظلہم سے جب ملتے تو آپکی حالت دیدنی ہوتی گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے زمین پر بیٹھ جاتے تھے جتنی آپ نے اپنے اکابر کے سامنے تواضع اختیار کی اتنا ہی حق تعالیٰ نے آپ کو بلند کیا۔ ایک دفعہ سندھ کے بہت بڑے قاری ایک جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لائے آپ نے جلدی سے اپنا رومال ان کے قدموں کے نیچے بچھادیا۔

عجیب جواب

ایک دفعہ آپ چکوال کے علاقہ میں بیان کے لیے تشریف لے گئے تھے ایک نوجوان کہنے لگا اے قاضی مظہر دے بارے چہ توسی کی کہندے او۔ فرمایا قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے بارے میں پوچھ رہے ہو امید ہے جواب مل گیا ہوگا سبحان اللہ کیا حکیمانہ منہ توڑ جواب ارشاد فرمایا کہ گستاخ اپنا منہ لے کر رہ گیا۔ آپکی نظر میں حضرت کا مقام بہت تھا اکثر حضرت فرماتے آپکے جانے کے بعد اب مشورہ کرنے کے لیے کوئی نہیں رہا فرمایا حضرت کے جانے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ علماء کو ڈانٹنے والا اب کوئی نہیں رہا آپ واحد ذات تھے جس کی ڈانٹ کو پاکستان کے سب اہل حق ایک بڑے کی ڈانٹ سمجھ کر برداشت کر لیتے تھے اب علماء جو کریں کوئی پوچھنے والا نہ رہا آخری جلسہ میں بھی ختم بخاری

کے موقع پر حضرت قاضی صاحبؒ کے خلیفہ اعظم ولی کامل حضرت اقدس مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم کو بڑی تاکید کے ساتھ بلوایا مجھ سے پہلی ملاقات میں فرمانے لگے کہ کیا حضرت قاضی صاحب کے بعد کوئی آدمی ایسا ہے جو شیعیت پر لکھ سکے بندہ نے عرض کیا کہ یہ آپکا میدان آپکو اس بارے میں زیادہ علم ہوگا فرمایا اگر مجھے علم ہوتا تو کیا میں آپ سے پوچھتا فرمایا اب شیعیت کی تردید میں لکھنے والا کوئی نہیں پھر فرمایا آپ اس طرف بھی توجہ فرمائیں بندہ نے عرض کیا میں نے کون سا تیر مار لینا ہے میری توجہ سے کیا ہوگا یہ آپ کی محبت تھی ورنہ بندہ کی لیاقت تو عیاں ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت کے جانے کے بعد آپکے نزدیک کس قدر خلا ہو چکا تھا۔

کتب کا شوق

شاید ہی شاذ و نادر کوئی علمیت شخصیت ہوگی جسے کتب کا شوق نہ ہو اس لیے کہ کتاب عالم کا ہتھیار ہے جس طرح مجاہد اسلحہ کے بغیر کسی کام کا نہیں اسی طرح مولوی کتاب کے بغیر کسی کام کا نہیں حق تعالیٰ نے کتب کے بارے میں بھی آپکو امتیازی ذوق عطا فرمایا تھا آپکو ملنے والے ہدایا کا بہترین مصرف آپکے نزدیک کتب کی خریداری تھی اور کتب بھی اہم اہم جمع فرماتے بسا اوقات حج یا عمرہ پر جاتے تو کتب خانوں میں خوب گھومتے ساتھ بندہ سے فون پر رابطہ رکھتے جن کتب کے بارے میں مشورہ دیتا فوراً خرید لیتے یوں ہر سفر میں لاکھوں کی کتب خرید کر لاتے ایک دفعہ فرمایا جس کتاب کی ضرورت ہو بتا دیا کرو اگر لاکھ کی بھی ہوگی تو خرید دوں گا ۱۴۲۹ھ میں جب حج سے واپس تشریف لائے بندہ حیدریہ پڑھانے گیا ہوا تھا واپسی پر کافی تفصیلی نشستیں ہوئیں آپ نے تازہ خریدی ہوئی کتب کی فہرست مرحمت کرتے ہوئے فرمایا جو کتابیں میرے پاس ہیں تمہیں وہ سرگودھا مرکز کے لیے خریدنے کی ضرورت نہیں علماء میں عموماً کتب کے معاملہ میں بخل ہوتا ہے آپ میں بخل نہ تھا سخاوت تھی تاہم قدر دانوں اور اہل ذوق کی قدر دانی کرتے تھے آپکے ذوق کی برکت سے ایک بہترین کتب خانہ تیار ہو چکا ہے اللہ اسکی حفاظت فرمائے اور آپکے خلفاء کو اس کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

طبیعت میں سادگی

اتنا بلند مقام پانے کے باوجود آپکی طبیعت میں سادگی حد درجہ تھی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے اگر

کھانا آپکی صحت کونقصان نہ دینے والا ہوتا تو کھالیتے تھے خواہ کتنا ہی سادہ کیوں نہ ہوتا بسا اوقات جلسوں میں آپکو بھوکا رکھا جاتا مگر حرف شکایت زبان پر نہ آتا نہ ہی ناراض ہوتے رضا بالقضاء کی تصویر بنے رہے جل گیا شکر نہ ملا صبر آج کا کوئی مولوی خطیب واعظ شیریں بیان نعت خوان شاید ہی اتنا صابر ہوگا۔

بے مثال محبت

بندہ جب سندھ میں تھا ایک دفعہ جب پنجاب سے ایک اڑتی ہوئی خبر پہنچی کہ پنجاب آ جاؤ تو بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا کہ کل وقتی تو آپ کو بالکل اجازت نہ دوں گا اگر مجبوری بھی ہوئی تو ہر ماہ پندرہ دن مجھے ضرور دینے ہوں گے بندہ جب سرگودھا آ گیا تو ارادہ یہی تھا کہ ہر ماہ یا ہر دو ماہ بعد دس دن جامعہ حیدریہ جایا کروں گا' خدا کی شان ایسی سستی ہوئی کہ پورے سال میں صرف ایک رات کے لیے جامعہ حیدریہ جانا نصیب ہوا' جب کے اندر سرگودھا میں کانفرنس تھی حضرت والا نے تشریف لانا تھا بندہ کی عادت جلسوں میں شرکت کی ویسے ہی نہیں ہے پھر یہ کہ انوارات صفدر کی جلد اول لکھنے میں مصروفیت کی وجہ سے نہ ہی رابطہ کیا نہ جلسہ پر گیا اور نہ ملاقات پر گیا اگلے دن جب آرام کر کے دن دس بجے کے قریب بیدار ہوئے تو اپنے گھر والوں سے بندہ کے گھر والوں کو فون کروا دیا کہ میں انتظار میں بیٹھا ہوں' بندہ جلدی سے شہر قیام گاہ پر پہنچ گیا ''تسکین الاذکیا'' کا دوسرا ایڈیشن پیش خدمت کیا تو فرمایا کہ پہلی تسکین کا نام میں نے رکھا ہوا ہے مولوی محمود کا قرآن' یعنی حجم کی بڑائی میں تشبیہ تھی بندہ نے عرض کیا آپ کی بیٹی (یعنی بندہ کی گھر والی) سلام کہہ رہی تھی فرمایا تو بھی تو بیٹیوں کی طرح ہے' پھر آپ مرکز اہل سنت تشریف لائے بغیر دعوت خود انتظار فرمانا پھر بندہ کی خاطر وہاں تشریف لانا اور نسبت کی پاسداری کرنا آج ایسی مثال کون پیش کر سکتا ہے' آج تو مصروفیت کا بہانا تراشنا فیشن بن گیا ہے' کیسے عظیم لوگ تھے سب سے بڑے ہو کر سب سے چھوٹوں سے ایسے ایسے معاملات کرتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔

اولٰئک ابائی فجئنی بمثلھم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

مسلکی پختگی

آپ بحمد للہ اکابر دیوبند کے سو فیصد متبع تھے کبھی کسی مسئلہ میں اکابر کی تحقیقات کے خلاف نہیں کیا پختہ

ہونے کے ساتھ بانگ دہل اعلان بھی فرماتے رہتے تھے۔ آج بہت سارے نام نہاد دیوبندی مماتیت کی مخالفت سے گریز کرتے ہیں۔ آپ ہر فتنہ کو فتنہ سمجھتے تھے۔ بندہ جب جامعہ حیدریہ میں پڑھاتا تھا تو شعبان ۱۴۲۴ھ کے کورس میں کچھ مماتی طلباء بھی آ گئے بندہ نے جب مسئلہ حیات پڑھانا شروع کیا تو ان کو برداشت نہ ہوا اور حضرت کے پاس چلے گئے کہ ہم سپاہ کے ہیں یہاں شیعیت کے خلاف پڑھنے آئے ہیں مگر یہاں ان مسائل کو چھیڑا جارہا ہے اس اسٹیج کو مشترکہ رہنا چاہیے۔ یہ موقع ایسا ہوتا ہے کہ بڑے بڑے تنظیمی لیڈروں کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور جماعتی شورش سے ڈر کر ان فتنوں کے خلاف نہ خود بولتے ہیں نہ کسی دوسرے باغیرت فرد کو بولنے دیتے ہیں۔ حضرت حیدری نے صرف یہ الفاظ فرمائے ''دفع ہو جاؤ تمہیں کس نے بلایا تھا''۔ بندہ کو اس واقعہ کی خبر ہوگئی۔ دل میں سوچا، شاید استاد کی عزت رکھنے کے لیے ایسا کیا ہو اور مجھے علیحدگی میں روک دیں کہ یہاں اس مسئلہ کو نہ چھیڑوں۔ بندہ بھی دل میں تہیہ کر چکا تھا کہ اگر ایسا ہوا تو آج ہی استعفیٰ دے دیا جائے گا۔

عصر کا وضو فرمانے کے لیے جب باہر تشریف لائے تو بندہ بھی قریب حاضر ہوا دیکھ کر فرمایا: مولانا، وہ مماتی آئے تھے کہ یہ مسئلہ نہ پڑھایا جائے''۔ میں نے کہا تمہیں کس نے بلایا تھا؟ پھر فرمایا مولانا عجیب بات ہے کہ ہم اپنے مدرسہ میں بھی اپنا مسلک نہیں پڑھا سکتے' پھر خود بھی فدک کے مسئلہ میں حیات النبی ﷺ پر بحث فرمائی فرمایا جب نبی زندہ ہے تو میراث کیسی بعد میں مجھے فرمانے لگے کہ یہ بات کس نے لکھی ہے بندہ نے عرض کیا حضرت تھانویؒ حضرت نانوتویؒ نے لکھی ہے آپ کا یہ سوال صرف بندہ کی حوصلہ افزائی کے لیے تھا آپ ہم جیسے طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے تجاہل عارفانہ ظاہر فرما کر استفادہ کر کے حوصلہ افزائی کی صورتیں پیدا فرماتے رہتے تھے۔ آہ کس قدر خلوص کا پتلا تھا وہ انسان۔ آج تو کسی کو کوئی اگر ایسی بات بھی بتاؤ جو اس کے علم میں نہ ہو تب بھی شکریہ کا لفظ زبان پر نہیں آتا اسی لیے تو علم میں برکت نہیں ہوتی۔ اس وقت بندہ کے ذہن میں آیا کہ جس کو بھی حضرت اوکاڑویؒ کے ہاتھ لگے ہیں، وہ ایسا پختہ ہوا کہ کسی منزل پر نہ پھسلا، فللہ الحمد علی ذالک۔ آپ کے بیانات غیر مقلدیت مماتیت بریلویت کی تردید سے لبریز ہوتے تھے آپ مماتیوں کو اہل سنت سے خارج سمجھتے تھے۔ مختلف بیانات میں حیات کا مسئلہ کھل کے بیان فرماتے۔ نارووال کا بیان اس پر شاہد ہے مرکز اہل سنت سرگودھا سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

تلقین میت

حضرتؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ جو مسائل عملاً متروک ہوگئے ہوں انہیں جاری کردیا جائے جب آپکے والد ماجد شہید کئے گئے کچھ دن بعد بندہ اور حضرت مسجد میں بیٹھے تھے فرمانے لگے والد صاحبؒ کے دفن کے وقت مجھ سے ایک بہت بڑی غلطی ہوگئی میں نے عرض کیا کیا فرمانے لگے میں نے تلقین میت کرنی تھی میں بھول گیا اگر کردیتا تو بہت سے اہل سندھ کا عقیدہ درست ہوجاتا یہ رسالہ اس مسئلہ کو بیان کرنے کا متحمل نہیں ہے اگر اس مسئلہ کی تفصیل مطلوب ہو تو بندہ کی کتاب **''تسکین الاتقیاء فی زیارۃ خاتم الانبیاء علیہ الاسلام''** دیکھیں۔

استدلالات ونکات عجیبہ

آپ کو حق تعالیٰ نے غیر معمولی ذہانت سے نوازا تھا پھر آپکے تقویٰ رسوخ فی العلم نے اس کو چار چاند لگا دیئے تھے آپ اکثر کئے ہوئے مطالعہ سے استخراج واستنباطات اور نکات عجیبہ نکالنے میں مستغرق رہتے تھے اکثر اوقات جب بھی بندہ اسباق سے فارغ ہوکر خدمت عالیہ میں قدم بوسی کے لیے حاضر ہوتا آپ فرماتے مولانا یہ نکتہ سوجھا ہے مشورہ دو اسے بیان کیا جائے یا نہ' فرمایا مجھے نکات سوجھتے ہیں ممکن ہے کہ متقدمین یعنی مجھ سے قبل بھی کسی نے وہ بیان کیا ہو مگر چونکہ میرے مطالعہ میں نہیں آئے ہوتے اس لیے مشورہ کرلیتا ہوں فرمایا شیخ الحدیث مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازیؒ جب کوئی نکتہ بیان فرماتے تو اکثر فرماتے الھمنی ربی بعد استخارات کثیرۃ ماوجدت فی کتب المتقدمین مگر بعد میں ہمیں وہ کہیں نہ کہیں مل جاتا تھا حضرت کے علم میں مطالعہ سے نہیں آتا تھا اس لیے الہام پر تشکر فرماتے۔

روحانی مقام

حضرت حیدریؒ نے اپنے روحانی مقام کو انتہائی پردہ اخفاء میں رکھنے کی کوشش کی اس لیے اکثر لوگوں کو آپکے مقام کا علم نہیں ہوسکا آج روحانی مقام کے لیے خلافتوں کو ضروری سمجھا جانے لگا ہے حیدری صاحب کے پاس اگرچہ بظاہر کسی شیخ کی خلافت نہیں تھی مگر ہزاروں گدی نشینوں پر آپکی روحانیت بھاری تھی آپ یقیناً مقام صدیقیت پر فائز تھے اس بارے میں بندہ پر اللہ نے احسان پر فرمایا اور حضرت کے بارے میں اچھے مبشرات دیکھے۔

(۱) ۱۵ یا ۱۶ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ کو نماز فجر سے قبل آپکے بارے میں منکشف ہوا کہ آپکا رابطہ بیت اللہ اور روضہ اقدس سے قوی ہے غالباً نور کی دو لائنیں بھی نظر آئیں ایک بیت اللہ سے ایک روضہ اقدس سے حضرت کے سینے پر آ رہی تھیں۔

(۲) ۲ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ خواب میں دیکھا کہ حضرت حیدری مدرسہ حیدریہ میں تقریر فرمارہے ہیں قرآن پاک کی بہت ہی عمدہ تفسیر بیان فرمارہے ہیں جب آپ فارغ ہوتے ہیں تو اپنی قمیص اتار لیتے ہیں آپکا چہرہ حضرت اوکاڑویؒ کا چہرہ بن جاتا ہے پھر سینہ پھر پشت اور پھر داڑھی گردن حضرت اوکاڑویؒ کے سو فیصد مشابہ ہو جاتی ہے بلکہ گویا اوپر کا حصہ حضرت اوکاڑوی کا ہو جاتا ہے بندہ حضرت حیدری صاحب کو عرض کرتا ہے کہ آپ کو حضرت اوکاڑوی سے نسبت اتحادی حاصل ہے حیدری صاحب خاموش رہتے ہیں اس کے بعد بندہ کی آنکھ کھل جاتی ہے۔

(۳) آپ اکثر اوقات اپنے تلامذہ کی خوابوں میں آ کر ان سے ملاقات فرمالیتے تھے ایک دفعہ مفتی مظہر صاحب نے فون کیا کہا کہ حضرت خواب میں آپکی زیارت ہوئی فرمایا بھئی بڑے لوگ ہو جب چاہو بلالو۔

سندھ کے مشہور شیخ طریقت امام الاولیاء حضرت مولانا عبدالکریم صاحب قریشی بیر شریف سندھ نوراللہ مرقدہ کا جب انتقال پر ملال ہوا حضرت حیدری اس وقت جیل میں تھے اچانک محسوس فرمایا کہ انوارات کم ہوگئے ہیں سمجھ گئے کہ حضرت بیر شریف والوں کا انتقال ہوگیا ہوگا بعد میں علم ہوا کہ وہی وقت تھا حضرت کے اس دارفانی سے دارالبقاء کی طرف رحلت فرما جانے کا' ابوالحسنات مولانا عبدالحئی لکھنوی کے انتقال کا احساس اس وقت کے جلیل القدر ولی مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآباد کو بھی اسی طرح ہوئی فرمایا کہ انوارات اٹھ گئے فرمایا لگتا ہے مولانا عبدالحئی لکھنویؒ کا انتقال ہوگیا وقت نوٹ کرلیا گیا بعد میں علم ہوا کہ واقعی اسی وقت مولانا نے اس دارفانی سے دارالبقاء کی طرف رحلت فرمائی تھی۔

حیدری گھٹی

چھوٹے بھائی محمد محبوب عالم کی خواہش تھی کہ میں اپنے بچے کو حضرت حیدری کی گھٹی دلواؤں بندہ کو کہا بندہ نے عرض کیا کہ مجھ میں تو ہمت نہیں آپ خود ہی فون پر گزارش کردیں جب اس نے کہا کہ حضرت گھٹی تیار

کردیں فرمانے لگے ہم تو خود مولانا (بندہ کی طرف اشارہ تھا) سے گھٹی لیتے ہیں بھائی نے کہا حضرت آپ نے وہ کہاوت سنی ہوگی فرمایا گھر کی مرغی دال برابر والی بھائی نے کہا نہیں گھر دا پیر چوھل داوٹا (گھر کا پیر چولھے کا روڑا) حضرت اس پر خوب ہنسے خیر آپ نے فرمایا آج تک ایسے کیا تو نہیں مگر کیا کروں آپ کا حکم ہے تو بنا دیتا ہوں اپنے کھجور اور شہد میں لعاب مبارک ڈال دیا بھائی کے ہاں بچی پیدا ہوئی اس کو گھٹی دے دی گئی گھٹی نے اپنے اثرات خوب دکھائے جب بچی ڈیڑھ سال کی ہوئی تو ہر وقت کتاب کی طرف بھاگتی اس کے سامنے کھلونے رکھ دو اس کو ان سے کوئی غرض نہیں تھی کتاب سے غرض اور کتاب کا ایک بھی ورق نہ پھاڑتی پھر کتاب کے ارد گرد گھومتی جسطرح پہلے زمانے کے علماء حواشی کا مطالعہ کرتے ہوئے کتاب کی نشست تبدیل کرنے کی بجائے اپنی نشست تبدیل کر دیتے تھے اس کو سیر کے لیے لیکر جاتے تب بھی اس کی نظر التفات اس کاغذ کی طرف ہی ہوتی جو اس نے ہاتھ میں لیا ہوا ہوتا غرض اس کی کیفیت اس شعر کا مصداق تھی۔

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
کتابوں میں دفن ہونگے ورق ہوگا کفن اپنا

حیدری گھٹی کا یہ حیرت انگیز اثر باعث حیرت بھی ہے باعث برکت بھی۔

آخری ملاقات

رجب ۱۴۳۰ھ کو سرگودھا میں جلسہ تھا جامعہ حیدریہ کے تخصص فی الدعوۃ والتحقیق کے سال اول کے ہمارے شاگرد مفتی مظہر اقبال حضرت سے گزارش کر چکے تھے کہ سرگودھا جاتے ہوئے میرے گھر ضرور تشریف لائیں ان کا گھر لاہور سرگودھا روڈ پر چک نمبر ۸۴ میں واقع ہے ہمارے ذہنوں میں یہ تھا کہ شام کے وقت تشریف لائیں گے مفتی صاحب نے بعد نماز فجر اطلاع بھجوائی کہ حضرت کا فون آیا ہے کہ ساڑھے ۶ بجے پہنچ رہے ہیں پہلے تو نیند کے غلبہ نے آمادہ کیا کہ ملاقات کے لیے نہ جاؤں اور پھر ہمت کی اور چلا گیا جب وہاں پہنچا تو حضرت تشریف لا چکے تھے بندہ کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اس لیے کہ ان کے لیے یہ کسی عجوبے سے کم نہیں تھا کہ میں ان کی ملاقات کے لیے پہنچ جاؤں وہ میری طبیعت سے واقف تھے ڈھیروں دعائیں دیں اور باتیں شروع ہو گئیں، بندہ نے "**القواعد الحنفیہ فی الاحادیث النبویۃ**" کے بارے میں بتایا جو کہ حنفی اصول حدیث پر بندہ کی لکھی ہوئی تازہ کتاب ہے اس کا مشورہ بھی

حضرت حیدریؒ اور پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود مدظلہم اور مولانا محمد نافع دامت برکاتہم العالیہ دے چکے تھے بندہ نے عرض کیا کہ آپ کے حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے فوراً فرمایا مجھ سے قبل علامہ صاحب بھی تو آپ کو حکم دے چکے تھے نہایت خوشی کا اظہار فرمایا' پھر فرمایا کہ جو تمہاری کتابیں ''تسکین'' اور ''انوارات'' کے بعد چھپی ہیں وہ سب مجھے دو پھر فہرست طلب کی اور اتحاد اہل سنت کی جس قدر مطبوعات آپ کے پاس نہیں تھی ان پر نشانات لگا دیئے اور فرمایا کسی لڑکے کو فون کرو کہ یہ کتب لے کر سڑک پر کھڑا ہو جائے۔ بندہ نے فوراً لڑکا روانہ کر دیا اور باتیں شروع ہو گئیں فرمایا میرے اساتذہ کہاں ہیں مراد حضرت کی بندہ کے دو بیٹے محمد امین صفدر اوکاڑوی اور حسین احمد مدنی تھے بندہ نے عرض کیا تیسرا استاد بھی محمد سرفراز صفدر آ چکا ہے اس پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا افسوس کے محمد سرفراز کو بندہ حضرت کی خدمت میں پیش کر کے دعا نہ حاصل کر سکا۔

ارادہ یہی تھا کہ جب سندھ پڑھانے جاؤں گا تو سرفراز اپنے دونوں بھائیوں کی طرح آپ کی خوب محبتیں لوٹے گا مگر آہ کسے معلوم تھا کہ یہ محبتوں کا پیکر اپنا چاند سا چہرہ سمندر سا علم لے کر عنقریب زیر زمین چھپ جائے گا۔ مفتی مظہر صاحب نے عرض کیا حضرت اولاد کے لیے کوئی تعویذ عطا فرمادیں مسکراتے ہوئے فرمایا اولاد کا تعویذ اولاد والوں سے لو اشارہ میری طرف تھا میری تو اپنی اولاد نہیں ہے۔ پھر ہم اکٹھے گاڑی میں بیٹھ گئے مزید باتیں ہوتی رہیں بندہ نے بتایا کہ لاہور میں دورہ تفسیر پڑھانا ہے اور تقابل ادیان کو خاص طور پر مدنظر رکھنا ہے اس پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ایسے دورہ کی ہی ضرورت تھی اتنے میں مرکز اہل سنت آ گیا بندہ نے پوچھا اگر محسوس نہ فرمائیں تو تخصص کے طلباء مصافحہ کے لیے بلوالوں فرمایا بلوالو طلباء نے مصافحہ کیا بندہ نے ہاتھ چوم کر رخصت کیا۔

آہ کیا خبر تھی کہ یہ آپ کی آخری زیارت ہوگی دوبارہ زندگی میں ملنا نصیب نہ ہوگا مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت نے مرکز کا بورڈ دیکھتے ہوئے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحب ہر جگہ اپنے پیر کو ساتھ رکھتے ہیں یعنی نام کے ساتھ لکھتے ہیں ''خلیفہ مجاز حضرت حکیم اختر صاحب'' فرمایا استاذ محمود صاحب کو بھی تو حضرت شاہ صاحب (قطب العصر امین العلماء سراج السالکین حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ صاحب) سے خلافت حاصل ہے مگر استاذ اپنے نام کے ساتھ نہیں لکھتے۔ واقعہ کو نقل کرنے سے صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ حضرت کو کیا شفقت اور محبت تھی ناچیز سے کہ دل ودماغ پر بندہ کی محبت چھائی رہتی تھی موجود ہوں یا نہ ہوں تذکرہ خیر فرماتے رہتے باقی رہا نام کے ساتھ خلافت کا لکھنا مولانا الیاس صاحب چونکہ اہل ہیں اس لیے

ان کے لیے لکھنا مناسب ہے بندہ نا اہل ہے اس لیے اپنے شیخ کی بدنامی کا باعث نہیں بننا چاہتا۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں ہم جارہے تھے آگے سرگودھا کے احباب جس گاڑی پر وصول کرنے آئے اس کے پیچھے لکھا ہوا تھا ''میں نوکر صحابہ دا'' حضرت اس کو دیکھ کر وجد میں آگئے اور اس جملہ کو بار بار بلند آواز سے پڑھا ''میں نوکر صحابہ دا'' بندہ تمام اپنے متعلقین سے گزارش کرتا ہے کہ اس جملہ کو عام کریں ان شاء اللہ حضرت کی روح خوش ہوگی۔

لطیفہ

بندہ کا چھوٹا بیٹا محمد سرفراز جو کہ اب 4 ماہ کا ہے جب تقریباً ایک ماہ کا بھی نہیں تھا مدرسہ میں بچے لے گئے تو تخصص کے لڑکوں میں سے کسی نے اس کی پیشانی پر سیاہی سے لکھ ''میں نوکر صحابہ دا'' جب بندہ نے دیکھا تو انتہائی طبعی مسرت ہوئی اور اسے نیک فال سمجھا۔ دعا کریں اللہ ہم کو اور ہماری تمام نسل کو صحابہ کرامؓ کا نوکر بنا دے۔ صحابہ کے ادنیٰ غلام کی جوتی پر لگی ہوئی مٹی کا ایک ذرہ ساری دنیا کے بادشاہوں کے تاج اس کے سامنے مقابلے پر آئیں تو بھکاری معلوم ہوں۔

چند خوفناک خواب ایک تعبیر

بسا اوقات ایسے ہوتا ہے جو واقعہ عالم دنیا میں وقوع پذیر ہونا ہوتا ہے ارواح عالم مثال یا لوح محفوظ سے اس کو دیکھ کر مناسب شکل میں دماغ کو منتقل کر دیتی ہیں اور کبھی بعینہٖ بندہ کو چند دن قبل عجیب وغریب خواب آئے۔

ا۔ دیکھا کہ چوکیرہ کے مدرسہ کے سب سے بڑے استاد استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالجبار صاحب انتقال فرما گئے ہیں۔

۲۔ دوسری دفعہ بھی یہی دیکھا کہ استاد عبدالجبار انتقال فرما گئے ہیں ہم نے جب قبر میں اتارا تو وہ اچانک نذیراں نامی ایک عورت بن جاتے ہیں۔

۳۔ 27 جولائی کو دیکھا کہ ایک چھوٹا سا کتا بندہ کے پاس آتا ہے بندہ پاؤں کی ایڑھی اس کو مارتا ہے تاکہ وہ دور ہٹ جائے وہ جلدی سے اس سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیتا ہے۔

بندہ ان تینوں خوابوں سے سخت پریشان تھا کوئی تعبیر سمجھ میں نہیں آرہی تھی نہ دورۂ تفسیر کی مصروفیت کی

وجہ سے کسی بڑے عالم سے رابطہ کر سک رہا تھا کہ اچانک اس حادثہ فاجعہ نے دنیا کی یہ عارضی زندگی اندھیر کردی اور ان دیکھے ہوئے خوابوں کی تعبیر ایک ایک کر کے دماغ میں گھومنے لگی۔ چوکیرہ چونکہ کسی زمانے میں تردید روافض کا مرکز رہا ہے۔ امام پاکستان سید احمد شاہ صاحب چوکیروی جیسے نابغہ روزگار محقق نے وہاں بیٹھ کر دشمنان اصحاب رسول کا تعاقب کیا ہے اور بڑے بڑے جبال علم تیار کیے۔ ہندو پاک کے بے مثال محقق و مصنف حضرت اقدس مولانا محمد نافع صاحب انہی کے فیض یافتہ ہیں اور اب چوکیرہ کے سب سے بڑے استاذ استاد عبدالجبار صاحب ہیں ان کی وفات پانا اشارہ تھا کہ رافضیت پر کام کرنے والا سب سے بڑا انسان دنیا سے جانے والا ہے۔ پھر استادوں کا قبر میں نذیراں نامی عورت کا بن جانا اشارہ تھا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صفت نذیر میں جو وارث ہے وہ عنقریب قبر میں اترے گا پھر بندہ کا تعلق ان دو حضرات سے ہی زیادہ تھا۔ ایک مولانا محمد الیاس گھمن، دوسرے حضرت حیدریؒ۔ اب حیدری صاحب ثانوی درجہ میں تھے۔ بائیں پاؤں سے کتے نے گوشت کاٹ لیا یہ اشارہ تھا کہ دوسرے نمبر پر بندہ کے سہارا کو نقصان پہنچنے والا ہے۔ خدا کی ذات نے علم غیب اپنے پاس ہی رکھا ہے کسی کے علم میں نہیں ہوتا کہ کس وقت کس نے دنیا سے جانا ہے۔ خواب واضح نہ ہونے کی وجہ سے تعبیر ذہن میں نہ آئی۔ اگر آ جاتی تو شاید مزید قدم بوسی کی سعادتیں حاصل ہو جاتیں۔

وہ ذات علیم وخبیر ہے اس کی حکمتوں پر ہم قربان ہیں۔ موت کا وقت چھپا لینے میں اس کی بہت ساری حکمتیں ہیں وہ ذات جو کرتی ہے بہتر کرتی ہے۔ حضرت کے لیے اب اللہ کے پاس جانا ہی بہتر تھا۔ آپ بہت تھک چکے تھے ناقدروں کی کمی نہ تھی جس قدر آپ کو ذات ذوالجلال نے علم وتقویٰ سے نوازا تھا ہم نے قدر نہ کی۔ اپنوں نے حسد میں کسر نہ چھوڑی۔ البتہ پھر بھی بہت سے قدردان تھے ان کے قدردان مبارکباد کے مستحق ہیں۔ طویل اسفار جہد مسلسل کثرت غموم نے ان کو چھوٹی سی عمر میں ہی سفید ریش والا بنا دیا تھا۔ اب اس جسم کو آرام کی ضرورت تھی آپ یقیناً اس خدا کے پاس پہنچ چکے ہیں جو محسنین اور مخلصین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے صحابہ کی مہمانیاں اڑا رہے ہیں وہ اس کے مستحق تھے۔ خون خوشبوئیں بکھیر کر ان کی شان حق وصداقت کے ترانے پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔

مولانا مفتی محمد رویس خان ایوبی

(مفتی اعظم آزاد کشمیر)

آسمان عظمت کا روشن ستارہ

1995ء رمضان کی 2 تاریخ فقیر حضرت علامہ پروفیسر شریف راجوری مرحوم اسسٹنٹ پروفیسر وفاقی کالج اسلام آباد کی معیت میں فیصل آباد کے لیے روانہ ہوا۔ دوران سفر علامہ شریف صاحبؒ نے استفسار کیا حضرت رمضان کا مہینہ ہے روزہ ہے آپ کو کس حکیم نے مشورہ دیا ہے کہ میر پور سے فیصل آباد پڑھانے کے لیے جائیں میں نے عرض کیا محترم میں علامہ ضیاء القاسمی کا اسوقت سے شیدائی ہوں جب میں دارالعلوم مدنیہ میں صرف بہائی، قانونچہ کیوانی پڑھا کرتا تھا آج اگر ہمیں علامہ قاسمی نے طلب کیا ہے تو مجھے سر کے بل چل کے ان کی چوکھٹ پر حاضری دینی چاہیے۔ میں مولانا کی خطابت خوش گفتاری اور اکابر دیوبند سے ان کی والہانہ عقیدت بے تکلفانہ گفتگو پر مغز طرز استدلال سے بیحد متاثر ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں علامہ قاسمی صدائے دارالعلوم دیوبند تھے۔ گفتگو جاری تھی میں فضائل قاسمی بیان کر رہا تھا اور پروفیسر صاحب ہمہ تن گوش ہو کر سن رہے تھے۔ دفعتہً وہ چونکے اور فرمانے لگے یار میں نے تو تمہیں بڑے بڑے علماء کے علم وفضل سے اختلاف کرتے دیکھا ہے مگر قاسمی صاحب ہیں کہ آپ ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں میں نے عرض کیا میرا تعلق ان سے اس وقت سے ہے جب وہ دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔ امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر، علامہ دوست محمد قریشی، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، مولانا عبدالقادر آزاد، سید عنایت اللہ شاہ بخاری۔ علمائے دیوبند کی ایک کہکشاں تھی جو اس سٹیج پر رونق افروز ہوتی تھی۔ دلائل اور براہین میں امام اہل سنت کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ گفتگو جاری تھی اور ہم فیصل آباد پہنچ گئے۔ میرے مرشد ومحسن شفیق ومہربان علامہ قاسمی صاحب نے اڈے پر گاڑی بھیج دی تھی ان کے دولت کدہ پر پہنچے پیپلز کالونی قاسمی صاحب کی ضیاء ہستیوں سے منور تھی۔ پوچھا روزہ ہے؟ ہم نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں فرمانے لگے! اوجھلیا

سفروچ میرے رب نے تینوں چھٹی دیتی اے توں رب کولوں زیادہ سمجھداراین۔ ہم نے کہا حضرت آج کل ویگنوں، بسوں میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ ویسے بھی سارے لوگ فقیہ نہیں اگر ہم روزہ نہ رکھتے تو راستے میں کھاتے کہاں سے ہم روزہ سے ہیں۔

جامعہ قاسمیہ پہنچے کم از کم ڈیڑھ سو طالب علم ردّ مذاہب باطلہ کورس میں شریک تھے سندھی ٹوپی پہنی ایک صاحب با آواز بلند (والذین آمنوا اشد حب اللہ) یہ گفتگو فرمارہے تھے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ میں معیت ایمانی ہے معیت نشست و برخاست نہیں ورنہ نشست و برخاست تو عبداللہ ابن ابی کی بھی تھی اس لیے قرآن نے ان کی معیت کے بعد جو صفات بیان فرمائی ہیں اس سے منافقین کا پردہ چاک کرنا مقصود تھا، لہذا امتیازی وصف بیان فرمایا تاکہ تقیہ کرنے والوں کے اعمال کو طشت ازبام کر کے خالص مومنین کی صفات کو روز روشن کی طرح واضح کردیا جائے۔ لہذا فرمایا **اشدء علی الکفار، رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا** خالص مومنین کی صفات بیان فرما کر تقیہ بازوں کے سر پر ہتھوڑے کا وار کردیا پہلی صفت کہ وہ کفر کے ساتھ سمجھوتے نہیں کرتے بلکہ کفر کے علمبرداروں کا قلع قمع کرتے ہیں جبکہ منافق کفار کا ساتھ دیتے اور مومنین کو دھوکہ دیتے ہیں۔

ومن الناس من یقول آمنا با اللہ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین، یخدعون اللہ والذین آمنوا۔ کیونکہ ان کے اندر **اشدء علی الکفار** کی صفت نہیں **رحماء بینھم** دوسری صفت ہے منافق میں یہ صفت بھی نہیں **تراھم رکعا سجدا** اگر تقیہ بازوں میں ہے بھی تو میدان کارزار میں وہ ننگے ہوجاتے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ مولانا اٹھ کھڑے ہوئے۔ قاسمی صاحب نے میرا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا ''اے ساڈا برخوردار اے مفتی رویس خان ایوبی ڈسکہ والے مولانا فیروز خان صاحب دا عزیز اے۔ مکہ یونیورسٹی توں فارغ التحصیل اے حکومت دی ملازمت دا طوق گلے چ پالیا اے۔ ہے بندہ وقت دا ابن تیمیہ اے'' میں شرمندہ ہوگیا قاسمی صاحب نے ایک ہی سانس میں بہت کچھ کہہ ڈالا۔ پھر کہا ''ایہہ ساڈا شیر علی شیر وے حیدری ایہدا تخلص سمجھ لو یا لقب، جو تہاڈی مرضی، علیؓ دی جرات دا ظل اے مگر ظلی نبی نہیں ظلی پیکر شجاعت اے، روافض دی جڑا ینج کھدا اے جیویں آرا مشین تھلے کیلے دا تنا رکھدیو، اے رفض وبدعت دے ردّ وچ اپنی مثال آپ اے شائد تہاڈی پہلے ملاقات نہیں ہوئی''۔ میں نے عرض کیا نام تو سنا ہے ملاقات نہیں ہوئی میں نے ان کے شاگردوں کو لفظ ،،آل،، پر تحقیقی مقالہ لکھوایا تقریر بھی کی حیدری صاحب ہمہ تن گوش سنتے

رہے پھر انہوں نے اپنی سندھی ٹوپی سر سے اتاری میرے سر پر رکھ دی قاسمی صاحب کی نشست گاہ میں آئے تو فرمایا قاسمی صاحب آپ کیسے کیسے لوگوں کو تلاش کر لیتے ہیں انہیں سرکاری ملازمت میں کیوں جانے دیا انہیں تو کسی بڑے دارالعلوم میں ایک محقق کے طور پر کام کرنا چاہیے۔ انہوں نے فرمایا ''حیدری صاحب! او تھے وی ساڈے بند ہونے چاہی دے نے میں او کرسیاں رافضیاں تے بدعتیاں دے حوالے کر دیواں؟''

یہ حیدری صاحب سے میری پہلی ملاقات تھی بلا شبہ حیدری صاحب آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، سیر صحابہؓ، اقوال ائمہ سے استدلال میں اپنی مثال آپ تھے۔ کالعدم سپاہ صحابہؓ جو کاغذوں میں کالعدم ہے اور دلوں میں نقش ہے اسکے موسس علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ کو اللہ تعالی نے ایسے جانثار عطا فرمائے کہ چشم فلک نے ایسا نظارہ گذشتہ تین سو سال سے نہیں دیکھا۔ رافضیت کو طشت از بام کرنے میں جس جرأت کا مظاہرہ جھنگوی شہیدؒ نے کیا اللہ تعالی نے ان کے خلوص کے نتیجے میں اس جماعت کو ایسے فدایان صحابہ بھی عطا فرمائے جنہوں نے اس دور طمع وحرص میں دنیا کو ٹھوکر مار کر عظمت صحابہؓ کا پرچم بلند کر کے رافضیت اور سبائیت کی فتنہ پرداز قوتوں کی کمر توڑ کر رکھ دی،، منہاج السنہ،، صرف ایک کتاب ہے مگر سپاہ صحابہؓ ایک نظریہ ہے ایک تحریک ہے قافلہ شہدا پر مشتمل اس کا ایک ایک فرد اصحاب رسول کی حرمت پر جان دینے کے لیے کمربستہ ہے۔ علامہ حیدری شہیدؒ اس آسمان عظمت کا روشن ستارہ تھے جسکی روشنی سے دیامر، چلاس سے لیکر کشمیر کے پہاڑوں سندھ کے ریگستانوں پنجاب کے میدانوں اور بلوچستان کی وادیاں ذکر صحابہؓ سے منور ہوگئیں میں نے علامہ حیدریؒ کے ساتھ متعدد جلسوں میں شرکت کی مگر سادگی، تواضع، حلم وبردباری، جرأت و شجاعت، بے خوفی، دقت علم ونظر میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ روایتی جبہ ودستار کی خصوصیات اور ہیں اور عوام کے دلوں میں جاگزیں علماء وخطباء کی خصوصیات اور ہیں۔

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ زرم دم گفتگو گرم دم جستجو کا پیکر تھے ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم، رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن کی چلتی پھرتی تصویر تھے مگر افسوس کہ ہماری تاریخ ناقدری، ناشناسی، ناسپاسی سے معمور ہے۔ کاش علماء حق اس جماعت کی سرپرستی کا حق ادا کرتے تو پاکستان میں کسی کو اصحاب رسول کے خلاف بھونکنے کی جرات نہ ہوتی اور ایک پڑوسی ملک کی دولت پر پلنے والے پلے صحابہؓ کی عظمت پر دانت نہ گاڑتے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی
(مدیر ماہنامہ القاسم، خالق آباد نوشہرہ)

چند یادیں، چند باتیں

تعارف

میری شہیدِ ناموسِ صحابہؓ علامہ علی شیر حیدری سے ملاقات بہت پرانی نہیں تھی اور آغاز تعارف وتعلقات اس وقت شروع ہوا جب موصوف علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی کی شہادت کے بعد جماعت کے سرپرست اعلیٰ منتخب ہوئے۔ میرے پاس جامعہ ابوہریرہ تشریف لائے یہ ان کی یہاں جامعہ ابوہریرہ میں پہلی تشریف آوری تھی اور جامعہ ابوہریرہ کا آغاز کار تھا۔

مولانا سمیع الحق سے ملاقات

ان کا اصرار تھا کہ وہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں ملاقات کا وقت بھی لوں، ملاقات کے انتظامات بھی کروں اور ملاقات کے لیے ساتھ بھی چلوں، مولانا سمیع الحق کو فون کیا تو وہ علامہ حیدری کی ملاقات وتشریف آوری پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا میں سراپا انتظار ہوں، تشریف لے آئیے۔ مولانا حیدری کے ساتھ رہیے کہ مجھے تم سے بھی کوئی ضروری بات کرنی ہے۔ ہم لوگ نمازِ مغرب کے بعد مولانا حیدری کو لے کر مولانا سمیع الحق کے درِ دولت پر حاضر ہوئے مولانا نے حیدری صاحب کا بڑا پرتپاک استقبال ہوا، پرتکلف ضیافت کا انتظام کیا، تین گھنٹے تک مسلسل مشاورت رہی، مولانا سمیع الحق نے انہیں نئی ذمہ داریاں سنبھالنے پر مبارکباد اور حزم واحتیاط کے ساتھ آگے بڑھنے اور کام کرنے کی تاکید کی۔

دفاعِ صحابہ پر قلمی کام کی تاکید

موصوف کا رات کا قیام جامعہ ابوہریرہ میں تھا، رات کے کھانے پر بھی، اور اس کے بعد بھی صحابہؓ اور دفاع صحابہؓ کے موضوع پر لکھنے کی تاکید کرتے رہے، چن چن کر کئی موضوعات دیئے اور بہ اصرار تاکید کرتے رہے کہ میں ان موضوعات پر توجہ دوں، خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ ان موضوعات پر لکھنے ہی کی بات کرتے رہے۔ان کے پیشرو امیر عزیمت مولانا حق نواز شہید بھی جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے تھے تو مجھے علیحدہ کر کے ناموس صحابہ کے موضوع پر لکھنے کی تاکید کی تھی۔مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید سے بہت ہی بے تکلفی تھی اپنے زمانہ چکوال سے ان سے شناسائی تھی، میرے زمانہ حقانیہ میں وہ کثرت سے میرے پاس تشریف لاتے، میری دعوت پر میری قائم کردہ علمی، ادبی تنظیم نادیۃ الادب کے تربیتی اجلاس سے خصوصی خطاب فرماتے۔ان کا بھی مجھ سے ہمیشہ یہ اصرار بہ تکرار رہا کہ میں ناموس صحابہ پر خصوصیت سے لکھنے کا اہتمام کروں۔

درویشِ خدامست

بہر حال مولانا حیدری سے پندرہ سولہ سالوں کا عرصہ ہی تعلق خاطر ایک دنیا بسا گیا۔وہ شکل وصورت، وضع قطع، حلیہ ولباس، ہر لحاظ سے فقیر، درویش اور سچے پکے مسلمان لگتے تھے۔اپنے طرز زندگی، مشاغل، تدریس، خطابت اور جماعتی قیادت میں بھی وہ ایسے ہی تھے، گفتگو سادگی، بے تکلفی اور بے غرضی کا نمونہ تھی۔

علم دوست علم پرور

حیدری صاحب خود بھی صاحب علم و دانش، لائق و فاضل، کامیاب مدرس، منجھے ہوئے ادیب اور لاجواب خطیب تھے۔لیکن اس سے زیادہ علم کے رسیا، علم دوست اور علم پرور شخص تھے۔وہ ساری زندگی پڑھتے پڑھاتے رہے، کتاب ان کی زندگی تھی اور تحصیل علم ان کے لیے آب حیات۔

جامع الصفات

وہ خود ایک جید عالم دین، خطیب اور ماہر تعلیم تھے، وہ یوں تو کسی موضوع، کسی مضمون میں بند نہیں تھے تفسیر، حدیث، کلام، تاریخ، ادبیات، ادب، فلسفہ، سیاسیات، سماجیات، غرضیکہ ہر موضوع پر بولتے اور بے

تکلف بولتے۔زبان و بیان دونوں خوبصورت، ایک ایک روز میں ان کے کئی کئی خطابات، مباحثے اور مکالمے ہوتے تھے جوان کی حاضر بیانی، طلاقت لسانی اور دلائل کی روانی پر دلالت ہیں۔حیدری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے سلیس، عمدہ ادیبانہ، خطیبانہ، مدرسانہ اور سادہ مگر عالمانہ گفتگو کی خصوصیت سے خوب خوب نوازا تھا وہ اپنے ملکہ تکلم کے ذریعے مشکل سے مشکل مسائل سے آسانی کے ساتھ نمٹ لیا کرتے تھے اور پہاڑ جیسی ضخامت رکھنے والے عنوانات کو بھی چٹکیوں میں حل کرلیا کرتے تھے۔

دلچسپی کا اصل میدان

اس سب کچھ کے باوجودان کی دلچسپی کا اصل میدان ناموس صحابہ اور دفاع صحابہ تھا۔سنت و جماعت سے عشق ومحبت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اہل السنّت والجماعت سے تھے، لیکن سنت و سیرت اور تاریخ صحابہ میں اختصاص بر بنائے مطالعہ وتحقیق تھا۔وہ جتنا اچھا بولتے تھے ویسا ہی لکھتے بھی تھے، بہت خوب لکھتے ،کمیت وکیفیت دونوں اعتبار سے مضمون، موادتحریر سے بھاری بھرکم ہوتا لیکن یہ اسی وقت ہوتا جب وہ لکھنے بیٹھتے ورنہ اس کام کے لیےانہیں وقت نے مہلت نہ دی یہی وجہ ہے کہ انکی تحریری خدمات بہت کم ہیں۔

حیات وخدمات کے مرکزی عنوانات

علم وقلم اور کتاب وخطاب سے قلبی شغف، تاریخ وتذکرہ سے عمیق تعلق، قرآنیات پر نظرِ ثاقب، سیرت اور سیر صحابہ سے والہانہ عقیدت ومحبت، فقہ کے اسرار و رموز سے گہری واقفیت، عظمت صحابہ کی ترویج و اشاعت میں مساعی جمیلہ، تقابل ادیان پر وسعت نظر، انداز کلام و بیاں میں جدت و ندرت، اسلوب خطابت میں جذب تاثیر، تذکارِ صحابہ میں خزینہ معلومات، تحقیق ونقد میں اعتدال وتوازن، تحریر وتقریر میں نقلی وعقلی استدلال کی فراوانی، اہل علم کا احترام، اصحاب دانش وبینش کی قدردانی، عقیدہ توحید میں صلابت، اخلاق وکردار میں پیکر تواضع، معاملات میں حسن سلوک، طلبہ علوم نبوت سے شفقت، میدان بحث وتمحیص میں مشغول نوجوانوں کی حوصلہ افزائی، دینی وتعلیمی اداروں سے تعلق خاطر، گفتار میں شیرینی، بودوباش میں دلکش سادگی، مشن کی تکمیل کے لیے جہد مسلسل، نظام کی پابندی، علمی تفاخر اور عظمت خطابت کی تعلّی سے دوری، اتحاد امت کی فکر وجستجو، وقت کی حفاظت اور ثمر آور مقاصد میں اس کا استعمال، علمی دعوتی تبلیغی اور اصلاحی رحلات واسفار، اقران واماثل میں ممتاز یہ وہ چند موضوعات ہیں جو علامہ حیدری کی حیات وخدمات

کے مرکزی عناوین بن سکتے ہیں۔

سخت جانی وسخت کوشی

محنت، سخت کوشی وسخت جانی میں وہ ممتاز وفائق مقام رکھتے تھے۔طویل اسفار اور طویل نشستیں، علمی و مطالعاتی اور تبلیغی رت جگے اور طویل دورانیے پر مشتمل خطابت یہ سب امور ان کی شخصیت کے جزو لاینفک تھے۔ان کے بغیر ان کی شخصیت مکمل نہ ہوتی تھی، یہ معمولات آخری سانس تک ایک ہی آب وتاب کے ساتھ جاری رہے۔ان میں کسی قسم کا کوئی فرق دیکھنے میں نہیں آیا۔

لاہور کے ایک بزرگ عالم دین جامعہ ابوہریرہؓ تشریف لائے، ابوہریرہ کتب خانہ دیکھا تو کاتب کو کتب خانہ کی فرنٹ پر "فیھا کتب قیمہ" تحریر فرمانے کی تاکید فرمائی۔کاتب نے اسی وقت یہ آیت بڑے خوبصورت انداز سے تحریر فرمائی، کچھ عرصہ بعد علامہ علی شیر حیدریؒ جامعہ ابوہریرہ تشریف لائے، اس آیت پر نظر پڑی تو میرے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر بڑی محبت سے فرمایا کہ یہ آیت ابوہریرہ کتب خانے کے لیے نازل نہیں ہوئی، اس لیے مناسب نہیں کہ اسے یہاں لکھا جائے۔احقر نے بتعمیل ہدایت پر فوراً اسے رنگ دلوا دیا۔موصوف بہت خوش ہوئے اور فوری عمل واقدام پر مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا: آپ عالم دین ہیں دسیوں تاویلات کر کے جواز مہیا کر سکتے تھے مگر آپ نے فوری تعمیل کر کے میری حوصلہ افزائی کر دی ہے۔

علم پروری

جامعہ سراج العلوم عیدگاہ لودھراں میں سالانہ اجتماع تھا۔مہتمم حضرت مولانا محمد میاں صاحب اور صدر مدرس حضرت مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی صاحب نے بڑی محبت سے مجھے مدعو فرمایا تھا۔مولانا حیدری تشریف لائے تو جلسہ کا ماحول بدل گیا، مہمان خصوصی بھی وہی تھے، اصل خطاب بھی ان ہی کا تھا اور لوگ بھی ان ہی کے لیے آئے ہوئے تھے، فضا سپاہ صحابہ کی بنی ہوئی تھی، ایسے ماحول میں کسی مدرس، مصنف اور وہ بھی پٹھان کی بے ڈھنگی اردو پشتو مخلوط خطاب کب چل سکتا تھا، میں نے فضا دیکھی، ماحول کا جائزہ لیا تو اپنی تقریر سے انکار ہی موزوں نظر آیا، علامہ حیدری کو علم ہوا تو بہ اصرار وتکرار تاکید کر دی کہ بہ ہر صورت تقریر کرنا ہوگی، میں اس وقت تک بیان نہیں کروں گا جب تک تمہارا مفصل بیان سن نہ لوں ان کے والہانہ انداز گفتگو، لجاجت اور محبت دیکھ کر مجھے اپنے ہتھیار ڈالنا پڑے، آدھ گھنٹہ میرا بیان ہوا علامہ حیدری ہر جملہ اور

گفتگو کے ہر پیراگراف پر داد دیتے رہے۔ مجھے ان کی وسعت ظرف، کمال احترام اور علم پروری پر بے حد مسرت ہوئی۔

ذوقِ تحقیق وتصحیح

میرے استاذِ مکرم مولانا محمد زمان صاحب (صاحب المصنفات فی الحدیث) کا رسالہ فتنہ انکار حدیث القاسم اکیڈمی سے چھپ کر آیا تو حسب عادت ایک نسخہ علامہ حیدری کی خدمت میں بھی بھیجا۔ موصوف اس کے بعد جامعہ ابو ہریرہ تشریف لائے تو رسالہ کے علمی، تحقیقی حیثیت کا اعتراف کیا۔ ترتیب وتالیف، دلائل اور خوبصورت طباعت پر اپنی بے حد مسرت کا اظہار فرماتے رہے۔ نیز ٹائٹل میں لفظ ''مذموم'' کو ''مزموم'' لکھے جانے کی غلطی انہیں یاد تھی۔ مجھے یاد دلائی اور اصلاح کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ مجھے اس پر بے حد مسرت ہوئی کہ علامہ حیدری القاسم اکیڈمی کی کتب کو بھرپور شوق ومحبت سے دیکھتے ہیں حتیٰ کہ ٹائٹل کی خفی سے خفی غلطی بھی پکڑ لیتے ہیں۔ ان کے ذوقِ علم ومطالعہ، ذوقِ تحقیق وتصحیح کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

جامعہ حفصہ کی طالبات کو فاسفورس بموں سے جلا کر جامعہ حفصہ اور لال مسجد کو تباہ وتاراج کر دیا گیا۔ دوسرے روز علامہ علی شیر حیدری جامعہ ابو ہریرہ تشریف لائے، گھنٹہ ڈیڑھ خصوصی مشاورت کی، میری درخواست پر نماز مغرب کے بعد طلبہ سے خطاب فرمایا اور کہا کہ: ''مولانا عبدالرشید غازی شہید اور جامعہ حفصہ کے طلباء وطالبات کا خون دینا، اسلامی انقلاب کی تخم ریزی ہے، جب قیمتی اور اصل بیج دفن کر دیا جائے تو عمدہ فصل اگتی ہے۔



مولانا ثناءاللہ سعد شجاع آبادی

یادوں کا مرغزار

فروری ۱۹۹۰ء میں تحفظ ناموسِ صحابہؓ کی تحریک کے بانی اور امیر کارواں مولانا حق نواز جھنگوی شہید نور اللہ مرقدہٗ کے سانحۂ شہادت کے بعد اُن کی شخصیت کا خلاپُر کرنے اور تحریک کی وسیع پیمانے پر اشاعت کے لیے قدرت نے جن ''چار یاروں'' کو یکا یک نمایاں کر کے فرنٹ لائن پر کھڑا کیا اُن میں مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ جو امیر عزیمت شہید رحمہ اللہ کے دیرینہ رفیق اور مولانا ایثار القاسمی خود اُنہی کے تربیت یافتہ تھے جبکہ مولانا محمد اعظم طارق شہید کراچی اور علامہ علی شیر حیدریؒ اندرونِ سندھ سے منظر عام پر آئے تھے، یہاں پر قدرت کی تقسیم کار قابل غور بھی ہے اور حکمتوں کا مظہر بھی، کہ جس کی زندگی جس قدر مختصر تھی اس کو اسی قدر جلد بامِ عروج پر پہنچایا، اُس کے حصے کا کام اُس سے لیا اور عین اُس وقت کہ جب اس کے مقدر کا ستارہ عروج پر تھا، اور خلقِ خدا میں اس کی محبوبیت روز افزوں تھی اسے جامِ وصل پلا کر اپنے دامنِ عاطفت میں چھپا لیا۔ اس بناء پر امیر عزیمت شہید اور ان کے جانثار جانشینوں کی داستان نہایت ایمان افروز ہے۔

علامہ حیدری شہیدؒ سپاہِ صحابہ کے اسٹیج پر نمودار ہوئے تو جوانِ رعنا تھے، آپ کا سالِ ولادت ۱۹۶۳ء تسلیم کیا جائے تو امیر عزیمت کی شہادت کے وقت آپ کی عمر تقریباً ستائیس سال بنتی ہے۔ قدرت نے آپ کو جمال وجلال کی لطافتوں سے نوازا تھا۔ شروع ہی سے آپ کا طرزِ بیان آپ کے علمی ذوق کا ترجمان تھا۔ پھر جس قدر وقت گزرتا گیا آپ کی علمیت ہر خاص وعام کو متاثر کرتی چلی گئی۔ آپ حقیقی معنوں میں مبلغ قرآن وسنت تھے۔ باطل پر آپ کی علمی گرفت اس قدر مضبوط تھی کہ آپ کے طرزِ استدلال کو سن کر ''نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن'' والی بات ہو جاتی تھی۔ قرآن وحدیث اور درسی کتب سے لے کر اکابر اہل سنت کی بیش بہا کتب کی عبارات اور روافض کی کتابوں کے سینکڑوں صفحات آپ کو ازبر تھے۔ قدرت نے آپ کو ذہنِ رسا عطا فرمایا تھا، جس کتاب کو ایک دفعہ دیکھ لیتے اس کا ماحصل اور کام کی عبارات ہمیشہ کے لیے

ذہن میں محفوظ ہو جاتیں۔ اس سلسلے میں حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ کو آپ پر اتنا ناز تھا کہ فرماتے: ''حیدری صاحب تو ہماری لائبریری ہیں''۔ مولانا اعظم طارق شہید رحمہ اللہ اور دیگر قائدین بھی نہ صرف آپ کے حافظے پر اعتماد وانحصار فرماتے بلکہ جب بھی کوئی علمی مشکل پیش آتی تو اُن کی سب سے پہلی نظر آپ کی ذات گرامی پر آ کر ٹھہرتی۔ مولانا اعظم طارق رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد جب قدرت کو آپ سے وسعت کے ساتھ کام لینا منظور ہوا اور ہر خاص وعام کی نظریں صحیح معنوں میں آپ پر مرکوز ہوئیں تو آپ کی طبیعت کے بھی ایسے جوہر کھلے کہ علماء آپ کی نکتہ آفرینیوں پر عش عش کر اٹھے۔ کسی بھی علمی اشکال کا فوری حل اور کسی بھی مغلق سوال کا فی البدیہ جواب دینے میں آپ لا ثانی تھے، جس کا مشاہدہ بے شمار لوگوں نے کیا اور بے شمار مرتبہ آپ ناقدین کی طرف سے امتحان میں بھی سُرخرو گزرے۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ آپ کی تقریر شروع ہوئی، آپ خطبہ ماثورہ کے دوران موضوع کی مناسبت سے کوئی آیت پڑھنا چاہتے تھے کہ اچانک اسٹیج پر جلوہ افروز کسی عالم دین نے قرآن کریم آپ کے سامنے سے اٹھایا اور اسے کھول کر کسی آیت پر انگلی رکھ کر بھرے مجمع کے سامنے آپ سے تقاضا کیا کہ حضرت آج تو اس آیت کو موضوعِ سخن بنائیے! آپ متبسم ہوئے اور اس آیت پر خطاب شروع ہو گیا اور تھوڑی ہی دیر بعد مجمع پُرسکوت اور عالمِ دین مبہوت......!! منہ میں انگلیاں دابے حیدری شہیدؒ کے چہرے پر یوں نظریں جمائے بیٹھے ہیں کہ سبحان اللہ! اگر نظر ہٹائی تو کوئی یادگار منظر آنکھوں سے دور ہو جائے!

حضرت حیدری شہید رحمہ اللہ سے میرا تعلق تقریباً 1994ء سے ہے، اور اس سلسلے کی بہت سی یادیں ذہن میں محفوظ ہیں۔ برادرانِ عزیز مولانا عبدالجبار اور مولانا محمد یونس قاسمی صاحب کے اصرار پر چند یادیں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

مولانا اعظمؔ طارق شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد نومبر ۲۰۰۳ء میں حضرت حیدری شہید رحمہ اللہ کے حکم پر میں حضرت کی خدمت میں جامعہ حیدریہ خیر پور وارد ہوا، جہاں ایک طویل میٹنگ میں جامعہ حیدریہ سے ''ماہنامہ الہدیٰ'' کی اشاعت کا فیصلہ ہوا، اس ماہنامے کی تجویز بھی میں نے ہی پیش کی تھی، جس کی طباعت واشاعت کے جملہ مصارف کا انتظام حضرت کے ذمہ اور دیگر امور بندہ کو تفویض کیے گئے۔ مضامین کا انتخاب، مکمل ترتیب وتصویب اور دیگر تمام امور بندہ کے ذمہ تھے۔ جنوری ۲۰۰۴ء سے مجلہ الہدیٰ کا باقاعدہ آغاز ہوا، میں ہر ماہ مضامین وغیرہ کی مکمل تیاری کے بعد خیر پور حاضر ہوتا، ملکی حالات اور تنظیمی

معاملات پر مشورہ کے بعد اداریہ لکھ کر حضرت کو دکھاتا، حضرت مطالعہ فرماتے اور بعض اوقات مجھے فرماتے ''سناؤ کیا لکھا ہے؟''...... میں سناتا...... لیکن یہ مرحلہ میرے لیے خاصا دشوار ہوتا تھا۔ حضرت کی عالمانہ بصیرت اور وسعت نظری کے علاوہ علمی و اَدبی ذوق کی بناء پر یہ دشواری پیدا ہوتی تھی، کسی بھی جملے پر حضرت وجد میں آجاتے تو داد میں بڑے اونچے جملے ارشاد فرماتے۔ اور میں بس سر جھکائے سنتا رہتا۔ اور حضرت کی تنقید پر کچھ بولنے کا یارا نہیں ہوتا تھا۔ ایک موقع پر جب میں حضرت سے کچھ فاصلے پر بیٹھا اداریہ نویسی میں مصروف تھا، تو حضرت اپنے گرد ہالہ کئے طلباء کو میری طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ دیکھو مولانا صاحب کا قلم اتنی تیزی سے چل رہا ہے، جیسے حضرت فاروقی شہید رحمہ اللہ کا قلم چلتا تھا۔ حضرت کی بزم سجی ہوئی تھی اور گفتگو بھی سندھی زبان میں ہو رہی تھی، میں نے آواز لگائی ''زبانِ یارِ من سندھی و من سندھی نمی دانم'' حضرت فرمانے لگے:...... ''دانی دانی!!'' آپ کی دانائی پر ہمیں کوئی اشکال نہیں ہے، آپ سب سمجھتے ہیں۔ اور جب آپ کی تعریف کی جا رہی ہو تو خوب تر سمجھتے ہیں۔

حضرت شہیدؒ کا ادبی ذوق نہایت عمدہ تھا، لیکن کچھ لکھنے پر طبیعت بالکل آمادہ نہیں ہوتی تھی۔ بس مطالعے پر گزارہ کرتے تھے۔ اچھا شعر اور اچھا جملہ آپ کو بہت اپیل کرتا تھا۔ ایک مرتبہ مولانا ابوالکلام آزادؒ کی تحریر کے حوالے سے بات چل نکلی تو میں نے عرض کیا کہ ابوالکلام کو سمجھنا کوئی آسان تھوڑا ہی ہے؟ انہیں سمجھنے کے لیے بندے کو کم از کم عبدالکلام تو ہونا چاہئے، بس یہ جملہ سن کر حضرت جھوم گئے! اور فرمایا پھر کہو، کیا کہا؟ چنانچہ تین مرتبہ مجھے یہ جملہ دہرانا پڑا اور حضرت داد دیتے رہے۔

من آنم کہ من دانم

قدرت نے آپ کو جو مناظرانہ اور خطیبانہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں، ان پر بندہ ناچیز کی مرتب کردہ خطبات حیدری کی دو جلدیں اور ان کے علاوہ ملک کے گوشہ گوشہ میں کی گئی تقریریں شاہد عدل ہیں۔ بعض اوقات نجی مجالس میں اپنے ہم نشین علماء اور رفقاء بھی آپ کے جملوں کی زد میں آکر ''نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن'' والی صورتحال سے دوچار ہو جاتے۔ یوں کئی خوبصورت کہانیوں اور لطائف نے جنم لیا۔ ایک موقعہ پر جب ہم سکھر کے قریب جلسہ سے فارغ ہو کر خیرپور کی طرف جا رہے تھے، تو میں نے اپنی کتاب ''معارفِ اسمِ محمدؐ'' حضرت کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت کا مناظرانہ ذوق اس وقت پوری طرح بیدار

تھا۔ چنانچہ سرسری مطالعے کے دوران کسی جملے پر رک کر داد میں بڑے اونچے جملے ارشاد فرمانے لگے۔ میں نے سر جھکا لیا اور عرض گزار ہوا، حضرت! ''من آنم کہ من دانم'' سنتے ہی فرمایا، استغفر اللہ! مولانا صاحب! بڑا متکبرانہ جملہ بولا ہے آپ نے! میں حیران ہو کر حضرت کا منہ تکنے لگا، اور عرض کیا حضرت! اِس جملے میں تکبر تو نہیں ہے، یہ تو عاجزی کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے۔ فرمایا: تکبر سے لتھڑا ہوا ہے یہ جملہ۔ ذرا معنی کرو اِس کا۔ میں نے عرض کیا، ''حضرت! یہی کہ میں جو کچھ ہوں اپنے آپ کو جانتا ہوں''! فرمایا، ہاں ہاں! یہی معنی ہے اس کا، لیکن کیا بھول گئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ''**من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ**''...... کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا، تحقیق اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ ادھر آپ کہہ رہے ہیں 'من آنم کہ من دانم'!...... مطلب یہ ہوا کہ آپ اب ثناء اللہ نہیں رہے، بلکہ عارف باللہ بن گئے ہیں۔ میاں! جس نے پہلے پہل یہ جملہ کہا ہوگا، اُس نے یقیناً عجز وانکسار کے طور پر کہا ہوگا، اب تو اپنے منہ میاں مٹھو بننے والا ہر شخص جب سرِ محفل اپنے کارنامے بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کر چکتا اور ہر خاص وعام پر اپنی شخصیت کا رُعب گانٹھ چکتا ہے، تو اچانک عجز وانکسار کے ریلے میں بہتے ہوئے کہتا ہے ''من آنم کہ من دانم!''

بات میری کتاب ''معارفِ اسم محمدؐ'' کی چل رہی تھی، حضرت نے ''من آنم کہ من دانم'' کے حوالے سے میری طبیعت درست کر لی اور استغفار پڑھوا لیا تو پھر کتاب کا مطالعہ شروع ہو گیا، لیکن کچھ ہی دیر بعد پھر داد برسنے لگی، میں نے زِچ ہو کر کہا، حضرت! دعا فرمایئے، کہ یہ کتاب میرے لیے ذخیرۂ آخرت بن جائے۔ فی البدیہہ بولے: ''نہیں مولانا! یہ کتاب تو آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت نہیں بنے گی''...... میرے پیروں کے نیچے سے زمین کھسک گئی، اور میں زندہ بمثلِ مردہ سر جھکا کر دل ہی دل میں اپنے آپ کو کوسنے لگا، میرا جی چاہا کہ حضرت کی گاڑی رُکوا کر نیچے اُتر جاؤں اور زندگی بھر کبھی ان کے سامنے نہ آؤں۔ لیکن فراٹے بھرتی گاڑی کو رُکوانا میرے بس میں کہاں تھا! اچانک مجھے محسوس ہوا کہ حضرت میری کیفیت پر ہنس رہے اور دیگر ساتھیوں کو میری طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ صدیوں سے طویل یہ چند لمحے گزرے تو حضرت دوبارہ گویا ہوئے، ''مولانا! یہ کتاب آپ کے لیے ذخیرۂ آخرت نہیں بنے گی...... ذخیرۂ آخرت تو انشاء اللہ آپ کی کوئی اور کتاب بن جائے گی، یہ کتاب تو آپ کے لیے باعثِ رفع درجات بنے گی!'' یہ کہا اور ساتھ ہی میرا دایاں ہاتھ پکڑ کر چوم لیا!!

؎ اب کہاں سے لاؤں دوست تیری خوئے دل نوازی!

ایک مرتبہ حضرت نے لطیفہ سنایا، کہ حرم شریف میں ایک غیر مقلد سے آمین بالجہر کے موضوع بحث چھڑ گئی۔ وہ مان نہیں رہا تھا۔ اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا۔ امام صاحب نے رواں حجازی لہجے میں سورۃ المومنون کی آیات تلاوت کیں، اور جب "قالوا ربنا غلبت علینا شقوتنا و کنا قوما ضالین" پر پہنچے، تو غیر مقلد جو ابھی آمین بالجہر کی بحث میں کھویا ہوا تھا، ضبط نہ کر سکا، اور چھ اَلفی مد کے ساتھ بآوازِ بلند دُہائی دی "آمین!" اُمید ہے علماء اور طلباء اس لطیفے سے محظوظ ہوں گے۔

غالباً ۱۹۹۷ء میں مَیں جامعہ حیدریہ میں حضرت شہیدؒ کی خدمت میں حاضر تھا، موجودہ دار الحدیث کی جگہ اُن دنوں چٹیل میدان ہوتا تھا، حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ وہاں چارپائی پر براجمان تھے اور ریلوے لائن کی جانب رُخ کیے بیٹھے تھے، سامنے اُنہی روافض کا گھر تھا جنہوں نے ۲۰۰۴ء میں حضرتؒ کے والد ماجدؒ اور پھر ۲۰۰۹ء میں خود حضرت کو شہید کیا، اُن دنوں انہوں نے اپنے مکان کی پشت پر بہت خوش خط "یا علی مدد" لکھوایا ہوا تھا، جو کہ جامعہ حیدریہ میں ہر خاص و عام کو بالکل سامنے دکھائی دیتا تھا، میں نے عرض کیا، حضرت! جامعہ حیدریہ میں کوئی شرارتی طالب علم نہیں ہے؟ حضرت چونک کر فرمانے لگے: شرارتی طالب علم تو یقیناً ہوں گے، لیکن جو شرارت آپ کو سوجھ رہی ہے ممکن ہے کسی اور کو نہ سُوجھی ہو! میں نے عرض کیا بالکل درست! مجھے یہ سوجھ رہی ہے کہ اگر یا علی مدد کے درمیان صرف ایک لفظ "شیر" کا اضافہ کر دیا جائے تو یہ جملہ "یا علی شیر مدد" بن جائے گا!! جتنا اِس وقت موجودہ جملہ ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہے، اُتنا ہی بعد میں اُن کے لیے ناقابلِ برداشت ہوگا، صبح ہوتے ہی یہ خود اس پر "پوچا" پھیریں گے اور زندگی میں کبھی آئندہ یہ جملہ یہاں نہیں لکھیں گے۔ حضرت بہت محظوظ ہوئے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ تجویز ناقابلِ عمل ہی تھی۔

محترم قارئین! وقت کی تنگی اور مصروفیات کی زیادتی کے باعث زیرِ نظر مضمون بے ربط چل رہا ہے، اور آخر تک بے ربط ہی رہے گا، چنانچہ اس بے ربطگی کو برداشت فرمائیں۔ مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے چند ماہ بعد چوک رشید آباد ملتان کے گراؤنڈ میں "پیغمبر انقلاب کانفرنس" منعقد کی گئی تھی، جس میں حضرت حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ کا معرکۃ الآراء خطاب ہوا، ہزاروں کا مجمع مبہوت ہو کر بیٹھا تھا اور حضرت شہید رحمہ اللہ انقلابِ پیغمبر کی وجدانی تشریح فرما رہے تھے، ادھر دور سے ایک سگِ ناہنجار بھی کسی راہگیر پر اپنا غصہ اُتار رہا تھا کہ اچانک تھوڑے ہی فاصلے سے ایک گدھے نے اپنی صدائے رِندانہ کی سُر

اٹھانی شروع کر دی، اس سے قبل کہ کوئی بدمزگی پھیلتی، حضرت اپنی حاضر دماغی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فوراً خاموش ہو گئے، اور بات جہاں پہ تھی وہاں رُک گئی، جب گدھے نے آزادی کے ساتھ سات سُر یں فضا میں بکھیر دیں تو حضرت اُسی سابقہ لب و لہجے اور طمطراق کے ساتھ گویا ہوئے: ''جی ہاں! جب ہم انقلابِ پیغمبر کی بات کرتے ہیں تو کئی گدھے ہینگتے ہیں اور کئی کتے بھونکتے ہیں، نہ تو ہمیں کسی کے بھونکنے کی پرواہ ہے نہ ہی کسی کے ہینگنے کی پرواہ ہے! بھونک لے جسے بھونکنا ہے، ہینگ لے جسے ہینگنا ہے، انقلابیوں کو کسی کی پرواہ نہیں ہوتی''۔ یوں حضرت نے مجمع کو کشتِ زعفران بنا دیا۔

اب یہاں میں ۱۸ر اپریل ۲۰۰۴ء کو حضرت کے ساتھ کیے گئے ایک سفر کی روداد نظرِ قارئین کرتا ہوں۔ حضرت نے ۱۷ر اپریل کی شام کو مجھے جام پور ڈیرہ غازی خان طلب کیا تھا، یہاں رات کو جامع مسجد صدیق اکبر میں فاضلِ دیوبند حضرت مولانا عبدالحئی جام پوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ صدارت حضرت کا بیان عالی شان ہوا، اور یہ بیان واقعتاً ایسا عالیشان تھا کہ امامِ اہل سنت حضرت علامہ عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید حضرت مولانا عبدالحئی جامپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شہیدؒ کے ایک ایک جملے پر بے ساختہ داد دے رہے تھے، بہر حال رات کو یہاں جام پور قیام رہا، اگلی صبح ناشتے کے بعد روانگی ہوئی، حضرت ہشاش بشاش اور تازہ دم تھے، علمی لطائف و ظرائف، مناظرانہ چٹکلے، تفسیری نکات اور فقہی موشگافیاں، نیز جماعتی حالات پر تبصرے زادِ سفر کا کام دے رہے تھے، اور حضرت کی گاڑی علی پور کی طرف فراٹے بھرتی چلی جا رہی تھی، حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تنظیمی خدمات پر انہیں زبردست خراجِ تحسین پیش کرنے کے علاوہ ان کی شہادت کے بعد پیش آمدہ مسائل و مصائب پر کھل کر اظہارِ خیال فرمایا، اُنہیں مولانا اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے بے پناہ پیار تھا، اور اُن کی جدائی سے وہ بہت ملول دکھائی دیتے تھے، مولانا کا سانحہ شہادت حضرت کے ذہن سے ابھی محو نہیں ہوا تھا، اُنہوں نے ٹھنڈی سانس بھری اور فرمایا کہ مولانا اعظم طارق سفر میں احتیاطی تدابیر سے غافل ہوئے اور دشمن کی مراد بر آئی، دُکھ یہ ہے کہ مولانا کے رفقاء کو ایک گولی چلانے کا بھی موقع نہ مل سکا، ایک ایسا شخص جو ہمہ وقت دشمنوں کی نظروں میں خار بن کر کھٹک رہا ہو، ایسی مستانہ چال چلے کہ جھنگ سے اسلام آباد تک کا سفر کار میں طے کرتا ہو، جس کے انتہائی محدود اور گھٹن زدہ ماحول میں نہ تو محافظین کو گن سیدھی کرنے کا موقع ملے اور نہ ہی وہ سنبھل پائیں اور اس قدر آسانی کے ساتھ دشمن کی گولیاں اُن کے سینے میں اُتر جائیں یہ بات نہایت غمزدہ

کرنے والی بات ہے۔ مولانا خود تو شہید ہو گئے لیکن دشمنوں کو ہم پر ہنستا چھوڑ گئے۔ اگر یہی سفر کار کی بجائے ڈالے پر ہوا ہوتا تو کم از کم کسی گن مین کو فائر کا موقع تو ملتا، اور دشمن کا کوئی ایک آدھ بندہ مارا جاتا یا زخمی ہو کر کسی ہسپتال میں پہنچتا تو قاتلوں کا تعین ہو سکتا تھا۔ اب تو ہم اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں اور اُدھر ہمارے دشمن کو ہمارے اپنوں نے اپنی چھتری کے نیچے لے لیا ہے، (حضرت کا اشارہ مولانا فضل الرحمٰن کی زیر قیادت متحدہ مجلس عمل کی طرف تھا)۔

مولانا اعظم طارق کی شہادت کے بعد مولانا شہید رحمہ اللہ کے بھائی محترم مولانا محمد عالم صاحب کی دخل اندازیوں کے باعث تنظیمی معاملات میں پہلی بار اختلافات کی صورت سامنے آئی تھی، جس نے حضرت سمیت دیگر احباب کو پریشانیوں میں مبتلا کر رکھا تھا، جب کہ اِنہی دنوں مولانا اعظم طارق شہیدؒ کے نومولود لختِ جگر ''بدرِ اعظم'' کا انتقال بھی ہوا تھا، مولانا شہید رحمہ اللہ کا یہ بچہ مولانا کی شہادت کے چند ماہ بعد پیدا ہوا اور قدرت کی طرف سے یتیمی کے علاوہ ''دردِ دل'' کی سوغات بھی ساتھ لایا تھا جو اس کے انتقال کا سبب بنی، بندہ نے حضرت سے استفسار کیا کہ حضرت، آپ نے تعزیت کی؟ فرمایا، جی ہاں! باجی سے فون پر تعزیت کر چکا ہوں۔ معاویہ یہاں ہے نہیں (مولانا شہید رحمہ اللہ کے فرزندِ اکبر مولانا محمد معاویہ اُن دنوں حصولِ تعلیم کے لیے جنوبی افریقہ گئے ہوئے تھے) اگر وہ یہاں ہوتا تو میں اس سے تعزیت کے لیے جھنگ بھی ضرور جاتا، اب صرف باجی سے فون پر تعزیت کی ہے۔ پھر فرمایا، باجی ماشاء اللہ بہت حوصلے میں تھیں، میں نے تعزیتی جملے کہے تو باجی کہنے لگیں، حضرت! یہ بچہ ہمارا نہیں آپ کا تھا، اس موقع پر آپ ہم سے زیادہ تعزیت کے مستحق ہیں۔ میں نے کہا، یہ آپ کیا فرمارہی ہیں؟ تو باجی نے بتایا کہ اس بچے کی ولادت سے پہلے ہی مولانا شہید اور میرے درمیان یہ بات طے ہو چکی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اب جو بچہ عطا فرمائیں گے یہ ہم حضرت حیدری صاحب کو دے دیں گے، اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ مولانا جامِ شہادت نوش کر گئے اور بچہ جب اس دنیا میں آیا تو اس کے والد اس دنیا میں نہیں تھے، ابھی میں سوچ ہی رہی تھی کہ بچے کو کس طرح آپ کے سپرد کروں، کہ اچانک بچے کے دل کی بیماری کا انکشاف ہوا، میں نے اس کا علاج معالجہ شروع کرادیا، تا آنکہ وہ اپنے سانس پورے کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گیا، حضرت حیدری شہید رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے یہ سن کر عرض کیا، باجی اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ آپ لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہے تو میں مولانا شہید رحمہ اللہ سے یہ گزارش کرتا کہ وہ یہ فیصلہ واپس لے لیں، کیونکہ میں اس نتیجے پر پہنچ چکا ہوں کہ

قدرت کو میری گود میں کوئی بچہ کھلانا منظور نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میری دو بیویاں ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے اپنے گھر سے ہی دے دیتا۔ نیز یہ کہ اگر آپ اس بچے کو میرے لیے مختص نہ کرتے تو شاید وہ صحت مند ہی ہوتا...... کچھ دیر تک گاڑی میں سناٹا چھایا رہا، میں حضرت شہید رحمہ اللہ کے بائیں پہلو کی طرف بیٹھا ہوا تھا، حضرت میرے ساتھ کسی قدر ٹیک لگائے ہوئے تھے، دوستانہ بے تکلفی پا کر میں نے ذاتی اور گھریلو نوعیت کے بعض سوالات بھی کیے، جن کا حضرت نے بشاشتِ قلبی کے ساتھ جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت دو بیویوں کے باوجود اللہ نے اولاد نہیں عطا فرمائی، تو آپ کو کیسا محسوس ہوتا ہے؟ فرمایا: میری تمام حسیات انسانوں والی ہی ہیں، اولاد کی کمی محسوس ہوتی ہے تو گھر سے اُٹھ کر مدرسے چلا جاتا ہوں، جہاں بچے مجھے گھیر لیتے ہیں، اللہ نے مجھے مختلف عمروں کے چھوٹے بڑے پلے پلائے کتنے سارے بیٹے دیئے ہیں، میں مدرسہ میں جا کر چارپائی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتا ہوں تو کوئی میرے سر میں تیل سے مالش شروع کر دیتا ہے اور کوئی مجھے دبانے لگتا ہے، میں اُن معصوموں کے چہرے تکتا رہتا ہوں، میرے اپنے بچے ہوتے تو کبھی میری اتنی خدمت نہ کر سکتے جتنی یہ میری خدمت کرتے ہیں۔ اس لیے میں اللہ کے فیصلوں پر خوش ہوں، انسانی احساسات بہرحال ہوتے ہی ہیں، جن کی بعض جھلکیاں مجھے گھر میں دیکھنے کو ملتی ہیں، کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں گھر میں داخل ہوا تو دونوں بیوں کو ایک دوسرے سے گلے لگ کر روتے دیکھا ہے۔

ظہر کی نماز ہم نے علی پور میں مولانا محمد اجود حقانی کے مدرسے میں ادا کی، جہاں اُن کے والد ماجد کے انتقال پر تعزیت بھی کرنا تھی، لیکن مولانا اُجود اطلاع نہ ہونے کے سبب موجود نہ تھے۔ نماز کے بعد دوبارہ سفر شروع ہوا، ہیڈ پنجند کراس کر کے اُچ شریف پہنچے، جہاں جلسے سے حضرت شہید کا خطاب ہوا، نمازِ عصر وہی پڑھی اور نمازِ مغرب جامعہ اُنوریہ طاہروالی میں ادا کی، جبکہ نمازِ عشاء جامعہ عبداللہ بن مسعود خانپور میں ادا کی، وہاں حضرت مفتی عبدالستار صاحب، مولانا فضل الرحمٰن درخواستی اور دیگر حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں، اور رات گئے بستی درخواست کے قریب ایک جلسے سے خطاب کیا۔

حضرت حیدری شہیدؒ کی تقریر قرآن سے شروع ہو کر قرآن پر ختم ہوتی تھی، قرآن سے اُن کی محبت کی بیّن دلیل جیل کی تنگ وتاریک کوٹھڑی میں آپ کا تین ماہ کی مختصر مدت میں بغیر کسی استاذ کے قرآن مجید حفظ کرنا ہے۔ چنانچہ جب آپ اپنے بیان عالیشان کے دوران اللہ کی کتاب سے استدلال کرنا چاہتے تو پے در پے آیات کی ایک لڑی گویا آپ کی نظروں کے سامنے سجی نظر آتی۔ بلکہ یوں لگتا تھا کہ قرآن آپ کی انگلی

پکڑ پر آپ کو چلا رہا ہے۔ آپ عصرِ حاضر میں معقول ومنقول کے بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب مناظر ہی نہیں بلکہ مناظر گر تھے۔ مجمع عام ہو یا علماء متخصصین کی محفل، آپ اپنے موقف اور اصول پر لطیف انداز میں بھرپور گفتگو کرتے ہوئے اپنے ہدف پر کاری ضرب لگاتے اور حوالہ جات کا انبار لگا دیتے۔ مدارس کی چٹائیوں پر بیٹھے ہوئے طلباء ہوں یا کسی بھی شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے عوام، حتیٰ کہ وزیراعظم تک جب بھی، جہاں کہیں، جس سے گفتگو کا آپ کو موقع ملا، بے خوف وخطر لہجہ، مدلل گفتگو، فی البدیہ انداز، زبان اور دل کی یکسوئی کے ساتھ ساتھ فکری رفعتیں، اَسلاف کی سی جرأت، اکابر کا سا حوصلہ، قائدین کا سا صبر، الغرض آپ کی شخصیت ہر پہلو پر آپ کے سامعین کو متاثر کرتی۔ ۱۹۹۸ء میں چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کے سامنے آپ نے ساڑھے 4 گھنٹے ایسی مدلل گفتگو کی کہ چیف جسٹس صاحب بے تحاشا روئے۔ ۲۰۰۳ء میں مولانا محمد اعظم طارق رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد آپ کی شخصیت ہر خاص و عام کی نگاہوں کا مرکز بن گئی لیکن آپ نے مولانا محمد احمد لدھیانوی کو نہ صرف قیادت کے منصب پر فائز کیا بلکہ ہر معاملے میں ان کی مکمل تائید وتوثیق فرمائی۔ آج جبکہ علامہ حیدری شہیدؒ ہم میں موجود نہیں مولانا لدھیانوی اُن کے مشن کے امین کی حیثیت سے پاکستان اور دنیا بھر میں مشنِ جھنگوی شہیدؒ کی بھرپور طریقے سے ترجمانی اور نمائندگی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو علامہ حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق نصیب فرمائے۔

☆☆☆

مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی

مجدد خطابت

قائد ملت اسلامیہ، قائد سپاہ صحابہؓ، قاطع رافضیت، خطیب العصر، وکیل صحابہؓ واہلبیتؓ، اسیر ناموس صحابہؓ، استقامت کے جبل اور علم وفضل کے بحرے کنار میرے محبوب محترم قائد حضرت امام اہلسنّت علامہ علی شیر حیدی شہیدؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، علما کرام مفتیانِ عظام، عوام الناس کے ہر معقول طبقہ میں دلعزیز ومقبول مقام رکھتے تھے، علمی قابلیت، حاضر جوابی، حق گو نطق لسانی جیسی خداداد صلاحتیں عطا فرما کر قدرت نے باطل فتنوں بالخصوص شیعیت کے کفر کے بالمقابل لا کر کھڑا کیا جہاں آپؒ نے ایک کامیاب قائد بہادر سپہ سالار و رہنما اور محقق ومدقق، عالم باعمل باوقار باکردار ہونے کی حیثیت سے کفر کا مقابلہ کیا، وہاں آپکی خطابت، زور بیان فصاحت للسان، کی صفت حمیدہ نے بھی خوب دشمنان اصحابؓ رسول ﷺ کا منہ معاشرہ میں کالا کیا۔

خطابت یقیناً اوصاف نبوت میں سے ایک اہم وصف ہے، جسمیں فصاحت بلاغت، شیرنی کلام، حق گوئی، صداقت لسانی، دلائل وبراہین مستند ومستفیدہ، قول وفعل میں مطابقت، خودداری جرأت وبہادری جیسی خصوصیات کا ہونا ضروری ہے چنانچہ حضرت حیدری شہیدؒ کو صفت خطابت میں ان تمام خصوصیات سے اللہ تعالیٰ عزوجل نے خوب نوازا تھا برخلاف دور حاضر کے ضعیف الروایات خطیبوں کے کہ جنکی عددی کثرت کا یہ عالم ہے کہ پتھر اٹھاؤ تو نیچے سے خطیب نکلتا ہے کے مصداق مگر وہ خطابت کی رخ، سے بھی واقف نہیں ہوتے، قوالوں، مراثیوں کے راگ لگا کر غیر مستند ضعیف روایات جھوٹے واقعات اور فحش قسم کے اشعار پڑھ کر داد تحسین وصولنے اور عوام الناس کو بے قوف بنانے میں ماہر ہیں بدقسمتی سے عرف عام میں بھی انہی کو خطیب سمجھ لیا گیا ہے۔ لیکن بتوفیق اللہ تعالیٰ سپاہ صحابہؓ کے خطیبوں نے بالخصوص حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی جرأت مندانہ خطابت نے ایسے بے ذوق خطیبوں کے رنگ میں بھنگ ڈال دیا اور

حضرت ایثارؓ، حضرت فاروقیؒ، حضرت اعظمؒ، کے بعد حضرت امام اہلسنّت حضرت حیدری شہیدؒ کی عالمانہ فاضلانہ عارفانہ، محققانہ، مدللانہ خطابت تو ایسے دین فروش اور کفر کے سامنے بالکل خاموش حکمرانوں کے سامنے ہمہ تن گوش ہونے والے دوکانداروں کی مارکیٹ ہی ختم کر دی اور اپنے قول وفعل سے یہ بتا دیا کہ نبوت کا وارث دیگر اوصاف حمیدہ سے متصف یوں وصف خطابت میں وراثت کا حقیقی حق دار ہوتا ہے جیسے کہ علی شیر حیدریؒ بلا مبالغہ حضرت حیدری شہیدؒ کی خطابت اول فول تقریروں پر مشتمل نہ تھی بلکہ آپ کا انداز بیان انتہائی محسور کن، کلام مکمل ومدلل سلیس، دل ودماغ کی انتہا گہرائیوں میں اتر جانے والے جملے ایمان بنانے اور مضبوط کرنے والے کلمات عقائد ونظریات کی اصلاح کرنے والے گوہر نایاب کفر وباطل فتنوں کو بے نقاب اور پیوند خاک کرنے والے مضبوط دلائل پر مشتمل پر مغز با مقصد ہوتا تھا تمسخرہ بازی یا وہ گوئی لطیفہ بازی سے بالکل مبرا لفظ لفظ میں علوم کی جھلک تشنگان علم کے لیے بیش قیمت ذخیرہ واعظ کا واعظ مناظرہ کا مناظرہ ہوتا۔ مضامین کا تسلسل جملہ جملہ براعتماد فصاحت وبلاغت اور حقائق سے سجا ہوا فی البدیہہ حسن تکلم اور سب سے بڑی خوبی الہامی نکتہ آفرینی تھی جو کہ نہ کسی کتاب میں نہ کسی مفتی شیخ التفسیر والحدیث کے نقشہ خیال میں انکی خطابت میں خوبصورت طرز استدلال جس سے سامعین کے دل ودماغ کے مقفل دریچے کھل جاتے باطل عقائد ونظریات سے زنگ آلودہ قلوب واذہان دھل جاتے ہاں توحید وسنت کے مشک بار پھول شرک وبدعت کو کافور کر دینے والی روشنی کفر پر دلائل کی سنگ باری قصر باطل پر ضرب کاری اور امت مسلمہ کے لیے پیغام بیداری جیسی خوبیوں خوبصورتیوں سے مزین تھی جس کے نتیجہ میں ایک بار پھر خوابیدہ امت کو بیدار ہوشیار کر کے مجدد شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ، امام اہلسنّت حضرت عبدالشکور لکھنویؒ، امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ اور دیگر اکابر کے نقشِ قدم پر لا کر کھڑا کر دیا کہ اٹھو کفر کی کشتیاں جلا ڈالو اور باطل کی بستیاں اوجھاڑ ڈالو خصوصاً سپاہ صحابہؓ کے فرد فرد میں مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی فکری تڑپ وجذبہ ایمانی حب رسول ﷺ وحب اصحابؓ وآل رسول ﷺ کو پھر سے زندہ تابندہ کیا جس سے حکمرانوں اور کفر کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہو گیا اسلام آباد پیغمبر انقلاب ﷺ کانفرنس میں جب حضرت نے ایرانی گماشتوں کو للکارتے ہوئے کہا تو دنیا کفر ورفض کی نیندیں حرام ہو گئی پھر انہوں نے وہی کیا جو ان کے آباؤ اجداد فرعونوں نمرودوں بوجھلوں نے اور انکی ذریت نے انبیاء کرامؑ صحابہ کرامؓ اور اہل حق کے ساتھ کیا اور حضرت حیدری شہیدؒ کو اسی حق گوئی بے باکی کے جرم میں شہید کر دیا گیا۔ کافروں نے یہ چراغ خطابت تو گل کر دیا لیکن

بتوفیق اللہ حضرت شہیدؒ نے علمی فیوض، فکری رفعتوں اور خون پسینے سے بہت سارے خطیبوں ادیبوں مناظر حضرات کی صورت میں ایسے چراغ روشن کر دیے ہیں جو قیامت تک ان شاء اللہ کفر کی تقیہ بازی وشیطنت کا اندھیر نہیں ہونے دیں گے بس اس خطیب کی حق گو خطابت میں توحید پر اعلائے کلمۃ الحق ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کا درس عظمت قرآنی، عظمت اصحاب وآلؓ پر اپنے صادق جذبوں کی حسین ترجمانی اور تحفظ حرمین شریفین کی پاسبانی کا احساس جہاد ودعوت اسلام کی پکار ظالم حکمرانوں پر یلغار عالم وطالب علم کی دینی ذمہ داریوں پر ترغیب اخلاق وکردار حسنہ کی تعلیم گروہی قومی تعصبات سے پر ترہیب، طبقاتی نظام کی مخالفت اتحاد امت مسلمہ اور حب الوطنی پر درد بھرے انداز میں درس فکر یہ تھا حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی خطابت کا مختصر سا نقشہ جو کہ یہ آوازہ سناتے ہوئے جنت کا راہی ہوا۔

''ہمارا عقیدہ یہ ہے اللہ کو جو زبانیں بھیجنی تھیں، جو شریعتیں بھیجنی تھیں، جو کتابیں بھیجنی تھیں، جو صورت دنیا میں بھیجنی تھی، اللہ کے پاس اس میں سے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی، اس سے اچھی صورت نہیں تھی، اس سے اچھی سیرت نہیں تھی، اس سے اچھی کتاب نہیں تھی، اس سے اچھی شریعت نہیں تھی، اس سے اچھا اخلاق نہیں تھا، تو اس سے اچھی جماعت نہیں تھی، اس سے اچھے ساتھی نہیں تھے، اس سے زیادہ جاں نثار نہیں تھے، ان سے زیادہ وفادار نہیں تھے، ان سے زیادہ اچھے نہیں تھے، ان سے زیادہ سچے نہیں تھے، ان سے زیادہ پکے نہیں تھے، ان سے زیادہ وفادار جاں نثار نہیں تھے، نہیں تھے۔ ہاں، اگر ان سے اچھے ہوتے تو اللہ وہ دیتا، ان سے اچھے ہوتے تو اللہ وہ دیتا، اللہ نے چن کر سب کچھ دیا تمام امتوں میں جتنے نبیوں کا جتنے لوگوں نے کلمہ پڑھا ہے تمام امتوں میں ابوبکر صدیقؓ سے اچھا کوئی نہیں، تمام امتوں میں اس امت کی بات نہیں تمام امتوں میں ابوبکر صدیقؓ سے اچھا کوئی نہیں، ان سے اچھے خلفاء کوئی نہیں، ان سے اچھے ساتھی کوئی نہیں، ان سے اچھا کوئی نہیں تھا امتوں میں۔ اگر اللہ نے وہ رکھ لیے جو اچھے تھے تو پھر تو یہی کہتا ہے نا کہ اللہ نے نبی کو بھی ڈاج دیا، دھوکہ دیا، دو نمبر لوگ دے دیے، ایک نمبر نہیں دیے۔ تو اللہ کو دھوکے باز کہے گا، میں تجھے کافر کہوں گا، تو اللہ کو دھوکے باز کہے گا میں تجھے لعنتی کہوں گا، تو اللہ کو دھوکے باز کہے گا میں تجھے جہنمی کہوں گا، تو اللہ کو دھوکے باز کہے گا میں تجھے مرتد کہوں گا، تجھ سے بڑا پھر شیطان کوئی نہیں، تجھ سے بڑا پھر لعنتی کوئی نہیں، میرا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے پاس نبوت کے ساتھیوں میں محمد ﷺ کے صحابہؓ سے افضل لوگ نہیں ہیں، نہیں تھے۔'' (علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ)

مفتی اسد اللہ شیخ
(امام وخطیب جامع مسجد خیر پور)

استاذی حضرت علامہ علی شیر حیدری نور اللہ مرقدہ

رات کو والد صاحب نے نیند سے جگا کر یہ لرزہ خیز خبر بتادی کہ حضرت کو شہید کر دیا گیا ہے، اوسان بحال ہونے پر والد صاحب کے ہمراہ رات کو ہی سول ہسپتال خیر پور پہنچے مگر حضرت کا جسد خاکی گھر منتقل ہو چکا تھا۔ مدرسہ پہنچے، حالات سے آگاہی ہوئی پھر رضا بالقضا **کل نفس ذائقہ الموت** کا حکم ربانی بر سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے۔

حضرت حیدری شہیدؒ صرف عالم نہیں بلکہ عالم گر تھے، مناظر نہیں بلکہ مناظر گر تھے۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے تمام کمالات واوصاف سے نوازا تھا جس کا بخوبی اندازہ حضرت کی علمی، دینی اور جماعتی خدمات، تقریر، تحریر، سیرت وصورت سے لگایا جا سکتا ہے، پرخطر حالات میں حوصلہ رکھنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو حوصلہ دینا ہر کسی سے ایسا سلوک جو ہر آدمی یونہی سمجھے کہ مجھ سے زیادہ لگاؤ اور محبت ہے، علماء و بزرگوں کا ادب حضرت سے مترشح یوں ہوتا تھا کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے۔ علمی باتیں اس انداز سے فرماتے کہ اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ میرے والد محترم فرماتے تھے کہ اگر ہفتہ میں ایک سبق حیدری صاحب تمہیں پڑھائیں تو بھی غنیمت ہے، علمی گفتگو کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ مرشد الموحدین حضرت سائیں عبدالکریم قریشی نور اللہ مرقدہ خود جمعہ کی تقریر دو مرتبہ حضرت سے کروائی اور خود حضرت نور اللہ مرقدہ نے بنفس نفیس سماعت فرمائی۔ یہ تھا بڑوں کی چھوٹوں پر شفقت کا حال، اور اپنے کو کمتر سمجھنا حضرتؒ کی فطرت ثانیہ تھی بزرگوں کے قدموں میں بیٹھنا اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے حضرت ہالیجوی مدظلہ اور حضرت تونسوی مدظلہ کے واقعات سے یہ بات عیاں ہے۔

حضرت حیدریؒ جس علاقے سے تعلق رکھتے تھے اس پر شروع سے ہی اقلیتی فرقہ (شیعہ) مسلط رہا

ہے۔ ریاست خیر پور کے اصل حکمران تو مسلمان ہی تھے مگر ایک سازش کے تحت جیسے جہانگیر کے حرم سرا میں نور جہان نے قدم رکھا، اسی سازش کے تحت شاہ جہان کی شادی نور جہان کی بھتیجی آصف جاہ کی بیٹی ممتاز مغل کے ساتھ 1612ء میں ہوئی۔ بادشاہ کے اوپر اتنا کنٹرول تھا کہ شاہی مہراس کے پاس رہتی تھی، اورنگزیب عالمگیر کے زمانہ میں بھی شیعہ کسی طرح کلیدی عہدوں پر فائز رہے۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ عہد عالمگیری میں سب سے برگزیدہ مؤرخ شیعہ ہی ہے (رود کوثر 619)۔

اورنگزیب عالمگیر کے دربار میں شیعیت کا اتنا اثر ونفوذ اوران کے خاندان میں ایرانی خواتین کی بھرمار تھی کہ عالمگیر کی وفات کے بعد اس کا بڑا لڑکا شہزادہ معظم بہادر شاہ اول گورنر پنجاب منعم خان متعی کی مدد سے اپنے بھائیوں سے لڑ کر تخت نشین ہوا اور یوں شیعیت کو بام عروج حاصل ہوا۔ اسی طرح خیر پور ریاست کے تالپور خاندان میں بھی شیعیت کا اثر ونفوذ ہوا ان کی شادیاں سازش کے تحت شیعہ خاندانوں میں کرائی گئیں۔ عوام کی اکثریت سنی مسلمانوں کی تھی مگر شیعیت کا اتنا زیادہ اثر ریاست پر تھا کہ شیعہ مجتہد مظہر علی نے عروج الشیعہ فی البدایوں کتاب لکھی ایک امام باڑہ تعمیر کرایا اس امام باڑہ کے لیے خیر پور میں 1421 ایکڑ اراضی وقف کی تھی۔ ریاست خیر پور میں دو مفتی مقرر تھے ایک سنی مسلمان اور دوسرا شیعہ۔ ایک شیعہ مجتہد نے پستول حیدری نامی کتاب لکھی تو اس کے رد میں توب محمدی نامی مسلمان مفتی نے جواب لکھا تو ایران کی مداخلت پر اسے مفتی کے منصب سے سبکدوش کر دیا گیا اور اسے ریاست خیر پور سے نکال دیا گیا۔ اسی طرح تعلقہ فیض گنج کے ایک گاؤں میں مولانا احمد الدین بھٹو دینی تعلیم کے لیے مقرر ہوئے جب انہوں نے قرآنی علوم کی روشنی سے لوگوں کی دلوں کو منور کرنا شروع کیا تو ریاست کے حکم سے صوبیدار کو حکم ملا کہ اسے ریاست کی حدود سے نکال دیا جائے اور وہ نکال دیئے گئے۔ اسی طرح 1963ء میں شیعہ ریاست کے وزیر کی سرپرستی میں ٹھیڑی شہر پر حملہ کیا گیا اور گھروں کو آگ لگادی گئی مگر ایک خدا رسیدہ بزرگ قطب وقت حضرت خلیفہ احمد دینؒ کی بددعا سے اللہ عزوجل نے ان کی تدبیر انہی کے اوپر الٹ دی اور خود ہی شیعہ وزیر کی جیپ سے سینکڑوں شیعہ روندے گئے، بھینسوں کی واپسی کا وقت تھا بہت ساروں کو انہوں نے کچل دیا، کھجور کے سنڈھوں سے گردنیں کٹتی جارہی تھیں، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کوئی نورانی مخلوق ہے جو کام دکھا رہی ہے۔ اسی سال حضرت حیدریؒ کی ولادت ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بچہ سے وہ کام لینا چاہتے تھے جو صدیوں میں بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ پھر یہی بچہ ناز ہائی اسکول میں پہنچا، بچپن سے عمامہ باندھنے کی عادت تھی استاد نے مسئلہ

پوچھانہ آنے پر اسکول چھوڑ دیا اور استاد سے عرض کیا کہ میں دین کا علم حاصل کر کے آپ کو مسئلہ آکر بتاؤں گا۔ جو نصاب درس نظامی بارہ سال میں مکمل کیا جاتا ہے وہ حضرت حیدریؒ نے خداداد فراست ولیاقت سے پانچ سال میں مکمل کیا۔ دوران تدریس ہی مفتی کے منصب پر فائز ہوئے اور فتویٰ دینا شروع کیا دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد جامعہ حیدریہ کی بنیاد ڈالی۔ حضرت حیدریؒ کے ساتھ میرا تعلق بچپن سے ہی تھا جب حضرت حیدریؒ کو داڑھی بھی نہیں آئی تھی اور یہ تعلق تادم زیست قائم رہا۔ جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو ہم حضرت کے ہی پاس آتے تو وہ مسئلہ فوراً حل ہو جاتا۔ حضرت حیدریؒ نے صراط مستقیم کی اس پر خار وادی میں کیوں قدم رکھا اس کی وجہ کیا تھی؟ وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ ہم جب علم نبوی حاصل کر کے علم نبوت کے وارث بنے ہیں تو پھر سنت کے مطابق اُس علم سے نوجوانان اہل سنت والجماعت کے قلوب کو معمور کرنا چاہیے تاکہ وارثان علوم نبوت کی نیابت کا حق ادا ہو جائے اور گواہان نبوت کی عزت، عظمت سے نوجوانوں کا دل منور ہو جائے، اور اسی بات کو دشمنان اسلام ذریت ابن سبا برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔

حکومت اور عوام میں یہ پروپگنڈہ کیا گیا کہ پلاٹ کا تنازع تھا جس کی وجہ سے یہ واقعہ ہوا ہے حالانکہ جنہوں نے بھی جامعہ حیدریہ کا وسیع عریض رقبہ اراضی دیکھا ہوگا اس کا دل گواہی دے گا کہ ڈیڑھ سوفٹ کی جگہ دو لاکھ فٹ کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے؟

حضرت حیدریؒ کی شہادت میں اہل تشیع کا ہاتھ ہے جو ان کے علمی وتحقیقی انداز خطابت سے خائف تھے اور انہوں نے ہی دلیل کا جواب دلیل سے دینے کی بجائے گولی سے دینے کا فیصلہ کیا، بہت سارے مواقع پر حملے ہوئے مگر غیبی تائید نے بچالیا۔

حقیقت چھپتی نہیں اگر حضرت حیدریؒ کو پلاٹ کے مسئلہ پر شہید کیا گیا تو کیا حضرت جھنگویؒ، قاسمیؒ، فاروقیؒ اور خود اعظم طارقؒ کے ساتھ کون سے پلاٹوں کا مسئلہ تھا یہ صرف بہانہ تھا جسے گھڑا گیا۔ حضرت حیدریؒ تو چھیڑو نہیں اور چھوڑو نہیں والی پالیسی پر عمل پیرا تھے کہ دشمنان اسلام اگر شیعہ اپنے کو شیعان علیؓ کہلواتے نہیں تھکتے تو بقول اپنی ہی کتب کے مطابق تقیہ پر عمل کرتے ہوئے ایمان بگاڑوں کو ختم کر کے مساجد سے تعلق جوڑو، مسلمانوں کے پیچھے نمازیں پڑھو، صدیقؓ وفاروقؓ کی عظمت کا اقرار کرو جیسے بقول تمہارے حضرت علیؓ کرتے تھے تو ملک میں کوئی بھی فساد نہیں ہوگا، فساد کی بنیاد ہی یہ ہے کہ اپنے مذہب کے مطابق عمل کرتے نہیں صرف غنڈہ گردی کرتے ہوئے خنجر بردار جلوس نکال کر حکومت کو بھی مرعوب کیا جاتا

ہے اور مسلمانوں کو بھی آنکھیں دکھائی جاتی ہیں۔ اگر عبادت ہے تو عبادت خانوں میں ہونی چاہیے نہ کہ سڑکوں پر۔ پاکستان میں شیعہ حکمران ابتدا سے ہی مقرر ہوتے رہے ہیں مگر جب سے ایران میں شیعہ انقلاب آیا اور اسے دیگر ممالک خصوصاً پاکستان اور عرب ممالک میں درآمد کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں اور قتل وغارتگری کا دروازہ کھولا گیا تو یہ اس وقت بھی تھا جب سپاہ صحابہؓ وجود میں ہی نہیں آئی تھی۔ کوئٹہ کے فسادات، کراچی کے فسادات، اسلام آباد پر قبضہ کر کے شیعہ دینیات منظور کرانا کیا یہ سپاہ صحابہؓ کی وجہ سے ہوئے، ہرگز نہیں۔ شیعہ فرقہ اقلیت میں ہونے کے باوجود کلیدی عہدوں پر فائز تھے اور ہیں اور غیر محسوس طریقے سے حکومتی عناصر پر دباؤ ڈالا جاتا رہتا ہے اور اس کی تائید ان ضمیر فروش ملاؤں سے کرائی جاتی ہے جو کہ ہر وقت فیضی اور میر جعفر میر صادق کا کردار ادا کرتے رہتے ہیں۔ انہی باتوں کو محسوس کرتے ہوئے حضرت حیدریؒ شہید نے پرخار وادی میں قدم رکھا اور جو کام صدیوں سے بھولا ہوا تھا اُسی کو نئے انداز میں اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت مدنیؒ اور حضرت لکھنویؒ کے عمل کے مطابق کام کیا جب لکھنؤ میں ردمدح صحابہؓ تحریک شیعہ کی طرف سے شروع ہوئی تو حضرت مدنیؒ اور حضرت تھانویؒ کے فتویٰ کے مطابق عمل کرتے ہوئے کہ ان حالات مدح صحابہؓ واجب ہے (مکتوبات شیخ الاسلامؒ) کا پرچم لیکر لوگوں کے سامنے بیان کرتے رہے۔ یہی وجوہات تھیں جن کی بنا پر حضرت حیدریؒ کو راستے سے ہٹانے کی کوشش میں بظاہر وہ کامیاب ہوئے مگر ان کے روحانی فرزند جنہوں نے حضرت حیدریؒ سے علم حاصل کیا وہ حیدری بن کر پوری دنیا میں پھیل چکے ہیں اور جس طرح حضرت حیدریؒ دلائل کی گفتگو سے مخالف کو زہر کرتے تھے اسی طرح دلائل حیدری سے کفر کو للکارتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حضرت حیدریؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)



مولانا عبدالمنان معاویہ

(ریاض سعودیہ عربیہ)

حضرت علی شیر خداؓ کا روحانی بیٹا

اسلام دین فطرت اور کامل دین ہے جو انسان کی ہر مقام پر مکمل رہنمائی کرتا ہے، اسلامی احکامات انسانی فطرت سے مطابقت بھی بہت رکھتے ہیں ۔ جو احکام ہماری سمجھ میں آجائیں ہم انہیں صحیح سمجھتے ہیں اور جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہوں وہ خلاف عقل سمجھ کر رد کر دیئے جاتے ہیں۔ حالانکہ کچھ احکام کو عقل سمجھ لیتی ہے اور کچھ عقل سے بالاتر ہیں جو ہماری عقل سے بالاتر ہیں وہ قابل رد نہیں بلکہ ہماری ناقص عقل کی پہنچ سے دور ہیں۔ مثلاً بعض چیزیں ہمیں آنکھوں سے نظر آتیں ہیں لیکن وہ ہوتیں نہیں ہیں اور بعض چیزیں ہم نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن وہ ہوتیں ہیں۔ جیسا کہ حیات شہداء اور شہداء کو اپنے رب کی طرف سے رزق کا ملنا اور دوسری طرف بعض مداری بازو پر چھری اس طرح لگائے ہوتے ہیں جیسے کہ چھری بازو سے آر پار ہے اور خون نکل کر جم گیا لیکن یہ ڈرامہ ہوتا ہے۔ آنکھوں دیکھا غلط نکلا اور جو قرآن کریم نے ہمیں بتلا دیا وہ سو فیصد سے بھی زیادہ صحیح ہے۔ اور مسلمان کو قرآن کریم اور فرمان رسالت مآب ﷺ کو دل وجان سے تسلیم کرنا چاہیے۔ عقلی گھوڑوں کو نہیں دوڑانا چاہیے۔

مخالفین ہمیشہ اپنے مخالف کو نقصان پہنچا کر خوش ہوتے ہیں اور اپنی دانست کے مطابق انہوں نے اپنے مخالف کو ختم کر کے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہوتا ہے۔ لیکن اُن کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتیں ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ کام تو اور بھی تیز ہو گیا۔ وہ شجر جسے ہم کاٹ چکے تھے اب اُس کے بعد ارد گرد تو کئی اور درخت اُگ آئے اور وہ اس سے بھی زیادہ مضبوط ہیں۔ دین اسلام کے شجر کی آبیاری اصحابؓ رسول ﷺ نے اپنے خون سے کی، اُس پاک خون کی برکت سے آج چار دانگ عالم کلمہ اسلام پڑھا رہا ہے۔ دنیا میں سب سے پہلے فیجی لینڈ میں اذان فجر ہوتی ہے۔ اُس کے بعد فیجی میں دوبارہ اذان فجر تک ۲۴ گھنٹوں میں ایک لمحہ بھی

ایسا نہیں آتا جب کوئی موذن ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' اور ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' کی صدا بلند نہ کرتا ہو تو یہ خون صحابہؓ کی کرامت و برکت ہے کہ آج پوری دنیا میں دین حق اسلام کا بول بالا ہے۔

حضور خاتم النبیین و خاتم المعصومین ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد کون سا ظلم و ستم ہے جو صحابہ کرامؓ و اہلبیت عظامؓ اور خود وجہ تخلیق کائنات، بعد از بزرگ تو ئی قصہ مختصر کے مصداق سرور کونین ﷺ کی ذات اقدس پر نہیں ڈھایا گیا۔ لیکن ان پاکباز ان جہاں لوگوں کے پائے استقامت میں ذرا سی بھی لغزش واقع نہیں ہوئی اور ہو بھی کیسے سکتی تھی جن لوگوں کو صحبتِ پیغمبر ﷺ میسر آئی اب اُن کے لیے دنیا کے ظلم و ستم کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ خلیفہ بلافصل، صاحب الغار والمزار، صاحب صدق وصفاء جانشین رسالت مآب ﷺ، سید الصحابہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے جب اسلام کی دعوت اہل مکہ کو دی تو اہل مکہ نے اتنا مارا کہ آپؓ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو سب سے پہلا جملہ جو زبان مبارک پہ آیا وہ تھا محمد ﷺ کا کیا حال ہے۔ ایسے عاشقانِ رسالت کی قربانیوں کے بعد اسلام کے شجر پر برگ و بار آئے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی ذات اقدس پر خاندان بنی ہاشم میں سے پہلے تیرہ سالہ بچہ یعنی داماد نبیؐ، خسر فاروق اعظمؓ، شیر خدا، سیدنا علی المرتضیٰؓ ایمان لائے۔ سیدنا علی المرتضیٰ کو بچپن میں ہی صحبت نبوی ﷺ سے مشرف ہونے کا شرف حاصل ہوا، آپکی تربیت حضرت نبی اکرم ﷺ نے کی۔ آپؓ نے حضور اکرم ﷺ کی معیت ۲۶ غزاوات میں حصہ لیا۔ شجاعت وہ بہادری کے پیکر ہمیشہ فتح یاب ہوئے۔ آپؓ کے فضائل قرآن وحدیث میں بے شمار ہیں لیکن بد قسمتی سے یہود و مجوس نے جان بوجھ کر آپؓ کی شخصیت کو متنازعہ بنا دیا اور آپؓ کے فضائل میں ایسی باتیں گھڑی جنہیں حدیث کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اُن موضوع احادیث میں آپؓ کو مرتبہ عظیمہ صحابیت سے اٹھا کر مرتبہ نبوت اور پھر مرتبہ ربوبیت پر پہنچا دیا۔ ایسے ۷۰ مردودین کو آپؓ نے جلا یا یا اور بعض کو جلاوطن کیا، اُن کی ایسی ہی بکواسات سننے کے بعد ایسی ہی موضوع احادیث میں ایک یہ بھی ہے۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا شمار عالم صحابہ میں ہوتا تھا اور آپ علم دین کا سر چشمہ تھے جیسے دوسرے اصحاب النبیؐ علوم دینیہ کا سر چشمہ تھے۔ مفکر اسلام ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب (Ph. D. Landon) فرماتے ہیں کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا از روئے اسناد قابل اعتماد ہو یا نہ لیکن جہاں تک حقیقت حال کا تعلق ہے حضرت علی المرتضیٰ واقعی باب مدینۃ العلم تھے، تشنگان علوم اسلامی جب شہر کا رخ کرتے ہیں تو چاروں طرف علم کے دروازے دکھائی دیتے ہیں، کہیں فقیہ

الامت سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا دروازہ ملتا ہے تو کہیں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا دروازہ نظر آتا ہے۔ایک طرف حضرت علیؓ کے دروازے سے علم وعرفان کے چشمے پھوٹتے ہیں تو دوسری طرف سید نا عبداللہ بن عمرؓ کے دروازے سے علوم نبوت کا فیضان جاری ہے، شہر کا کوئی مکان نہیں ہوتا تھا کہ اس کا ایک ہی دروازہ ہو۔انسانی تمدن کی تاریخ میں جہاں بھی شہر ملتا ہے اس کے دروازے چاروں طرف کھلے دکھائی دیتے ہیں۔سب صحابہ کرامؓ آفتاب نبوت کے روشن ستارے ہیں لیکن علوم نبوت کا رفیع وسیع شہر جن چاروں دروازوں سے ممتاز ہے ان میں مکہ معظمہ کی طرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا دروازہ کھلتا ہے تو مدینہ منورہ کی طرف حضرت عبداللہ بن عمرؓ دکھائی دیتے ہیں۔کوفہ کی علمی مسند حضرت علیؓ کے دم سے آباد نظر آتی ہے۔(خلفائے راشدین، جلد ا ص ۶۴۵)

اُس وقت روئے زمین پر بے شمار جلیل القدر صحابہ کرامؓ موجود تھے لیکن خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق اعظمؓ **لو لا علیؓ لھلک عمرؓ** فرماتے نظر آتے ہیں۔ایسے ہی آپ دیکھیں کہ دور حاضر میں کئی جلیل القدر علماء دین موجود ہیں مفتیان عظام اور مبلغین اسلام موجود ہیں۔لیکن صحابہ کرامؓ کے دفاع کا حق علی المرتضیٰؓ کے روحانی بیٹے علی شیر حیدریؒ نے ادا کیا۔کبھی علماء بورڈ کے اجلاس میں وقت کے نامور مفتی اعظم پاکستان فقہ اکبر کی ادھوری عبادات پڑھکر دشمنان صحابہ کو بچ نکلنے کا راستہ مہیا کرتے ہیں تو حضرت علامہ علی شیر حیدری رحمتہ اللہ علیہ کی ذات واحد تھی جو ایسے موقعہ پر یہ بھول جاتے ہیں کہ ادھوری عبارت پڑھنے والے میرے مسلک کے ممتاز عالم دین ہیں بلکہ محب صحابہؓ ہیں۔حضرت حیدری شہید صحابہؓ کے دفاع میں فقہ اکبر کی مکمل عبارت پڑھکر دشمنان صحابہؓ کے کفر کا واضح اعلان کرتے ہیں اور اس مجلس میں موجود علماء ششدر وحیران رہ جاتے ہیں۔

یہ ذات مبارکہ صرف مناظر اسلام وکیل صحابہؓ حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کی ہی تھی جب مسلک اہل سنت والجماعت دیو بند کی عظیم جماعت تبلیغی جماعت کے ایک مبلغ، واعظ خوش الحان اور قادر الکلام ایک غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اور لاعلمی کی بنیاد پر تکفیر صحابہ کے قائل کو مسلمان بتلاتے ہیں تو ہر طرف خاموشی ہوتی ہے، کون اس مبلغ کو جواب دے اور کون اس کے ساتھ بات کرے؟ بعض علماء نے ان پر گرفت کی تو دیگر فروعی مسائل میں، اس عنوان کی طرف کی نظر نہ گئی لیکن علامہ حیدری رحمتہ اللہ علیہ تھے جو میدان میں آئے اور دلائل وبینات سے اور اکابر علماء اسلام کے فتاویٰ جات سے ثابت کیا کہ تکفیر صحابہ کا قائل کافر ہے، اس کا

اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ الحمد للہ حضرت مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ نے اس سے علی الاعلان رجوع کیا اور حضرت حیدری شہیدؒ کا اس بات پر شکریہ ادا کیا۔ پھر بعد ازاں خود مولانا طارق جمیل جامعہ حیدریہ تشریف لے گئے اور جامعہ میں بیان بھی کیا، حضرت حیدری شہیدؒ بھی مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ کے ہاں تشریف لے جاتے رہے۔ کاش کہ آج بھی ہمارے علماء اپنے اکابر جیسا طرزِ عمل اپنائیں اور ایک دوسرے کی بات کو سمجھنے کی کوشش کریں تو آپس کے یہ اختلافات ختم ہو سکتے اور یوں شیر وشکر بھی ہو سکتے ہیں۔ ہر اسٹیج اور ہر فورم پر وکیل صحابہؓ علامہ علی شیر حیدریؒ نے صحابہ کرامؓ کی عظمت مقام رفعت اور ناموس کا تحفظ کیا۔ کبھی جسٹس سید سجاد علی شاہ کے سامنے تقریباً ساڑھے چار گھنٹے رافضیت کے کفر پر ایسے واضح دلائل دیئے کہ چیف جسٹس بھی ورطہ حیرت میں نظر آئے۔ یورپ کی سرزمین اِس کی گواہ ہے اور یورپ کے خطا بات اِس امر کی گواہی دے رہے ہیں کہ حضرت علامہ حیدری رحمۃ اللہ علیہ وہاں بھی دفاع صحابہؓ کا فریضہ سر انجام دیتے رہے۔ اہل تشیع مناظر علامہ عبداللہ جروار بھی حضرت الشیخ حیدری کے سامنے اپنی شکست تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکا۔

شیعہ لیڈر علامہ ساجد نقوی ایک میٹنگ میں حضرت الشیخ حیدری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آیا اُس کے بعد جرأت نہ ہوئی کہ اِس سچے حیدری کے سامنے آتا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد قاطع رافضیت مولانا عبدالحیٔ جام پوریؒ نے علامہ حیدری رحمۃ اللہ علیہ کے ماتھے پر بوسہ دے کر فرمایا تھا کہ آپ کے خطاب کے بعد مجھے اطمینان ہوا ہے کہ ابھی دیوبندیوں میں علم موجود ہے۔

۱۴۲۹ھ کو احقر جامعۃ الحیدریہ میں دورہ مناظرہ میں شریک ہوا یقین جانیے کہ فضیلۃ الشیخ علامہ حیدریؒ نے قرآن پاک کی آیات سے اس خوبصورت انداز میں صحابہؓ کی تعریف اور مقام صحابہؓ بیان فرمایا اور منکرین صحابہؓ کی حیثیت بیان فرمائی کہ ان دروس کو سننے کے بعد صحابہ کرامؓ کی ذوات پر اعتراضات کی قلعی ایسی کھلتی ہے کہ تاریخ کی روایات کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ امتحان والے دن شیخ الحدیث جامعۃ الحیدریہ حضرت مولانا فاروق احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ ایک بار رفقہ کی ایک عبارت حل نہیں ہو رہی تھی اور اشکال اپنی جگہ موجود تھا میں نے گوجرانوالہ کے ایک مفتی صاحب سے رابطہ کیا اور حل چاہا لیکن تشفی نہیں ہوئی۔ چند روز بعد حضرت علامہ حیدری صاحب بھی تشریف لے آئے اُن سے عرض کیا تو حضرت علامہ نے فرمایا کہ نچلی عبارت اوپر اور اوپر والی عبارت نیچے لگادو، بس عبارت حل ہو جائے گی اور واقعی

جب ایسا کیا گیا تو کوئی اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اسی طرح حضرت مولانا فاروق احمد صاحب دامت برکاتھم العالیہ نے فرمایا کہ اے عزیزو! اگر تمہارے پاس رمضان کریم میں وقت ہو تو رمضان کریم جامعہ حیدریہ میں گذارو، حضرت علامہ حیدریؒ بعد از تراویح جو تفسیر بیان فرماتے ہیں وہ کتب تفسیر میں نہیں ملتی، بلکہ بالیقین وہ الہامی تفسیر ہوتی ہے۔ لیکن میرے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ شیر خداؓ سے روحانی علم حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کو ملتا رہا ہے جو کتابوں میں ہرگز نہیں ملتا۔

استاذ محترم حضرت علامہ حیدریؒ سپاہ صحابہؓ میں شامل ہونے سے قبل ہی رافضیت اور رضا خانیت کے خلاف علمی کام ''فاروق اعظمؓ کمیٹی'' کے نام سے کر رہے تھے۔ لیکن مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی دعوت پر آپ سپاہ صحابہؓ میں شامل ہوئے۔ اور تادم آخر اُس عہد پر قائم رہے۔ حضرت فاروقی شہیدؒ بڑی عقابی نظر رکھتے تھے وہ جہاں دشمن کے چال بازوں پر نظر رکھتے تھے وہاں جماعت کے لیے کام کرنے والے مخلص علماء کو بھی سپاہ صحابہؓ میں شامل کرتے رہتے تھے۔ علامہ فاروقی صاحبؒ کا یہ انتخاب لاجواب تھا۔ علامہ فاروقی شہیدؒ کی شہادت کے بعد سرپرست اعلیٰ کے لیے جماعت نے حضرت اقدس علامہ علی شیر حیدریؒ کو چنا اور آپ روزِ شہادت تک سپاہ صحابہؓ کے سرپرست اعلیٰ رہے۔

حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کو کئی بار جیلوں میں ناکردہ گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے جانا پڑا لیکن آپؒ کے پائے استقامت میں ذرا سی بھی لغزش نہ آئی۔ بلکہ ان الذین قالو اربنا الله ثم استقاموا الخ کہنے والوں کی طرح اپنے مشن اور موقف پر ڈٹے رہے۔ حضرت علامہ جھنگوی شہیدؒ دوران تقریر قرآن کریم، حدیث نبوی ﷺ کے بعد زیادہ تر مواد عبارات کتب شیعہ سے پیش کرتے جو انہوں نے صحابہ کرامؓ و ازواج رسول کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی ہوتیں تھیں وہ عبارات پیش کرتے تھے۔ حضرت مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ بھی جوش و جذبہ سے معمور خطاب فرماتے تھے۔ مفکر اسلام حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کا خطاب مؤرخانہ خطاب ہوتا تھا اور وہ رفض کے جراثیم سے پاک تاریخی روایات بیان فرماتے تھے۔ دور حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور حالات پر گہری نظر رکھ کر حضرت فاروقی شہیدؒ بیان کرتے رہے۔ برموقعہ اشعار ولطائف بھی بیان کرتے تھے۔ جرنیل سپاہ صحابہؓ حضرت مولانا اعظم طارق شہیدؒ بھی ثانی جرنیل تھے اُن کا بیان سیاسی، مذہبی اور گستاخان صحابہؓ کی سیاسی کارگزاریوں پر مبنی ہوتا تھا۔ حضرت فاروقی شہیدؒ کی حیات تک تو وہ گرجتے تھے اور دشمن پر برستے تھے لیکن حضرت فاروقی شہیدؒ کی شہادت کے

بعد جماعتی ذمہ داریاں اُن پر زیادہ پڑ گئی تو حالات کی نزاکت کی وجہ سے لہجہ میں کافی فرق پڑا۔لیکن اپنے موقف اور مشن جھنگوی شہیدؒ سے ایک انچ بھی آپ پیچھے نہ ہٹے۔لیکن جانشین حضرت فاروقی شہیدؒ مناظر اسلام مفسر قرآن حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کا بیان روز اول سے روز آخر تک قرآن کریم کی آیات کی تفسیر ہوتی تھی۔

حضرت علامہ حیدری شہیدؒ دور حاضر کو بھی قرآن کریم کی نظر میں دیکھتے تھے،جیل کی چار دیواری میں حافظ قرآن بننے والے علامہ حیدری شہیدؒ نے قرآن کریم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا اور یہ ضروری بھی بہت تھا اس لیے کہ دشمنان صحابہؓ جو کہ نہایت چالاک ہیں۔ان کے بڑے مجتہدین اور علماء نے اب زیادہ زور قرآن کریم پر لگایا ہوا ہے اور وہ اپنی تقریریں قرآن کریم کے اندر کرتے ہیں جو کہ قرآن کریم کی غلط،من گھڑت تشریح ہوتی ہے۔اور پھر فلسفیانہ انداز سے کئی کم علم سنی حضرات بھی انہیں داد دیئے بغیر نہیں رہتے جبکہ ہمارے ہاں اِس انداز سے کام کرنے والے حضرات بھی چند گنے چنے گذرے ہیں حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ نے ایسا انداز اپنایا۔طالب جوہری شیعہ ذاکر کو صرف اس لیے پسند کیا جاتا ہے کہ وہ فلسفیانہ طرز پر قرآن کریم سے تقریر کرتا ہے جب ہم نے ان دوستوں کو حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کی کیسٹیں سنوائی تو انہوں نے شیعہ ذاکر سے بھی زیادہ پسند کیا اور مزید کیسٹیں لانے کو کہا۔آج بھی اِس ناسور فتنے کے خلاف کام آنے والے علماء کو قرآن کریم،حدیث رسول ﷺ اور تاریخ وفلسفہ پر گہری نظر رکھ کر کام کرنا ہوگا اور اخلاص فی الدین اور استقامت علی الدین کی اللہ رب العزت سے دعا کرنی چاہیے۔

کہتے ہیں کہ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی دو ازواج ہیں لیکن اولاد دونوں میں سے نہیں تھی۔اللہ جل شانہ نے اولاد کی بجائے اس شیر دوراں کو علم سے نوازا،اور اتنا نوازا،اتنا نوازا کہ اپنے اور غیر سب تسلیم کیے ہوئے ہیں۔آج دشمنان صحابہؓ حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کی شہادت پر حضرت جھنگوی شہیدؒ سے لیکر علامہ اعظم طارق شہیدؒ تک سب سے زیادہ خوش ہوگا۔کہ علامہ علی شیر حیدریؒ کی کوئی اولاد نہیں۔عرب مقطوع النسل شخص کو''ابتر'' کہتے تھے یعنی اب اِس کی نسل اس کی ذات پر ختم ہوگئی اب اس کا نام عنقریب مٹ جائے گا لیکن قرآن کریم یہاں ہماری رہنمائی کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ان شانئک ھوالابتر (سورۃ الکوثر)''یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے'' کہ نہیں نام ونشان مقطوع النسل ہونے سے نہیں مٹتا،اگر نام و نشان مقطوع النسل ہونے سے مٹتا تو آج سید الاولین والاخرین امام الانبیاء،خاتم النبین وخاتم المعصومین

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی مٹ جاتا لیکن انہیں تا قیام قیامت تک محمد عربی ﷺ کا اسمِ مبارک ادب سے محبت سے چاہت سے الفت سے عقیدت سے لیا جاتا رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ اسی طرح العلماء ورثۃ الانبیاء کے مصداق حضرت اقدس علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کا نام نامی اسم گرامی انشاء اللہ تا قیام قیامت تک یاد رہے گا اور لیا جاتا رہے گا اور دشمن ابتر ہے اور رہے گا۔ جیسے امت حضور ﷺ کی اولاد معنوی ہے ایسے ہی حضرت حیدریؒ کے شاگرد آپؒ کی اولاد روحانی ہیں۔ آپؒ کے ورکر، ساتھی، آپؒ کی روحانی اولاد ہیں اُن سے ان شاء اللہ آپکا نام نامی اسم گرامی تا قیام قیامت باقی رہے گا۔

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت ایسے حالات میں ملی کہ مسلمانوں میں دشمنوں کی سازش اتنی کامیاب ہو چکی تھی کہ آپس میں خون کی ندیاں بہائی جا رہیں تھیں اور انتظام حکومت سنبھالتے ہی، امیر المؤمنینؓ کا لقب پاتے ہی جس ہستی نے سازشوں کو ایسا دبایا کہ پھر ۲۰ سال تک پورے دور حکومت میں کوئی فتنہ سر نہ اٹھا سکا، کوئی بغاوت، کوئی جلوس، کوئی احتجاج، کوئی مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی، ساری رعیت یوں مطمئن ہوئی، سب نے سکھ کا سانس لیا، اس امیر المومنینؓ کو خراج عقیدت پیش کیا جائے جس کے ہاتھ پر سیدنا حسنؓ نے، سیدنا حسینؓ نے بیعت کر کے عملی اعلان کیا تھا کہ علیؓ ہمارے ابا تھے، معاویہؓ ہمارے چچا ہیں، ان کو لڑانے والے شیطان تھے اور ہم انہیں پہچانتے ہیں اور اسی لیے انتظام حکومت امیر معاویہؓ کے ہاتھ میں دے کر ہم دونوں بیعت کرتے ہیں۔ ہمارے بھی امیر یہ ہیں، جو آئندہ جو پالیسی ان کی ہوگی، ہمیں اتفاق ہوگا، اور پھر زندگی بھر زندگی کی آخری سانس تک حضرت حسنؓ نے بھی وہ عہد نبھایا۔ حضرت حسینؓ نے بھی وہ عہد نبھایا۔ اس حضرت معاویہؓ کی عظمت کو سلام کیا جائے جس کے لیے حضرت حسنؓ نے اعتراض کرنے والوں کو منہ پر لات رکھتے ہوئے اعلان کیا تھا جو احتجاج طبرسی کی دوسری جلد میں موجود ہے کہ واللہ ان معاویۃ خیر لی من ھولاء الذین یزعمون انھم لی شیعۃ (اللہ کی قسم میرے لیے معاویہؓ اُن لوگوں سے بہتر ہے جو اپنے آپ کو ہمارا شیعہ کہلاتے ہیں۔)''

(علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ)

مولانا عبدالصمد سہتو، حیدرآباد

میرے شیخ جامع الصفات والکمالات

فضیلۃ الشیخ حضرت استاد مفتی فاروق احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ حیدریہ اور حضرت استاد عبدالجبار فاروقی صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ حیدریہ کا حکم ہوا کہ میرے بھی حضرت حیدری شہیدؒ کے ساتھ کچھ لمحات گزارے ہیں، لہٰذا میں ان گزرے لمحات کو سپرد قرطاس کروں۔ سوچتا رہا کہ کہاں سے شروع کروں اور کہاں ختم کروں، سچی بات تو یہ ہے کہ نہ میں ادیب اور نہ ہی میں کوئی سیرت نگار ہوں کہ کسی کے محاسن کا احاطہ کرسکوں، اور خصوصاً جب بات حجۃ الاسلام والمسلمین، مناظر اسلام، سلسلہ قادریہ کے امین، سیدی و مرشدی واستاذی حضرت علاّمہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی حیات وخدمات کی ہو، مگر حکم کی تکمیل کرتے ہوئے یہ جسارت کرتا ہوں، اور جب لکھنے لگا تو یوں محسوس ہوا کہ میں اس وقت حضرت حیدری شہیدؒ کی مجلس میں باوضو بیٹھا ہوں، کیونکہ میں اکثر اُن کی محفل میں باوضو بیٹھا کرتا تھا۔

سچی بات تو یہ ہے کہ محبت اور عشق یہ وہ جذبات واحساسات کا معدن ہے کہ بڑے سے بڑا ادیب بھی کماحقہ الفاظ کے ذریعے ان جذبات اور احساسات کو رقم نہیں کرسکتا ہے، اور حضرت اقدس سے میری والہانہ محبت اور ان کی میرے اوپر عظیم شفقت کے ساتھ ساتھ وہ میرے قائد بھی اور میرے استاد بھی اور میرے مرشد ومربّی بھی تھے، تو اگر میں یوں کہوں تو بے جانہ ہوگا کہ میرے شیخ کی شخصیت جامع الصفات والکمالات تھی۔

میرے شیخ کا مقام معرفت

معرفت لغت میں شناخت کو کہتے ہیں، اور اللہ کی معرفت کی ابتدا خود نفس انسانی سے ہوتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ مَنْ عَرفَ ذُلَّ نَفسِہٖ فَقَدْ عَرَفَ عِزَّ ربِّہٖ (ترجمہ) کہ جس نے اپنے نفس کی ذلت کو پہچان لیا تو اس نے اپنے رب کی عزت وجلالت کو پہچان لیا، اور اس کی روشنی میں جب میں حضرت شیخ کی

زندگی کو دیکھتا ہوں کہ کبھی وہ اپنے کارکنوں کو اپنے نعرے لگانے سے روک رہے ہیں، تو کبھی اپنے اساتذہ کی جوتیوں سے بغل گیر ہو رہے ہیں اور کبھی لوگوں کی والہانہ محبت دیکھ کر شیخ عبدالجبار فاروقی (ناظم جامعہ) کو بطور عاجزی کے یہ کہہ رہے ہیں کہ بھائی ہمارا تو پتہ نہیں کیا ہوگا لیکن ان محبین کو دینی محبت کی وجہ سے اجر ضرور ملیگا، تو دل بیساختہ کہنے پر مجبور ہوتا کہ واقعۂ مذکورہ بالا کا مصداق اب سمجھ میں آیا ہے کہ حضرت کی شخصیت پر عبودیت کا اتنا غلبہ تھا۔

محبت

حضرت حیدری شہیدؒ کی ذات کے ساتھ لفظ محبت کا تعلق ایسے ہے جیسے خوشبو کا تعلق گلاب کے پھول سے، کہ حضرت کا ہر متعلق یہی سمجھتا تھا کہ اُن کی مجھ سے سب سے زیادہ محبت ہے، خصوصاً میری کیفیت تو ایسی تھی کہ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضرت تمام مہمانوں میں سے سب سے زیادہ میری طرف توجہ فرما رہے ہیں، اور حیاۃ الصحابہؓ میں ایسی ہی کیفیت حضرات صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کی محفل میں بتائی ہے، اگر وہ کسی سے ایک مرتبہ گلے ملتے تو سامنے والے کے سینے میں ایسی ٹھنڈک پیدا ہوتی اور وہ انہیں کا ہو کر رہ جاتا، ایسے فیاض تھے کہ یہ سمجھ جاتے کہ یہ آیا ہوا مہمان کس بات سے خوش ہو جائیگا، اور جو جاتا، واپسی پہ اپنے دل میں حضرت کی محبت بٹھا کر لے جاتا۔

حضرت کی محبت ایسی تھی کہ مجھے ایسی محبت نہ اپنے والد سے ملی، نہ اپنی والدہ سے ملی، ایسی محبت کہ جب بھی حضرت سفر میں ساتھ لے جاتے تو میرے اوپر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی کہ میں مسلسل روتا رہتا، کیا عجب ولایت کا مقام اللہ نے عطا فرمایا تھا، میں حضرت سے ہر ملاقات آخری ملاقات کی طرح کرنے آتا تھا، لوگوں کے دلوں پر راج کرنے والا میں نے حضرت حیدریؒ جیسا کسی اور کو نہیں دیکھا۔ حضرت کی شہادت کے بعد رمضان کی کئی راتیں رب کے سامنے آہ وبکاء میں گزریں کہ اے میرے رب! ہم تیری قضا پر راضی ہیں، ورنہ اب دنیا میں رہنے کو جی نہیں کرتا۔

میرے شیخ کا مقام شوق

شوق اس سفر کا نام ہے جو محبت کو بجانب محبوب لے جاتا ہے، اور یہ رب کی ملاقات کا اعلیٰ درجہ ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، ''والشوق الی لقائک'' حضرت حیدری کا رب تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ہی تھا

کہ جس نے زندگی موت کے فاصلے ختم کر دیے تھے، اپنے محبوب حقیقی کی ملاقات کا شوق ان الفاظ سے جھلکتا ہے جو انہوں نے اسلام آباد کی تقریر میں فرمائے تھے، کہ میرے نزدیک دنیا کی زندگی سے قبر کی زندگی میں زیادہ لذت ہے، سبحان اللہ ! کیا شوق ملاقات تھا اپنے محبوب حقیقی سے، اور ان کی تمام تر زندگی میں مصائب ومشکلات اور موت کی وادیوں میں دیوانہ وار پھرنا اور ثابت قدمی سے چلنا "والشّوقُ الٰی لِقَائِکَ" کی عین تصویر تھے۔

میرے شیخ کا حُزن

حزن کہتے ہیں دوسرے کا غم وفکر اور ''اندوہ دل'' حضرت حیدری شہیدؒ کے سینے میں اہل سنت کی عوام کے لیے ایک حزن اور اندوہ دل تھا، ایک کڑھن تھی، وہ ایسا غم تھا کہ ہر وقت عوام کو شیعیت کے زہر آلود عقائد وافکار سے آگاہ کرنے کے لیے انہوں نے اپنی زندگی کے دن رات ایک کر دیے، ان کی انتہائی زیادہ بڑھتی ہوئی شوگر اور بلڈ پریشر، سفر کی بے آرامی کے باوجود یہ تمنا رہتی کہ ہر طبقے میں ایسے افراد پیدا ہو جائیں جو شیعیت کو دندان شکن جواب دے سکیں اسی لیے اپنے مدرسے میں شعبان میں عوام وخواص کے لیے دورہ رکھا، اور شعبہ تخصص فی الدعوۃ والتحقیق اس کی کھلی مثال ہے، اسی کی برکت سے آج علماء کی ایک کثرت اور کالج ویونیورسٹیز کے طلباء کی ایک بڑی تعداد شیعیت کے ہر سوال کا منہ توڑ جواب رکھتے ہیں، حقیقت میں حضرت حیدری شہید کی زندگی ''وَالحُزنُ رفیقی'' کی عین تصویر تھی۔

میرے شیخ کا مقام علمیت

حضرت کے علم کی افادیت اور حیثیت پر جتنا بولا جائے کم ہے، حضرتؒ فرمایا کرتے تھے، کہ جب ارشاد الصرف پڑھنا شروع کی، تو شوال سے شروع کی اور محرم الحرام پر کتاب کا اختتام کیا، اور اصول شاشی ایک مہینے میں مکمل کی، اس طرح پانچ سال کی مدت میں اپنا تعلیمی سفر مکمل کیا، جب یہ بات میں نے حضرت شیخ حبیب الرحمٰن (خلیفہ مجاز حضرت قاضی مظہر حسین چکوالیؒ) سے کی تو وہ فرمانے لگے کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی تعلیمی مدت بھی پانچ سال تھی، ان کے علمی حلقے میں بیٹھنے سے یوں لگتا ہے کہ یہ آیات واحادیث تو پہلے بھی سنتے تھے، لیکن سمجھیں اب ہیں، ان کا سینہ نور معرفت سے اتنا تر تھا کہ جس کی وجہ سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت کے سامنے جو کتاب جس فن کی رکھ دو، وہ اس کی ہر بات اس طرح سمجھ جاتے تھے، کہ جس

طرح اس کتاب کے مصنف نے لکھنا چاہا ہے۔ ایک مرتبہ میں نے ذکر کے لیے کچھ تسبیحات مانگنا چاہیں تو فرمانے لگے، کہ ذاکرین کی مثال تاجروں کی طرح ہے اور مناظرین اور باطل سے علمی مقابلے کرنے والوں کی مثال سرحدوں پر پہریداروں کی طرح ہے، تجارت تب ہی فائدہ مند ہو سکتی ہے کہ جب ملکی سرحدیں محفوظ ہوں، اس لیے ذکر سفر میں کرلیا کرو، ہر وقت مطالعے کو وسیع سے وسیع تر کرو، گویا کہ حضرت کی علمی زندگی آپ ﷺ کے ان الفاظ سے تعبیر کروں کہ وَالعلم سلاحی "کہ علم میرا ہتھیار ہے۔

میرے شیخ کا مقام صبر

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ صبر تو کڑوی دوا کو گھونٹ گھونٹ کر کے پینے کا نام ہے، وہ بھی اس طرح کہ پیشانی پر بل نہ آنے پائے، آہ حضرت حیدری شہیدؒ کے صبر کے کیا کہنے کہ کبھی اپنے مخلص ساتھیوں کی مظلومانہ شہادت پر صبر تو کبھی اپنے والد حاجی محمد وارث شہید کی شہادت پر صبر۔ ان سب پر صبر کے امتحانات کے ساتھ اپنے ہم مسلکی علماء کی تنقید، غلط الزامات اور بے رخی، ایسے گہرے زخم تھے کہ حضرت شہیدؒ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ جو دکھ مجھے ہم مسلک لوگوں نے دیئے ہیں، میری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو کب کا یہ جہاں چھوڑ چکا ہوتا، لیکن جب وہی لوگ حضرت کے مہمان بن کر آتے تو حضرت کے اخلاق کریمانہ سے یہ محسوس ہوتا کہ حضرت اپنے زبان حال اور عمل سے یہ فرما رہے ہیں کہ میرا سلوک تمہارے ساتھ ایسا ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کے ساتھ تھا۔

میرے شیخ کا مقام عجز

عجز و انکساری متصوفین کے نزدیک باعث فخر ہوتی ہے۔ حضرت حیدری شہیدؒ کی زندگی "وَالعِجزُ فَخرِی" کے عین نقش قدم پر تھی کہ فخر کے تمام اسباب بڑا نام، بڑا عہدا، بڑی گاڑی، گن مین، آگے پیچھے پولیس کی گاڑی اور اسٹیج پر والہانہ استقبال، سب موجود تھے لیکن بظاہر جتنا فخر تھا، قریب جانے سے معلوم ہوتا کہ اندر اس سے کہیں زیادہ عجز وانکساری کا سمندر موجیں مار رہا ہے، حضرت اکثر غریبوں سے محبت کرتے تھے، حضرت کے نزدیک کپڑا مہنگا ہو یا سستا، کھانا عمدا ہو یا ادنیٰ، سواری گاڑی بڑی ہو یا چھوٹی، بیٹھنا چارپائی پر ہو یا فرش پر، جلسے میں لوگ کم ہوں یا زیادہ، حضرت حیدری شہید کے نزدیک تمام تر باتیں برابر تھیں، حضرت ایک مرتبہ ہمارے گھر آئے تو جب سونے کا وقت آیا تو والد صاحب نے فرمایا کہ حضرت اوپر

کی منزل میں بیڈ کی سہولت موجود ہے،اور ایئر کنڈیشنڈ بھی ہے،تو حضرت نے مزاح کے طور پر فرمایا Bed is bad کیونکہ حضرت بیڈ پر سونے کو ناپسند سمجھتے تھے،یہی بات تو ہے کہ جس کی وجہ سے حضرت حیدری شہیدؒ اتنی کم عمری میں وہ مقام بین الاقوامی سطح پر حاصل کر گئے۔ من تواضع لِلهِ رَفَعَهُ الله

میرے شیخ کا مقام ولایت

امام المتصوفین حضرت حیدری شہیدؒ کی صحبت میں چند لمحات گزارنے کو ملے تو تصوف کی حقیقت معلوم ہوئی۔ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ گاڑی میں سوار تھا،حضرت فرمانے لگے کہ بیٹا ہمارے مدارس میں اکثر علماء پیر ومرشد ہیں،اور اگر ہیں تو پھر ان میں سے کوئی یہ کہتا نظر آتا ہے کہ میری بیعت فلاں پیر و بزرگ کے ساتھ ہے،اور میرے ذکر کے اتنے اسباق پورے ہوئے ہیں۔یہ حضرات بھی تصوف کی حقیقت کو سمجھ نہ سکے کیونکہ تصوف علم باطنی اور اندر کی کیفیت کا نام ہے،اور ان باتوں سے ریاء کی بو آتی ہے۔پھر حضرت ایک مولوی صاحب کا ذکر فرمانے لگے کہ انہوں نے اپنے وزیٹنگ کارڈ Visiting Card پر لکھوایا ہوا ہے،(خلیفہ مجاز فلاں) تو حضرت فرمانے لگے بیٹا عبدالصمد! حضرت مدنیؒ،حضرت گنگوہیؒ یہ حضرات کیا کسی کے خلیفہ نہیں تھے؟ میں نے کہا،حضرت،جی ہاں وہ خلیفہ تھے تو اس پر فرمایا کہ پھر کیا انہوں نے اپنی کتابوں پر اپنے نام کے ساتھ کبھی لکھا ہے کہ خلفیہ مجاز فلاں؟ ہرگز نہیں،تو یوں اپنی ولایت کی خود تشہیر کرنے والے بھی تصوف کی حقیقت کو نہیں جان سکے ہیں،اور فرمایا بیٹا شیخ سے تعلق اپنی اصلاح کے لیے ہوتا ہے،اور یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مرشد مرید سے بات نہیں کرتا اور مرید بھی مرشد سے مشورہ نہیں لیتا،تو اس سے بھی مقصود حاصل نہیں ہوسکتا،حضرت حیدری شہیدؒ کی بات کا مقصد یہ تھا کہ سچا متصوف وہ ہے جو رب کی حقیقت اور معرفت کے بڑے بڑے سمندر اپنے سینے میں سمالے اور سامنے والے کو کچھ محسوس بھی نہ ہو۔

میرے شیخ علماء اور اولیاء کی نظر میں

ایک مرتبہ حضرت حیدری شہیدؒ ہمارے گھر پر تشریف فرما تھے،کسی نے سوال کیا حضرت ہم نے سنا ہے کہ آپ زبدۃ الاولیاء حضرت مولانا محمد حسن عباسی (خلیفہ مجاز حضرت لاہوریؒ) کے پاس گئے تو حضرت عباسی صاحب نے آپ کی جوتیاں اٹھائیں،کیا یہ درست ہے،اور اس طرح فضیلۃ الشیخ استاذ العلماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (صدر وفاق المدارس پاکستان) نے بھی ایک مرتبہ اسی طرح کیا،اور شیخ

الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب جامعہ امدادیہ فیصل آباد والوں نے بھی اسی طرح کیا، حضرت فرمانے لگے کہ اللہ والے کبھی کبھی مجذوبیت والی حالت میں ہوتے ہیں، یہ کہہ کر حضرت نے بات کا رخ پھیر دیا، لیکن سوچنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا مقام ولایت عطا فرمایا تھا۔

میرے شیخ کی جدائی

شہادت سے ایک دن پہلے حضرت حیدری شہیدؒ رات کے کھانے کے لیے دستر خوان پر مہمانوں کے ساتھ تشریف فرما تھے، جب میں آیا تو فرمانے لگے، مولوی عبدالصمد آیا ہے کیا! پھر مجھے اپنے سامنے بٹھا کر ایک جملہ ارشاد فرمایا ''کہ تم جہاں بھی رہو ہم سے جدا نہیں ہو، دوسرے دن جب استاد محترم جناب محمد عثمان جمالی صاحب نے نیند سے جگاتے ہوئے بتایا کہ حضرت حیدری صاحب پر حملہ ہوا ہے، جلدی ہسپتال چلو، یہ سننا ہی تھا اور ہم بھاگے، جب ایمرجنسی وارڈ کے قریب پہنچے تو باہر کھڑے گن مین بھائی قرنی صاحب سے میں نے پوچھا کہ حضرت کا کیا ہوا؟ تو اس نے کہا کہ حضرت شہید ہو گئے ہیں تو مجھے یقین نہیں آرہا تھا، اور جب میں خود اندر گیا اور حضرت کی زیارت کی، لیکن پھر بھی مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ حضرت حیدریؒ ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ جن ہاتھوں کو بہت دیر تک چومتا رہتا تھا، آج آخری مرتبہ سمجھ کر چومتا رہا۔ اور زبان پر اچانک لفظ بابا نہیں، بابا نہیں، نہیں بابا نہیں کی بات چلی۔ گویا کہ میں یتیم ہو چکا ہوں، میری دعا کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔



مفتی محمد اصغر مدظلہ
(استاذ جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد)

محافظِ ناموس صحابہؓ واہل بیتؓ کی شہادت

۱۷/اگست نماز فجر کا سلام پھیرنے کے بعد دعا کے لیے ابھی تشہد کی حالت میں بیٹھا تھا کہ موبائل پر میسج کی ٹون کی آواز کانوں سے ٹکرائی، ایسی حالت میں یہ آواز کچھ عجیب سی محسوس ہوئی دعا سے فارغ ہو کر مسجد ہی میں میسج پڑھا تو لکھا تھا'' انا للہ و انا الیہ راجعون'' علامہ علی شیر حیدری شہید ہو گئے'' یہ پڑھتے ہی ایسا محسوس ہوا گویا کہ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ہے اور حیرانگی کے عالم میں کھڑا رہ گیا اور پاؤں چلنے سے رک گئے اور قدم بھاری محسوس ہونے لگے۔ معاً یہ خیال آیا کہ کسی کی شرارت نہ ہو لیکن پھر خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ خبر سچی ہو مسجد سے باہر نکل کر دوسرے چند اساتذہ کرام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہم نے بھی ایسے ہی سنا ہے۔ چنانچہ کچھ دیر بعد دیگر احباب کے ذریعے تصدیق ہوگئی کہ علامہ علی شیر حیدری واقعتاً اپنی دیرینہ آرزو اور دلی تمنا پا کر خلد بریں کے مہمان بن گئے اور شہادت کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور حضرت کی شہادت کو اعلیٰ درجہ میں قبول فرمائے۔ آمین!

حضرت علامہ علی شیر حیدری کا نام سب سے پہلے ۱۹۹۱ء میں سنا جب بندہ درس نظامی کا پہلا سال متوسطہ میں پڑھتا تھا کہ ایک دن عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر سنتیں پڑھنے کے لیے پیچھے ہٹا تو ایک طالب علم ساتھی نے بندہ کے کان میں کہا کہ'' تیرا شیر میرا شیر علی شیر علی شیر'' مجھے یہ نعرہ اور نام بہت ہی اچھا لگا تھا بعد میں اس ساتھی نے حضرت کا مختصر تعارف بھی کرایا غالباً اسی سال یا اس سے اگلے سال اپنے علاقہ کے ایک جلسہ میں حضرت کی زیارت بھی ہوئی اور خطاب بھی سنا، خطاب کے مندرجات تو اس وقت نہ سمجھ آنے تھے اور نہ ہی آئے، البتہ بندہ آپ کے سراپا اور چہرے سے بہت متاثر ہوا اور آپ سے کچھ عقیدت سی ہوگئی، اس

خطاب میں حضرت نے پیران پیر محبوب سبحانی حضرت پیر عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی انہی الفاظ کے ساتھ بار بار لیا، ان کے کچھ واقعات سنائے اور کچھ حوالے بھی بتائے۔

پھر تقریباً ۱۹۹۴ء کے آواخر میں شعبان و رمضان کی چھٹیوں میں ختم نبوت اکیڈمی کے زیر اہتمام جامعہ قاسمیہ فیصل آباد میں ۴۰ روزہ ردفرق باطلہ کورس میں شرکت ہوئی مختلف باطل فرقوں کے خلاف متعدد حضرات اساتذہ نے پڑھایا۔ رافضیت و شیعیت کے خلاف حضرت علامہ حیدریؒ نے تقریباً ۱۵ دن تک روزانہ ظہر تا عصر پڑھاتے رہے آپ کے پڑھانے کا انداز کچھ اس طرح تھا کہ بہت ہی ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے تا کہ کوئی ساتھی لکھنا چاہے تو لکھ سکے، بندہ نے بھی کچھ نوٹس لکھے تھے۔ حضرت شیعوں کی امہات الکتب کی عربی اور فارسی عبارتیں زبانی پڑھتے، پھر ساتھ رکھی کتاب کھول کر جلد اور صفحہ نمبر لکھواتے تھے، جب پہلی مرتبہ درسگاہ میں تشریف لائے تو تمام طلبہ کھڑے ہو گئے حضرت اپنی نشست پر تشریف لائے سلام کیا پھر فرمانے لگے کہ میں ایک عام مدرس آدمی ہوں میرے لیے کھڑے نہ ہوا کریں آئندہ آپ کو کھڑے ہونے کی اجازت نہیں۔

ابھی چند سال قبل سندھ سے تبلیغی دورے پر جڑانوالہ ضلع فیصل آباد کے کسی مدرسہ کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے تو وہاں سے فراغت کے بعد جامعہ امدادیہ بھی تشریف لائے، دفتر اہتمام میں منتظمین جامعہ کے ساتھ علمی نشست رہی بندہ بھی دیگر اساتذہ کے ہمراہ ملاقات کے لیے حاضر ہوا، سلام و مصافحہ کے بعد کچھ دیر اس علمی نشست سے مستفید ہوتا رہا اسی دوران حضرت سے موبائل فون پر غالباً کسی صاحب نے استخارہ کے بارہ میں مسئلہ دریافت فرمایا تو حضرت نے برجستہ فرمایا کہ استخارہ تو اللہ تعالیٰ سے کریں البتہ مجھ سے استشارہ کریں یعنی خیر اور بھلائی تو اللہ تعالیٰ سے مانگیں، ہاں مجھ سے مشورہ کرلیں۔ بندہ نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ بندہ آپکا شاگرد ہے، پوچھا کیسے اور کہاں پڑھا؟ عرض کیا کہ جامعہ قاسمیہ فیصل آباد میں، فرمانے لگے کہ کوئی فائدہ بھی ہوا یا نہیں؟ عرض کیا بہت فائدہ ہوا لیکن اپنے ذوق اور تقسیم کار کی وجہ سے اس موضوع پر مزید کام اور مطالعہ نہیں کر سکا تو ارشاد فرمایا کہ بس آپ اسی کام میں لگے رہیں اور ہمارے لیے صرف دعا کر دیا کریں۔

پھر ظہر کی نماز جامعہ کی مسجد میں ادا فرمائی اور نماز کے بعد تمام طلبہ سے خطاب فرمایا جو بہت ذوق وشوق سے سنا گیا۔ حضرت روایتی خطیب نہیں تھے اور نہ ہی خطابت کو محض اپنا پیشہ سمجھا بلکہ آپ ایک کہنہ مشق استاد،

جید الاستعداد مدرس، کامیاب معلم، نکتہ رس مقرر، بہترین مناظر اور عظیم مدبر راہ نما قائد تھے ان کی گفتگو علمی ہوتی تھی اور ان کا علم و کتاب کے ساتھ بہت گہرا رشتہ تھا۔ وہ اپنا موقف ہمیشہ علمی انداز میں پیش کیا کرتے تھے، ان کے دلائل و براہین کے سامنے اپنے اور پرائے دم بخود رہ جاتے تھے اور داد دینے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے تھے ان کی تقریر اور گفتگو کا انداز ایک جیسا نہیں تھا بلکہ موقع محل کے اعتبار سے گفتگو کرتے تھے، علمی حلقوں اور بڑے بڑے جامعات کے سالانہ جلسوں میں جید اکابر علماء کی موجودگی میں نہایت سنجیدہ، متانت و وقار کے ساتھ علمی گفتگو فرماتے تھے اور روایتی اور اپنے حلقے کے جلسوں میں پر جوش انداز میں علمی اور تحقیقی گفتگو فرماتے کہ پورا مجمع عش عش کر اٹھتا، جب اپنے مخصوص اور پرسوز انداز میں ختم نبوت اور صحابہ کرام و اہل بیت اطہار کی عظمت کو بیان کرتے اور بڑی بے خوفی اور جرأت رندانہ کے ساتھ قرآن وحدیث اور صحابہ کرامؓ کے آثار اور فقہاء کرامؒ کے اقوال سے دلائل و براہین کے انبار لگاتے چلے جاتے تو ہزاروں لوگوں کے دلوں کو صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی محبت سے معمور کر دیتے اور نوجوانوں کے دلوں کو محبت رسول، عظمت اصحاب و اہل بیت سے لبریز کر دیتے تھے اور یہ جذبہ ان کے دلوں میں کچھ ایسا پیوست ہوتا کہ بڑی سے بڑی قربانی سے بھی وہ دریغ نہ کرتے تھے اور پھر شہادتوں کی انہوں نے ایسی لازوال تاریخ رقم کی ہے کہ جس کی کوئی مثال نہیں۔

حضرت جس موقف کے داعی اور علمبردار تھے طریق کار کے اختلاف کے باوجود وہ موقف اہل سنت والجماعت کی اساس ہے اور ان کے عقیدے کا اہم حصہ ہے جس کے بغیر ایمان نامکمل ہے کیونکہ اہل سنت والجماعت کہلاتے ہیں اور دین کے تعبیر و تشریح میں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اساسی مقام حاصل ہے اور وہ ہدایت وحق کا معیار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ان حضرات کے ایمان کو مسلمانوں کے لیے معیار و نمونہ قرار دیا ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہؓ واہل بیتؓ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا ہے اس لیے اہل سنت والجماعت کے لیے صحابہ کرامؓ واہل بیت عظامؓ کی محبت وعظمت نہ صرف ایمان کا حصہ ہے بلکہ تکمیل ایمان کا لازمی جزو ہے، ان کے ناموس وحرمت کا تحفظ ودفاع ان کے دینی فرائض میں شامل ہے اور اس فریضے کی جدوجہد کا سلسلہ بھی قرن اول سے جاری ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد گرامی ہے کہ ''تم میں سے جو شخص کسی کی اقتداء کرنا چاہتا ہے تو اسکی اقتداء کرے جو فوت ہو چکا ہے اس لیے کہ زندہ شخص کسی وقت بھی فتنہ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔''

اقتداء کے قابل لوگ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو سب سے زیادہ نیک دل ہیں، گہرے علم والے ہیں اور سب سے کم تکلف والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت ورفاقت کے لیے اپنے دین کی امامت کے لیے چنا ہے پس ان کے نقش قدم پر چلو اوران کے طریقوں کی پیروی کرو کیونکہ وہی ہدایت اور صراط مستقیم پر ہیں''اہل سنت والجماعت کا ایمان وعقیدہ اور عمل بھی اسی پر ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دورِ خلافت میں سرکاری طور پر بعض اصحاب علم علماء کی یہ ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ مختلف مساجد میں عام لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی احادیث سنایا کریں اور صحابہ کرامؓ کے فضائل ومناقب بیان کیا کریں تاکہ مسلمانوں کے دلوں مین محبت اصحابؓ رسول ﷺ واہل بیت عظامؓ کا جذبہ موجزن رہے جو ہمارے دین کی اساس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کے لیے جو جماعت منتخب فرمائی انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد کائنات نے ان سے بہتر انسان نہیں دیکھے ہوں گے۔مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول

''محبتِ ایمان کی اس آزمائش میں صحابہ کرامؓ جس طرح پورے اترے اس کی شہادت تاریخ نے محفوظ کرلی ہے اور وہ محتاج بیان نہیں، بلاشبہ ومبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں انسانوں کے کسی گروہ نے کسی انسان کے ساتھ اپنے سارے دل اور اپنی ساری روح سے ایسا عشق نہیں کیا ہوگا، جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے راہِ حق میں کیا، انہوں نے اس محبت کی راہ میں وہ سب کچھ قربان کردیا جو انسان کرسکتا ہے اور پھر اس کی راہ میں وہ سب کچھ پایا جو انسانوں کی کوئی جماعت پاسکتی ہے''۔

(ترجمان القرآن ج ۲)

حضرات خلفائے راشدینؓ کے دور خلافت کا نقشہ کھینچتے ہوئے ان کے دور کو ایک طرح دور نبوت کا بقیہ قرار دیتے ہوئے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''خلافت راشدہ کا دور، دور نبوت کا بقیہ تھا، گویا دورِ نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صراحتاً ارشادات فرماتے تھے اور دورِ خلافت میں خاموش بیٹھے ہاتھ اور سر کے اشارے سے سمجھاتے تھے''۔(ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۲۵)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس موضوع پر اپنی لاجواب کتاب ''مقام صحابہ''میں رقم طراز ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عام دنیا کے افراد ورجال کی طرح نہیں کہ ان کے مقام کا فیصلہ نری تاریخ اور اس کے بیان کردہ حالات کے تابع کیا جائے بلکہ صحابہ کرامؓ ایک ایسے مقدم گروہ کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام امت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ایک واسطہ ہے اس واسطے کے بغیر نہ امت کو قرآن آ سکتا ہے نہ قرآن کے وہ مضامین جن کو قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر چھوڑا ہے (لتبین للناس مانزل الیھم) نہ رسالت اور اس کی تعلیمات کو تمام دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلانے والے ہیں ان کی سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا ایک جز ہے یہ عام دنیا کی طرح صرف کتب تاریخ سے نہیں پہنچانے جاتے بلکہ نصوص قرآن و حدیث اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جانے پہنچانے جاتے ہیں ان کا اسلام اور شریعت اسلام میں ایک خاص مقام ہے''۔ (مقام صحابہؓ ص ۸)

اس لیے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے:

''ایک مسلمان کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت رکھنا اور انہیں خیر کے ساتھ یاد کرنا لازم ہے، خصوصاً حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نیابتِ نبوت کا منصب حاصل ہوا اسی طرح وہ صحابہ کرامؓ جن کا آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وسلم کے بارگاہ عالی میں محب ومحبوب ہونا ثابت ہے ان سے محبت رکھنا حب نبوی کی علامت ہے''۔

اہل حق کے نزدیک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کی تحقیر وتنقیص جائز نہیں، بلکہ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عظمت ومحبت سے یاد کرنا لازم ہے یہی اکابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان واسطہ ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو خیر کے سوا یاد نہیں کرتے'' (شرح فقہ اکبر ص ۸۵، بحوالہ بزم حسین ص ۳۵۴) اور اہل سنت والجماعت کی ذمہ داریوں میں یہ بھی شامل ہے کہ چونکہ حضرات صحابہ کرام قرآن وسنت کی تعبیر وتشریح کا صحیح اور بہترین معیار ونمونہ ہیں اس لیے ان کی حرمت وناموس کا تحفظ ان کی ثقاہت وصداقت کو شک وشبہ سے بالاتر سمجھنا اور ان کی عدالت کا دفاع کرنا ضروری ہے اور ان کی تنقیص وتوہین کو گمراہی اور سلب ایمان کا سبب قرار دینا بھی ایمان کا لازمی حصہ ہے۔

امت کے اکابر علماء کرام نے اس ذمہ داری کو قرن اول سے لے کر اب تک پوری محنت اور جدوجہد کے ساتھ انجام دیا ہے اور اب بھی انجام دے رہے ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں صحابہ کرامؓ واہل بیت عظامؓ کی ناموس کے تحفظ ودفاع کی جدوجہد میں نمایاں کردار ادا کرنے والے حضرات میں حضرت مجدد الف ثانیؒ، امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، حضرت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ، مولانا دوست محمد قریشیؒ، مولانا قاضی مظہر حسینؒ، سردار احمد خان پتافی رحمہم اللہ تعالیٰ، حضرت علامہ عبدالستار تونسوی مدظلہ، ڈاکٹر علامہ خالد محمود مدظلہ اور مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور ان کے رفقاء کرام کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی مساعی کو قبول فرمائے آمین۔ علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی میدان کے شہسوار اور انہی اکابر کے مشن کے امین ووارث تھے لیکن اوپر ذکر کردہ اکابر اور بزرگوں کا طریقہ کار ردفائی، علمی اور تحقیقی تھا اور اس میں تحریکی اور اقدامی عنصر کا اضافہ مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور ان کے رفقاء کرام نے کیا۔ مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء حضرات نے اکابر کے طریق کار سے ہٹ کر الگ تحریکی جوش وجذبہ اور قدرے شدت کا انداز کیوں اختیار کیا اس کی ضرورت کیوں پیش آئی اس کے لیے میں مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود کے الفاظ مستعار لیتا ہوں۔

''افسوس کہ وہ طبقہ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پچانوے فیصد پیروکار اس وقت کے بہترین انسان جانتے ہیں، قرآن کریم انہیں خیر امت کہتا ہے، ان کی عیب چینی اور ان کے خلاف الزام تراشی ایک بدنصیب گروہ کے ہاں اعلیٰ درجے کی عبادت شمار ہوتی ہے، ان سے تبرا ان کے ہاں اصول دین میں سمجھا جاتا ہے، اور ان کی ساری تبلیغی کوششیں صرف اسی ایک نقطہ پر جمع ہوتی ہیں کہ جس طرح بھی بن پڑے امت مسلمہ کو ان کے بارے میں بدگمان کر دیا جائے، انہیں برا کہے بغیر ان کی مذہبی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی اور ان کی نماز تک ادا نہیں ہوتی۔ کیا آپ نے اور کوئی ایسی قوم دیکھی جس کا اوڑھنا بچھونا ہی ان لوگوں پر لعنت برسانا ہو؟ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا پچانوے فیصد طبقہ اپنے وقت کا بہترین انسان سمجھتا ہو اور اپنے تو درکنار غیر مسلم مؤرخین بھی ان کے تذکرے کریں انہیں خلفائے راشدین کہے بغیر آگے نہ گزر سکیں۔ علماء اسلام نے ان نفوس قدسیہ پر کئے گئے جملہ اعتراضات کے بڑے شافی ووافی جواب دیئے ہیں جس کو ضرورت ہو وہ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز سے لے کر حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی تک کی تالیفات کو دیکھے، پھر اسی پندرہویں صدی کی دفاع صحابہؓ پر لکھی گئی عمدہ اور اعلیٰ تالیفات بھی اس باب میں قابل قدر علمی سرمایہ ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں مولانا قاضی مظہر حسینؒ، مولانا سید نور الحسن بخاریؒ، علامہ عبد الستار تونسوی اور محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع مدظلہم نے اس محاذ پر سبائیوں کے جملہ اعتراضات کے نہایت شافی ووافی جواب دیئے ہیں اور الحمد للہ ان کے اچھے خاصے اثرات ہوئے اور برصغیر پاک وہند کے متعدد ایسے حلقے ملیں گے جہاں لوگ ارتداد کی آغوش میں جاتے ہوئے ان علمی محنتوں کے سبب بچے اور حوزہ اسلام محفوظ رہا، الجھن کا حل اور شبہے کا جواب ہوسکتا ہے، مسلمان اہل علم ان ابواب میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں، لیکن ان سب حضرات کے پاس ان گالیوں اوران کے دن رات کے سب وشتم کا کوئی جواب نہ تھا، یہ ایک دکھتی رگ تھی جس پر یہ لوگ ہر محرم پرتا مقدور نمک پاشی کرتے، نام عزاداری اہل بیت کا ہوتا مگر کام عوام کا اس مقدس طبقہ سے اعتماد اٹھانا اورانہی زخموں کا تازہ کرنا ہوتا جن کا جواب انہیں امت مسلم بارہ سو سال سے دیتی چلی آرہی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نسبت نبوت کے امین ہیں، ان کے خلاف تبرا کی شرمناک کاروائی، یقیناً امت مسلمہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے جسے کوئی مسلمان ملک برداشت نہیں کرسکتا اور نہ امت مسلمہ اسے کوئی نرم گوشہ دے کر اپنی ملی سلامت کا تحفظ کرسکتی ہے دشمنان صحابہ کی یہ مشق تبرا برصغیر پاک وہند کی ستانوے فیصد سنی آبادی کے لیے سوہان روح بنی تھی کہ یکا یک اللہ رب العزت کی غیرت جوش میں آئی، نوجوان بغیر کسی تمہید اور بغیر کسی سابقہ تربیت کے اچانک میدان میں نکل آئے کہ نسبت رسالت کو مجروح کرنے والی ان تحریکوں کا جواب اب طاقت سے دیا جائیگا اور جب تک پاکستان میں صحابہ کرام اور اہل بیت کی عزتیں بذریعہ قانون محفوظ نہیں ہوتیں، مظلوموں کی یہ پکار قریہ قریہ گاؤں گاؤں چوک بہ چوک شہر بہ شہر ہر جگہ جاری رہے گی یہ ایک منصفانہ مطالبہ اور اپنے حق کے لیے ایک جمہوری آواز ہے جسے کچھ وقت کے لیے تو روکا جاسکتا ہے لیکن ختم نہیں کیا جاسکتا۔ تاریخ کے اوراق میں ترمیم تو کی جاسکتی ہے مگر انہیں دھویا نہیں جاسکتا، صحابہ کرامؓ کی مظلوم شخصیتوں کی یہ آہ بے جواب شعلہ جوالہ بن کر بھڑک رہی ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ خرمن امن اس آگ سے بچے، تو اب اس مسئلے کو حل کرنا ہوگا۔

علامہ خمینی کے برسر اقتدار آنے کے بعد پاکستان میں یکا یک نفاذ فقہ جعفری کا مطالبہ کردیا گیا اور نہ صرف مطالبہ بلکہ اُسے ایک مکمل تحریک کی شکل دی گئی اس پر پاکستان کی ستانوے فیصد سنی آبادی یکسر کانپ اٹھی اور مسئلہ افہام وتفہیم کی بجائے حقوق کی حد تک جا پہنچا، پاکستان کی سنی آبادی نے اپنے جمہوری حق کا مطالبہ کردیا اور قرار پایا کہ پاکستان کو ایک سنی اسٹیٹ تسلیم کیا جائے اور یہ یہاں پر صحابہ کرام اور اہل بیت

کی عزتوں کا تحفظ بذریعہ قانون کیا جائے کہتے ہیں ''لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے'' جب اہل اقتدار نے پاکستان کی اکثریت کے اس معصوم مطالبہ پر کان نہ دھرے اور معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ جو نچلی سطح پر تین فیصد سے زیادہ نہیں اوپر کی سطح پر چالیس فیصد تک براجمان ہیں اس پر سنیوں کو اپنے حقوق کے لیے اٹھنا تھا اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے کہ اب تحفظ ناموس صحابہ کی تاریخ قربانیوں کے خون سے رقم کی جائے گی''۔(سوانح حق نواز ص ۲۷)

یہ ردعمل تھا اس عمل کا جو پڑوسی ملک کی وساطت سے اہل سنت اکثریت ملک پر جاری کیا گیا عمل جس طرح اور جس سطح کا ہوتا ہے عادتاً ردعمل اس کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ملک کے نامور محقق عالم دین مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ نے یہ بات ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

''ہمارے نزدیک اس شدت پسندی کا بیج انقلاب ایران کے بعد اس کی سرپرستی میں کالعدم تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نے پاکستان میں فقہ جعفریہ کے جداگانہ نفاذ کا مطالبہ اور اسلام آباد کے وفاقی سیکرٹریٹ کا محاصرہ کر کے بویا تھا، سپاہ صحابہ اس کے ردعمل میں وجود میں آئی''۔(الشریعہ ص ۸ دسمبر ۲۰۰۴)

عمل کے لیے جتنی سوچ وبچار، غور وفکر، تدبر وحکمت، تحمل وحوصلہ اور دانائی کی ضرورت ہوتی ہے ردعمل میں عادتاً کم ہوتی ہے اور پھر ردعمل میں لوگوں کو کسی درجے میں معذور بھی قرار دیا جا سکتا ہے لیکن پھر بھی ہمارے اکابر شروع سے اس طریقہ کار اور طرزِ عمل کے نقصان کی طرف اشارتاً، کنایتاً صراحتاً توجہ دلاتے رہے ہیں۔

اس طریقہ کار اور طرز عمل کا فائدہ کیا ہوا اور نقصان کتنا ہوا اس میں کئی آراء ہو سکتی ہیں میں اس حوالے سے دو بزرگوں کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔

امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''سپاہ صحابہ کے حضرات نے ایران کی طاغوتی طاقت کے بل بوتے اور شہہ پر چلنے اور ناچنے والی رافضیت کا پاکستان میں جو دروازہ بند کیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ وقت کی اہم ضرورت ہے بلکہ دینی لحاظ سے بھی فرض کفایہ ہے اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی اس مبارک کوشش کو کامیاب کرے اور دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

شدت اور سختی سے کبھی مسائل حل نہیں ہوتے اور نہ قوت اور طاقت سے کبھی فرد یا نظریہ کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے گذارش ہے کہ نوجوانوں کو قولاً اور فعلاً شدت اختیار کرنے سے سختی سے روکیں۔ رافضیوں کے کفر میں تو کوئی شک ہی نہیں مگر نعرہ بازی سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا''۔(الشریعہ، امام اہل سنت

نمبر ص ۲۶ ۷)

مفکر اسلام ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب فرماتے ہیں:

''پہلے اکابرین نے رد شیعیت میں صحابہ کرام کا دفاع کیا اور اپنی وضاحت کی، صحابہ کرامؓ کی وکالت کی اور فضائل بیان کئے لیکن مولانا حق نواز نے جدت یہ پیدا کی کہ صحابہ کرامؓ کی شخصیات کو موضوع بحث بنانے کی بجائے شیعیت کے پیچھے پڑے کہ تم پہلے اپنا ایمان ثابت کرو پھر صحابہ کرامؓ کے بارہ میں بات کرو تم صحابہ کرام کو مانتے ہی نہیں ہو تو انہیں موضوع بحث کیوں بناتے ہو مولانا کی محنت شاقہ کا فائدہ یہ ہوا کہ سنی قوم کا عقیدہ وایمان مضبوط ہو گیا اور شیعہ کے عقائد سے آگاہ کیا جو سنی ناواقفیت اور لاعلمی کی وجہ سے کسی وقت شیعہ ہو جاتے اب فائدہ یہ ہوا کہ وہ سنی چوکنے ہو گئے اور ان کے کفریہ نظریات سے آگاہ ہوئے''۔

(سوانح حق نواز شہید ص ۳۹۳)

حضرت علامہ علی شیر حیدری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگر چہ اس جماعت کے باقاعدہ سرپرست اعلیٰ تھے جو حکومت اور عام پبلک کی نظر میں شہرت کی بناء پر شدت پسند سمجھی جاتی ہے لیکن خدا گواہ ہے حضرت بذات خود شدت پسندی کے قائل نہیں تھے اور ہمیشہ فرقہ وارانہ کشیدگی کے خاتمہ کے لیے جدوجہد کرتے رہے اور مذہبی شدت پسندی اور فرقہ وارانہ کشیدگی کے اصل اسباب وعلاج کی طرف ارباب اقتدار کی توجہ مبذول کراتے رہے، اس مقصد کے لیے عام پبلک تقریروں کے ذریعے اور ارباب اقتدار کو خطوط کے ذریعے اور مختلف فورموں میں اظہار خیال کے ذریعے کشیدگی کے اصل اسباب کے تعین اور قیام امن کی تجاویز کھلے دل سے دیتے رہے۔ چنانچہ وزیر اعظم کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''جناب وزیر اعظم! آپ حضرات اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ آج ہمارا ملک امن وامان کے حوالے سے جن حالات سے گزر رہا ہے، ان کی وجہ سے ہر محب وطن شہری بے چین اور مضطرب دکھائی دیتا ہے اور خلوص دل سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ملک پر خصوصی رحم فرمائے جہاں عوام کے لیے موجودہ حالات باعث تشویش ہیں وہاں حکام ومقتدر حلقے بھی اپنی پریشانی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ امن وامان کا مسئلہ پوری قوم کے لیے ایک چیلنج بن چکا ہے۔

ہم ملک کے عظیم تر مفاد کے پیش نظر ارباب اقتدار اور عوام کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ ہماری حکومت نے ملک کو دہشت گردی، تخریب کاری اور بدامنی سے پاک کرنے کے لیے جہاں اور سخت اقدام کئے ہیں وہاں ایک مشکل، لیکن اہم ترین قدم اٹھائے اگر ماتم اور عزاداری کو عبادت گاہوں یا چار

دیواری تک محدود کر دیا جائے تو اس سے ملک بہت ساری مشکلات سے نجات پا جائے گا، ٹریفک سمیت بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے اور شہریوں کی جان و مال کا تحفظ بھی ممکن ہو سکے گا حکومت کا یہ اقدام ملک اور قوم پر بہت بڑا احسان ہوگا''۔ (ماہنامہ القاسم جنوری ۲۰۰۹ء)۔

''اور عام پبلک خطاب میں کہے گئے یہ الفاظ بھی پڑھئے اور سوچئے کہ یہ الفاظ کسی شدت پسند کے ہو سکتے ہیں؟ حضرت فرماتے ہیں:

''اس ملک کی زمین کے چپے چپے سے ہمیں وہ پیار ہے، ہم بدامنی پھیلانے والے نہیں بلکہ امن کا پیغام سنانے والے، امن وامان قائم کرنے والے اور ظالم کا ہاتھ روکنے والے ہیں''۔ (خطبات حیدری ج ا ص ۳۰۳)

حضرت کو اللہ رب العزت نے جہاں اور خصوصیات سے نوازا تھا وہاں فن مناظرہ میں بھی خاص ملکہ عطا فرمایا تھا آپ کامیاب اور بہترین مناظر تھے اور مختلف مدارس کی سالانہ تعطیلات میں مناظرہ کے اصول و قواعد طلبہ کو پڑھاتے تھے اپنے قائم کردہ جامعہ حیدریہ میں تو ہر سال شعبان و رمضان کی سالانہ چھٹیوں میں بڑی محنت کے ساتھ ملک کے دور دراز علاقوں سے تشریف لانے والے طلبہ کو علم کلام اور مناظرہ کے اسباق خود پڑھاتے تھے اور طلبہ بڑے ذوق وشوق سے حاضر تھے۔ غالباً ایک سال شیخ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کی خواہش پر جامعہ فاروقیہ کراچی میں بھی سالانہ چھٹیوں میں رد فرق باطلہ کورس کے شرکاء کو مستفید فرمایا۔

اگرچہ آپ کا ذہن شروع سے ہی تدریسی تھا اور آپ کو زیادہ دلچسپی بھی تدریس میں تھی اور فراغت کے بعد آپ نے تدریس کا مشغلہ کچھ عرصہ تک اپنایا بھی، اور تنظیمی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ سلسلہ درس کو ترک نہیں فرمایا بلکہ بوقت شہادت آپ اپنے جامعہ کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے لیکن زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کو فن مناظرہ سے بھی کافی حد تک لگاؤ تھا یہی وجہ ہے کہ اس دور میں بھی آپ مناظرے کرتے تھے۔

آپ کا نام فاتح خیبر حضرت علی المرتضیٰ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ وجہہ کی نسبت سے علی شیر حیدری رکھا گیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام میں وصف شجاعت و بہادری میں معروف تھے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اسم کا مسمیٰ پر اثر ہوتا ہے اس اعتبار سے قادر لم یزل نے آپ کو شجاعت و بہادری کی نعمت سے خوب نوازا تھا۔ جو بات آپ نے حق سمجھی ڈنکے کی چوٹ پر برسر عام بیان کر دی، اس میں کسی کی

روورعایت کالحاظ نہیں رکھا، جو بات بند کمرے میں کہی وہی مجمع عام میں کہی اور جو بات عام جلسہ میں کہی، وہی عدالت میں جج کے روبرو کہی اور حاکمِ وقت کے سامنے بانگ دھل کہی، آپ کی پوری زندگی گواہ ہے کہ آپ نے کبھی بھی مصلحت کو اپنے قریب پھٹکنے نہیں دیا حضرت کی زبانی ایک واقعہ آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

''آج تک اللہ کریم نے بہت کرم فرمایا، کئی موڑ ایسے آئے جہاں پر ثابت قدم رہنا ہمارے بس کی بات نہیں تھی، لیکن اللہ کریم نے ایسا کرم اور اطمینان نصیب فرمایا اور وہ کچھ ہماری زبان سے کہلوایا جو ہماری سمجھ سے بالاتر تھا، مجھے وقت یاد ہے، جب مجھ سے جج پوچھ رہا تھا کہ آپ پر الزام ہے کہ آپ نے شیعوں کا کافر کہا ہے میں نے کہا جی۔ آپ پوچھتے ہیں تو میں اب کہہ دیتا ہوں کہ واقعی ہیں، اب بیچارا پریشان اس نے سمجھا تھا کہ کہیں گے نہیں! نہیں! پریشان ہوگیا کہنے لگا جی وہ قادیانیوں کہ کہہ رہے نا آپ نے کہا بالکل نہیں کیا! اچھا تو آپ اعتراف جرم کر رہے ہیں، پتہ ہے آپ کو اس کی سزا دس سال ہے؟ میں نے کہا ! جرم نہیں عبادت کر رہا ہوں وہ سر پکڑ کر کہتا ہے وہ تو اسلامی قانون میں ہوگا، میں نے کہا میں تو اس کو مانتا ہوں، میرے ساتھی بھی تھے جو مجھے کہنیاں مار رہے تھے کہ وقتی طور پر مصلحت سمجھو، مارے نہ جائیں وہ بیچارے میرے ساتھ خیر خواہی کر رہے تھے لیکن میں سوچ رہا تھا اگر آج میں نے یہ غلطی کر لی تو اپنے اسلاف کی تاریخ پر بدنما داغ آجائے گا یہ چیز تو ریکارڈ میں رہنے والی ہے۔

کہتا ہے جی! آپ کو دس سال سزا ہو جائے گی میں نے کہا جی وہ میرا کام نہیں، میں اپنا کام کر رہا ہوں، آپ بھی سرکاری ملازم ہیں، میں بھی سرکاری ملازم ہوں، آپ ایک سرکار کے ملازم ہیں، میں دوسری سرکار کا ملازم ہوں، آپ کو اپنی ڈیوٹی اور نوکری کا خیال ہے، تو مجھے خدائی نوکری کا خیال نہیں ہے؟ میری یہ ڈیوٹی ہے کہ ایسے موقع پر مکمل کر بات کروں اور جس کو حق سمجھتا ہوں اس کو پیش کروں میں اپنی ڈیوٹی پوری کر رہا ہوں، آپ اپنی پوری کریں، اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں، ٹھیک ہے آپ جو چاہیں کریں، لیکن آپ کے کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (خطبات حیدری ج ا ص ۴۷۸)

اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائیں اور پسماندگاں کو صبر جمیل عطا فرمائیں آمین۔

☆☆☆

ڈاکٹر تاج محمد، برطانیہ

صحابہ کرامؓ کا سچا غلام

انتہائی محترم ومکرم اور نہایت ہی محبوب قائد وشفیق ہستی حضرت علامہ علی شیر حیدری رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ سے یوں تو جماعت کا ایک ادنی ترین کارکن ہونے کی حیثیت سے لگاؤ اور انسیت تو 1992 سے تھی اور بار ہاں اس ناچیز کو حضرت مولانا علامہ صاحبؒ سے مصافحہ اور معانقہ کا موقع ملا مگر حالات، لوگوں کے اژدھام اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کبھی کبھی قرب نصیب ہوا۔ 2000ء میں برطانیہ منتقل ہوا، قائد محترم سے پہلی ملاقات برطانیہ میں Huddresfield (ہڈرس فیلڈ) مولانا اکرم صاحب کے مدرسے میں ہوئی حضرت نہایت محبت اور شفقت سے ملے۔ حضرت سے مختصر مگر جامع تعارف ہوا۔ حضرت نے دریافت کیا کہ ڈاکٹر صاحب آپ سے پہلے کبھی ملاقات ہوئی ہے یا نہیں میں نے عرض کی کہ حضرت میں نے تو کئی بار پاکستان میں ملاقات کی ہے مگر ہوئی بڑے بڑے اجتماعات میں۔ بحر حال میں نے حضرت کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی جو بواسطہ حافظ عبدالحمید کے منظور ہوئی چنانچہ 2004-7-9 جمعہ کا بیان حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود کی مسجد میں حضرت حیدری شہیدؒ نے فرمایا مختصر سا واقعہ کربلا حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ علیہ اجمعین کا، حضرت عثمانؓ کے لیے پہرہ دینا اور پھر حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ حضرت حسنؓ کا بیعت کرنا انوکھے انداز کا بیان علمی باتیں اور حقائق پر مبنی بیان یہاں کے پڑھے لکھے اور ماڈرن لوگوں کو متاثر اور حیرت میں ڈالے بغیر نہ رہ سکا اور پھر اوپر سے حضرت کی نہایت متاثر کن شخصیت، المختصر نماز کے بعد جب حضرت میرے ساتھ میرے گھر کے لیے روانہ ہوئے کھانے کے لیے تو ہمارے ساتھ کافی تعداد میں نئے لوگ بھی حضرت کی قربت کو چاہنے کے لیے میرے ہاں جمع ہوئے۔ اس وقت میرے ہاں حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود، مولانا حسن مرتضیٰ، مولانا مفتی فیض الرحمٰن دونوں حضرات علامہ صاحب کی دونوں مسجدوں اسلامک اکیڈمی مانچسٹر جہاں کہ حضرتؒ نے بیان فرمایا تھا اور جامعہ اسلامیہ مانچسٹر کے خطیب ہیں اور اس کے علاوہ مقامی ساتھیوں نے شرکت فرمائی۔ اس کے بعد حضرتؒ نے میرے گھر قیام فرمایا پھر 2004-7-28

سکاٹ لینڈ کے لیے روانہ ہو گئے۔ شام کو ایڈنبرا کی ایک مسجد میں بیان تھا حضرت حیدریؒ کا اور میرے کچھ دوست جو ایڈنبرا میں ایک ہیلتھ سینٹر میں ملازمت کرتے تھے میں نے ان کو فون پر بیان میں شامل ہونے کی دعوت دی تو وہ آ گئے ان کے ساتھ ایک عیسائی جو کہ اسلام کے متعلق دلچسپی رکھتا تھا وہ بھی آیا جسکا نام Lee تھا۔ بہرحال بیان کے بعد وہ حضرتؒ سے بھی ملا۔ بڑی محبت اور جذباتی کیفیت میں اور مجھ سے مخاطب ہوا کچھ اس انداز سے گو کہ اس واقع کو پانچ چھ سال گزر گئے اور اس کے بعد اس Lee سے میری ملاقات نہیں ہوئی مگر اس کے الفاظ اب بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں جو کہ حضرت کے لیے اس نے کہے۔

حضرت کا بیان کو اور حضرت کی شخصیت کو دیکھ کر اس نے کہا:

"Even i did not understand his speech and his language what he was talking about, but what i could understand from his personality, bright face and fluent speech that he a very true person. when he was giving a speech i could feel that behind his tongue he got some spirtual power and he a real pious person"

اگر چہ میں ان کی زبان نہیں سمجھ پا رہا اور نہ ان کی باتیں سمجھ رہا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں لیکن میں ان کی شخصیت، ان کے روشن چہرے اور زبان کی روانی سے یہ سمجھ سکتا ہوں کہ یہ ایک نہایت سچا آدمی ہے اور جب وہ بول رہے تھے تو میں نے محسوس کیا کہ ان کی زبان کے پیچھے ایک روحانی طاقت ہے اور یہ واقعی ایک نیک اور پارسا انسان ہے۔ بحرحال حضرت حیدریؒ کے لیے برطانیہ کا ہر شخص یہی سوچ اور گمان رکھتا ہے۔

ایڈنبرا سے واپسی 1-7-2004 پر مانچسٹر کی طرف جب کہ میں ڈرائیونگ کر رہا تھا اور گاڑی موٹروے M6 پر تھی تو حضرت نے پیشاب کے تقاضا کے لیے رکنے کو کہا، حافظ عبدالحمید نے مجھے گاڑی موٹروے پر روکنے سے منع کیا کہ کسی سروس یعنی ہوٹل پر رک جائیں گے میں نے کہا سروسز ابھی دور ہیں۔ Hard shoulder ہارڈ شولڈر پہ میں گاڑی روک دیتا ہے۔ بحرحال گاڑی روک دی سامنے جنگل اور کھیت تھے۔ اکثر موٹروے کے اطراف کھیت اور جنگل ہوتے ہیں۔ ان میں لوگوں کے فارم بھیڑ، گائے وغیرہ کثرت سے ہوتی ہیں۔ بحرحال جہاں ہم رکے دور دور تک کوئی جانور نہیں آ رہا تھا پس جیسے ہی حضرت حیدری صاحب گاڑی سے اترے اور ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ دور سے ایک گائے چلتی ہوئی نظر آئی پھر دیکھتے ہی دیکھتے کافی تعداد میں خوبصورت گائیں جمع ہو گئی کالی گائیں، سفید دھبہ دار سب ہی حضرت کی طرف بڑے غور سے دیکھ رہی تھیں اور حضرت انہیں نہایت محبت سے دیکھ رہے تھے۔ تو میں نے بے اختیار کہہ دیا کہ حضرت آج تک اس مخلوق نے

کوئی مسلمان نہیں دیکھا تھا آج اللہ نے ان کو آپ کے گرد جمع فرمایا ہے۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا حقیقی تابعدار اور غلام دیکھ لو بس پھر حضرت مسکرائے۔ پھر تھوڑی دیر بعد گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

جب حضرت تیسری بار تشریف لائے میرے گھر دو دن تک میرے گھر رہے اور میری عزت فرمائی۔ یہاں ختم نبوت کی سالانہ تقریب تھی جو کہ حضرت علامہ خالد محمود صاحب ہر سال کرواتے ہیں اپنی زیر سرپرستی میں جو کہ ہر سال پاکستان کمیونٹی سینٹر میں ہوتی ہے تو اس دفعہ مہمان خصوصی حضرت علامہ حیدری صاحب تھے۔ شام کو میں حضرت کو اپنے گھر سے لے گیا تقریباً شام 5:30 پر حضرت کا بیان شروع ہوا ختم نبوت کے موضوع پر تفصیلی بیان تھا ایک بڑا مجمع اور کافی تعداد میں علماء کرام اور خواص موجود تھے۔ حضرت کا بیان ہر پہلو کے اعتبار سے جامع بیان تھا لوگ بے حد متاثر ہوئے اور بیان کے بعد کافی دیر تک لوگوں کا حضرت کے گرد جمگھٹا رہا۔ حضرت علامہ خالد محمود صاحب نے فرمایا کہ آج مولانا علی شیر حیدری نے ختم نبوت پر بڑا ہی مدلل بیان فرما کر ختم نبوت کا حق ادا کر دیا۔

اسی دورہ کے موقع پر میرے گھر دعوت پر حضرت علامہ خالد محمود صاحب مد ظلہ اور حضرت حیدری شہیدؒ موجود تھے جب باقی لوگ چلے گئے تو حضرت علامہ خالد محمود صاحب نے فرمایا حضرت حیدری جیؒ کو کہ آپ یہاں انگلینڈ میں رہ کر دفاع صحابہؓ کا کام اچھی طرح سے کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ اس مسئلے پر سوچیں تا کہ پھر کوئی سلسلہ شروع کیا جائے اور پاکستان کو چھوڑ دیں۔ اس پر حضرت حیدریؒ مسکرائے اور عرض کی کہ حضرت آپ کی محبت اور شفقت کو سمجھ سکتا ہوں پھر حضرت علامہ خالد محمود صاحب نے کہا کہ میں عنقریب آپ کی شہادت کو دیکھ رہا ہوں، اس دوران علامہ خالد محمود صاحب کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس پر حیدری صاحب نے عرض کی کہ حضرت میری جماعت مجھ سے بہت محبت کرتی ہے اور جس طرح قربانی سے پہلے بکرے کو پال پوس کر محبت و ناز سے بڑا کیا جاتا ہے اسی طرح میری جماعت میرے ناز و انداز کو برداشت کر رہی ہے کیونکہ میں نے کٹنا تو ہے ہی۔ اس جواب پر حضرت علامہ خالد محمود صاحب نہایت افسردہ اور غمگین ہو کر خاموش ہو گئے۔ حضرت حیدری شہیدؒ کے ساتھ دو مرتبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے حج ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ 2007ء اور 2008ء مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں کچھ قربت نصیب ہوئی۔ حضرت علامہ صاحبؒ کے ساتھ دن کو بھی اور رات کو بھی رہنے کا موقع میسر ہوا۔ حج کے دنوں کی سخت مشقت کے اعمال بھی دیکھے اور پھر رات کی تنہائیوں کی عبادات کو بھی دیکھنے کا موقع میسر آیا۔ حیرت اور تعجب ہوتا تھا کہ حضرت

علامہ صاحبؒ شوگر کے مریض ہونے کے باوجود بھاری جسم ہونے کے باوجود یوں حج کا ایک ایک عمل کرتے تھے کہ کوئی مضبوط جوان بھی صحیح طریقے سے نہ کر سکے۔ باوجود لوگوں کے ہجوم اور اژدھا کے سخت گرمی اور میلوں میلوں پیدل چلنے کے کبھی حضرت کے چہرے پر تھکاوٹ کے اثرات نظر نہیں آئے۔ بیت اللہ سے منیٰ، منیٰ سے عرفات، عرفات سے مزدلفہ پھر منی پھر بیت اللہ غرض پورا حج پیدل فرمایا۔

ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضرت طواف کرنا نہایت ہی مشکل ہو جاتا ہے ہم لوگوں کے لیے کہ رش بے انتہا ہو جاتا ہے اور اوپر سے سخت دھوپ اور پھر لوگ ایک دوسرے میں دوران طواف حج کے موقع پر گھسے ہوئے ہوتے ہیں اور مطاف میں چلنے کی جگہ نہیں ہوتی پھنس پھنس کر چلتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ جب میں طواف کرتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا مطاف بالکل خالی ہے اور کوئی میرا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے مجھے چلا رہا ہے۔ اور پھر حضرت کی اس بات کا مشاہدہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ فجر کی نماز سے پہلے میں نے اور میرے ساتھی محمد امجد نے (جس کے ساتھ حضرت بڑی محبت فرمایا کرتے تھے اور ہم دونوں ہی حضرت کے ساتھ ساتھ دونوں مرتبہ حج میں رہے) مشورہ کیا کہ آج حضرت کے ساتھ طواف کرتے ہوئے حضرت کے دائیں بائیں چلیں گے تا کہ حضرت کو کوئی دھکا وغیرہ نہ لگے بہر حال طواف شروع کیا لوگوں کا ہجوم تھا ایک پیر اٹھا کر پھر دوبارہ رکھنے کی جگہ نہ ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود حضرت کو دیکھا کہ نہایت آسانی سے اور تیزی سے ہم سے آگے آگے چل رہے ہیں پہلے ایک دو چکر میں تو بمشکل حضرت کے ساتھ تیز چلنے کی کوشش کر کے ساتھ دینے کی کوشش کرتے رہے مگر پھر آناً فاناً حضرت نظروں سے اوجھل ہو گئے اور پھر تمام دن حضرت کو ڈھونڈنے میں گزرا، اس دوران مولانا قاری طیب صاحب کوٹ ادو والے بھی ساتھ تھے۔ مگر حضرت پھر رات کو بھائی عبد الرحیم (جو کہ حضرت کے مکہ میں میزبان تھے) کے گھر پر ملے۔

رات کو حضرت ہمارے ساتھ ہی بھائی عبد الرحیم صاحب کے گھر پر کھانا تناول فرماتے پھر ایک چھوٹے سے کمرے میں ہم تقریباً 7,8 ساتھی حضرت کے ساتھ ہوتے گپ شپ کرتے حضرت مسکراتے رہتے پھر تقریباً دس ساڑھے دس بجے حضرت سو جاتے اور ہم وہیں دیر تک باتیں کرتے رہتے اور پھر سو جاتے۔ رات تقریباً دو بجے اچانک جو آنکھ کھلتی تو حضرت کو مصلے پر پاتے اور تقریباً چار بجے تک روزانہ حضرت کا یہی معمول ہوتا پھر تقریباً ۴ ساڑھے چار بجے سب ہی ساتھ حرم چلے جاتے۔ تو عقل حیران تھی کہ ہم تو دن کو بھی سو جاتے اور رات بھی صبح تک سوتے رہے اور کس طرح یہ اللہ کا ولی دن کو بھی آرام نہیں فرماتے اور رات کو

بھی مختصر سی نیند، دل سے بے اختیار نکلتا ہمارا قائد کس قدر عظیم ہے کہ سچا ولی اللہ ہے۔

حج 2008 جو کہ حضرت کا ہمارے ساتھ آخری حج تھا، غالباً 11 ذوالحجہ کو ہم لوگ اپنے خیمے سے (یعنی یورپ والے خیموں سے) حضرتؒ سے ملنے گئے (جیسا کہ عموماً میں اور میرے دوستوں) کا معمول تھا کہ عصر سے لیکر عشاء کے بعد تک حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے) اور جہاں حضرتؒ کا خیمہ تھا اس کے اطراف میں تقریباً شیعوں کے ہی خیمے ہوتے تھے جیسا کہ دونوں مرتبہ حج میں یہی مشاہدہ ہوا۔ اور شیعہ ذاکر اپنے اپنے خیموں میں لاؤڈ سپیکر پر اپنی بکواسات کرتے۔ بہر حال جب ہم لوگ وہاں پہنچے تو حسب معمول شیعہ ذاکر اپنی کمینگی اور مکر وفریب کا رونا رو رہا تھا آواز چاروں طرف سے سنائی دی جارہی تھی۔ تو حضرتؒ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ جاؤ اور منی کے پولیس اسٹیشن میں کسی پولیس افسر سے انگریزی زبان میں اس شیعہ ذاکر کے خلاف شکایت درج کراؤ اور کہو کہ اگر پولیس فوراً آکر اسی شیعہ کا منہ بند نہیں کر سکتی تو پھر ہماری طرف سے بھی شیعہ کے خلاف بیانات کا سلسلہ شروع ہوجائے گا پھر ذمہ داری پولیس پر ہوگی۔ بحر حال میں اور ایک دوسرے ساتھی قاری طیب ہم پولیس اسٹیشن پہنچے اور پولیس سے کہا کہ ہمیں کسی افسر سے ملاؤ جو کہ انگلش جانتا ہو۔ سعودیہ میں عرب صرف عربی ہی جانتے ہیں باقی زبانیں عرب بالکل نہیں جانتے اور نہ بولنا پسند کرتے ہیں۔ بحر حال بڑی مشکل سے ایک افسر کو بلایا گیا اور اس سے بات چیت ہوئی وہ تھوڑی بہت انگریزی جانتا تھا۔ جب اس کے سامنے بات رکھی تو پہلے تو اس نے کہا کہ یہ مسئلہ ان کے مذہب کا ہے اور ہم کچھ نہیں کر سکتے تو میں نے کہا کہ پھر ہم بھی ان کے خلاف بیانات شروع کرینگے تو کہنے لگا کہ ہم مجبور ہیں لہٰذا تم پھر کسی Higher authority کے پاس جاؤ بحر حال میں نے حضرت حیدریؒ کو فون پر ساری بات بتادی تو حضرت نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تم واپس آجاؤ پھر ہم خود ہی کچھ کرتے ہیں پھر حضرتؒ نے کافی تفصیلی بیان لاؤڈ اسپیکر پر فرمایا جس کے بعد شیعوں کی طرف سے پھر خاموشی ہوگئی۔ اور وہ رات ویسے بھی منی میں آخری تھی۔

حضرتؒ سے آخری ملاقات حج کے موقع پر مدینہ منورہ میں روضہ مبارک کے ساتھ ہوئی۔ رخصت ہوتے ہوئے حضرت نے حسب معمول شہادت کی موت کے لیے دعا کرنے کے لیے فرمایا اور فرمایا کہ بھئی چارپائی کی موت سے بہت ڈر لگتا ہے اور شہادت کی موت میں مزہ ہی مزہ ہے۔ اور یہی حضرت کی آخری تمنا تھی جو کہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے ہوئے ظاہر کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس تمنا کو حضرتؒ کی عین خواہش کے مطابق قبولیت کا درجہ دیا۔

قاری عبدالرشید، برطانیہ

مشن جھنگوی کا پاسبان

24 شعبان المعظم 1430ھ 16/اگست 2009 رات ساڑھے گیارہ بجے کا وقت تھا فون کی گھنٹی بجی، دوسری طرف مانچسٹر سے بھائی محمد تاج تھے۔ خیریت پوچھی تو بتایا کہ حیدری صاحب شہید ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد شروع کر دیا۔ دماغ میں 15 جولائی 2009 کو جامع قاسمیہ انوار القرآن نرتوپہ حضرو ضلع اٹک میں سٹیج پر ہونے والی آخری ملاقات کا منظر سامنے آ گیا۔ آخر میں بیٹھا تھا جب سٹیج پر تشریف لائے تو کارکنوں نے بھرپور استقبال کیا۔ ان کارکنوں کو کیا خبر تھی کہ آج نرتوپہ میں ہونے والا استقبال بھی آخری ہے دیدار بھی آخری ہے اور خطاب لاجواب بھی آخری ہے سٹیج پر موجود علماء و مشائخ سے فرداً فرداً ملاقات کی۔ میں استاد محترم حضرت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولنا عبدالسلام صاحب مدظلہ کے پاس آخر میں بیٹھا تھا۔ جب میری باری آئی تو معانقہ میں انہوں نے بھی خوب دبایا اور میں نے بھی بھرپور گرمجوشی سے معانقہ کیا۔

نرم و نازک جسم کی لمس ابھی تک محسوس کر رہا ہوں۔ آج دوران خطاب انتہائی غمزدہ تھے کہ کراچی میں حافظ احمد بخش کی مظلومانہ شہادت کی خبر آپ کو مل چکی تھی۔ خطاب کے آخر میں فرمایا ہو سکتا ہے کہ میری دوبارہ آپ سے ملاقات نہ ہو سکے، علماء کرام کو مخاطب ہو کر چند ضروری باتیں اور اہل سنت والجماعت کے خلاف تیار کی گئی سازش کو بے نقاب کیا، خطاب ختم کر کے کارکنوں سے فرمایا کوئی بھی مجھے ملنے کی کوشش نہ کرے میری طرف سے تمام کو السلام علیکم۔

پھر سٹیج پر بیٹھ گئے مجھ سے پوچھا قاری صاحب آپ کب آئے ہیں مدرسے کا کیا حال ہے۔ یہ آخری ملاقات اور آخری دو تین باتیں تھیں جو تمام عمر یاد رہیں گی۔ علامہ حیدری شہید پر لکھنا کم از کم میرے قلم کے بس کی بات نہیں ہے۔ میں نے مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود مدظلہ کو حضرت حیدری کی شہادت کی

خبر سننے کے بعد کئی دن تک روتے دیکھا ہے۔حضرت علامہ صاحب مدظلہ جامعہ اسلامیہ مانچسٹر میں باقاعدہ تعزیت وصول کرتے رہے پھر خود تعزیتی جلسے کا اہتمام بھی فرمایا۔اس میں راقم نے بھی شہید کی عظمتوں کو سلام عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ شہداء ناموس صحابہؓ کی پہلی کیاری مکمل ہوگئی گلدستہ شہداء میں ایک پھول کم تھا اب گلدستہ مکمل ہوا۔

5فروری2011 کو ہڈرزفیلڈ میں ربیع الاول1432ھ کی مناسبت سے جمعیت علماء برطانیہ کے نائب امیر مولنا محمد اکرم نے جمعیت کے زیراہتمام ایک جلسہ ذکر ولادت صاحب رسالتؐ جامع مسجد بلالؓ میں رکھا ہوا تھا بعد از جلسہ ہم نے کھانا اس کمرے میں کھایا جہاں بڑے بڑے اکابر علماء آکر ٹھہرتے تھے اور ٹھہرتے ہیں اور بقول برادر مکرم مولنا سید اسعد میاں شیرازی بن شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ مسجد (جامع مسجد بلالؓ) بے سہاروں کا سہارا ہے۔باتیں چل پڑیں تو میں نے عرض کی یہ کمرہ بھی بڑی تاریخ رکھتا ہے،حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ،مولانا محمد مکی حجازی مدظلہ،شہید اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید،شہید ناموس صحابہؓ مولانا محمد اعظم طارقؒ اور امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اور دیگر علماء کرام یہاں آکر ٹھہرتے تھے،اس پر خطیب جامع مسجد بلالؓ مولانا محمد اکرم نے فرمایا کہ سب اس کمرے میں ٹھہرتے تھے سوائے علامہ علی شیر حیدری شہید کے کہ وہ میرے گھر میں قیام فرماتے تھے۔راقم نے وجہ پوچھی تو فرمایا بس یہ بات آپ نہ پوچھیں تو ٹھیک ہے،پھر مولانا محمد اکرم نے ایک واقعہ سنایا کہ سعودی عرب میں مقیم ایک عالم دین کے بیٹے کی شادی تھی،علامہ علی شیر حیدری کو بھی دعوت تھی،میں بھی ان کے ہمراہ گیا جب شادی ہال پہنچے تو دروازے پر عورتیں کھڑی تھیں،علامہ حیدری نے فرمایا کہ میں اس طرف سے اندر داخل نہیں ہوں گا۔فرمایا چلو واپس میں نے کہا کہ حضرت آپ چلیں میں تو نہیں جاؤں گا ۔میرا مقصد یہ تھا کہ میں میزبان عالم دین کو صورتحال سے آگاہ کروں کہ علامہ حیدری چلے گئے ہیں۔جب ان کو بتایا تو وہ فرمانے لگے میں نے باقاعدہ ایک آدمی کی ڈیوٹی لگائی تھی اور دروازہ بھی بتایا تھا کہ حضرت کو یہاں سے اندر لیکر جانا،جب اس آدمی کو پوچھا تو اس نے کوئی بہانہ بنادیا،جس پر میزبان عالم دین انتہائی پریشان ہوگئے۔فون ملایا تو حیدریؒ صاحب نے نہ اٹھایا میں نے اپنے فون سے ملایا تو فرمانے لگے مولانا ہم نے دین اس لیے نہیں پڑھا کہ غیر محرم عورتوں کا اور پردے کا بھی خیال نہ کریں۔اس پر تمام صورتحال سے حضرت حیدری صاحب کو جب آگاہ کیا اور میزبان نے باقاعدہ معذرت کی تو پچاس میل دور سے دوبارہ

واپس آ گئے۔ شریعت کے حکم بھی نہ ٹوٹنے دیا اور میزبان کو احساس بھی دلا دیا اور ان کو ناراض بھی نہ ہونے دیا۔ یہ ہے انتہائی درجہ کے تقویٰ کی ایک مثال جو علامہ حیدری شہیدؒ میں موجود تھی۔

7 مارچ 2004 کو پہلی بار لندن ایئرپورٹ پر اترے، 2 ہفتے کے دورے میں تقریباً 25 سے قریب جلسوں اور درس قرآن کے اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ دوسری مرتبہ 26 جون تا 12 جولائی 2004ء برطانیہ تشریف لائے اور مختلف شہروں میں دینی اجتماعات سے خطابات اور سینکڑوں علماء سے ملاقاتیں کیں۔ آخری بار جب آئے تو برمنگھم شہر میں ایک عظیم الشان کانفرنس سے خطاب فرمایا اور چند دنوں کے بعد واپس تشریف لے گئے اور کسی اپنے کی شرارت کی وجہ سے یہاں کی حکومت نے آپ کا داخلہ برطانیہ میں بند اور ویزہ بھی کینسل کر دیا۔

بہرحال برطانیہ کے علماء سے صحابہؓ دشمنوں کے خلاف تازہ فتویٰ اور سینکڑوں علماء کے اس پر تائیدی دستخط شہید نے اپنے دوسرے دورہ برطانیہ میں حاصل کیے اور فرماتے تھے کہ اس کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ پاکستان کے وہ ادارے جنہوں نے صحابہؓ دشمنوں کے خلاف کفر کے فتوے دیے ہوئے ہیں وہ موجودہ حالات میں ان کو اپنے ساتھ مذہبی دینی رہنما کے طور پر بٹھائے ہوئے ہیں ان کے اداروں کو دینی ادارے کہہ رہے ہیں، اس دور میں ہماری دینی ذمہ داری ہے کہ ہم بھی اپنا دینی فریضہ ادا کریں تاریخ میں ایسی تحریر فتویٰ کی صورت میں چھوڑ جائیں کہ لوگ خود فیصلہ کریں کہ صحابہ کرامؓ کے دشمنوں، منکروں، گستاخوں کو جب کچھ علماء اپنے سیاسی مفاد کی خاطر ساتھ ملائے ہوئے تھے تو کچھ لوگ اس وقت بھی نعرہ حق لگا رہے تھے۔ یہ تحریر سند ہوگی اس وقت جب ہم نہیں ہوں گے۔

بعد از شہادت خواب میں متعدد بار زیارت ہوئی ہے اللہ تعالیٰ حضرت حیدری شہیدؒ سمیت تمام شہداء کے درجات کو بلند فرمائے ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور ان کے چھوڑے ہوئے مشن کی ہم سب کو نگہبانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

حضرت مولانا محمد مسعود ازہر مدظلہ

خوش ہے مگر عزیمت

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

حضرت مولانا علی شیر حیدریؒ مسلمانوں کے لیے ایک ''نعمت الٰہی تھے۔۔۔ان کے نام کے ساتھ ''علامہ'' لکھا جاتا تھا۔۔۔ بلاشبہ وہ اس کے حقدار تھے۔۔۔علامہ کا لفظ بھی خوش ہوتا ہوگا۔۔۔کہ آج کل اس بے چارے پر بہت ستم ڈھائے جاتے ہیں

''علی شیر'' کافی بھاری نام ہے۔۔۔مگر انہوں نے ہمیشہ اس نام کی لاج رکھی۔۔۔علی اور شیر علیؓ کا شیر۔۔۔سبحان اللہ، سبحان اللہ۔قرآن پاک کے حافظ۔۔۔حفظ بھی جیل میں۔۔۔قرآن پاک کے عالم۔۔۔ علم بھی مستند علماء کرام سے۔۔۔قرآن پاک کے خادم۔۔۔منکرین قرآن کے خلاف پوری زندگی صف آراء۔۔۔مسئلہ جہاد کو بے غبار بیان فرمانے والے۔۔۔حضرت صحابہ کرامؓ کے عاشق۔۔۔عشق بھی قربانی والا۔۔۔اہل بیت کے دیوانے۔۔۔دیوانگی بھی پروانوں سے بڑھ کر۔۔۔اہل حق کے مناظر۔۔۔مناظرہ بھی چوکھی۔۔۔ مایہ ناز خطیب۔۔۔خطابت بھی علم وجذبے سے معمور۔۔۔ایک باکردار انسان۔۔۔کردار اسلاف جیسا۔۔۔ایک بہادر جانباز۔۔۔ بہادری حکمت والی۔۔۔وہ جس علاقے سے اٹھے۔۔۔وہاں کے علماء بس وہیں کے رہتے ہیں۔۔۔مگر علیؓ کا شیر ایک دنیا پر چھا گیا۔۔۔وارثت، گدی، نسب اور اسباب کے بل بوتے پر نہیں۔۔۔اخلاص، علم جہد مسلسل اور قربانی کے ذریعہ۔۔۔وہ ان میں سے تھے جن کے نام انگلیوں پر گنے جاتے ہیں۔۔۔جن کے سر پر انعامات رکھے جاتے ہیں۔۔۔جن کی آواز دور تک سنی جاتی ہے۔۔۔جن کے قتل کے منصوبے۔۔۔حکومتی سطح پر بنائے جاتے ہیں۔۔۔اور جن کے حقانی تیروں سے تڑپنے والے بھی۔۔۔ان گنت ہوتے ہیں۔۔۔ایسے لوگ کم کم آتے ہیں۔۔۔تیز تیز کام کرتے ہیں اور جلدی جلدی چلے جاتے ہیں۔۔۔قدرت نے بے شمار دشمنوں کے بیچ ان کو اتنے عرصہ تک

محفوظ رکھا اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔۔۔اور پھر جب ان کا وقت آیا۔۔۔موت کی بجائے شہادت کی زندگی نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔۔۔شہادت کی نعمت تو بہت قابل رشک نعمت ہے۔۔۔میں کوئی شاعر نہیں۔۔مگر علامہ شہیدؒ کی محبت نے چند مصرعوں کی تک بندی کرادی

ملاحظہ فرمایئے!

شیر بھی علی بھی اور ضرب حیدری بھی
علم بھی عمل بھی اور فقر حیدری بھی
بولے تو بجلی کڑکے باطل کے آشیاں پر
شعلہ نواخطابت اور فقر حیدری بھی
رشک گلاب چہرہ اور پرجلال منظر
حسن و جمال یکجا اور جامِ حیدری بھی
حب صحابہؓ تمغہ ، سنت کا سچا خادم
اسلاف کا عقیدہ اور درکِ حیدری بھی
علمِ مناظرہ میں، تھے لکھنویؒ وہ ثانی
جامعِ صفات عالم اور فکرِ حیدری بھی
منبر اداس ہے اور جلسے بھی رو رہے ہیں
خوش ہے مگر عزیمت اور قبر حیدری بھی
از ہر کے ذہن میں وہ اب بھی مہک رہے ہیں
مبارک انہیں شہادت اور قرب حیدری بھی

☆☆☆

مناظر اسلام مولانا منیر احمد اختر، جہانیاں

ایک عبقری شخصیت

قائد ملت اسلامیہ امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری شہید اپنے دور کی ایک عظیم عبقری شخصیت تھے۔ انکی ذات اپنی خدمات کے ساتھ اپنوں کے علاوہ اغیار کے حلقہ میں بھی محتاج تعارف نہ تھی۔ آپ کے فکر ونظر کے فیضان سے امت محمدیہ بالخصوص علماء حضرات کے قلوب میں جذبہ توحید اور عشق رسول ﷺ اور صحابہ و اہل بیت کے تحفظ و بقا اور اسلامی منشور کی صلاحیت پر جو حیرت انگیز تاریخی اثرات مرتب ہوئے تھے، اس سے انکار کوئی ذی شعور سے قطعاً ممکن نہیں۔ امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری شہید کا ایک خاص نمایاں وصف جو روز روشن کی طرح عیاں تھا وہ عشق رسول واصحاب رسول و اہل بیت رسول تھا، حضرت شہید کی زندگی کا ایک ایک لمحہ نفوس قدسیہ کی محبت میں ڈوبا ہوا تھا، کوئی بھی ادارہ یا انجمن فرد ہو یا جماعت کسی کی تحریر ہو یا تقریر وہ اپنا ہو یا پرایا اگر وہ منصب رسول ﷺ اور جذبہ محبت صحابہ واہل بیت سے متصادم نظر آیا تو علی شیر حیدری شمشیر حیدر لے کر اپنی شیرانہ گرج سے قوت لسانی سے کامیاب تعاقب فرمایا۔

علامہ علی شیر حیدری کی زندگی کے یہ چند سال جن کا گوشہ گوشہ علم و عمل کے نور سے منور ہے جن کا لمحہ لمحہ ذکر خدا اور یاد مصطفی ﷺ اور دفاع صحابہ واہل بیت سے معمور ہے، آپ کی بے شمار تقاریر جو پند و موعظت اور ذکر وارشاد، دفاع صحابہ واہل بیت کی محفلوں سے گونج رہا ہے جو پھیلا تو کائنات کی پنہائیوں کو شرمسار کرتا گیا اور جو سمٹا تو عشق غلامان مصطفی ﷺ بن کر رہ گیا، یہی آپ کا ایمان تھا اور دین اسلام تھا اور یہی عقیدہ تھا کہ جب حبیب کبریا ﷺ اور صحابہ واہل بیت جان و ایمان اور روح دین ہے اس کے پرچار میں آپ نے اپنی ساری عمر صرف کر دی اس کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں اور قابلیتیں وقف کر دیں بالآخر خلق خدا نے وہ دن بھی دیکھا کہ اس سچے عاشق نے ان کے دفاع میں اپنی زندگی قربان کر دی جن کے تذکرے صبح و شام کرتے رہے۔

امام اہل سنت کی دفاع صحابہ میں سرشاری اور اس میں انفرادیت کے سبب سے اب جہاں بھی دفاع غلامان رسول ﷺ کی بزم آراستہ ہوگی یا عاشقان رسول واصحاب رسول کی انجمن سجی ہوگی اس مرد قلندر علامہ علی شیر حیدری کو ضرور یاد کیا جاتا رہے گا۔

چھوٹوں کی حوصلہ افزائی

مدرسہ عربیہ دینی درسگاہ خانگڑھ ضلع مظفر گڑھ کا سالانہ جلسہ کی آخری نشست تھی، حضرت علامہ شہید کا آخری خطاب تھا، حضرت سے قبل بندہ تقریر کر رہا تھا، دوران تقریر ایک پرچی آگئی جس میں سوال کیا گیا تھا کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ نماز میں گدھے کے خیال سے حضور ﷺ کا خیال لانا زیادہ برا ہے، احقر یہ پرچی پڑھ ہی رہا تھا کہ بیک آواز نعرے لگنے شروع ہوگئے، کہ تیرا شیر میرا شیر علی شیر علی شیر، احقر بھی فرط مسرت میں نعرہ لگانے والوں کے ساتھ نعرہ لگا رہا تھا، مجمع ہزاروں کا تھا۔ سب دیوانہ وار کھڑے ہو کر اپنے محبوب قائد کا استقبال کر رہے تھے، کافی دیر نعرے فلک شگاف لگتے رہے، بالآخر قائد ملت اسلامیہ اسٹیج پر تشریف لائے اور اپنے مداحوں کو جو نعروں کی صورت میں اپنی محبت و عقیدت کے پھولوں کی برسات برسا رہے تھے، حضرت قائد ملت اسلامیہ نے اپنے مخصوص محبت بھرے انداز تشکرانہ انداز میں خاموش رہنے اور بیٹھ جانے کا اشارہ دیا، بس حضرت علامہ کا ارشارہ ابھی واپس نہیں ہوا تھا، جان نچھاور کرنے والے جیالے سب اطاعت امیر کے اشارہ ابرو پر نہ صرف بیٹھ گئے بلکہ بالکل ساکت ہو کر ہمہ تن گوش متوجہ ہو کر اپنے قائد محترم کو مشتاق نظروں سے دیوانہ وار تکتے رہے، ایسا ماحول بن چکا تھا اسوقت مجھ جیسے کم ہمت، کم علم کا ایک لمحہ بھی مائیک پر رہنا اور کچھ کہنا مناسب نہیں تھا چونکہ نہ حالات اجازت دے رہے تھے اور نہ ہی مجمع کی تڑپ اور شوق جو حضرت علامہ کے درمیان مجھے سامعین برداشت کرنے کے روادار تھے۔

حضرت کی شفقت جو ہمیشہ چھوٹوں کی حوصلہ افزائی اور بڑا بنانے کی آرزو ہوا کرتی تھی، مجھے فرمایا کہ آپ اس آنے والی پرچی کا جواب مفصل اور مُدلل دیں، احقر نے تعمیل حکم کی بنا پر جواب دینا شروع کیا تو حضرت اونچی آواز میں نہ صرف داد دے رہے تھے بلکہ بآواز بلند تائید وتصدیق بھی فرما رہے تھے اور جواب سے محظوظ بھی ہو رہے تھے اپنے مخصوص انداز سے ہاتھ اٹھا اٹھا کر شاباش سے بھی نواز رہے تھے، یہی وہی انداز تھا جو سید عطاء اللہ شاہ بخاری اپنے چھوٹے مبلغین کے ساتھ فرمایا کرتے تھے، ایک میرے قریبی دوست

نے مجھے بتایا کہ حضرت صاحب نے عبداللہ ابن مسعود کے سالانہ جلسہ خانپور کی تقریر میں شاہ صاحب کی عبارت صراط مستقیم پر اعتراض کے جواب میں آپ والے دلائل دیئے ہیں، احقر سن کر خوش ہوا کہ حضرت صاحب نے مجھ جیسے طالب علم کی کتنی حوصلہ افزائی فرمائی، حضرت شہید کو جب بھی فون کرتا تو مجھے اتنا اعزاز دیتے کہ میں شرمندہ ہو جاتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے میں نے حضرت کو فون کیا تو حضرت نے فرمایا شیخ کیا حال ہے، میں نے سمجھا شاید پہچانا نہیں، میں نے عرض کی حضرت میں منیر احمد جہانیاں سے بول رہا ہوں، فرمایا ہاں ہاں میں کیا ہر کسی کو شیخ کہتا ہوں، اللہ اللہ، مجھ پر تو یہ سن کر لرزہ والی کیفیت طاری ہوگئی کہ من آنم کہ من دانم، حضرت ایک عالم ربانی عارف لاثانی، رہبر شریعت، ہادی طریقت، قائد اہل سنت، ان بزرگان دین اور علماء کاملین سے ہیں جو بڑی مدت کے بعد کبھی کبھار پیدا ہوا کرتے ہیں، اتنے بڑے عظیم مناظر اور علم و عمل کے پہاڑ مجھ جیسے ایک ادنیٰ جس کی حیثیت

حضرت والا کے سامنے رائی کے برابر بھی نہیں اور مجھے شیخ فرما رہے ہیں۔

احقر ہر سال جامعہ حیدریہ مناظرہ رد رضا خانیت پڑھانے جاتا ہے۔ حضرت کی زندگی کا جو آخری سال کا کورس تھا تو احقر کو فون میں فرمایا اس سال آپ کیا پڑھائیں گے میں نے عرض کیا حضرت جو حکم ہو، فرمایا آپ نے یہ پڑھانا ہے کہ بریلویت دراصل شیعہ کے عقائد کے بھی حامل ہیں، چونکہ یہی لوگ ہماری تحریک میں دیوار ہیں اور ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں، یہی رکاوٹ ہیں، بندہ جب پڑھا رہا تھا تو فرمایا کیا پڑھایا، احقر نے جواباً عرض کیا حضرت جو آپ نے حکم فرمایا تھا، وہی پڑھایا۔ شفقت اور حوصلہ افزائی کا یہ عالم تھا کہ احقر جب حضرت کے ہاں پڑھا رہا تھا تو ایک جگہ بعد از نماز عشاء کسی گوٹھ میں ایک عظیم الشان جلسہ تھا، حضرت احقر کو بھی ساتھ لے گئے، جب وہاں پہنچے تو جلسہ والوں کو فرمایا یہ بہت بڑے عالم اور مناظر ہیں، ہمارے مدرسہ میں مناظرہ پڑھاتے ہیں، ان کی تقریر کرواؤ، بندہ کا اعلان ہوا، سٹیج سیکرٹری نے کچھ ایسے انداز سے القاب کے ساتھ اعلان کیا، بندہ نے جب یہ اعلان سنا تو سر نیچے کر دیا، حضرت صاحب میرے ساتھ بیٹھے تھے فرمایا اٹھو اٹھو تقریر کرو، میں نے عرض کی حضرت یہ سندھی ہیں میری اردو والی تقریر کیا سمجھیں گے، ہنستے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ نور جہاں کی اردو سمجھتے ہیں آپ کی کیا نہیں سمجھیں گے۔ بندہ نے تقریر کی بعد میں حضرت نے اپنے علمی انداز میں سندھی زبان میں تقریر فرمائی مجمع بار بار نعروں کی گونج کی زد میں رہا، بس ہمیں تو نعروں سے معلوم ہو رہا تھا کہ زبردست تقریر ہو رہی ہے لیکن آپ کیا فرما رہے ہیں ہمیں کچھ علم

نہ تھا، تقریر کے اختتام کے بعد ہم جب واپس حیدر یہ آ رہے تھے تو حضرت شہید نے خود مجھے فرمایا، مولانا میں نے آپ کی تقریر کا ترجمہ سندھی میں کیا ہے چونکہ آپ کی تقریر مجھے بہت ہی پسند آئی، اس لیے میں نے چاہا کہ لوگوں کو رد شرک اور رسول اہل بدعت پر آپ کے دلائل قوم کو اچھی طرح سمجھ آ جائیں اور عقیدہ صحیح ہو جائے، احقر حیران تھا کہ حضرت کتنے عظیم انسان اور مشفق اور مربی ہیں کہ میری حوصلہ افزائی فرمار ہے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ حضرت نے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ مجھے تو آپ کا احسان نہیں بھولتا کہ آپ ہمیشہ مجھے یہ احساس دلاتے رہے کہ آپ اپنے فن مناظرہ کو ضائع نہ کریں، اور نہ ہی حوالجات اپنے سینہ میں لے کر چلے جائیں، اس کو تدریس کی صورت میں پھیلائیں، فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے نام پر طلبہ حضرات آ جاتے ہیں اور آپ بھی پڑھا لیتے ہیں، آپ کے دل میں علماء کرام کا احترام بہت تھا، جیسے حضرت شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے واقعات سنتے اور پڑھنے میں

آتے ہیں، وہی حالات میرے مربی ومحسن حضرت الشیخ حیدری شہید کے تھے، اکابرین علماء اہل سنت خصائل حمیدہ سے متصف تھے۔

تواضع اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ زمانہ حال کے شیخ العرب والعجم استاذ العلماء وامام المناظرین حضرت علامہ عبدالستار صاحب مدظلہٗ تونسوی کی ملاقات کے لیے مظفر گڑھ تشریف لے گئے، آپ کے ہمراہ میرے برادر مخلص جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں اور کافی احباب ساتھ تھے جب مظفر گڑھ حضرت استاذیم تونسوی صاحب کی رہائش گاہ پہنچے تو پہلے ہی رئیس المدرسین امام صرف ونحو سپاہ صحابہ کے انتہائی مخلص دیرینہ ساتھی میرے دوست مولانا عبدالرشید صاحب بلال صدر مدرس مدرسہ عربیہ دینی درسگاہ خانگڑھ اور میرے ہم درس جناب مولانا محمد صادق صاحب بھی ساتھ تھے، وہاں علامہ علی شیر حیدری کے استقبال کے لیے موجود تھے، چونکہ ملاقات علامہ بلال نے ہی کرائی تھی، حضرت تونسوی صاحب کے صاحبزادے نے بہت ہی عزت و اکرام کے ساتھ بٹھایا، کافی دیر انتظار حضرت حیدری صاحب کو کرنی پڑی، لیکن حضرت حیدری صاحب نے اس طویل انتظار کو نہ محسوس کیا اور نہ ہی چہرے پر کوئی ملال کے آثار نمودار ہوئے، حضرت علامہ تونسوی صاحب کی ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے شوق میں الانتظار اشد من القتل یا موت والے محاورے کو خاطر میں نہ لائے، اگر لاتے بھی تو شاید اضطراراً جائز ہوتا چونکہ آگے دور ایک جماعتی عظیم الشان جلسہ میں بھی خطاب کرنا تھا، کافی انتظار کے بعد حضرت علامہ تونسوی صاحب وہیل کرسی میں جوان کا بیٹا تھا کھینچ رہا

تھا تشریف لائے تو حضرت حیدری شہید نے جب دیکھا تو آپ حالت جذبہ فرط محبت میں قابل دیدنی تھی، آپ زمین پر دوزانو ہو کر حضرت سے بغل گیر ہوئے اور ہاتھوں کو بوسا دیا، باادب خاموش بیٹھے رہے، احقر کو یہ منظر شاید زندگی بھر نہ بھولے، واقعی حیدری شہید اکابرین دیوبند کے نقش پا کے امین تھے۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں حجتہ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی اور قطب الاقطاب ثانی امام ابوحنیفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے قافلے کے بچھڑے ہوئے حیدری شہید تھے۔ قافلہ آگے نکل چکا تھا اور آپ ہی پیچھے رہ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی تھی کہ ہم جیسے جی بھر کر دیکھ لیں کہ ان قافلہ کے قائدین کیسے تھے۔ اس لیے شاید تقدیر نے حضرت شہید کو پیچھے کر دیا۔ وہی انداز انکساری اور خاکساری کا مجسمہ بنے بیٹھے رہے، دوزانو اتنی دیر بیٹھنا بھی واقعی آپ میں اکابرین اور قائدین والی تمام حمیدہ عادات مبارکہ تھیں۔ جب رخصت ہونے لگے یاد نہیں یا پتہ نہیں چل سکا حضرت حیدری شہید نے نقدی کی صورت میں حضرت علامہ تونسوی صاحب کے ہاتھوں میں رقم تھمائی، اب دونوں امام المناظرین واستاذ العلماء ایک دوسرے کو الوداعی نظروں سے رخصت کر رہے تھے، الوداع کا منظر بھی دونوں کا دیدنی تھا، شاید میرے خیال میں حضرت حیدری کی یہ آخری ملاقات ثابت ہوئی، حضرت علامہ تونسوی مدظلہ سے، پھر حضرت جلسہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ بندہ جب پہلے سال جامعہ حیدریہ میں حضرت کے اصرار اور قائد محترم جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کے دیرینہ مطالبے اور زبردست کاوشوں کے بعد کورس پڑھانے گیا تو حضرت مجھے دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور نصائح فرماتے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ بندہ حضرت کے سامنے بچھی ہوئی چارپائی پر بیٹھا تھا، اور میرے جامعہ حیدریہ میں بننے والے دوست اس سے قبل غائبانہ تعارف تھا میری مراد علامہ جناب محمود عالم اوکاڑوی ہیں جو وہاں ان دنوں جامعہ حیدریہ میں مدرس تھے، بہت ہی صاحب تحقیق اور فن تدریس اور تصنیف میں اپنی مثال آپ ہیں انکی بہت سی تصنیفات اہل حق سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں وہ علامہ شہید کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، حضرت علامہ حیدری شہید جو علم میں میرے باپ تھے اور عمر میں چھوٹے تھے، مجھے تدریس اور تعلیمی تحقیق کے فوائد سمجھا رہے تھے، موقعہ شناس علامہ اوکاڑوی نے فرمایا کہ ایک آدمی اخلاص اور محنت شاقہ کے ساتھ دن رات ایک کر کے کافی عرصہ مطالعہ کرتا ہے اسے کوئی نہیں جانتا ہوتا پھر اللہ تعالیٰ اس کے اخلاص کی برکت سے اس کو منظر عام پر لا کر وہ حالات مہیا کر دیتے ہیں جس سے ان کے فیض سے ایک مخصوص دنیا مستفیض ہونے لگ جاتی ہے۔ علامہ اوکاڑوی کا اشارہ احقر ناچیز کی طرف تھا۔ بالآخر حضرت شہید کی نصائح

کی وجہ سے آج پورے ملک میں تقریباً پندرہ نامور مدارس میں پڑھانے کا شرف حاصل ہے جوکہ حضرت کی کرامت ہے، علامہ علی شیر حیدری شہید کسی فرد کا نام نہیں تقدیس رسالت وحب صحابہ واہل بیت کا نام تھا، عشق مصطفیٰ ﷺ وغلامان مصطفیٰ میں ڈوب کر دھڑکنے، پاک وبابرکت اور پُر سوز دل کا نام تھا اور جب تک یہ مقدس جذبے زندہ رہیں گے، علی شیر حیدری کا نام زندہ رہے گا، اس نام کو اللہ تعالیٰ نے سورج کی کرنوں کے ساتھ آسمان کی وسیع البسط چھاتی پر ہمیشہ کے لیے ثبت کردیا ہے اور اب کوئی حادثات حیات رفض کا بیدار جھونکا اور زمانے کی کوئی ملحدانہ سنگدل ٹھوکر اسے مٹا نہیں سکے گی۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اس لیے کہ خلق خدا آپ کی ولولہ انگیز خطابت سے دیوانی تھی، اہل دانش آپ کی زلف علم وفضل کے اسیر تھے، آپ کے تبلیغی دوروں کے ذریعہ علوم معارف کے وہ دریا بہا چھوڑے کہ زمانہ کے علماء اور دانشور عش عش کر اٹھے، آج بڑے بڑے قدآور علماء اور تعلیم یافتہ طبقہ دانشوروں قوم وملت آپ کی شوکت علمی کا لوہا ماننے پر مجبور ہوگئے اور ایسا کیوں نہ ہوتا آپ کے علوم تو علامہ عبدالشکور لکھنوی کے سچے وارث وامین تھے۔

☆☆☆

مولانا مفتی منظور احمد مینگل مدظلہ، کراچی
(استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی)

نمونہ اسلاف

حمد وستائش اس ذات اقدسؐ کے لیے جولم یزل اور لایزال کا مصداق ہے جس نے اپنی تمام مخلوقات کے لیے موت وفنا کو لازم قرار دے کر خالق ومخلوق کے درمیان حد فاصل مقرر فرمادی پھر اپنے خاص بندوں اور مقربین کو موت وحیات دونوں صورتوں میں زندہ رکھا اور ان کے اعداء اور دشمن کو موت وحیات ہر حالت میں مردہ قرار دے کر نا قابل اعتناء سمجھا۔

الجاهلون فموتی قبل موتهم والعالمون وان ماتوا احياء

اس شعر کا مصداق حقیقی آج سے کئی عرصہ قبل اگر ہمارے اسلاف علماء متقدمین تھے تو آج کے زمانے میں اس کا کما حقہ مصداق علامہ علی شیر حیدری تھے اور رہیں گے۔

مات شيخي حيدري لكن لم فيضانه انما مات المسى واسمه ما لا يموت

آج علامہ حیدری اس دنیا فانی سے منتقل ہو کر چلے گئے لیکن آپ کا فیض باقی رہے گا اگر مسمیٰ کو موت آگئی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں آپ کا اسم ہمیشہ رہے گا۔ یہ جملہ اگرچہ ایک دعا ہے اور یقیناً اس مظلوم زمانہ کو اللہ پاک نے اپنی آغوش رحمت میں لے لیا ہوگا مگر دل ودماغ آپ کو مردہ ماننے کے لیے کسی طرح بھی تیار نہیں آج آپ کو دامت برکاتہم کی بجائے مرحوم لکھتے ہوئے قلم انکار کر رہا ہے، میرے ہاتھوں کی حرکت ختم ہوگئی ہے لیکن والرضا بالقضا واجب کے تحت آپ کو مرحوم لکھنا پڑ رہا ہے

لطف سجن دم بدم قہر سجن گاہ گاہ یوں بھی سجن واہ واہ ووں بھی سجن واہ واہ

وارث انبیاء کا حقیقی مصداق

ہمارے اکابرین میں سے ہر عالم کی خوشبو اور مہک الگ الگ ہے، ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است،

لیکن علی شیر حیدری کی خوشبو اور مہک سب سے جدا تھی، العلماء ورثۃ الانبیاء والی حدیث کو تقریر و وعظ اور تحریروں میں لکھنا تو بہت آسان ہے مگر انبیاء والی صفات، شجاعت، حق گوئی، ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا، دنیاوی مصلحتوں کے لیے دین کو نظر انداز نہ کرنا، اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے میدان میں نکلنا، دین فروش اور سرکاری مولویوں کے طعن و تشنیع کو برداشت کرنا، اجبار فی الجاہلیہ وخوار فی الاسلام جس کی للکار میں موجود ہو، معرکہ رافضیت میں کود کو خالد بن ولیدؓ کی طرح ہنسنا، عظمت صحابہ اور ناموس صحابہ پر مرمٹنا تحریف قرآن کے قائلین اور عقیدہ بداء کے معتقدین کا دشمن بننا، وقت کے ظلم و جبر نشیب و فراز کو نہ دیکھنا، ایک اللہ کی رضا کو اپنا مطمع نظر بنانا۔ مذکورہ تمام صفات کا حامل احقر نے اگر اپنی دانست اور دید کے مطابق کسی کو پایا تو وہ علامہ علی شیر حیدری ہی تھے بقول اہل فارسی

گفتن آسان لیکن کردن مشکل است

اخباروں اور جرائد میں ہم جیسے شجاع اور دلیر شاید کوئی ہوں لیکن نفس الامر اور حقیقت کی دنیا میں اور میدان کارزار میں شاید ہی ہم جیسا کوئی بزدل ملے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے واقعتاً ان خوبیوں سے نوازا تھا، آپ کا شیر جیسا چہرہ شاہین جیسی آنکھیں جنہوں نے دیکھی ہیں وہ اس بات کی پوری تصدیق کریں گے کہ واقعتاً آپ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے سچے وارث اور روحانی بیٹے تھے۔

عجیب واقعہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک بزرگ نے آپ سے فرمایا کہ بھائی آپ کا ان دنوں میں مدرسوں میں جانا ان مدارس اور اہل مدارس کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے آپ نے جواباً فرمایا کہ جن کو خطرہ ہے وہ ہم سے علیک سلیک چھوڑ دیں اور اپنی حفاظت کریں اور اپنے مدارس کو بچائیں لیکن مجھے ان چیزوں کی کوئی پرواہ نہیں اس لیے کہ میں جب گھر سے نکلتا ہوں تو مرنے کے لیے میری پوری تیاری ہوتی ہے یہ تدابیر وہ لوگ اختیار کریں جنہیں مرنا نہیں مجھے تو مرنا بھی ہے اور خدا کو منہ دکھانا بھی ہے احقر نے خود بھی آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ کی تقریر میں لب ولہجہ قدرے سخت ہے مہربانی فرما کر اپنے انداز بیان میں کچھ نرمی پیدا فرمائیں آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب انما المشرکین نجس جو فرمایا گیا ہے تو کیا مشرک رافضی سے زیادہ بدتر ہے، ہرگز نہیں واقعتاً سچ فرمایا گیا ہے کہ جن کو جن سے دوستی ہوتی ہے تو اس دوست کے دشمنوں سے بھی دشمنی ہوتی ہے لیکن

اگر کسی کی دوستی پکی نہ ہوتو پھر اسکے دشمنوں سے تعلق ہوتا ہے یقیناً اگر ہماری دوستی اولیاء اللہ یعنی صحابہ سے پکی ہوتی تو ان کے دشمن (روافض) سے ہرگز دوستی نہ ہوتی لیکن شاید کچھ محققین دوران ایسے ہونگے جن کے ہاں لاتجد قوم یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاداللہ ورسولہ والی آیت منسوخ ہو لیکن مولانا شہیدؒ کی اصطلاح میں ایسی لچک اور گنجائش موجود نہیں تھی جس کی سزا اللہ کے دشمنوں اوراس کے باغیوں نے آپ کو دی۔

علوم شرعیہ میں مہارت

آپ کو اللہ نے تمام علوم شرعیہ میں مہارت عطا فرمائی تھی خاص طور پر تفسیر، فقہ، حدیث، علم المناظرہ ، میں آپ کی دقت نظر بے مثال تھی، چند سال پہلے آپ کو جامعہ فاروقیہ بلایا گیا تھا تا کہ چھٹیوں کے ایام میں مناظرہ کا درس دیں تقریباً مہینہ ڈیڑھ مہینہ تو احقر نے درس دیا تھا آپ نے صرف تین چار دن فرقہ رافضیہ کے خلاف پڑھایا تھا آپ کے درس میں احقر نے بھی شرکت کی تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن کمالات سے نوازا تھا ان کو تحریر میں بیان کرنا مشکل ہے، آپ ایک بہترین اور جید مدرس تھے جس گہرائی سے آپ مسائل کو لیتے تھے اور مسئلہ کی تہہ تک غوطہ زنی کرتے تھے وہ آپ کا حصہ تھا آپ کے درس میں سطحیت قطعاً نہیں ہوتی تھی آپ کا جوش ہمیشہ ہوش کے تابع ہوا کرتا تھا جوش میں آ کر ہوش کھو بیٹھنا جیسا کہ اکثر خطباء میں دیکھا گیا ہے یہ طریقہ ہرگز نہیں ہوتا تھا سائل نے آپ سے پوچھا کہ حضرت انتخابات میں روافض کے ساتھ انتخابی گٹھ جوڑ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے فرمایا کہ ناجائز ہے سائل نے کہا کہ حضرت آپ ﷺ نے یہود ونصاریٰ کے ساتھ بوقت جنگ کچھ اتفاق کیا تھا اوران سے تعاون بھی لیا ہے جواباً فرمایا کہ ہاں مجھے اس سے انکار نہیں لیکن لاتتخذ والیہود والنصاریٰ کے نزول کے بعد آپ کا گٹھ جوڑ دکھاؤ، نیز یہود ونصاریٰ تو اہل کتاب ہیں، لیکن قادیانی اور رافضی دونوں مرتد ہیں غرض یہ کہ تفسیر پر بڑی نگاہ تھی میں نے اپنی زندگی میں مرشد کامل حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف والوں کو اور حضرت علامہ علی شیر حیدری کو دیکھا کہ تقریر کرتے وقت قرآن مجید ہاتھ میں لے کر کھولتے تھے جہاں سے جو صفحہ اور جو آیت سامنے آتی اسی سے درس شروع کر دیتے تھے، قرآن میں اتنی مہارت تھی کہ کسی بھی آیت کی تفسیر اور وضاحت میں گھنٹوں کے گھنٹے لگاتے تھے، آپ اردو تفسیر دیکھ کر شان نزول بیان کرنے والے مفسر نہیں تھے بلکہ کما حقہ آپ مفسر

قرآن تھے۔ حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف کے وصال کے بعد آپ کے علوم کا اگر کوئی امین تھا تو وہ علامہ علی شیر حیدریؒ ہی تھے، احقر کا پورا خاندان علماء اسلام سے وابستہ ہے احقر خود بھی جمیعت ہی سے وابستہ ہے اوران شاء اللہ تادم آخر وابستہ رہے گا، سپاہ صحابہ کے قائدین کے تقویٰ اور طہارت، بہادری اور شجاعت اوران کی قربانی کا ہمیشہ معترف رہا ہے لیکن ان حضرات میں سے کسی نے بھی علمی طور پر مجھے اتنا مرعوب نہیں کیا ہے جتنا مجھے حضرت اقدس حیدری صاحب نے متاثر کیا ہے۔

بہترین فقیہ

اللہ پاک نے آپ کو بہترین فقہی ذوق بھی عطا فرمایا تھا۔ احقر ایک زمانے سے ایک علمی مرکز اور علمی شہر کراچی میں رہ رہا ہے اور عام طور پر اس طرح ہوتا ہے کہ جو شخص کسی بڑے مورچے میں رہتا ہے تو وہ دوسروں کو خاطر میں بہت کم ہی لاتا ہے خاص طور پر اہل شہر یہ سمجھتے ہیں کہ دیہات والوں کے پاس تو کچھ بھی نہیں مگر ان دیہاتیوں میں میرے استاذ مولوی عبدالغفور قاسمی سجاولی، مولانا محمد ابراہیم سجاولی، مفتی عبدالوہاب چاچڑ اور حضرت اقدس علامہ علی شیر حیدری اس تصور کو بالکل برعکس کر کے دکھا چکے ہیں کئی دفعہ حضرت حیدری کے سامنے کسی اردو کتاب کا فتویٰ پیش کیا گیا تو فرمایا کہ مولانا آپ کا مفتی صاحب مفتی تو نہیں ناقل ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ قول منقول اور مسئلہ منقول الیہا میں فرق ان کو سمجھ میں نہیں آیا ہے، پھر وضاحت فرماتے تو پتا چلاتا کہ واقعتاً آپ دقیق نگاہ کے حامل تھے آپ جو بات سمجھتے تو آپ کو سمجھانے کا ڈھنگ بھی اللہ نے دیا تھا آپ کی بہت سی باتوں کا انکار کر کے لا اسلم (اجمالی) تو بہت سے علماء نے کہدیا مگر آپ کے ساتھ بیٹھ کر لا اُسَلِّم کو دلائل سے ثابت کرنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی یہی وجہ ہے کہ صرف آپ کے موقف کو اس طرح کہہ کر کہ آپ سپاہ صحابہ کے ہیں اوران کی باتوں میں معقولیت نہیں ہوتی رد کیا گیا لیکن دلائل کی دنیا میں کوئی آپ سے بات نہیں کر سکا، یہاں تک کہ علماء متقدمین اور متاخرین کے مسلمات واجماعیات کو بھی آپ سے نہیں سنا گیا کہ آپ سپاہ صحابہ کے ہیں بلکہ آپ کی ضد میں آکر بہت سے قطعی الکفر کو ان لوگوں نے مسلمان کہدیا۔

بہترین محدث

آپ حدیث کے الفاظ کو صرف رٹہ لگانے والے محدث نہیں تھے بلکہ حدیث کے معانی اور مراد اور واصول

کلیہ کے ساتھ اس کی تطبیق کو خوب جانتے تھے بلکہ آپ فقہاء محدثین اور محدثین فقہاء دونوں کی جماعت کے ایک جامع فرد تھے مجھے خود اس کا اندازہ اس طرح ہوا کہ جب آپ جامعہ فاروقیہ کے مہمان خانے میں کچھ دن تشریف فرما تھے تب آپ سے خوب بحث ومباحثہ اور گفتگو کا موقع ملا اور آپ کی حدیث دانی سے خوب استفادہ بھی کیا آپ کی نگاہ اصول اور ضوابط پر بہت مضبوط تھی اس لیے اخبار احاد کو آپ سرسری طور پر قبول نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کی گہرائی میں اتر کر پھر گفتگو فرماتے تھے اس سلسلے میں مثالیں گنواؤں تو بات بہت ہی زیادہ لمبی ہو جائے گی۔

ایک دلچسپ واقعہ

1417ھ میں احقر کو حضرت اقدس سید مفتی نظام الدین شامزئی شہید نے عمرہ کے لیے بھیجا، عمرہ سے فارغ ہو کر احقر حج کے لیے مکہ ٹھہرا چونکہ ان دنوں میں کوئی اور مشغلہ نہیں تھا شیخ محمد ہاشم البلوشی کے گھر ٹھہرا ہوا تھا، ان کے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتا تھا اور کچھ حضرات صرف ونحو کی کتابیں احقر سے پڑھتے تھے اس زمانے میں احقر نے بخاری شریف حفظ کرنا شروع کیا اور الحمد للہ تقریباً دو مہینے میں بخاری شریف کی احادیث مرفوعہ کو مکمل یاد کر لیا لیکن اس کے بعد اس کا تکرار اور دہرانا مکمل ترک کیا تھا اس لیے بھول گیا تھا تاہم کچھ کچھ ذہن میں اب تک بھی محفوظ ہے حضرت مولانا مظہر الدین مہر مدرس جامعہ حمادیہ کراچی خطیب جامعہ مسجد طیبہ ملیر کے ہاں گیا ہوا تھا کہ اچانک حضرت مولانا علی شیر حیدری کا حضرت مولانا مظہر الدین کو فون آیا، خیریت پوچھنے کے بعد پوچھا کہ بخاری شریف میں کتاب الایمان کی سب سے پہلی حدیث کون سی ہے مولانا مظہر الدین صاحب نے فرمایا کہ حضرت جی میرے ہاں مولانا منظور مینگل صاحب آئے ہوئے ہیں ان سے پوچھ کر بتاتا ہوں انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے بتا دیا کہ شاید حضرت ابن عمر کی حدیث سب سے پہلے کتاب الایمان میں مذکور ہے حضرت اقدس نے ہنس کر فرمایا کہ مولوی منظور کیسے حافظ بخاری ہو کہ ایک دو حدیثیں پوچھی ہیں وہ بھی تردد سے بتا رہے ہو، غرض یہ کہ اللہ پاک نے آپ کا سینہ علوم کے لیے کھولا تھا، تفسیر، فقہ، حدیث، مناظرہ ان علوم میں تو اللہ نے بڑی مہارت عطا فرمائی تھی۔

اہل پاکستان پر خدا کا عذاب:

مفسرین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی قوم کسی نبی کو شہید کرتی ہے تو اس نبی کے بدلے میں کم از کم ستر ہزار لوگوں کو

اللہ تعالیٰ موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے ایک عالم ربانی کا بدلہ تیس ہزار افراد کو موت کے گھاٹ اتارنا ہے اس لحاظ سے ہمارے حکمران اور ہمارا ملک ہزاروں علماء کے قاتل اور اللہ تعالیٰ کے قرض دار ہیں اور اس قسم کے مظالم کی جو سزا امت بھگت رہی ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے امریکہ سے لائے ہوئے کتے تو سوسائیٹوں میں حکمرانوں کے گھروں میں محفوظ اور نوکر چاکروں کی نگرانی میں رہیں اور علماء مشائخ محدثین کا خون سڑکوں میں بہتا رہے اس ملک پر اور یہاں کے باشندگان پر اگر مصیبتیں، زلزلے، طوفان، آندھیاں، ہلاکتیں، اس قسم کے دیگر عذاب خدا کی طرف سے اگر مسلط کئے جاتے ہیں تو اس میں تامل کی کونسی بات ہے۔

اہل علم سے شکوہ

یہاں کی حکومتوں اور عوام سے شکایت تو ہے ہی بے جا، لیکن اہل علم حضرات اور دین دار طبقہ بھی اس درجہ پہنچا ہوا ہے کہ جن کا خدا حافظ، سیاسی مولوی صاحب اور لیڈر کی گاڑی کو اگر پولیس اور ٹریفک والے روک دیں تو احتجاج اور ہڑتال پر ہڑتال اور لوگوں کی زندگیاں اجیرن بنا کر رکھ دی جاتی ہیں لیکن راسخین فی العلم اور مجاہدین اور غیرت مند علماء کا خوب امریکہ اور ہماری حکومتیں اور رافضی اور قادیانی بہاتے رہیں اس کے باوجود یہ لوگ ہمارے پارٹنر ہیں اور اسلامی شریعت کے لانے میں یہ لوگ ہماری مدد کریں گے۔ دوسری جانب ہمارے محققین زمانہ میں سے ایک بہت بڑا گروہ اسلام کی فکر نے جن کو گلا دیا ہے یہود ونصاریٰ کے ساتھ قادیانی اور رافضی کو ملا کر تقریب بین المذاہب کی کانفرنسیں منعقد کرواتے ہیں جو عالم یہودی، نصرانی، رافضی، قادیانی کو صاحب مذہب سمجھتا ہے اس کے علم اور عقل کا جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے اگر تھوڑا سا بھی اس بدبخت کو شامیہ اور فقہ وفتاویٰ کی کتابیں دیکھنے کی توفیق ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا مگر ایسے ظالموں کی قسمت میں یہ کہاں، علامہ علی شیر حیدری کو اسی پر ناراضگی تھی کہ مرتد اور عام کافروں میں ہمیں فرق کیوں نہیں ہوتا۔ جو رافضی اور مرتد ہے ان کے مدارس کو اسلامیہ اور دینیہ کیوں کہا جاتا ہے؟ اور وفاق المدارس کے ساتھ ان کو کیوں ملایا گیا ہے؟ جو لوگ خدا کو جھوٹا اور کاذب قرار دیں آپ ﷺ کی توہین کریں، صحابہ کرام کو مرتد کہیں ہم لوگ ان سے گٹھ جوڑ کر کے اسلام نافذ کریں گے؟ بہرحال آج شاید ہم میں کوئی ایسا عالم نہیں رہا جس کا خون ان باتوں پر کھولتا ہو تقریباً غیور علماء کو چن چن کر انگریز نے اور ان کی ذریت نے ہم سے جدا کر لیا، اب اس ملک کا اللہ ہی حافظ۔

☆☆☆

پروفیسر خباب احمد خان
(کالم نگار روزنامہ اسلام)

بڑی طویل ہے شہادتوں کی یہ داستاں

صحابہ صحابی کی جمع ہے جس کے لغوی معنی دوست یا ساتھی کے ہیں۔ یہ لفظ خصوصیت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء کے لیے بولا جاتا ہے۔ صحابی ہونا ایسی فضیلت ہے جس سے برتر پیغمبری کے سوا کوئی اور فضیلت نہیں، اسلام میں صحابی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنہوں نے بحالت اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو صحبت کا شرف پایا ہو اور بحالت اسلام وفات پائی ہو۔ صحابہ کرام کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھا جاتا ہے یعنی خدا ان سے راضی ہوا۔ قرآن کریم کی سورۂ توبہ میں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہوئے) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اللہ کا ارشاد ہے:

''مہاجرین اور انصار میں سے جن لوگوں نے اوّل ہجرت کی اور پہلے اسلام لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔''

صحابہ کرامؓ میں سے سب سے اوّل درجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے جنہوں نے اسلام لانے میں پہل کی پھر بالترتیب دوسرے خلفاء کے درجات ہیں ان کے بعد باقی عشرہ مبشرہ جن میں حضرت طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم شامل ہیں پھر عقبی (بیعت عقبہ اولی، ثانیہ اور ثالثہ) بدری (غزوہ بدر میں شریک ہونے والے) ان کے بعد بیعت رضوان میں شریک ہونے والے اصحاب پھر فتح مکہ اور اس کے بعد اسلام لانے والے۔

رحلت نبوی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تعداد ایک لاکھ 44 ہزار کے لگ بھگ تھی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے

اصحاب کو گالی نہ دو اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو وہ ایک صحابی کے برابر یا اس سے نصف درجہ حاصل نہیں کر سکتا (مشکوٰۃ)۔ ایک اور مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔'' سورۂ توبہ کی مذکورہ بالا آیت میں **اتبعوھم باحسان** بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ قیامت تک کے وہ تمام مسلمان جو صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر ہیں اور ان میں نیک کرداری کا پہلو پایا جاتا ہے وہ بھی رضائے الٰہی کے مستحق ہیں۔ صحبت رسول ایک ایسا شرف ہے جس کے برابر کوئی اور بزرگی اور شرف نہیں، شرف صحبت کے علاوہ قرآن مجید کی آیات واحکامات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وتعلیمات امت تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ استحکام دین، تبلیغ اسلام اور خدمت شریعت کے سلسلے میں جماعت صحابہ کی جانفشانیوں کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں قرآن مجید میں جابجا اس جماعت کی مدح کی گئی ہے، سورۃ الفتح میں ہے۔

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ کے ساتھی ہیں وہ کفار کے لیے سخت باہم مہربان اللہ کی رضا اور اس کے فضل کی جستجو میں رکوع اور سجود میں مشغول رہتے ہیں اور ان کی پیشانیوں پر عبادت کے اثرات ہیں۔'' دین کے لیے صحابہ کرامؓ کی علمی، جسمانی مالی اور روحانی کوششوں کے باعث مسلمانوں میں ان کے عظمت کردار کو تقدس اور نہایت عقیدت واحترام حاصل ہے۔

صحابہ کرامؓ کی جماعت وہ جماعت جس نے امت تک علوم نبوی کا سارا ذخیرہ بتمام وکمال پہنچایا، صحابہ کی محبت مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے، جمہور مسلمان اہل بیت رسول کے ساتھ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ یکساں محبت رکھتے ہیں کوئی مسلمان خانوادۂ رسول کی توہین کا خیال بھی دل میں نہیں لاسکتا۔ شیعہ سنی اختلاف آج کا نہیں اس کی جڑیں ماضی میں پیوست ہیں، مسلکی اختلاف ہر دور میں رہا اور رہے گا، ناقدین اور محبین میں بحث ومباحثے اور مناظرے بھی ہوتے رہے مگر دلیل و براہین سے مقابلہ ہوتا رہا۔ جب سے استعمار نے اقلیتوں کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت کی توقیر وتعظیم پر حرف گیری نے اکثریت کے احساسات وجذبات کو مجروح کیا اور کشیدگی ایسی صورت میں پیدا ہوئی کہ استدلال کی جگہ بندوق کی نال نے لے لی۔ اور بیسیوں علمائے کرام کو شہید کر دیا گیا۔ حکومت نے علمائے کرام کے قاتلوں کو بے نقاب کرنے کی بجائے اغماض کی راہ اپنائی جس کے نتیجے میں وقفے وقفے سے المناک شہادتوں کا سلسلہ جاری ہے، علامہ علی شیر حیدریؒ کو جس نے بھی سنا وہ یہ ماننے پر مجبور ہوا کہ

انہوں نے ہمیشہ دلیل و برہان سے بات کی، وہ صرف لفاظی سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ اپنا موقف علمی انداز میں پیش کرتے، قرآن وسنت سے استدلال کرتے اور قلوب واذہان میں صحابہ کرام کی محبت جاگزیں کرتے، مجھے نہ صرف ان سے ملنے کا اتفاق ہوا بلکہ ایک علماء کنونشن جو جامعہ سراجیہ راولپنڈی میں منعقد ہوا وہاں ان کا خطاب سننے کوملا اور تمام مقررین اور خطباء میں انہوں نے مجھے متاثر کیا، انہیں علوم نبوی پر جو عبور حاصل تھا وہ ان کے اس خطاب سے جھلکتا تھا۔ انہوں نے ہر دعوے کو دلیل سے مزین کیا، احادیث اور عربی روایات پڑھنے سے ان کی علمی استعداد کا اندازہ ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی ایک کاز کے لیے وقف کررکھی تھی جس کے لیے وہ قریہ قریہ بستی بستی گھومتے بھی رہے اور اپنے ادارے دارالعلوم حیدریہ میں علوم وفنون کلام ومناظرہ اور علم حدیث کی تدریس میں بھی مشغول رہے، مولانا حق نواز جھنگویؒ سے مولانا علی شیر حیدری تک ناموس رسالت اور ناموس صحابہ کے لیے قربان ہونے والوں کی ایک لڑی ہے۔ مولانا علی شیر حیدری کے قاتلوں میں سے ایک کا قتل ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کے قاتل نامعلوم نہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ جہاں رواداری اور برداشت کی بات کرتی ہے تو وہ ان قاتلوں کو بے نقاب کرے جو امت میں فساد پھیلانا چاہتے ہیں۔ صرف امن کا راگ الاپنے سے امن قائم نہیں ہوتا۔ فرقہ وارانہ کشمکش کا دائرہ پھیلنے سے روکنے کے لیے ضروری ہے کہ اصل مجرموں کو کیفر کیردار تک پہنچایا جائے اور اکثریت کے احساسات وجذبات اور ان کے عقائد واعمال کو نشانہ بنانے سے روکا جائے۔ اور اگر حکومت اس معاملے کو سپریم کورٹ میں لے جائے اور دلیل و براہین کے ذریعے اختلافی معاملات کا حل ڈھونڈا جائے تو اسی میں عافیت ہے۔ علامہ علی شیر حیدری کی المناک شہادت اہل حق کے کارواں کے رواں دواں ہونے کا ثبوت ہے۔ اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آمین۔

☆☆☆

مولانا عبدالقیوم حقانی
(مدیر ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ)

علامہ علی شیر حیدری کی شہادت

جس محفل سے علامہ علی شیر حیدری جیسے شمع رسالت وناموس صحابہ کے پروانے اٹھ جائیں، وہ محفل جے یا اجڑے کسی کو اس سے کیا غرض؟ شمع جلے یا بجھے کسی کو اس سے کیا واسطہ؟ چمن میں بہار اترے یا خزاں برسے کسی کو کیا تعلق؟ گلستان میں ہُمار ہے یا بوم کسی کو اس سے کیا دلچسپی؟ جب جان محفل نہ رہا تو ہنگامہ محفل چہ معنیٰ؟ جب فروغ شمع نہ رہا تو شمع کی لَو سے کیا حاصل؟ جب خوشبوئے چمن اڑ گئی تو سوکھے پھول پتوں کا کیا فائدہ؟ جب رنگ گلستان نہ رہا تو خالی گل بوٹے کس کام کے؟ علامہ علی شیر حیدری ایک شخص نہیں گلشن وطن کا ایک مہکتا گلاب تھا جس کی خوشبو نے وطن کے بام ودر کو مہکا رکھا تھا۔ علامہ علی شیر حیدری ایک فرد نہیں افق پاکستان کا ایک آفتاب تھا جس کی عالم تاب کرنوں نے پورے ملک کو چمکا رکھا تھا۔ علامہ علی شیر حیدری جیسے لوگ نہ تو آئے دن پیدا ہوتے ہیں اور نہ ہی قدرت روز روز کسی کو دان کرتی ہے۔ یہ لوگ خاص ماؤں کی کوکھ سے جنم لیتے، خاص آغوشوں میں پلتے، خاص بانہوں میں جھولتے، خاص ہاتھوں میں پرورش پاتے، خاص کندھوں پر کھیلتے، خاص نظروں میں رہتے، خاص ہونٹوں سے لوریاں سنتے، خاص دعاؤں سے پروان چڑھتے، خاص لقموں سے نمود پاتے، خاص وقتوں کے لیے تربیت دیئے جاتے اور خاص آدرشوں کی تکمیل کے لیے کسی قوم میں ابھارے جاتے ہیں۔ یہ لوگ سستے اور سہل نہیں ہوتے ان کے لیے ملک کو برسوں گردش کرنی پڑتی ہے، آسمان خاک چھان کر انہیں ڈھونڈھتا ہے، ان موتیوں کے لیے صدف کو برسوں گہرے سمندروں میں مراقبہ کرنا پڑتا ہے، ان دیدہ وروں کے لیے نرگس کو بہت آنسو بہانے پڑتے ہیں یہ افراد زمین کا نمک ہوتے ہیں، یہ لاکھوں دعاؤں کا ثمر، ہزاروں آہوں کا اثر اور سینکڑوں ذہنوں کا عطر ہوتے ہیں ان کی فکر سے دماغ جلا پاتے، ان کے حسن عمل سے معاشرے اپنا اعتبار بڑھاتے اور ان کے وجود سے ملک

اچھا نام کماتے ہیں مگر یہ کیا کہ ایک ساعت میں ملک کی عظمت مٹی میں رول دی گئی۔ ایک لمحے میں وطن کے اثاثے کو لٹا دیا گیا، ایک آن میں محفل کی جان نکال لی گئی اور ایک شوخی میں دھرتی کی آبرو کھو دی گئی۔

علامہ علی شیر حیدری کے قتلِ ناحق پر یوں تاثر ابھرتا ہے کہ گویا سرزمین وطن اہل خیر سے اکتا چکی ہے۔ اس کا دامن غنڈوں، ٹھگوں، لفنگوں، لڈھوں، لوفروں، ہتھ چھٹوں، دم کٹوں، جگوں، سمگلروں اور لٹیروں کے لیے وسیع اور شریفوں، دانشوروں، امن کے سفیروں، پڑھے لکھوں، داناؤں، دردمندوں، فداکاروں، معماروں، تیمارداروں، رضاکاروں وفاداروں اور صحابہ کے جان نثاروں کے لیے تنگ ہوتا جارہا ہے۔ آخر علامہ علی شیر حیدری کا کیا قصور تھا؟ صرف یہ کہ وہ ملک کے اصل ناسور کی نشاندہی کرتے رہتے تھے۔ آخران کا گناہ کیا تھا؟ فقط یہ کہ وہ لٹیروں کو آزادی اور دشمنان صحابہ کو سیاسی پناہ دینے کے خلاف تھے۔

آخران کی خطا کیا تھی؟ بس یہ کہ قدرت نے ان کو غیر متنازعہ شخصیت، بے پناہ عزت لاجواب خطابت، بین الاقوامی شہرت اور درد کی دولت عطا کر رکھی تھی ان کو تو خیر شہادت نصیب ہوگئی۔ قاتلوں کو بجز ندامت کے کیا ہاتھ آئے گا؟

علامہ علی شیر حیدری بارہا جامعہ ابو ہریرہ تشریف لائے، احقر کو مشاورت کے اعزاز سے سرفراز فرمایا، طلبہ سے خطاب کیا جو ''القاسم'' کے صفحات میں چھپتا رہا، موصوف سفید لباس پہنتے تھے، کسی نے ان کے دامن پر حسد، حرص، انتقام اور ہوس کا داغ نہیں دیکھا وہ بہت اونچے قد کے آدمی تھے، کبھی چھوٹی اور سطحی بات نہیں کہ ، وہ تہجد گزار تھے کبھی کسی حکمران کے باجگزار نہیں رہے، وہ شب زندہ دار تھے کسی کے دربار دار نہیں رہے۔

اہل وطن کو اپنی خیر منانی چاہیئے کہ کہیں قدرت اس قوم پر اپنے غضب کا کوڑا برسانے والی تو نہیں کہ وہ اپنے پیاروں کو پہلے اپنے پاس بلا لینا چاہتی ہے۔

قتل ہونے اور سولی چڑھنے اور پھانسی پانے اور الٹے لٹکنے کے لائق تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ملک کا کھربوں روپے کا سرمایہ باہر کے بینکوں میں جمع کرا رکھا ہے جنہوں نے کھربوں روپے بینکوں کے قرضے دبا رکھے ہیں جن کے پیٹ کی بھوک اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اب قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی چیز ان کی ہوس نہیں مٹا سکتی اور جن کی پیاس اس قدر بڑھ چکی ہے کہ وہ بے گناہوں کے خون کے علاوہ بجھنے میں نہیں آرہی، جن کا لیڈری کا جنون کناروں سے اس طرح اچھلنے لگا ہے کہ وہ ہر قد آور کو راستے سے ہٹا دینا چاہتے ہیں جن کی جھوٹی انا اس قدر فربہ ہو چکی ہے کہ وہ ہر سچی ادا کو مٹا دینا چاہتے ہیں، یہ غاصب، یہ نادھندے، یہ بھوکے، یہ

پیاسے، یہ سیاسی مہاشے اور یہ جھوٹے آخر کس کام کے ہیں کہ دھرتی ان کا بوجھ اٹھائے پھرے، اور اپنے دامن میں بسائے رہے؟

علامہ علی شیر حیدری کرائے کے قاتلوں کا نشانہ کیوں بنے؟ انہوں نے تو کبھی بھی کسی سے انتقام نہیں لیا اور خود انتقام کی زد میں کیوں آئے، انہوں نے عمر بھر علم، عشق رسول اور عظمت صحابہ کی گولیاں بنائیں، وہ بارود کی گولی کا لقمہ کیوں بنے؟ وہ عمر بھر محبت بانٹتے رہے وہ اس شقاوت کی لپیٹ میں کیوں آ گئے؟ یہ حادثہ، یہ المیہ اور یہ سانحہ اہل سنت اور اہل حکومت دونوں کے لیے لمحہ فکر یہ ہے کہ وہ کب تک سیاست کو منافقت اور حکومت کو مصلحت کا اسیر بنائے رکھیں گے؟

کیا سیاست اس کا نام ہے کہ صداقت کو قتل کر دیا جائے؟ کیا قیادت اسے کہتے ہیں کہ دیانت کو مٹا دیا جائے؟ کیا سیاست یہی ہے کہ دانش وحکمت کو موت دے دی جائے؟ کیا حکومت کا یہی مطلب ہے کہ اس کی حفاظت کے لیے شرافت کا خون بہا دیا جائے؟ آخر یہ رنگ ڈھنگ کب تک رہے گا؟

ملک کی معاشی حالت پہلے ہی پتلی ہے، وفاق کی صورت پہلے ہی بگڑی ہوئی ہے، سیاست پہلے ہی شامت بنی ہوئی ہے، معاشرت پہلے ہی نراجیت کا نقشہ پیش کر رہی ہے اور نظم ونسق کی حالت پہلے ہی علیل و سقیم ہے۔ لے دے کے چند نیک نام اور عزت دار، مخلص دانشور اور ملک کے وفادار لوگ رہ گئے ہیں اب سیاسی عفریت ان کے بھی پیچھے پڑ گئے ہیں یہ لوگ بھی نہ رہے تو ملک کی جھولی میں باقی کیا بچے گا؟ چند بونے، چند مسخرے، چند طبلچی، چند گویے، چند مالشیے اور چاند بالشیے ان کے زور پر ملک کتنا چل سکے گا؟

☆☆☆

مولانا محمد حنیف خالد
(جامعہ دارالعلوم کراچی)

علامہ علی شیر حیدری کی مظلومانہ شہادت

25 شعبان 1430ھ (17 اگست 2009ء) پیر کی صبح ملک کے ممتاز عالم دین جامعہ حیدریہ خیر پور کے مہتمم حضرت مولانا علی شیر حیدری کی مظلومانہ شہادت کا المناک واقعہ پیش آیا، اس اندوہناک سانحے پر انتہائی دکھ کے ساتھ یہی کہا جاسکتا ہے کہ: اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

''اللہ ہی کا ہے جو کچھ اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو کچھ اس نے دیا ہے اور اللہ کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت متعین ہے، ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

علامہ علی شیر حیدری عام خاص ہر دو طبقوں میں علمی شخصیت کے طور پر معروف تھے، کیونکہ آپ اپنا موقف تحقیقی دلائل کے ساتھ پیش کیا کرتے تھے وہ صرف ایک اچھے خطیب ہی نہ تھے بلکہ عمدہ استعداد رکھنے والے بہترین مدرس بھی تھے، آپ اپنے مدرسہ حیدریہ میں مختلف علوم وفنون کے اسباق خود پڑھاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں نکتہ رس ذہن عطا کیا تھا، بات کرنے اور سمجھانے کا انہیں ڈھنگ آتا تھا، ان کی بات ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوتی تھی، بعض چیزوں میں مولانا سے اختلاف رائے ہوسکتا ہے، لیکن ان کی محنت، اپنے مشن سے لگاؤ اور جدوجہد کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

1998ء میں جب آپ میانوالی جیل میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کررہے تھے تو جیل ہی میں آپ نے صرف تین ماہ اور بیس دن کے مختصر عرصے میں پورا قرآن پاک حفظ کرلیا، آپ اپنے موقف کو اعتدال کے ساتھ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے پیش کرتے تھے، آپ کا کہنا تھا کہ:

''مجرم کو سزا دینا حکومت کا کام ہے اگر حکومت اپنا فریضہ پورا نہیں کرتی تو ہم عام آدمی کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کے حق میں نہیں ہیں کیونکہ اس سے خانہ جنگی کی صورت پیدا ہوسکتی ہے، اگر حکومت گستاخ کو

سزا نہیں دیتی تو حکومت کو مجبور کیا جائے اس کے لیے آئینی طریقے کے علاوہ ہم کسی دوسرے طریقے کی حمایت نہیں کر سکتے۔''

واضح رہے کہ صحابہ کرام کی جماعت ایک ایسی مقدس جماعت ہے جس نے براہ راست سرور کونین حضور نبی کریم ﷺ سے علم حاصل کیا ہے اور اسی کی کاوشوں سے دین ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو کر بلاکم و کاست ہم تک پہنچا ہے، اب اگر کوئی شخص یا گروہ خدانخواستہ صحابہ کرام کی عظیم جماعت پر ایسی جرح یا تنقید کرتا ہے جس سے ان کے بارے میں بے اعتمادی کی فضا پیدا ہوتی ہو تو وہ در پردہ کتاب وسنت کی متعدد آیات و احادیث کی مخالفت کر رہا ہے، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اپنی تالیف ''مقام صحابہ'' میں ایسی آیات واحادیث جمع فرمادی ہیں جن میں صحابہ کرام سے محبت، ان پر بھرپور اعتماد اور ان کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے۔ وہیں سے چند احادیث کا ترجمہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملے میں، میرے بعد ان کو (طعن وتشنیع کا) نشانہ نہ بناؤ کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچاتا ہے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے گا۔''

امام احمدؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ:

''جو شخص اقتدا کرنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ اصحاب رسول ﷺ کی اقتدا کرے کیونکہ یہ حضرات ساری امت سے زیادہ اپنے قلوب کے اعتبار سے پاک اور علم کے اعتبار سے گہرے اور تکلف و بناوٹ سے الگ اور عادات کے اعتبار سے معتدل اور حالات کے اعتبار سے بہتر ہیں، یہ وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اقامت کے لیے پسند فرمایا ہے تو تم ان کی قدر پہچانو اور ان کے آثار کی اتباع کرو کیونکہ یہی لوگ مستقیم طریق پر ہیں۔'' (مقام صحابہ: صفحہ 55 تا صفحہ 59)

علامہ علی شیر حیدری نے اسی بابرکت، پاکیزہ اور مقدس جماعت کے تحفظ و دفاع کے لیے شب و روز محنت کی، اس کے لیے ہزاروں افراد کی ذہن سازی کی اور کارکنوں کی ایک بڑی تعداد کو اس کے لیے تیار کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے بہت بڑی خدمت انجام دی ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین صلہ اپنی بارگاہ میں عطا فرمائے۔ آمین

مولانا نوید مسعود ہاشمی

اتحاد بین المسلمین کے داعی

پہلے حافظ احمد بخشؒ ایڈووکیٹ کو شہید کر دیا گیا اور اب ضیغم اسلام علامہ علی شیر حیدریؒ بھی شہادت کا جام نوش فرما کر خلد بریں کے وارث بن گئے.... جس وقت احمد بخش ایڈووکیٹ کو شہید کیا گیا اس سے چند گھنٹے قبل ہی وفاقی وزیر داخلہ رحمٰن ملک نے کراچی میں کہا تھا کہ ''اب کوئی ٹارگٹ کلنگ کا واقعہ ہوا تو میں پھر دیکھ لوں گا''..... لیکن تادم تحریر اصحاب نبوت کے سچے پیروکار حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ کے نہ تو قاتل گرفتار کیے جا سکے اور نہ ہی ان کے قتل کی وجہ معلوم ہو سکی..... وفاقی وزیر داخلہ رحمٰن ملک نے اسلام آباد میں ایک ریلی کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''حکومت نے دہشت گردوں کو پسپا کر کے ملک میں امن قائم کر دیا ہے''۔ وزیر داخلہ کے اس دعوے کے چند گھنٹوں بعد ہی پاکستان میں بسنے والے مسلک اہل سنت سے وابستہ لاکھوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن' نامور عالم دین' عظیم خطیب حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کو گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا..... علامہ علی شیر حیدری کے نام سے پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا ہر باشعور شخص بخوبی واقف ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خیر پور کا جو DPO علامہ علی شیر حیدریؒ کی شہادت کے بعد یہ بیان داغ رہا ہے کہ علامہ کی شہادت ان کی ذاتی دشمنی کا شاخسانہ ہے..... اس نے علامہ علی شیر حیدریؒ کے لیے مستقل سیکورٹی کا بندوبست کیوں نہ کیا؟ آج پاکستان میں کوئی وفاقی وزیر ہو یا صوبائی وزیر حتیٰ کہ صوبائی مشیر تک کئی کئی پولیس موبائلوں کے جلوس میں گھومنا اپنا حق سمجھتے ہیں.... لیکن علامہ علی شیر حیدریؒ جیسی نابغہ روزگار شخصیت کو پولیس پروٹیکشن فراہم کرنا کس کی ذمہ داری تھی؟ کیا یہ پولیس' رینجرز' کمانڈوز اور خفیہ ایجنسیاں صرف وزیروں' مشیروں کی حفاظت اور چاکری کے لیے قائم کی گئی ہیں....؟ غالباً یہ آج سے اٹھارہ انیس سال پہلے کی بات ہے میں اس وقت کراچی میں اپنے شیخ حضرت اقدس مولانا مسعود

از ہر صاحب کی خدمت میں رہتا تھا کہ مجھے جامعہ بنوری ٹاؤن کے ایک طالب علم کی وساطت سے جرنیل اہل سنت مولانا ایثار القاسمیؒ شہید کا ملاقات کے لیے پیغام موصول ہوا۔ مولانا قاسمیؒ اس وقت جھنگ کی سیٹ سے ایم این اے منتخب ہو کر قومی اسمبلی حق وصداقت کا ڈنکا بجا رہے تھے..... کراچی اسکاؤٹس کالونی میں اس رات انہوں نے کانفرنس سے خطاب کے لیے پہنچنا تھا.... میں جب اسکاؤٹس کالونی میں منعقدہ جلسے کے اسٹیج پر پہنچا تو مولانا قاسمی شہید سے ملاقات ہوئی..... مولانا قاسمیؒ شہید نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک عالم دین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہاشمی صاحب' یہ علامہ علی شیر ہیں.... میں نے اس جانب دیکھا تو سامنے ایک وجیہہ شخصیت کہ جس کے سر پر سیاہ عمامہ' آنکھوں پر سیاہ چشمہ اور سفید براق لباس زیب تن کر رکھا تھا تشریف فرما تھی..... ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھے اور نہایت گرم جوشی سے بغل گیر ہو گئے..... یہ میری علامہ علی شیر حیدریؒ سے پہلی ملاقات تھی..... گزرے اٹھارہ برسوں میں میری علامہ حیدری شہیدؒ سے لاتعداد ملاقاتیں ہوئیں..... میں نے انہیں کبھی خوفزدہ اور مایوس نہیں دیکھا..... جس وقت وہ گوجرانوالہ جیل میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے' عین اس دوران انہوں نے جیل کے اندر چند مہینوں میں قرآن پاک حفظ کر کے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا..... علامہ حیدریؒ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق اور محبت رکھتے تھے' خطاب کرنے کے لیے جب سٹیج پر تشریف لاتے تو آپ کے ہزاروں چاہنے والے دیوانہ وار نعرہ لگاتے "منجو شیر' منجو شیر! علی شیر علی شیر" آپ جب اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں ڈوب کر خطاب شروع کرتے تو مجمع جھوم جھوم اٹھتا..... نوجوان بے قابو ہو کر تکبیر' رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی عظمتوں کے نعرے بلند کرتے' بلا مبالغہ آپ کے دلپذیر خطابات سے متاثر ہو کر ہزاروں گمراہ نوجوانوں نے تائب ہو کر سیدھی راہ کو اختیار کیا' تقریباً چار سال قبل لال مسجد کے موذن قاری ایوب کے گھر پر میری علامہ علی شیر حیدریؒ سے تفصیلی ملاقات ہوئی..... اس ملاقات میں علامہ عبدالرشید غازی شہیدؒ بھی موجود تھے۔ اس ملاقات کے بعد علامہ علی شیر حیدریؒ کا احترام میرے دل میں مزید بڑھ گیا..... علامہ شہیدؒ کے قریب رہنے والے جانتے ہیں کہ علامہ علی شیر حیدریؒ اتحاد بین المسلمین کے بہت بڑے داعی تھے..... بلکہ بریلوی' دیوبندی' اہلحدیث علماء کے ساتھ ان کے بیانات چلتے ہی رہتے تھے..... گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا گستاخ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مولانا حیدریؒ ان سب کے خلاف برہنہ شمشیر تھے..... یہ بات بڑی باعث تعجب ہے کہ مولانا حیدری کی

شہادت کو اتنا عرصہ بیت چکا ہے..... لیکن پاکستان کے صدر ہوں، وزیر اعظم ہوں یا لندن والے پاکستانی وفاقی وزیر داخلہ، کسی حکومتی شخصیت کی طرف سے مذمتی بیان تو درکنار یہاں تک بھی نہیں کہا گیا کہ ہم قاتلوں کو آہنی ہاتھوں سے نمٹیں گے..... سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ملک کے حکمران خود فرقہ واریت کو ہوا دینے کی کوشش کر رہے ہوں تو پھر شکوہ کیا؟ پیر کی صبح سکھر سے میرے دوست مولانا عطاء اللہ کا فون آیا تو ان کا لہجہ بڑا دل گرفتہ تھا، وہ کہہ رہے تھے کہ ہاشمی صاحب علامہ حیدریؒ کی شہادت سے علم وعمل کا ایک آفتاب ہم سے جدا ہو گیا..... نفرت کے سوداگروں نے ملک وملت کی عظیم ترین متاع چھین کر یہود ونصاریٰ کے ایجنڈے کی تکمیل کرنے کی کوشش کی.... راقم نے ان سے عرض کیا کہ مولانا حق نواز جھنگویؒ شہید ہوں، مولانا ایثار القاسمیؒ مولانا ضیاء الرحمٰن ہوں، مولانا اعظم طارق شہیدؒ ہوں، شہدائے افغانستان ہوں، شہدائے کشمیر ہوں، شہدائے لال مسجد ہوں یا شہید علامہ علی شیر حیدریؒ یہ سب آسمان علم وولایت کے وہ درخشندہ ستارے ہیں کہ جن کے علم وعمل، کردار اور اخلاص وقربانی کو قیامت تک یاد رکھا جائے گا کہ ''میرے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے ایسے سچے پیروکار اور عشاق تھے کہ جنہوں نے دنیا کو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا کر..... ہتھکڑیوں کو چوم کر ہاتھوں میں اور بیڑیوں کو فخر جان کر پاؤں میں پہنا..... انہوں نے تھانوں، جیلوں اور زندان خانوں کی کوٹھریوں میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر کے بھی صحابہؓ کی عظمتوں کے ترانے بلند کئے.... اگر کسی کو یقین نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ لاہور کے بدنام زمانہ چوہنگ سینٹر کی تنگ وتاریک کوٹھریوں اور بیرکوں کی چار دیواروں کو آج بھی جا کر دیکھ سکتا ہے کہ جہاں صحابہؓ کے دیوانوں نے ''گلی گلی، نگر نگر، عمرؓ عمرؓ کے نعرے درج کئے ہوئے ہیں..... کوئی صاحب دل ان دیواروں سے سوال کرے کہ تم نے 63 سالوں میں بڑے بڑے شیروں کو اپنی پناہ میں لیے رکھا بتاؤ بہادری، جرات، حق گوئی اور اپنے موقف پر کٹ مرنے کا جذبہ سب سے زیادہ کس میں موجود تھا....؟ تو یہ دیواریں صاحب حال بزرگ کے کانوں میں سرگوشیاں کرنے پر مجبور ہو جائیں گی.... کہیں سے مولانا حق نوازؒ کی عزیمت کا غلغلہ اٹھے گا، کہیں سے فاروقیؒ اور اعظم شہیدؒ کا نام گونجے گا اور کہیں سے مولانا محمد مسعود اظہر اور علامہ علی شیر حیدریؒ کی صدائیں بلند ہوں گی..... علامہ حیدریؒ کی شہادت نے بہت مدت بعد مجھے ایک دفعہ پھر بری طرح رلا دیا، اللہ علی شیر حیدریؒ کی قبر کو بقعہ نور بنا دے.... آمین

☆☆☆

شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام حضرو، اٹک

ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

روافض اسلام کے متوازی پہلا گروہ ہے:

(الف) رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت راشدہ نبوت کا تتمہ ہے نبوت کے کئی وعدے خلفائے راشدین کے زمانہ میں پورے ہوئے، مثلاً مرتدین، منکرین زکوٰۃ، منکرین ختم نبوت کے خلاف جہاد جس کی پیشن گوئی قرآن پاک نے کی وہ خلیفہ بلافصل سیدنا صدیق اکبرؓ کے دور میں ان کے خلاف جہاد کر کے پوری کی گئی جیسے ارشاد ہے:

یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبھم ویحبونه (المائدۃ)

یہ فوج سیدنا صدیق اکبرؓ کی تھی جس کی چھ صفات قرآن بیان کر رہا ہے وہ اللہ سے محبت کرتے ہوں گے، اللہ ان سے محبت کرتا ہوگا، مومنوں کے سامنے نرم ہوں گے، کافروں پر سخت ہوں گے، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ فوج صحابہ کی تھی اور اس کے امیر یار غار مزار سب سے پہلے اسلام لانے والے افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبرؓ تھے۔

یہ کام نبوت کا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے خلیفہ راشد سے کروایا۔

(ب) قرآن عزیز کی حفاظت کا وعدہ اللہ نے کیا جیسے ارشاد ہے:

" انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون "

اللہ تعالیٰ نے سینوں میں حفاظت تو دور نبوت میں کروائی لیکن کتابی شکل میں اس کی حفاظت حضرت صدیق اکبرؓ کے دور میں ہوئی اور لغت قریش میں اس کی حفاظت رسول اللہ ﷺ کے دوہرے داماد خلیفہ ثابت راشد عثمان غنیؓ کے دور میں ہوئی اور آج تک قرآن دنیا میں واحد محفوظ کتاب ہے جس کی حفاظت کو

تمام دنیا کے کافر مل کر بھی ختم نہیں کر سکتے ہیں۔

(ج) قرآن کی حفاظت کے لیے اس کا سنانا۔ سننا ایک ذریعہ ہے اللہ نے یہ ذریعہ بیس تراویح باجماعت ایک امام کے پیچھے پڑھنے کا کام مراد نبی ﷺ داماد علیؓ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں شروع کروایا اور نماز تراویح میں سنانے کی وجہ سے سینوں میں قرآن محفوظ ہے۔

(د) اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے وعدے اسلام پھیلنے کے وعدے خاتم الانبیا ﷺ سے کیے۔ قرآن میں ہے:

واخرىٰ لم تقدروا عليها قد احاط الله بها

اور قرآن میں غلبہ اسلام کا وعدہ:

''ليظهرهٗ على الدين كله ولو كره الكافرون''

یہ وعدے خلفائے راشدینؓ اور ان کے بعد خلیفہ عادل، کاتب وحی حضرت امیر معاویہؓ اور بعد کے مسلمان خلفاء کے ذریعے پورے کروائے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبوت اور رسالت کسی بندہ کے لیے سب سے بڑی شان ہے۔ قرآن میں ہے:' الله يصطفى من الملائكة رسلاو من الناس '

اور یہ نبوت خاتم النبیین ﷺ پر ختم ہوگئی۔ حضرت عیسیٰؑ جو زندہ آسمانوں پر ہیں جب قرب قیامت زمین پر اتریں گے تو پہلے انہوں نے آپ ﷺ کی بشارت دی تھی اب وہ آپ کی مصدق کی حیثیت سے اقتداء کریں گے۔ جبکہ امامت اور وہ بھی بارہ امام شیعہ کے نزدیک نبوت سے اعلیٰ اور خاتم الانبیا ﷺ کے بعد بھی امام غیب تک جاری ہے واضح ختم نبوت کا انکار ہے۔

قرآن کے بعد احادیث رسول کا مجموعہ جو اصحاب رسول ﷺ کے ذریعے ہمیں پہنچا شیعہ نے اس کے متوازی بھی اپنی صحاح ستہ اماموں کی جھوٹی مرویات پر بنائی ہوئی ہیں۔

(۳) مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام مسجد ہے مدینہ میں رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی بنوائی اور آج تک حرمین شریفین میں مساجد ہی ہیں شیعوں کی عبادت گاہ جسے امام بارگاہ کہتے ہیں حرمین شریفین اس سے پاک ہیں۔ شیعہ نے سب سے پہلے خلافت راشدہ کا انکار کیا اور خلیفہ بلافصل حضرت علیؓ کو کہا قرآن کی حفاظت کا انکار کیا اور یہ اوپر مذکورہ کارنامے کرنے والوں کو کافر و منافق کہا۔ اس تمہید کے بعد شیعہ کا یہ متوازی اسلام

چودہ صدیوں کی کتابوں میں لکھا اور چھپا ہوا تھا لیکن ایران میں 1979ء میں شیعہ انقلاب آنے کے بعد وہاں کے لیڈر خمینی اور اس کی حکومت نے دنیا بھر میں شیعوں کو مسلح کیا ہے یہ باطنی فرقہ کہلاتا تھا اب انہوں نے مسلح جنگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شروع کر دی ہے خمینی نے اپنی کتابوں میں اصحاب رسول ﷺ کو برا کہا، زنا کو متعہ کہا، حتی کے خمینی کی کتابوں میں بھی اصحاب رسول ﷺ پر تبرے موجود ہیں، اس سیلاب کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت ہلکے جسم لیکن استقامت کے پہاڑ علامہ حق نواز جھنگویؒ شہید کو توفیق دی، انہوں نے اسلام واصحاب رسول ﷺ کی ناموس کی خاطر سپاہ صحابہ کی بنیاد رکھی جس کی قربانیاں آناً فاناً پورے ملک میں چھا گئیں۔ مولانا حق نواز شہیدؒ کی صحابہ کرامؓ سے والہانہ محبت اور قربانیاں ایسا رنگ لائیں کہ ان کی شہادت سے کئی شہداء ناموس صحابہؓ پیدا ہوئے، جن کی نظیر دلیری اور جانثاری میں موجودہ دور میں نہیں، مثلاً مورخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ جن کی شیعہ کے بارے میں کتاب ''تاریخی دستاویز'' شیعہ کی تمام کتابوں کی جامع اور عکس ہے۔ نوجوان عالم مولانا اعظم طارق شہیدؒ اسی راستے پر قومی اسمبلی میں پہنچے، بے نظیر ومشرف کے دور حکومت میں انہوں نے اپنے شہید قائد کا مشن اسمبلی میں بھی پیش کیا۔ ہمارے واہ کینٹ سے تعلق رکھنے والے نوجوان علامہ شعیب ندیم، مولانا حبیب الرحمٰنؒ اور ملک بھر میں سینکڑوں علماء وقراء نے ناموس صحابہ کی خاطر جانوں کے نذرانے پیش کیے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ سے ڈرنا، اللہ سے ڈرنا میرے صحابہ کے بارے میں انہیں میرے بعد نشانہ نہ بنانا، جو ان سے محبت کرے گا میری وجہ سے کرے گا جو ان سے بغض رکھے گا میری وجہ سے رکھے گا۔ علماء حق کو قتل کرنا، قرآن میں ہے: ''ویقتلون الذین یامرون الناس بالقسط'' یہ یہودی کرتے تھے۔ اور یہودیوں نے اپنے دور میں انبیاء کو بھی شہید کیا۔'' وقتلھم الانبیاء بغیر حق '' مولانا اعظم طارق شہیدؒ جو ایک ذہین، دلیر، مخلص ترین عالم تھے۔ مولانا اعظم طارق شہید سوا سال تک اٹک جیل میں رہے، ہر پندرہویں پر ملاقات ہوتی ہم نے کبھی بھی اس نوجوان کو پریشان نہیں دیکھا، ہنستے مسکراتے دیکھا، اڈیالہ جیل میں مولانا علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید بھی قید تھے، ان کی ملاقات کے لیے شیخ الحدیث مولانا محمد صابر، مولانا قاری سعید الرحمٰن، راقم التحریر گئے، علامہ ضیاء الرحمٰن جس شان سے جیل سپرنٹنڈنٹ کے کمرے میں آئے، سر پر کراقلی، پاؤں میں زری چپل، اتنے خوش تھے جیسے ریسٹ ہاؤس سے باہر آ رہے ہوں، مولانا اعظم طارق شہید کی شہادت کے بعد اس قافلہ جانثاران صحابہ کی قیادت کا پورا بوجھ شہید ناموس صحابہ علامہ علی

شیر حیدریؒ نے اٹھایا، جن میں سیدنا علیؓ کی علو شان، شیر کی جرات اور حیدر کرارؓ کی شجاعت نمایاں تھی، وہ ایک وقت میں بہترین مدرس، بہترین خطیب، ذہین ترین عالم اور درویش اور فولادی صفات کے جامع تھے۔

1429ھ میں اشاعت القرآن کے 33ویں ختم بخاری پر انہوں نے فضلاء کو حدیث شریف اور امام بخاریؒ کے بارے میں صرف پندرہ منٹ میں بینظیر جامع خطاب فرمایا، ملاقات کے دوران انہوں نے علم صرف کی ایک تعلیل سنائی جو بالکل نایاب اور مشکل تھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو تدریس میں کتنی مہارت ہے، علامہ علی شیر حیدری نے کراچی تا پشاور بڑی بڑی کانفرنسوں میں مشن سپاہ صحابہ پر مدلل موثر خطاب فرمایا، اشاعت القرآن حضرو میں کئی بار ان کے خطاب ہوئے، غور غشتی دارالعلوم تعلیم الاسلام کامل پور موسیٰ، تعلیم القرآن ویسہ، جامعہ قاسمیہ نرتوپہ میں ان کے خطابات ہوئے اور شہادت سے چند ہفتے قبل جامعہ قاسمیہ نرتوپہ میں ان کا جرات مندانہ تاریخی خطاب تھا جس میں انہوں نے شیعہ کے جلوسوں پر کڑی تنقید کی، اور فرمایا کہ پاکستان میں سڑکوں پر کسی قسم کا جلوس نہیں ہونا چاہئے، یہ فساد کا منبع ہیں اور فرمایا کہ شاید پھر ملاقات نہ ہو۔ علامہ علی شیر حیدری شہید ناموس صحابہ پر اپنے قافلے کی طرح جان قربان کر چکے ہیں لیکن ان کی اور ان کے رفقاء کی شہادت اللہ تعالیٰ اسلام اور بالخصوص قرآن ونبوت کے گواہوں صحابہ واہل بیت کی تاقیامت ان کی شان کی حفاظت کے لیے مشعل راہ کام کرتے رہے گی۔

شیخ القرآن مولانا غلام اللہؒ کا دارالعلوم تعلیم القرآن پاکستان کی ہر اسلامی تحریک کا مرکز رہا ہے۔ 1953، 1947ء تحریک ختم نبوت کا مرکز اور تحریک نظام مصطفیٰ 1977ء کا مرکز جس کی قیادت مفتی محمود کررہے تھے، یہی دارالعلوم رہا ہے۔ 1980ء میں شیخ القرآن کی وفات کے بعد تحریک جہاد افغانستان اور تحریک دفاع صحابہ اور تحریک خلافت راشدہ کا مرکز بھی یہی دارالعلوم رہا ہے۔ علامہ جھنگوی شہید مولانا اعظم طارق شہید، علامہ فاروقی شہید اور ان کے ساتھی علامہ علی شیر حیدری کے تاریخی خطاب دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں ہوئے ہیں۔ ان خطابات کی کیسٹیں ہمیشہ اس موضوع پر مشعل راہ کا کام دیں گی۔

حال ہی میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں ملک بھر کے 131 اکابر علماء کا خصوصی اجلاس تھا جس میں راقم کو بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی، اس میں سپاہ صحابہ کے موجودہ قائد علامہ محمد احمد لدھیانوی نے سپاہ صحابہ کا موقف انتہائی موثر انداز میں پیش فرمایا اور فرمایا شیعہ جارحیت کے جواب میں ہم ہزاروں کی تعداد

میں لاشیں اٹھا چکے ہیں، تمام علماء ہماری سرپرستی کریں، ہم غلط ہیں تو رہنمائی کریں طریقہ کار میں تبدیلی چاہتے ہیں تو ہم تیار ہیں، مولانا لدھیانوی کا دل نشین خطاب تمام اکابر نے سنا اوران کی تائید وسرپرستی کا وعدہ کیا۔ مرزا مظہر جان جاناں شہید برصغیر کے ایک ولی کامل گزرے ہیں انہیں ایک شیعہ نے دل پر پستول کی گولی ماری وہ شہید ہوئے ان کی قبر پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے:

بلوح تربت من یا فتنداز غیب تحریرے
کہ ایں مقتول راجز بے گناہی نیست تقصیرے

ترجمہ: میری قبر کی تختی پر غیب سے یہ تحریر لوگوں نے پائی کہ اس مقتول کا بے گناہی کے سوا کوئی گناہ نہیں، اس شعر کا مصداق علامہ حق نواز جھنگویؒ، فاروقی شہیدؒ، علامہ علی شیر حیدریؒ اور تمام شہدائے ناموس صحابہؓ ہیں۔

موت شہادت مجاہدین کی ہو، علماء کی ہو، سپاہ صحابہ کی ہو سب کو اللہ تعالیٰ جنت میں اعلیٰ علّیین میں مقام دے اوران کے خون شہادت سے اسلام اور مسلمانوں کو ترقی عطا فرمائے یہ مشن نازک خطرناک ہے ہر شخص کا یہ کام نہیں ہے۔

علامہ علی شیر حیدری نوراللہ مرقدہٗ کا ادارہ جامعہ حیدریہ اوراس کی تمام شاخوں کو اللہ تعالیٰ قائم ودائم رکھے۔ ہماری دعا ہے کہ سپاہ صحابہ کے تمام اسیران بے تقصیر جو جیلوں میں ہیں انہیں اللہ تعالیٰ رہائی نصیب فرمائے اوران پر ظلم کرنے والوں کو سزا دے۔

☆☆☆

محمد سلیم، جھنگ

حجۃ الاسلام والمسلمین

موت ایک اٹل حقیقت اور، قدرت کا فیصلہ ہے: "کل نفسٍ ذائقة الموت"، "ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔"

لیکن کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ موت ان پر فخر کرتی ہے، تاریخ اپنے حسین اوراق میں ان کو ایک روشن باب کی حیثیت دیتی ہے، تاریخ میں زندہ ہی وہی رہتے ہیں جو شجر اسلام کو اپنے خون سے سیراب کرتے ہیں اور اسلام کا دامن اپنے خون سے رنگین کرتے ہیں تاریخ کے ابواب میں ایک منفرد مگر دلکش باب عزیمت کا بھی ہے جس کی بنیاد پیغمبر اسلام ﷺ نے اسلامی معاشرت کی بنیاد کے ساتھ ہی ڈالی تھی۔ جب اس برصغیر پاک وہند میں اسلام کی شعائیں پڑیں اور اسلام تیزی سے اس دھرتی پر پھیلنے لگا اس کے ساتھ ساتھ عزیمت نے بھی جنم لیا اس پاک وہند میں عزیمت کے بہت ابواب دہرائے گئے، کواکب تاریخ میں سے جس کوکب دری کی یاد لیے جس عظیم شخصیت کی یاد تازہ کرنے کے لیے اسی عزیمت کے اس باب کو کھول کر اسکی روشنیاں پھیلانا چاہتا ہوں۔ وہ شاہین صفت مرد مجاہد اہل سنت، ختم نبوت کے پاسبان، سپاہ صحابہ کے ترجمان، تحفظ ناموس صحابہ کے علمبردار، سالار قافلہ شہید ابن شہید علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی مقدر ومطہر ذات ہے، علامہ حیدری شہیدؒ کی پوری زندگی ولادت سے شہادت تک عزیمت کے کامل باب پر محیط ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عطا ہوتی ہے کہ وہ انسان کے اندر مختلف نوعیات کی خصائص اس کے اندر ودیعت رکھ دیتے ہیں انہی انفرادی خصوصیات وخصائص کی حامل علامہ شہید کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیاں آپ کے اندر ودیعت رکھی تھیں جن کا ظہور آپ کے بچپن سے شروع ہونے لگا، اسلام سے لگاؤ آپ کو ورثے میں ملا تھا، جس کا ثبوت آپ کی ابتدائی سکول کی تعلیم سے ملتا ہے، آپ مستقبل میں آگے بڑھ کر ملک وملت

اور مذہب کے لیے کچھ کر گزرنا چاہتے تھے، کفار کی یلغار سے انتہائی نفرت تھی، کفار کی سازشوں کے جال کو پھاڑنے اور یلغار کے سامنے بند باندھنے کی ٹھان رکھی تھی، عمر کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ دل کی یہ تڑپ اب آگ کی صورت اختیار کرتی جارہی تھی، آپ کی یہ تڑپ آپ کو عملی میدان میں لانے پر مجبور کررہی تھی، بالآخر آپ نے عملی میدان میں قدم رکھا، صحابہ کرام ﷺ کی عظمت کے گن گانے شروع کردیئے تھے اور دشمن صحابہ کے ایوانوں پر بجلی بن کر کڑک رہے تھے یہ آواز صرف سرزمین پاکستان تک محدود نہیں رہی بلکہ اب آپ سے ایران بھی لرزاں تھا، وطن عزیز میں دشمن صحابہ کے لیے زمین تنگ ہوتی جارہی تھی جہاں ایک طرف یہ صورتحال تھی تو وہیں دوسری طرف اسلام دشمن شیعہ آپ کے خلاف سازشوں کے مختلف جال بکھیرنے لگے تو پھر آپ نے ایک مستقل پلیٹ فارم قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔

برصغیر میں مختلف انداز میں عزیمت کے ابواب دوہرائے جاچکے تھے، یہاں بہت سی تنظیموں نے جنم لیا تھا، موتمر اسلامی جو اتحاد عالم اسلامی کی جدوجہد میں ایک خاص مقام رکھتی ہے ایسے ہی اسلامستان کی تحریک ،احتقال العلماء، جمعیت الجسول اسلامیہ، رابطہ عالم اسلامی وغیرہ بہت سی تحریکیں وجود میں آئیں، حضرت علیؓ کے دور میں جس طرح خارجیوں کا فتنہ شدید تھا ایسے ہی شاہ ولی اللہؒ کے دور میں رافضیت نے زور پکڑا تو حضرت شاہ صاحبؒ نے تقریر وتحریر میں دنیائے رافضیت کو ذلیل وخوار کیا پھر کچھ عرصہ کے لیے یہ فتنہ دبا رہا، کچھ ہی عرصہ بعد پھر اس فتنہ نے اپنا اثر ورسوخ دکھانا شروع کیا تو اس وقت دارالعلوم دیوبند کی بیل ڈالی جاچکی تھی اس وقت مولانا قاسم نانوتویؒ نے علامہ عبدالشکور لکھنویؒ کی تعلیمات کو عام کرکے اس فتنہ کو ایک بار پھر دبا دیا، پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے ساتھ ہی یہ فتنہ ایک بار پھر ابھرنے لگا چند ہی دنوں میں انہوں نے ایک منظم جماعت کی صورت اختیار کرلی، اصحاب رسول ان بدفطرت انسانوں کا ٹارگٹ تھے ،اپنی مجالس میں، اپنی کتابوں میں اپنی تعلیم میں غرض تمام معمولات زندگی میں اس ناپاک نسل نے اصحاب رسول خصوصاً خلفائے راشدین، خلفائے ثلاثہ اور ازواج مطہرات خصوصاً سیدہ عائشہ صدیقہ k کو سرعام گالی دینا معمول بنایا، انہوں نے بہت تیزی سے اپنے ناپاک اور غلیظ مشن کی ترویج شروع کی، 1979ء میں ایرانی انقلاب نے اس ناپاک نسل کے حوصلے بلند کردیئے تھے اب یہ صرف ایران میں نہیں بلکہ پاکستان کو بھی اپنی تحویل میں دیکھنا چاہتے تھے۔ ان حالات میں ضرورت تھی کہ کوئی ایسا مرد مجاہد پیدا ہو جو اس تاریک اور ناپاک مشن کو تہس نہس کردے جوان بدترین انسانوں کو آڑے ہاتھوں لے، ایسا مرد مجاہد ہو جس

کا دل اصحاب محمد ﷺ کی محبت سے لبریز ہو، جس کے دل میں عظمت امی عائشہ صدیقہؓ ہو اور انکے تقدس پر مر مٹنا جانتا ہو۔ ان حالات میں عزیمت دم توڑ چکی تھی حالات انتہائی سنگین تھے، مسلمانوں میں غیرت کا جذبہ مفقود نظر آتا تھا، ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر نظر کرم فرمائی۔

خون اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

ان حالات میں عزیمت میں دم بھرنے کے لیے، اصحاب رسول کے تقدس وتحفظ کے لیے ازواج مطہرات کے تقدس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بالآخر ایک مرد مجاہد عطا کر ہی دیا، اس مقدس کام کی ذمہ داری خالق نے جھنگ کی سرزمین سے پیدا ہونے والے ایک مجاہد، دنیا جسے حق نواز جھنگوی شہیدؒ کے نام سے جانتی ہے، انہوں نے یہ پرچم اٹھایا اور کفر کے ایوانوں سے ٹکرا گئے، دنیائے شیعیت کے پرخچے اڑا دیئے، انہوں نے علماء کو اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے انجمن سپاہ صحابہ میں شمولیت کی دعوت دی، مولانا جھنگوی شہید کی محنت اور کامیابی کی خبریں پورے ملک میں پھیل چکی تھیں، علامہ حیدری شہید سے سندھ میں پہلی ملاقات ہوئی، دونوں نے ایک دوسرے کی تقریریں سنیں، دونوں ایک دوسرے کی درد بھری آواز سے بہت متاثر ہوئے، جب مولانا حق نواز نے ان کو انجمن سپاہ صحابہ میں شمولیت کی دعوت دی اور اپنا نظریہ اور موقف پیش کیا تو علامہ حیدری چونکہ سمجھتے تھے کہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید اس فتنہ کو دبانے کے لیے اب سر پر کفن باندھ چکے ہیں اس لیے انہوں نے اپنے فیصلہ کو موقوف رکھا کیونکہ علامہ حیدری کفر وشرک اور بدعت پرست مشرکین سے ٹکرانا چاہتے تھے لیکن ایک مرتبہ پھر حالات تیزی سے بدلے اس طوفانی آندھی میں مولانا حق نواز جھنگوی جام شہادت نوش فرما چکے تھے، کفر پھر دندنانے لگا، اصحاب رسول کے خلاف تبرہ بازی کا دشمن نے پھر سے سوچا، اس وقت علامہ حیدری شہید نے وقت کی نزاکت کو بھانپ کر علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کے شانہ بشانہ ناموس صحابہ کے لیے چلنے کا فیصلہ کیا۔

اس وقت سپاہ صحابہ کو مختلف چیلنجز کا سامنا تھا، ایک طرف حکومت کی طرف سے عدم اعتمادی اور دوسری طرف ایرانی دہشت گردوں کا سامنا، بے چینی کی فضا پھیلی ہوئی تھی، علامہ حیدری وقت کی نزاکت اور موجودہ حالات سے اچھی طرح واقف تھے اور اب جھنگوی کے ترجمان بن کر مشن سپاہ صحابہ کا دنیا میں پرچار کرنا چاہتے تھے۔ علامہ حیدری شہید نے دشمن صحابہ کا راستہ روکنے کے لیے میدان میں اترنے کا فیصلہ کیا

،علامہ حیدری کی یلغار کے سامنے دشمن نیست و نابود ہو رہا تھا، دشمن صحابہ نے علامہ حیدری شہید کا راستہ روکنے کے لیے مختلف اقدامات کیے کبھی تو ایرانی حکومت کے دباؤ سے حکومت پاکستان سے مدد حاصل کی جس میں ضابطہ اخلاق بنا کر علامہ حیدری شہید پر قدغن لگائی گئی لیکن علامہ حیدری نے یہ کہہ کر اسے مسترد کر دیا کہ ہمارا عمل اس ضابطہ اخلاق پر اس وقت ہوگا جب تک اس سرزمین پاکستان میں صحابہ کے خلاف زبانوں کو لگام نہیں دی جاتی، جب تک اس ملک میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ازواج محفوظ نہیں، جب تک ایرانی کتابوں کی چھپائی کو روکا نہیں جاتا اس وقت تک سپاہ صحابہ کو کوئی ضابطہ اخلاق قبول نہیں ہوگا، حکومت وقت بجائے اس کے کہ وہ سپاہ صحابہ کے جائز مطالبات کو تسلیم کر کے رافضیت کو لگام دے کر اسلامی غیرت کا ثبوت دیتی لیکن انہوں نے بھی شیعہ کی پشت پناہی کی اور سپاہ صحابہ کی اعلیٰ قیادت مولانا محمد اعظم طارق شہید اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کو پابند سلاسل کر دیا تو اسوقت جماعت کی تمام ذمہ داری علامہ حیدری شہید کے کندھوں پر تھی، علامہ حیدری شہید نے غمگین کارکنوں کو سہارا دیا اور پریشان حال کارکنان سپاہ صحابہ جو مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی شہادت سے غم و غصے میں تھے ان محبان صحابہ کو اپنی گود میں لیا اور دست شفقت رکھا۔

شیعہ ایران کی طرح پاکستان میں خونی انقلاب لانا چاہتے تھے وہ سنیت کو برداشت نہیں کر رہے تھے اور سنیت بھی عظمت صحابہ کا علم لیے میدان میں تھی وہ بھی اصحاب رسول کے خلاف اٹھنے والی آواز، چلنے والے قدم لکھنے والے قلم، سوچنے والے دماغ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کرنا چاہتے تھے۔ ان سنگین حالات میں حکومت وقت نے سپریم کورٹ میں فیصلہ کرنا چاہا یہ سپاہ صحابہ کے لیے تو بہت ہی خوشی تھی پورے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی چونکہ اسوقت کارکنان سپاہ صحابہ اپنے عظیم قائد علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی سے محروم ہو چکے تھے، حضرت فاروقی شہید اس دارِ فانی کو خدا حافظ کہہ چکے تھے، چیف جسٹس آف پاکستان سید سجاد علی شاہ کے اس اقدام پر علامہ حیدریؒ نے بے حد خوشی کا اظہار کیا اب انہیں بھی امید تھی کہ اگر حکومت نے انصاف سے کام لیا تو یہ فتنہ رافضیت پاکستان کی سرزمین میں اپنی موت آپ مر جائے گا۔ علامہ حیدری جو بہت ہی زخمی دل تھے کیونکہ چند ماہ پہلے ان کے پیارے اور محبوب رفیق علامہ فاروقی شہید ہو چکے تھے۔

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

اب تمام مسلمان اس دن کا انتظار کرنے لگے، چنانچہ علامہ علی شیر حیدری پر تمام علماء کو اعتماد کامل تھا، زخموں سے چور پٹیوں میں جکڑے جرنیل سپاہ صحابہ مولانا محمد اعظم طارق کو بھی علامہ حیدریؒ پر یقین تھا کہ یہی وہ شخصیت ہے جن سے اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرے گا اور اسلام کو عزت دے گا۔ علماء کرام علامہ حیدری شہیدؒ کو چلتے پھرتے کتب خانے سے تشبیہ دیتے تھے تو سپاہ صحابہ کی طرف سے جانشین فاروقی علامہ علی شیر حیدری کا انتخاب کیا گیا۔ حیدری کا انتخاب ہی حق کی فتح تھی، کفر یلغار حیدری کو اچھی طرح جانتا تھا۔ جب رافضیوں نے سنا کہ سپریم کورٹ آف پاکستان میں ججوں کے ایک فل بنچ کے سامنے ہمارا مقابلہ علامہ حیدری سے ہوگا تو اسی وقت سے ہی کفر سہم گیا اب اپنی ذلت کو اصحاب رسول کا دشمن آئینے میں دیکھ رہا تھا حیدری کے سامنے وہ پہلے سے ہی اپنی رسوائی کے خواب دیکھنے لگا، اب دشمن صحابہ کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا اب ذلت ان کا مقدر بن چکی تھی، کیونکہ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کے قائم کردہ علماء بورڈ میں شیعہ پہلے ہی شکست کھا کر خوف زدہ ہو چکا تھا۔

خدا خدا کر کے وہ دن آیا جب سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ علامہ علی حیدری شہید اپنے رفقاء سمیت سپریم کورٹ پہنچ گئے، تقریباً ساڑھے چار گھنٹے تک اس علم کے بحر نے اپنی موجوں سے دشمن صحابہ کو غوطے دیئے اور ذلیل و خوار کیا، دشمن صحابہ کے لیبلِ اسلام کو ہٹا دیا تو اس وقت کا چیف آف پاکستان جسٹس سید سجاد علی شاہ علامہ حیدری کے دلائل اور علم سے بہت متاثر ہوا اور علامہ صاحب کے پیش کردہ حوالہ جات سے چیف جسٹس کی آنکھوں سے موتیوں کی طرح آنسو گر رہے تھے، چیف جسٹس نے اس بات کا اعتراف کیا کہ واقعی یہ ملعون ہیں، اب دشمن دلائل کی جنگ ہار چکا تھا، تو اس نے ردعمل میں سازشیں شروع کر دیں تا کہ چیف جسٹس کو فیصلہ لکھنے سے روکا جا سکے تو ایک ناپاک سازش کے تحت حکومت اور عدلیہ کے درمیان اختلاف اور جھگڑے کی فضا پیدا ہوگئی تو اس وقت چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ برطرف کر دیئے گئے اور عوام کے امن و امان کو نظر انداز کر دیا گیا، غرض علامہ حیدری نے صوبائی حکومتوں سے لیکر سپریم کورٹ تک دشمن صحابہ سے دلائل کی جنگ لڑی اور انہیں ہر جگہ ذلیل و رسوا کیا۔ یہ علامہ حیدری شہید کی سعی و جدوجہد ہی تھی کہ پاکستان کی سرزمین پہ دشمن صحابہ کی آوازیں قلمیں اور تحریریں خاموش ہو چکی ہیں، پھر بھی آپ کے دل میں یہ تڑپ ویسی ہی موجود تھی کہ یہ مشن پوری دنیا میں کیسے پھیلے؟ اس حرص کو عملی جامہ پہنانے کے لیے علامہ صاحب نے بیرون ملک برطانیہ اور جنوبی افریقہ وغیرہ کے دورے کئے یوں آپ نے مشن صحابہ کی اس آواز کو پوری

دنیا میں پھیلا دیا۔

،علامہ حیدری شہید کا رعب ودبدبہ دشمن صحابہ پر اتنا ہے کہ آئندہ نسلیں بھی اس سے خائف رہیں گی۔ یہ دلائل کی جنگ تھی جس میں دشمن صحابہ ہمت ہار چکا تھا۔ علامہ حیدری شہید ہی تھے جنہوں نے شہید ملت اسلامیہ' سنیوں کے دلوں پر اپنی حکمرانی کا سکہ جمانے والے' مرد قلندر مولانا محمد اعظم طارق شہید کو حکم فرمایا کہ پہلا ہدف ہمیں حاصل ہو چکا ہے لہٰذا اب اگلا ہدف یہ ہے کہ اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صحابہ کرام ؓ اور ازواج مطہرات ا کو آئینی تحفظ دیا جائے تا کہ آنے والی نسلوں میں بھی کوئی بد بخت صحابہ کرام کے خلاف ہرزہ سرائی کی جرات نہ کر سکے تو مولانا محمد اعظم طارق شہید نے قومی اسمبلی کے فورم پر صحابہ کرام و اہل بیت کی ناموس کا بل پیش کر کے ناموس اصحاب رسول ﷺ کے لیے کلیدی کردار ادا کیا، اس سے بڑھ کر یہ کہ اب جس طرح اصحاب رسول خصوصا خلفائے راشدین کی ذات کا دفاع ضروری ہے ایسے ہی ایک فلاحی اسلامی ریاست کے لیے نظام خلافت راشدہ کا نفاذ بھی ضروری ہے۔ مولانا علی شیر حیدری مولانا محمد اعظم طارق شہید کے دست و بازو تھے، مولانا محمد اعظم طارق شہید اپنے قریبی دوست اور محبوب قائد علامہ علی شیر حیدری کے حکم اور مشورے سے نفاذ خلافت راشدہ کے لیے دن رات ایک کر چکے تھے، اسی جدوجہد میں دشمن نے ایک بار پھر سنیوں پر اس وقت قیامت برپا کر دی جب پارلیمنٹ کے شہزادے' ثانی ایثار القاسمی شہید' مولانا اعظم طارق پر حملہ کر کے انہیں موت کی نیند سلا دیا۔

آگ ہے اولاد ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

اس بار بھی اپنے محبوب قائد کا جنازہ علامہ حیدری شہید کے کندھوں پر تھا، علامہ حیدری شہید ہی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ آزمایا، حضرت جھنگوی شہید ہوئے تو صدمہ حیدری شہید نے سہا، جھنگوی کی جدائی میں رو رو کر نڈھال ہو گئے، مولانا ایثار القاسمی شہید کا جنازہ بھی حیدری کے کندھوں پر تھا، حضرت فاروقی شہید بھی علامہ حیدری کے دست سے مدفون ہوئے، مولانا اعظم طارق شہید کا صدمہ جدائی بھی حیدری کو برداشت کرنا پڑا دشمن نے اگر چہ اتنے بڑے بڑے زخم دے کر حیدری شہید کے قلب و جگر کو چھلنی کر دیا تھا لیکن حضرت شہید نے ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے موقف میں نرمی کا نہیں سوچا۔

قدرت نے ان کا نام حیدری ہونے کی وجہ سے علامہ شہید کو حیدر کرار h کی صفات سے نوازا تھا، جس

طرح حیدر کرارؓ سیدنا علی المرتضیٰؓ نے اسلام دشمن خارجیوں کا مقابلہ کیا تھا اس گئے گزرے دور میں حیدرؓ کے سپاہی حیدری نے بھی اسلام دشمن عناصر شیعوں کا مقابلہ کیا حیدر کرارؓ نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمان غنیؓ جیسی اعلیٰ قیادت کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھایا، حیدر کے حیدری نے بھی سنت حیدری کو زندہ کرتے ہوئے اپنی اعلیٰ قیادت کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھایا، سیدنا علی المرتضیٰؓ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں بھی اصحابؓ رسول ﷺ کے دفاع کو لازم قرار دیا، علامہ حیدری شہید نے بھی آخری دم تک اصحابؓ پیغمبر ﷺ کا دفاع کیا اور اسی مقدس مشن پر اپنی قیمتی جان کا نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

دل کش ہر ایک قطعہ صحرا ہے راہ میں
ملتے ہیں جا کے دیکھئے کیسے کارواں سے ہم

کم شخصیات ہی ایسی ہوں گی جو ہوا کے تیز جھونکوں میں بکھری نہ ہوں، جو اپنی قیادت کے لگاتار جنازے اٹھانے کے بعد بھی اپنے کارکنوں کو آغوش میں لیکر تکمیل مشن کے لیے آگے بڑھنے کا عزم کیا ہو لیکن سب کچھ مصائب کے باوجود علامہ حیدری شہید ہی تھے جنہوں نے ثابت قدم رہ کر مایوس کارکنوں کو گلے لگا کر بھی اس عظیم مشن کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے، اللہ تعالیٰ علامہ حیدری شہید کی شہادت کو شرف قبولیت سے نوازیں اور انہیں علّیین میں اعلیٰ مراتب پر فائز فرمائیں اور کارکنان سپاہ صحابہ کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور مشن جھنگوی شہید کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچائیں (آمین ثم آمین)

☆☆☆

مفتی محمد عمر حیدری، ایبٹ آباد

سنّیوں کے دلبر حیات جاودانی پا گئے

استاد محترم ،امام اہل سنت ،حق وصداقت کے قافلہ کے عظیم سر خیل ،مشن امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگویؒ شہید کے عظیم وارث' توحید وسنت کے داعی' مبلغ ،تحفظ ختم نبوت وعظمت صحابہ وناموس صحابہ واہل بیت کا سچا دیوانہ ،داعی اتحاد بین المسلمین کا عظیم پیکر ،اخلاص جرات و بہادری کا بے باک نڈر سپہ سالار، لاکھوں مصائب ومشکلات میں جسکی پیشانی پر مایوسی نہ ہو وہ عظیم قائد ورہنما 17 اگست 2009ء کو اس دنیا فانی سے ابدی حقیقی اور حیات جاودانی پا گیا ہے۔ استاد محترم علامہ علی شیر حیدری شہید کی شہادت ایک عظیم سانحہ ہے......حضرت شہید کی کمی شاید صدیوں بعد بھی پوری نہ ہو سکے......استاد محترم کی شہادت والی رات سے سوچوں میں گم ہوں کہ استاد محترم کی مبارک حیات کا تذکرہ کہاں سے شروع کروں......حضرت حیدری شہیدؒ جیسے سے ایک قائد سے کارکن کی ہونے والی پہلی ملاقات جو غالباً 1999ء کی ہے، وہاں سے قلم کو جنبش دوں یا پھر استادی شاگردی کا حسین رشتہ قائم ہونے اور اس اعتبار سے جب دوزانو تلمذ ہونے کا اعزاز اور معلم ومتعلم والی حسین نسبت کا دور شروع ہوا وہاں سے مضمون کا آغاز کروں۔

بہر کیف اپنی بکھری ہوئی سوچوں اور حضرت شہید سے ہونے والی ملاقاتوں میں حضرت کی بے انتہاء محبت سے حاصل کئے ہوئے درے یکتا علمی' اصلاحی' تنظیمی تعمیری نصائح کو کیسے ترتیب دوں، یہ ایک مشکل کام تھا۔

21 رمضان المبارک کو جب قرآن کریم سننے سنانے سے فراغت ملی تو موقع کو غنیمت جانتے ہوئے قلم کو تھام لیا ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ خالق کائنات حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید کی شہادت جاودانی کو اپنی بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت بخشے اور جن آسمان ہدایت کے ستاروں کی غلامی میں

انکی عزت وناموس کی دفاع کی جنگ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا اب ہمیشہ ان کا قرب عطا فرمائیں اور حضرت شہید کے تمام ورثاء شاگردوں، کارکنوں کو صبر جمیل اور حضرت شہید والی دین حق کے لیے سچی فکر اور کڑھن نصیب فرمائیں۔ آمین

استاد محترم سے بندہ کی شناسائی اور ملاقات اس وقت ہوئی جب ابھی بندہ درجہ حفظ کا طالب علم تھا اور حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید جماعتی دورے پر لاہور، کامونکی، گوجرانوالہ، پسرور، سیالکوٹ سے ہوتے ہوئے قاری دین محمد صاحب کے مدرسہ حفظ القرآن ضلع نارووال تشریف لائے، ظہر کے بعد حضرت کا خطاب لاجواب ہوا اور خطاب کے بعد مسجد کا سنگ بنیاد رکھا، یہ بندہ کی زندگی کی پہلی ملاقات تھی، آج اس شخصیت کو ملنے اور سننے کا موقعہ میسر آیا، جس کا علمی شہرہ آفاق عالم میں تھا، حفظ مکمل کرنے کے بعد جب بندہ درس نظامی پڑھنے کے لیے اسلام آباد آیا تو اب الحمدللہ جب بھی علامہ علی شیر حیدری شہید تشریف لائے تو حضرت شہید کی محفل میں بیٹھنے اور حضرت کی خدمت کا موقع ملتا رہا۔

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید سے ملاقاتوں کا یہ فائدہ ہوا کہ پھر یہ رشتہ استاد شاگرد والے مبارک اور عظیم منصب تک جا پہنچا، حضرت شہید کی جدائی سے سنی قوم ایک عظیم قائد وقت کے بہت بڑے علمی مرجع، تحقیقی میدان میں اپنے ہم عصروں میں جس شخص کا کوئی ثانی نہیں، ایک عظیم خطیب جس کے طرز خطابت میں اس کی مثل کوئی نہیں......ایک ایسے معلم اور استاد کہ میدان درس وتدریس میں اس جیسا ماہر کوئی نہیں اور طرز استدلال میں وہ ملکہ کہ جس کی مثال کوئی نہیں اور علوم عقلیہ ونقلیہ میں ایسی دسترس کہ کسی ہم عصر صاحب علم کو ایسی دسترس حاصل نہیں اور فریق مخالف مذاہب باطلہ کی ایسی پکڑ کہ دشمن بھی حیران وسرگرداں، تمام مذاہب باطلہ اور انکے علمی دلائل پر ایسا عبور کے ان کا ہر علمی سے علمی، بڑے سے بڑا استدلال، حضرت شہید کے سامنے مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور اور اسکا ایسا تشفی بخش جواب جس سے دشمن دین کی کمر ٹوٹ جاتی ہو۔

حضرت شہید کی جانب سے دنیا کفر کو بار بار ہونے والے چیلنجوں کا جواب نہ دینے کی طاقت رکھنے والی متعہ کی پیداوار قوم نے ایک مرتبہ پھر دلائل کے مقابلے میں گولی کی زبان بولی، حضرت امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی فرمایا کرتے تھے کہ اگر شیعوں نے ماں کا دودھ پیا ہے تو وہ میرے علمی دلائل کا جواب دیں اور اگر کسی کتیا کا دودھ پیا ہے تو پھر نہیں اور فرمایا کرتے تھے شیعہ زہر کا پیالہ تو پی سکتا ہے مگر وہ حق نواز کے دلائل

کا جواب نہیں دے سکتا۔

احاطہ علمی: حضرت علامہ علی شیر حیدری جب مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوتے اور کسی بھی مسئلہ پر بحث کرنا ہوتی تو یوں محسوس ہوتا ابھی علوم کا ظہور ہورہا ہے، ایک ہی مسئلہ پر لاتعداد قرآنی آیات سے استدلال پیش فرماتے، اسی طرح احادیث مبارکہ اقوال صحابہ اول ہجری سے لیکر آج تک کے تمام فتاویٰ جات صرف اہل سنت ہی کی کتب سے نہیں بلکہ فریق مخالف کی کتب سے اپنے مذہب کی تائیدات ایک ہی قرآن کی آیت سے کئی مذاہب باطلہ اور جدید فتنوں کی تردید اور ادیان باطلہ کی ایسی سرکوبی کہ ہر ہر بات سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہوتی۔

صراط مستقیم اور اہل حق کے راستے سے ہٹے ہوئے لوگوں کی تردید ایسے علمی اور بڑے سادہ انداز میں کر جاتے کہ بڑے بڑے دینی مدارس کے اساتذہ، شیوخ حیرت زدہ رہ جاتے۔ اور حضرت شہید کے لیے دل یوں گواہی دیتا، کہ حضرت علامہ علی شیر حیدری قرن اولیٰ کے علمی قافلے سے بچھڑے افراد سے ایک دُرِ یکتا ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں ادیان باطلہ کی تردید اور حق کے علم کو بلند کرنے کے لیے چن رکھا تھا۔

سنی قوم حضرت کی جدائی کی وجہ سے کیفیت تکلم ایک ایسے حاضر جواب مناظر سے محروم ہوگئی ہے کہ اب شاید ہی ایسا مناظر امت کے حصہ میں آئے، استاد محترم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سوال سننے کے بعد سائل کی حیثیت کو دیکھ کر جواب دیتے جس جواب کو سننے کے بعد سائل اس کو سمجھ کر اپنی زندگی کا خزینہ بھی بنا سکے، یہ حضرت شہید کا انمول انداز تھا۔ بندہ کے تعلیمی دورانیہ کے ثالثہ والے سال کی بات ہے ٹیکسلا میں خاتم المعصومین ﷺ کانفرنس تھی، بندہ بھی حضرت شہیدؒ کا رفیق سفر تھا، یہ رفاقت بھی لال مسجد حضرت قاری صاحب کے گھر سے شروع ہوئے حضرت بالاکوٹ ایبٹ آباد سے پروگرام کرتے ہوئے ٹیکسلا پہنچے، ایبٹ آباد ہاکی گراؤنڈ میں نفاذ شریعت کانفرنس تھی جس کے مہمان خصوصی جرنیل محترم علامہ مولانا اعظم طارق شہید بھی تھے، علامہ علی شیر حیدری شہید خطاب فرما کر جلسہ گاہ سے باہر نکلے ہی تھے کہ سامنے سے علامہ اعظم طارق شہید کی گاڑی آئی، دونوں قائدین نے گاڑیوں کو کچھ آہستہ کیا اور ہاتھوں سے علیک سلیک کیا اور مسکراتے ہوئے اپنے اپنے پروگراموں کی طرف چل دیئے، یہ حضرات قائدین کی آپس کی آخر زیارت اور ملاقات تھی۔

اس کے بعد تیسرے دن علامہ اعظم طارق شہید کی شہادت ہوئی تو جب ٹیکسلا کانفرنس میں جانے سے قبل ایک گھر میں حضرت کارکنوں میں جلوہ افروز تھے تو ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت کچھ سمجھ نہیں آتی کہ کچھ لوگ ہاتھ باندھے بغیر نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اور بعض سینے پر ہاتھ رکھتے ہیں اور ہم لوگ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں؟ استاد محترم نے سائل کی طرف نظر کی اور برجستہ جواب دیا، بابا جی! والدین چونکہ اولاد کی کامل تربیت کرتے ہیں اب جس کے امی ابو دونوں حیات ہیں تو وہ والدین کی کامل تربیت کی وجہ سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھتا ہے اور جسکے والد نہیں ہیں اور صرف والدہ نے تربیت کی ہے وہ عورت کی طرح سینے پر ہاتھ باندھتا ہے اور مادر پدر آزاد جس کو نہ اپنے نسب کا پتہ نہ حسب کا علم ہے متعہ کی پیداوار ہے وہ ہاتھ چھوڑ دیتا ہے چونکہ تربیت کرنے والا کوئی نہیں۔ جواب سننے کے بعد بابا جی بالکل مطمئن ہوئے اور بندہ سوچوں میں گم کہ اگر حضرت کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ نہ جانے کتنی لمبی چوڑی تقریر کرتا، کتنی ساری احادیث طیبہ فقہاء کی عبارات پیش کرتا مگر الحمدللہ حضرت نے بڑے سادے انداز میں سائل کی حالت کی مطابق تشفی بخش جواب دیا ہے۔ مجھے شاید زندگی بھر یہ باتیں نہیں بھولیں گی۔

جب شوال المکرم 1430ھ حضرت استاذ محترم کی ہم طلبہ سے پہلی تعلیمی نشست ہوئی، حضرت نے درجہ تخصص کے طلبہ کو اپنے دفتر طلب کیا تو 22 طلبہ شریک درس تھے سب سے پہلے تو استاد محترم نے تمام طلبہ سے تعارف کیا، بیٹا کیا نام، کس علاقے سے تعلق ہے کس ادارے کے فاضل ہو، احوال لینے کے بعد پہلے نمبر پر بیٹھے ہوئے ساتھی سے پوچھا آپ نے مدرسہ میں کتنا عرصہ پڑھا ہے، ابھی وہ بھائی بولنے نہیں پائے تھے کہ حضرت علامہ شہید نے فرمایا چلو بیٹا چھوڑ کیا گنتی کر کے بتاؤ گے، تم میں سے ہر ایک نے کم از کم نو سال تو دینی تعلیم حاصل کی ہے جس نے درس نظامی پڑھا ہے نو سال تو اسکے پکے ہیں اور جس نے قرآن کریم بھی حفظ کیا ہے دس گیارہ سال ہو گئے اور جس نے قرأت بھی پڑھی تو چودہ سال ہو گئے۔ پھر فرمایا بیٹا میرا تعلیمی دورانیہ صرف پانچ سال ہے بمع فارسی کے، یہ سن کر بندہ تو حیرت میں ڈوب گیا اور سوچنے لگا یا الٰہی تو نے کیا علم سے نوازا ہے کہ تعلیمی دورانیہ صرف پانچ سال اور وہ بھی فارسی سمیت اور صورتحال یہ ہے کہ حضرت علمی دنیا میں اس وقت مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں اور بڑے بڑے علماء اور مناظرین حضرت کی شاگردی اور ادنیٰ نسبت کو اپنے لیے اعزاز سمجھتے ہیں۔

جب بڑے بڑے علمی اور تحقیقی میدان کے ماہر اساتذہ جب کسی مسئلہ میں مشکل محسوس کرتے ہیں تو

حضرت سے رجوع کو حرف آخر سمجھتے ہیں ،حضرت علامہ علی شیر حیدری ایک ہی رابطے پر برجستہ جواب عنایت فرماتے ہیں اور حوالہ جات نوٹ کروادیتے ہیں جس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت علامہ اعظم طارق شہید کی شہادت سے چند دن قبل جب اسکولوں میں شیعہ وسنی نصاب میں تبدیلی کی بات بڑی زور شور سے چل رہی تھی ان ہی ایام میں گلگت کے شیعہ لیڈر ضیاء الدین رضوی نے مذہب اہل سنت پر تقریباً 21 سوالات کئے تھے ملک کے بڑے بڑے مفتیان کرام نے جوابات دینے سے جب انکار کیا تو اللہ زندگی دراز فرمائے مناظر اسلام حضرت مولانا منظور مینگل صاحب کی انہوں نے بغیر کسی کی مدد کے اپنے طور پر جوابات دینے کی ٹھان لی تو حضرت فرماتے ہیں ایک ایسا اعتراض تھا جس کا جواب مجھے کسی کتاب میں نہ ملا تو بالآخر میں نے علامہ علی شیر حیدری سے رابطہ کیا تو انہوں نے صرف جواب ہی نہیں دیا بلکہ کئی حوالہ جات بھی نوٹ فرمائے۔کسی بھی مسئلہ پر حوالہ پر حوالہ،دلیل پر دلیل دیئے جانا چاہے وہ اپنی کتب سے ہو یا غیروں کی کتب سے یہ حضرت کا خاصہ تھی

پہلی نشست میں حضرت نے دوسری بات یہ ارشاد فرمائی بیٹا! میں نے تمہیں کوئی نئی چیز نہیں پڑھانی سب کچھ آپ لوگوں نے پڑھا ہوا ہے صرف آپ کو یاد دہانی کروانی ہے، پھر فرمایا بیٹا مسلمان ہونے کے لیے پہلی چیز کلمہ ہے ،کل آپ نے اپنی پڑھی ہوئی درسی کتب میں یہ تلاش کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ سے یہ فرمایا ہوا ہے محمد عربی! یہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کلمہ اسلام ہے، جاؤ اور لوگوں کو اس کلمہ کی تبلیغ کرو، یوں ہمارا تعلیمی سال کا آغاز ہوا۔ یہ حضرت کا پہلا سبق تھا اسی نشست میں فرمانے لگے بیٹا تم نے بڑے بڑے دینی اداروں میں پڑھا ہے، انہوں نے آپ کو بڑی بڑی سہولیات بھی دی ہوں گی مگر تم نے مجھ سے کسی سہولت کا مطالبہ نہیں کرنا اس لیے سہولت والے حضرات مشقت کو برداشت نہیں کر سکتے، انبیاء کا بہت بڑا ورثہ قربانی اور مشقت کے ساتھ منسلک ہے اور انبیاء کا اصل ورثہ تو مصائب اور مشکلات کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور اہل حق بھی ہمیشہ مصائب آلام سے دوچار رہتے ہیں اور میرے ساتھی تو اپنی زندگیاں حق گوہی کے جرم میں پس زنداں گزار رہے ہیں اسی لیے تمہیں ابھی سے عملی مشق کروائی جائے گی تاکہ تم مشکل وقت کے لیے تیار ہو جاؤ اور پھر جب مشکل آجائے تو ہمیں دعا تو دو اور تمہاری زبان سے یہ نہ نکلے کہ یہ عملی تربیت ہمیں کروائی نہیں گئی۔

انداز تدریس

جب استاد محترم سبق شروع فرماتے تو بڑا عجیب انداز ہوتا تھا کچھ دیر خاموشی سے بیٹھتے اللہ اکبر کی صدا بلند فرماتے تو کہتے بیٹا! قرآن لاؤ، پہلے عام فہم آیت یا حدیث مبارکہ کا مطلب بیان فرماتے، پھر فریق مخالف اس کو اپنے مذہب کے لیے کس انداز میں پیش کرتا ہے اس کا طرز انداز بیان کرتے، پھر ان ہی کی کتب سے اس کا توڑ پیش فرماتے، پھر دلائل سے مذہب اہل سنت واضح فرماتے اور ان ہی کی کتب سے مذہب اہل سنت کی حقانیت کو پیش فرماتے پھر کتب پہ کتب طلب کی جاتیں اور دلیل پر دلیل، حوالہ پر حوالہ نوٹ کرواتے، مسئلہ کی اصل حقیقت آشکارہ فرماتے ہوئے فریق مخالف کی دھوکہ دہی کو بڑے آسان اور سادہ عام فہم انداز میں واضح فرماتے اور کچھ دیر خاموشی اختیار کرتے تو یوں محسوس ہوتا علوم وھبی کا ظہور ہو رہا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے استاد جی کے ڈسک پر کتابوں کا ایک ڈھیر لگ جاتا اور ایک ہی مسئلہ پر عربی، فارسی، اردو اور قرون اولیٰ سے لیکر اب تک کے لوگوں کی کتب سے حوالہ جات، فتاویٰ جات اور کتاب لکھنے والے کا سن پیدائش، ان کے مذہب کے ہاں اس کا مقام ومرتبہ' کتاب کس دور کہاں سے شائع ہوئی' اس کی تائید کس کس نے کی سب کچھ ہی نوٹ کرواتے جاتے اور فرماتے بیٹا! لکھنے سے زیادہ زور یاد کرنے پر دو ورنہ لکھی ہوئی چیزیں رہ ہی جاتی ہیں اور آدمی غفلت کا شکار ہو جاتا ہے نہ جانے بعد میں اس کو پڑھنے کا موقع ملتا ہے یا نہیں اور فرماتے اس مسئلہ پر مزید تیاری آپس میں عملی مشق یعنی مناظرے کرلو اور کوئی سوال ہو تو پوچھ لو، سبق سے پہلے کئی ایسے سوالات ہوتے ذہین میں کہ آج یہ سوال بھی کرنا ہے مگر الحمداللہ استاد محترم ایسے انداز میں پڑھاتے کہ کوئی سوال باقی ہی نہ رہتا جو کیا جائے۔ حضرت علامہ شیر حیدری شہید فریق مخالف کی طرف سے ہونے والے اعتراضات، اشکالات کو اسی طرح صاف فرماتے کہ عقلیں حیران رہ جاتیں۔

مہمان نوازی

حضرت کی ملاقات کے لیے تشریف لانے والے حضرات جب محفل میں بیٹھتے تو حضرت خود ہی ایک ایک آدمی سے تعارف پوچھتے، ملاقات کا وقت نمازوں کے بعد ہوتا، حضرت اپنے دفتر یا دفتر کے باہر تشریف فرما ہوتے، حضرت کو اللہ نے وہ رعب دیا تھا کہ کسی کو بھی مجال نہ ہوتی کہ وہ یوں کھل کر حضرت سے گفتگو کرتے جب مہمان حضرات خاموش بیٹھ جاتے تو حضرت بھی اپنے مطالعہ میں مگن ہو جاتے اور اگر کسی کا

کوئی جماعتی یا ذاتی مسئلہ ہوتا تو اس کو سنتے اور جواب دیتے اور ہر ممکن تعاون کی کوشش کرتے۔

قوت حافظہ

حضرت کے وسعت مطالعہ اور قوت حافظہ کا کیا کہنا، بابا لیاقت اعظم کالونی کے رہائشی اور حضرت کے قریبی رفقاء اور حضرت کے طالب علمی دور کے بڑے مخلص اور تعاون کرنے والے ساتھیوں میں سے ہیں ،ایک مرتبہ حضرت کے حالات سناتے ہوئے فرمانے لگے جب میرے پاس کوئی کتاب آتی تو میں حضرت کے پاس لیکر حاضر ہوتا اور حضرت کو مطالعہ کے لیے دیتا جب دوسری ملاقات ہوتی تو دریافت فرماتا تو حضرت فرماتے الحمد اللہ میں نے مطالعہ کرلیا ہے میں عرض کرتا حضرت اتنی بڑی ضخیم کتاب! حضرت فرماتے بھائی حوالہ جات کے ساتھ سن لو فرماتے کتاب دیئے دو یا تین دن ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت شہید کو امام اعظم ابو حنیفہ جیسا قوت حافظہ عطا فرمایا تھا کہ جب شہباز شریف نے اپنے سابقہ دور میں حضرت کو بے گناہ ایک مقدمہ میں گرفتار کیا تو الحمد اللہ دو ماہ انتیس دن میں قرآن کریم مکمل حفظ فرمالیا تھا، حضرت موجودہ زمانے میں حضرت امام بخاری کی جیتی جاگتی تصویر تھے، حضرت شہید کا احادیث پر دسترس کا یہ عالم تھا کہ جب مد مقابل ہماری کتب احادیث سے اپنا استدلال کرتا تو حضرت اُسی حدیث سے مخالفین کے استدلال کو توڑتے بھی اور ساتھ اپنے جواب پر کئی ساری تائیدات بھی پیش کرتے جیسا کہ واقعہ قرطاس کی حقیقت کو آگاہ کرتے ہوئے جب بخاری میں اس مسئلے کے تحت نو مقامات پر روایات ہیں تو خوب وضاحت کرتے۔ اسماء الرجال پر نظر کا یہ عالم تھا کہ راویوں کے حالات انکی سن پیدائش، وفات، انکی کنیتیں، انکی نسبتیں واضح فرماتے اور فریق مخالف جن کنیتوں اور نسبتوں سے اور نام سے مغالطے میں ڈالتا ہے اس کو واضح فرماتے اور جب علمی موتی بکھیرتے تو مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت عبدالشکور لکھنویؒ کو جو اللہ نے ملکہ دیا تھا اسکا وافر حصہ کے حامل معلوم ہوتے اور حضرات اکابر علماء اہل سنت کی بھاری تعداد میں تائید اور فتاویٰ جات پیش فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ جو لوگ اس مسئلہ کے انکاری ہیں ان کے ساتھ تو بڑوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ لوگوں کے پاس صرف عہدہ اور میڈیا ہے جس کی وجہ سے وہ یہ باور کرواتے ہیں یہ چند جذباتی لوگ جو ملکی حالات کو نہ سمجھتے ہوئے جذباتی ہو جاتے ہیں اور حالات کی نزاکت کو نہ سمجھتے ہوئے اختلافی مسائل کو چھیڑ دیتے ہیں۔

حضرت کی محفل میں بیٹھ کر پتہ چلتا اہل سنت والجماعت کا ہر فرد حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کے نظریے اور مشن کا حامی ہے، اس پر کتب فتاویٰ اور اہل سنت کا ہر وہ فرد جس نے دشمن کی مکاریاں سنی ہیں یا ان کے حالات سے واقف ہوا ہے یا انکی کتب کو پڑھا ہے اس نے مستقل اس فتنے کے خلاف کام کیا ہے چاہے وہ حضرت مجدد الف ثانی ہوں یا حضرت شاہ ولی اللہ ہوں یا حضرت شاہ عبدالعزیز ہوں یا علمائے بخارہ، دہلی ہوں یا دیوبند کے اکابرین ہوں بالخصوص حضرت قاسم نانا تویؒ، حضرت رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، حضرت حسین احمد مدنیؒ، حضرت تھانویؒ، مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیعؒ ہوں بعد کے حضرات نے تو متفقہ فیصلہ اور بینات کے خصوصی نمبر شائع کر کے دنیا بھر علماء سے حضرت کے موقف اور مشن کی تائید کروا دی، اب جس کا جی چاہے وہ انکو اکابر مانے اور جی چاہے تو انکار کردے اور علامہ علی شیر حیدری فرمایا کرتے تھے ہم تو مفتیان اور اکابر کا لکھا ہوا' بتایا ہوا مسئلہ عوام کو بتاتے ہیں صرف بتانے کے جرم میں ہمارے ساتھیوں کو شہید کیا جاتا ہے ان پر پرچہ قائم کیا جاتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ علامہ حق نواز جھنگویؒ، مولانا ایثار القاسمیؒ، حضرت فاروقیؒ، علامہ شعیب ندیمؒ، علامہ اعظم طارقؒ ان میں کوئی بھی مفتی نہیں اور میں بھی مفتی نہیں ہوں، ہم تو بڑوں کے مسئلہ بتاتے ہیں کہ حق اور سچ یہ ہے، کفر اور جھوٹ یہ ہے مومن کون ہیں منافق اور کافر کون ہیں صرف بتلانے کے جرم میں ہمارے او پر سختی ہوتی ہے۔

تعلق مع اللہ

کبھی کبھی سبق میں اللہ سے تعلق پر بہت زور دیتے اور فرماتے بیٹا اللہ کی ذات سے' لو لگا لو وہ انوارات دیکھو گے کہ حیران رہ جاؤ گے۔ اور فرماتے بیٹا اللہ کی نصرت اور تائید کے ایسے ایسے واقعات ہیں جی چاہتا ہے بتاؤں مگر تم لوگ ان کو ہضم نہیں کر سکو گے اور فرماتے کسی پیر کامل اور شیخ طریقت سے تعلق قائم کر لو جب تک تعلق نہ بناؤ گے زندگی کا مزہ نہیں اور مزہ تب آئے گا جب اپنے نفس کو کسی ولی اللہ کے ہاتھ میں دے دو گے۔ اور فرماتے بیٹا آج کے مولویوں نے سنت کو چھوڑ دیا ہے، پگڑی کے بجائے چند دھاگے سر پر رکھے ہوئے ہیں، فرماتے سنت رسول اللہ ﷺ کو زندگی کا زینہ بناؤ پتہ چلے یہ رسول ﷺ کے سچے عاشق اور محب ہیں اور صحابہ کے نوکر اور غلام ہیں اور فرماتے جو صحابہ کا غلام ہے ہمارا وہ امام ہے۔

پہلے دن فرمانے لگے بیٹا تم انبیاء کے وارث ہو اور ورثان انبیاء کا بڑا ورثہ قید و بند کی زندگی کے ساتھ محبوس

ہے۔فرمانے لگے بیٹا اگر تمہیں سہولت پرست بناؤ تو دنیا کی ہر سہولت دے سکتا ہوں، تمہیں زندگی کی ہر آرام اور عیش کی چیز مہیا کر سکتا ہوں مگر نہیں، ہاں اگر کسی چیز کی واقعتاً ضرورت محسوس ہوئی تو پھر ان شاء اللہ آپ کی ہر ممکن جائز ضرورت کو پورا کیا جائے گا، بطور مثال کے فرمایا حضرت والد شہید کے ساتھ زخمی ہونے والے طالب علم میر حسن جو اس حملے میں شدید زخمی ہوئے انکی ساری آنتیں کٹ چکی تھیں فرمایا بیٹا میر حسن کے علاج پر تقریباً ساڑھے چار لاکھ خرچ آیا جو الحمد اللہ ہم نے ادا کیا اور اسکے والدین سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا۔مگر تمہاری طرف سے کسی سہولت کا مطالبہ یا احتجاج نہیں ہونا چاہئے فرمایا بیٹا تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو، تمہاری قدر و قیمت میرے ہاں بہت زیادہ ہے۔پھر فرمایا بیٹا مجھے ساری دنیا سے ایک آدمی کی تلاش ہے، آج تک کوئی نہیں ملا اللہ کرے تم میں سے کوئی ہو(حضرت کی مراد تھی کہ وہ میرے جیسا ہو) اللہ کرے ایسا کوئی ہیرا تم میں تیار ہو جائے، پھر فرمایا بیٹا تم میں سے جو یہ چاہے کہ میری دعائیں وہ اپنے حق میں لے تو اسکو چاہئے کہ وہ ایک حد درجہ دوسروں کی خدمت کرے اور جو خدمت حصہ میں آجائے وہ تو فرض سمجھ کر پوری کرنی ہے فرمایا خدمت کے مواقع تلاش کیا کرو چاہے وہ راتوں کو پہرہ دینا ہو یا طلبہ کی خدمت ہو، یوں نصیحتوں کے ساتھ سال بھر گزر گیا اور دفاع صحابہؓ کانفرنس کے بعد حضرت سے الوداع ہونے کا وقت آ پہنچا۔

دفاع صحابہؓ کانفرنس کے بعد دوسرے دن درجہ تخصص کے طلباء نماز فجر کے بعد حضرت استاد محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے، رخصتی کی اجازت چاہی مگر حضرت نے فرمایا بیٹا دن کا کھانا میری طرف سے ہوگا، پھر اجازت ہے، اس سے پہلے کسی کو اجازت نہیں، جب کھانا تیار ہوا تو استاد محترم سے رابطہ ہوا فرمایا بیٹا میں دعوت پر ہوں تم اپنے قائدین اور اساتذہ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ اس وقت حضرت لدھیانوی، ڈاکٹر خادم حسین، حضرت مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی اساتذہ کرام اور سندھ کے علماء موجود تھے، کھانے سے فارغ ہوئے حضرات قائدین رہنما گاڑیوں پر سوار ہو کر اپنی اپنی منزلوں کی طرف رواں دواں ہوئے حضرت قائدین ابھی روانہ ہی ہوئے تھے کہ حضرت استاد محترم تشریف لے آئے، قائدین حضرات کو واپس بلوایا اور اپنی گھر کی بیٹھک میں بٹھا دیا اور خود حضرت دفتر تشریف لائے تمام طلبہ درجہ تخصص کو الوداع کیا اور کام کس انداز سے کرنا ہے، بڑی وضاحت سے طریقہ کار سمجھایا، کسی علمی مسئلہ میں مشکل پر استاد علامہ خالد محمود صاحب سے رابطے کا حکم فرمایا اور انتظامی امور میں مشورہ کرنے کے لیے سید بریل شاہ غازی صاحب کا نمبر نوٹ کروایا کسی کو کیا معلوم تھا کہ حضرت نے اپنی طرف سے کسی چیز کی ذمہ داری نہیں لی کہ بیٹا اس مسئلہ اور پریشانی میں

مجھ سے رابطہ کرنا اور کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ آیا کہ اتنی جلدی حضرت ہم سے جدا ہو جائیں گے۔

16 اگست نماز فجر کے بعد بندہ نے رخصتی کا پروگرام بنایا ہوا تھا، نماز فجر کے بعد استاد محترم حضرت والد شہید کی قبر پر تشریف لے گئے پہلے تو حضرت کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کہیں سفر پر جانا ہو یا سفر سے واپس آئے ہوں تو والد صاحب کی قبر پر تشریف لے جاتے مگر اب ان دونوں یعنی جب ہر سال کی طرح تیس روزہ دورہ شروع ہوا تو حضرت کی عادات ہی بدلی ہوئی تھیں جب سبق شروع ہوتا تو رات کے دو بج جاتے، نمازوں کے بعد وہاں بھی طلبہ کے حلقہ میں بیٹھ جاتے اور اکثر والد صاحب کی قبر پر تشریف لے جاتے، آج بھی واپسی پر مہمانوں اور اساتذہ کے ساتھ دفتر کے باہر بڑی دیر تک تشریف فرما رہے، بندہ ایک مرتبہ قریب آیا تو غیر مقلدیت کی رد میں کوئی بات چل رہی تھی، واپس اپنے کمرے کی جانب پلٹا اور سامان وغیرہ تیار کرنا شروع کیا ہمیں انتظار تھی جیسے ہی حضرت مہمانوں سے فارغ ہوں تو اجازت لی جائے، تقریباً صبح سات بجے کے قریب جب استاد جی گھر کی طرف دفتر سے جانے لگے تو اجازت طلب کرنے پر ہم تین ساتھیوں محمود الحسن، حافظ محمد طاہر اور راقم کو اندر بلوالو یا ہم تینوں اندر چلے گئے باقی مہمان اور طلبہ دروازے سے واپس پلٹے، حضرت نے سفر کی ترتیب پوچھی اور جلدی جلدی ناشتہ بنوایا حضرت خود ہاتھیوں میں ناشتہ اٹھائے تشریف لائے اور ہمارے ساتھ ساتھ خود بھی تناول فرمایا فرمایا، پھر نصیحتوں سے نوازنا شروع کیا۔

آخری نصیحت

فرمایا: بیٹا آج کل ہم نے اپنا اصلی نام چھوڑ دیئے ہیں اور غیروں نے وہ نام اپنا لیے ہیں فرمایا ہم نے سنی نام کو چھوڑا تو رضا خانیوں نے اپنے آپ کو سنی کہلوانا شروع کر دیا بیٹا تم نے عوام کو سنیت کے نام سے بیدار کرنا ہے فرمایا مومن کا لفظ رافضیوں نے قبضہ میں لے لیا ہے وہ اپنے آپ کو بڑے مومنین کہتے ہیں' حدیث کا لفظ ہم سے غیر مقلدین نے چھین لیا ہے، مسلمین مسلمانوں والا نام نام نہاد جماعت المسلمین نے اپنایا ہوا ہے اور ہم دیو بندی ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں فرمایا تم نے خیر پور میں پڑھا تم خیر پوری نہیں کہلاؤ گے تو تمہارے اساتذہ کے اساتذہ نے ہوسکتا ہو دیو بند میں پڑھا ہو یہ اعزاز ہے لیکن ایک نسبت ہے مگر مذہب سنی ہے ہماری پہچان سنی کی حیثیت سے ہونی چاہیے، پھر فرمایا بیٹا آپ نے سال بھر یہاں رہ کر پڑھا ہے کوئی غیر تعلیمی سرگرمی یہاں نہیں ہوتی جبکہ باہر دنیا میں مدرسہ کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں، کوئی اور سرگرمی میں ملوث وہ

ہوں جن کے پاس علمی دلائل نہ ہوں، پھر فرمایا بیٹا میں نے جو کام شروع کیا ہے یہ تو ان حضرات علماء اور مفتیان کا کام ہے جن شیوخ کو اللہ تعالیٰ نے علم میں رسوخ عطا فرمایا ہے یہ تحقیقی میدان ان حضرات کا ہے آج ان حضرات نے اس دفاع والے کام کو پس پشت ڈال دیا ہے تو پھر بامر مجبوری فرض کفایہ کے طور پر مجھ جیسے پانچ سال پڑھے ہوئے آدمی نے شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کام کی طرف اہل علم حضرات کو توجہ کی توفیق بخشے اگر وہ حضرات توجہ نہ فرمائیں گے تو پھر ہم جیسے فرض کفایہ تو ادا کرتے رہیں گے۔ آپ نے یہاں سال بھر رہ کر اگر واقعہ علمی فائدہ محسوس کیا ہے تو پھر مزید علماء کو تیار کر کے یہاں بھیجو اگر نہیں تو پھر سب کو منع کر دو تاکہ انکا قیمتی وقت ضائع نہ ہو۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اس وقت تقابل ادیان بندہ کے معلومات کے مطابق سرگودھا اور ملتان میں ہو رہا ہے ان دونوں مقامات کے ساتھی سال بھر وہاں پڑھنے کے بعد تمیں روزہ دورہ میں جب جامعہ تشریف لائے تو حضرت شہید کے انداز بیان اور علمی موتی دیکھ کر انگشت بدندان ہو گئے۔

الحمد للہ تحدیث بالنعمت کے طور پر عرض کر رہا ہوں موجودہ چھوٹے چھوٹے فتنوں کا اجمالی تعارف اور باقی عیسائیت، یہودیت، مرزائیت، غیر مقلدیت، رضاخانیت، مودودیت، پرویزیت، رافضیت ان تمام فتنوں کو بالتفصیل ان کے اصول وضوابط پر مسئلہ پر مناظرہ عملی مشق اور ہر مسئلہ کی کاپی لکھوائی گئی یہ اعزاز جامعہ حیدریہ ہی کا حصہ ہے۔ پھر فرمایا بیٹا تم جا رہے ہو، جانا تو مجھے چاہئے ہمیں کیا معلوم تھا کہ حضرت نہ جانے کس سفر پر جانے کا فرما رہے ہیں۔ حضرت نے تینوں ساتھیوں کو گفٹ دیئے اور سفر کی ترتیب بھی بدل دی پھر شام پانچ بجے کے قریب جب شاہ حسین خیر پور بائی پاس پر مدرسہ کی شاخ کے ایک قاری صاحب نے دیکھا اور حضرت شہید سے رابطہ کیا تو حضرت نے فوری گاڑی بھیجی اور فرمایا ان کو واپس لے آؤ چونکہ حضرت نے صبح جب رخصت کیا تو سفر کی ترتیب بھائی لیاقت کو بتلائی کہ اب گاڑی کی انتظار میں شام ہو چکی تھی ادھر بھائی لیاقت گاری' لیکری بھی آ گئے، ہم نے واپس جانے اور حضرت کا سامنا کرنے سے زیادہ مناسب یہ سمجھا کہ ہم یہاں سے نکل جائیں، رات کو سفر میں ہی تھے کہ بھائی طیب نے فون کیا اور مولانا محمد یونس قاسمی کا نمبر لیا، پھر تھوڑی دیر کے بعد بھائی سلطان کا نمبر مانگا تو بندہ نے پوچھا بھائی خیریت تو ہے تو کہنے لگے سائیں جی کا کہیں پروگرام تھا بندہ نے عرض کی جی ہاں فرمایا کوئی گڑ بڑ کی خبر ملی ہے ذرا صورتحال معلوم کرو، بندہ نے بھائی احسان جو بحیثیت محافظ چل رہے تھے سے معلوم کیا تو ان کی ہچکی نکل رہی تھی۔ فرمایا عمرؒ حضرت شہید ہو گئے ہیں اور ساتھ امتیاز صاحب بھی شہید ہو گئے ہیں، باقی ساتھی محفوظ ہیں

۔ پھر ہمیں اتنا افسوس ہوا کہ حضرت ہمیں بڑے پیار سے واپس بلا رہے تھے مگر ہم نے سفر کرنے پر ہی ضد کی مگر ہوتا وہی ہے جو خدا کو منظور ہوتا ہے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ 8 گھنٹوں بعد جن حضرات کے در کی ساری زندگی غلامی کی حضرت شہیدان کے مہمان بننے والے ہیں۔ حضرت نے نہ کبھی اپنی بیماریوں کا احساس کیا نہ کبھی گرمی سردی کا بلکہ چند ہفتے قبل جب استاد محترم کا ایکسیڈنٹ ہوا تو ابھی پٹیاں کھلی نہیں تھی، بازو ابھی گلے ہی میں تھا کہ حضرت اسی زخمی حالت میں ہڈی کا ایک فیکچر الگ' چہرہ پر زخم الگ، عینک اتری ہوئی ہے مگر حضرت پھر بھی پروگرام پر پروگرام کیے جا رہے ہیں، عظمت اصحاب پیغمبر ﷺ خوب بیان ہو رہی ہے اور کفر کا اعلان بر سر عام ہو رہا ہے، حضرت نے اپنی ساری زندگی ان حضرات کے در کا پہرہ دیتے ہوئے بسر کر دی اور بالآخر شہادت کا عظیم رتبہ پا کر حیات جاودانی کا سہرہ سجا کر ان حضرات سے جا ملے۔

"تفسیر قمی کھول لیجئے، آیت غار کھول لیجئے، وہاں صاف موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو خود بزبان اقدس فرمایا "انت صدیق" تو صدیق ہے۔ ہاں کشف الغمہ کھول لیجئے، جناب حضرت جعفر صادقؒ کے والد حضرت محمد باقرؒ کی بات ہے، جو زید العابدین کے فرزند ہیں، حضرت حسینؓ کے پوتے ہیں، حضرت علیؓ کے پڑپوتے ہیں جناب امام محمد باقرؒ جنہیں کہا جاتا ہے۔ ان سے کسی نے پوچھ لیا کہ حضرت یہ بتلائیے تلوار کے دستے میں چاندی لگوانا جائز ہے یا نہیں تو حضرت محمد باقرؒ، جناب جعفر صادق کے والد حضرت امام محمد باقرؒ وہاں کسی اور بزرگ کا کام، عمل، فعل پیش نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں، ہاں بھئی تلوار کے دستے میں چاندی لگوانا جائز ہے۔ کیوں؟ حضرت کیسے جائز ہے؟ فرمایا جائز ہے، کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی تلوار کے دستے پہ چاندی لگوائی تھی، اگر جائز نہ ہوتا وہ نہ لگواتے، اگر جائز نہ ہوتا وہ نہ لگواتے۔

حضرت محمد باقرؒ کا، جعفر صادقؒ کے والد کا تو عقیدہ یہ ہے کہ کوئی کام ناجائز ہو تو وہ ابو بکرؓ نہیں کر سکتا۔ پھر بھلا اماموں کو ماننے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ ابو بکرؓ نے ناجائز کام کیا؟ بھلا امام کے اس فرمان کے بعد اماموں کو ماننے والا کہہ سکتا ہے کہ ابو بکرؓ نے ناجائز کام کیا؟ امام نے جسے یہ امام معصوم بھی کہتا ہے، فرمایا کہ جائز ہے اس لیے کہ یہ کام جناب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کیا رضی اللہ عنہ بھی کہہ دیا، کہ اللہ ان سے راضی ہے جب امام بھی کہتے ہیں اللہ ان سے راضی، حضور ﷺ بھی کہتے ہیں اللہ ان سے راضی ہے، قرآن بھی کہتا ہے اللہ ان سے راضی ہے، اب اگر کوئی بے ایمان ناراض ہوتا ہے تو ان کی عزت پہ کیا فرق پڑے گا۔"

(علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ)

مولانا عبدالجبار حیدری

صدیوں تجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

استادِ محترم حضرت علامہ علی شیر حیدری نوراللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت ساری خوبیوں کا گلدستہ بنایا تھا اگر اسٹیج پر آتے تو بے مثال خطیب تھے اگر کوئی کتاب پڑھانے بیٹھتے تو بے مثال مدرس تھے اگر میدان مناظرہ میں قدم رکھتے تو دشمن کو لاجواب کرنے والے بے مثال مناظر تھے۔ یہ ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عطا تھی۔ دشمن بھی ان کے علم کا اعتراف کرتا تھے۔ میں جب اسکول میں پڑھتا تھا اس وقت میرے کلاس فیلوں میں سے دو دوست شیعہ تھے اور میری ان کے ساتھ کسی نہ کسی مسئلے پر بحث چلتی تھی اور مجھے دینی معلومات کوئی خاص نہیں تھیں ہماری روزانہ بحث چلتی تھی مجھے وہ اپنے گاؤں بھی لے گئے تھے ان کا اصرار تھا کہ تو شیعہ بن جا کسی مسئلے کے متعلق خاص معلومات نہ ہونے کی وجہ سے مجھے بحث میں مار بھی جاتے تھے لیکن پھر بھی میں شیعہ بننے سے انکار کرتا تھا اور میں نے ان سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اتنے بڑے علماء جب تمہیں کافر کہتے ہیں کوئی تو بات ہے؟ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے شیعہ ہونے سے بچالیا اور جیسے ہی میں نے 2000ء میں میٹرک کا امتحان دیا تو سیدھا حضرت حیدریؒ شہید کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ماضی کا سارا واقعہ بتایا اور میں نے اپنی خواہش ظاہر کی کہ میں آپ سے مناظرہ سیکھنا چاہتا ہوں۔ ان دنوں میں مناظرے کا دورہ شروع ہونے والا تھا حضرت نے مجھے اس دورے میں بیٹھنے کو کہا اور میں اس دورے میں بیٹھ گیا اور اسباق پڑھتا رہا۔

حضرت نے اتنی شفقت فرمائی اور پیار دیا جس کی وجہ سے میرے دل کی دنیا بدل گئی اور میں نے دل ہی دل میں یہ عزم کرلیا کہ اب میں مدرسے میں پڑھوں گا اور آنے والے سال میں، میں نے مدرسے میں داخلہ لے لیا۔ یہ میری دینی تعلیم کا آغاز تھا اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی اور حضرتؒ کی محبت، شفقت اور پیار کا نتیجہ تھا۔ حضرتؒ کو اپنی قوم کی بہت فکر ہوا کرتی تھی کہ کسی طرح یہ بھی دین داروں کی صف میں آجائیں

اور کئی مرتبہ اس بات کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے کیوں کہ حضرت کی دستار فضیلت سے ہی کبھی گرفتاری کبھی روپوشی کبھی ریل کبھی جیل اگر ان سے کچھ فرصت ملتی تو پروانو کا جھرمٹ حضرت کے آنے سے پہلے ہی حضرتؒ کے دفتر میں منتظر ہوتا۔ بندہ ناچیز سے حضرت نے کئی مرتبہ فرمایا کہ بیٹا میری اتنی مصروفیات ہیں اس وجہ سے یہ کام تو سرانجام دے اور اس وقت سے ہی میں نے اپنی قوم میں محنت شروع کی الحمدللہ ہماری .برادری کا تعلق اہل سنت والجماعت سے ہے۔ حضرتؒ کی جب یاد آتی ہے اور ان کی محبت اور پیار بھرے لمحات سامنے آتے ہیں تو پوری دنیا کھوکھلی لگتی ہے۔

چراغ تھا جو نور کے جلوت میں سحر گیا
شہاب تھا جو ٹوٹ کر چہارسو بکھر گیا
محبتوں کی آرزو، رفاقتوں کی آرزو
چلی ہوائے بے اماں کہاں جا کے بچھڑ گیا
جو اس قدر قریب تھا وہ اس قدر حبیب تھا
جدا ہوا تو یوں لگا میں خود ہی جیسے مر گیا
مہک مہک صبا صبا چمن سے کیا جدا ہوا
کہ جنگلوں کی آگ کو بصارتوں میں بھر گیا
وہی تو اک شخص تھا جو ورق ورق پہ نقش تھا
بچھڑ گیا بچھڑ گیا بچھڑ گیا بچھڑ گیا

حضرت نے ایک دن مجھے دستار فضیلت پہنائی دوسرے دن میرا نکاح پڑھایا تیسرے دن مقام شہادت پایا۔ اگر حضرت کے تمام واقعات وحالات کو یہاں لکھا جائے تو ایک کتاب کی شکل بن جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس مرد قلندر کی مختصر سی زندگی کی وسیع محنت کو شرف قبولیت سے نوازے آمین یارب العالمین۔

تاریخ کے اوراق میں تو زندہ رہے گا
صدیوں تجھے گلشن کی فضا یاد کریگی

ابوالحسنات قادری، لاہور

بہار کی تمنا ہے تو ہمارے ساتھ چلو!!!

کسی نے میت کو قبر میں لٹانے کا مسنون طریقہ دریافت کیا۔ اسے میت کو قبر میں لٹانے کا مسنون طریقہ سمجھایا گیا مگر اس کی سمجھ میں بات نہ آئی اس نے دوبارہ، سہ بارہ سمجھانے کا مطالبہ کیا تو مرد درویش نے اسے کہا کہ کل آجانا قبر میں لیٹ کر دکھادونگا کہ میت کو قبر میں لٹانے کا مسنون طریقہ کیا ہے۔ ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید'' کے مصداق، آئندہ روز جب آیا تو واقعۃً مرد قلندر نے خود قبر میں لیٹ کر سارے عالم کو بتادیا کہ میت کو قبر میں لٹانے کا مسنون طریقہ کیا ہے۔ اس مرد قلندر کو دنیا علامہ علی شیر حیدریؒ کے نام سے جانتی ہے۔ آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری وباطنی علوم سے خوب نوازا تھا۔ بالخصوص حفظ قرآن، علم تفسیر، حدیث، فقہ، اصول حدیث، اصول فقہ، فن مناظرہ ومجادلہ، بیمثال انداز خطابت، درس وتدریس اور قوت استدلال سی بہت سی اعلیٰ صفات آپؒ میں موجود تھیں۔ آپؒ اپنے خطبات میں ایسے تفسیری نکات بیان کرتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے۔ قحط الرجال کے اس دور میں قدیم وجدید کتب کے مطالعہ میں کوئی آپؒ کا ثانی نہ تھا۔ حتیٰ کہ آپ ایک موقعہ پر معروف عالم دین مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے تو وہ بھی آپ کے وسعت مطالعہ کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔

اصاغر تو آپؒ کے کمالات کے معترف تھے ہی، اکابر بھی آپؒ کی عزت کرتے اور آپؒ کی خوبیوں کا برملا اعتراف کرتے۔ چنانچہ جب مولانا طارق جمیل صاحب کے بعض تسامحات عام ہوئے تو موافق ومخالف سب نے اپنے اپنے انداز میں ان پر اظہار خیال کیا۔ مگر قربان جایئے علامہ حیدریؒ کے کہ مولانا طارق جمیل صاحب کو بات سمجھانے اور انہیں اپنی غلطی کا احساس دلانے کا کام آپؒ نے کیا۔ چنانچہ مولانا طارق جمیل صاحب نے خود ایک موقعہ پر اعتراف کیا کہ مولانا علی شیر حیدریؒ نے مجھے یہ مسائل سمجھائے۔

اسی طرح آپؒ ایک مرتبہ رات کے وقت جامعہ خیر المدارس ملتان تشریف لائے۔ صبح فجر کی نماز کے

بعد مسجد میں شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مولانا کو درس قرآن دینے کے لیے اپنی جگہ بٹھایا۔ آپؒ نے تعمیل حکم میں درس شروع کیا تو آناً فاناً آپ کے محبین ومخلصین کا جم غفیر آپؒ کا درس سننے کے لیے جمع ہوگیا۔ اور درس کے بعد مصافحہ کرنے والوں کا شوق دیکھتے ہوئے آپؒ خود کھڑے ہوگئے اور تمام شرکاء سے مصافحہ کیا۔ آپؒ جب کسی علاقہ میں جاتے تو آپ کی کوشش ہوتی کہ وہاں کے اکابر اہل علم اور بزرگان دین سے ملاقات ہوجائے۔ چنانچہ آپ جب بھی ملتان تشریف لاتے تو وقت نکال کر مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ اور مفتی عبدالستار صاحبؒ ودیگر حضرات سے ضرور ملاقات کرتے۔ اسی طرح مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ، حضرت سید نفیس الحسینی صاحبؒ اور حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ وغیرہ حضرات سے بھی متعدد مواقع پر استفادہ واستشارہ کیا۔

جب آپؒ نے سپریم کورٹ میں چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ صاحب کے سامنے شیعہ کا کفر پیش کیا تو انہوں نے آپؒ کی تائید کرنے والے دیگر علماء کے نام اور ان کے فتاویٰ مانگے تو آپؒ نے ان ناموں میں قطب الاقطاب حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کا نام اور فتویٰ بھی پیش کیا۔ اور اس کے بعد آپ مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب مدظلہ کی معیت میں حضرت کے پاس خانقاہ سراجیہ حاضر ہوئے اور ساری تفصیلات حضرت کے سامنے رکھیں اور ساتھ ہی عرض کیا کہ ہم آپ کا فتویٰ دیکر آئے ہیں۔ ممکن ہے کہ عدالت آپ سے اس کی تصدیق کرے تو حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: ''اگر عدالت نے مجھے بلایا تو میں ضرور جاؤنگا اور انہیں یہ بتاؤنگا کہ یہ فتویٰ میرا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ نہ صرف عدالت کو بتاؤنگا بلکہ اس کے ثبوت میں مزید دلائل بھی دیکر آؤنگا'' اور مکمل تائید کی یقین دہانی کروائی۔ آپ تائید کیوں نہ کرتے جبکہ آپکا تعلق ہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے تھا جس کے منتسبین کی گھٹی میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فیضان سے صحابہؓ واہلبیتؓ کی محبت، رفض وفرق ضالہ کے رد، اتباع سنت نبوی کا ذوق وشوق اور غیرت وحمیت دینی کا روح افزا جذبہ رچ بس جاتا ہے۔ آپؒ میں بھی یہ ساری چیزیں بدرجہ اتم موجود تھیں اور آپؒ نے اس سلسلہ میں موقع بموقع حصہ لیا۔

آج حضرت خواجہ صاحبؒ تو اللہ کو پیارے ہوگئے (رہے نام اللہ کا) مگر ان کے جانے سے ان کے نام پر روٹی کھانے والے نام نہاد شاہینوں کی چاندی ہوگئی۔ اور من گھڑت باتیں حضرت کی طرف منسوب کرکے خصوصی اشاعتیں ہورہی ہیں۔ صرف ایک تحریر کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

''حضرت تصوف کے لیے تو وقف تھے، ختم نبوت کی تحریک میں دل وجان سے حصہ لیتے تھے، لیکن سیاسی ذوق ولگن ہر عمل پر غالب رہتی تھی...... مجھے یاد ہے ایم ایم اے کے وجود سے پہلے والے الیکشن کے دنوں میں حضرت جامعہ فرقانیہ راولپنڈی میں عشاء کے بعد آرام فرما رہے تھے کہ لاہور سے کسی عباسی صاحب کا فون آیا وہ بڑے درد سے حضرت کو بتا رہے تھے کہ سترہ سیٹوں پر مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا سمیع الحق کے نمائندے ایک دوسرے کے مقابلے میں کھڑے ہیں۔ جس کا لازمی طور پر فائدہ تیسری جماعت کو ہوگا۔ وہ اصرار کر رہے تھے کہ حضرت خانقاہ شریف کی بجائے سیدھا لاہور آئیں اور سیٹوں کی ایڈجسمنٹ کریں۔ اس الیکشن میں تو یہ خواہش پوری نہ ہو سکی مگر زمانے نے دیکھا کہ حضرت کی محنت سے ایم ایم اے کو وجود ملا، اسمبلیوں اور سینٹ میں ستر کے لگ بھگ نشستیں ایم ایم اے کو ملیں اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس باہمی اتحاد کے دور میں کہیں شیعہ سنی قتل تو در کنار فساد بھی نہیں ہوا'' (لولاک، خواجہ خواگان نمبر، ص ۳۱۰).

صاحب تحریر کا نام بھی اڑا دیا گیا تا کہ کسی کو ان فرمودات کے قائل کا علم نہ ہو سکے۔ ورنہ اس بے علم کو کوئی سمجھاتا کہ سیاست حضرت کے تصوف پر غالب نہیں تھی بلکہ حضرت اس میں جو تھوڑی بہت دلچسپی لیتے تھے، وہ اُن کے منصب قطبیت کا تقاضا تھا کہ جو بھی قطب وقت ہوتا ہے کہ اس کی عالمی حالات پر گہری نظر ہوتی ہے۔ اور حضرت بھی اسی منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے ان معاملات میں بقدر ضرورت دلچسپی رکھتے تھے اس کو یوں تعبیر کرنا کہ ''حضرت تصوف کے لیے تو وقف تھے، ختم نبوت کی تحریک میں دل وجان سے حصہ لیتے تھے، لیکن سیاسی ذوق ولگن ہر عمل پر غالب رہتی تھی'' حضرت کے مقام ومرتبہ سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ اور حضرت کو قریب سے دیکھنے والے اس بات کی تردید کرتے نظر آتے ہیں۔ اور ایم ایم اے کو حضرتؒ کی محنت کا نتیجہ قرار دینا بھی اسی جہل کا نتیجہ ہے۔ کیا مفتی نظام الدین شہیدؒ، مفتی جمیل خان شہیدؒ کا سانحہ آپ کے اس نامبارک اتحاد کے زمانہ میں نہیں ہوا؟ کیا مولانا اعظم طارق شہیدؒ کی شہادت آنجناب کے اس نامسعود اتحاد کے دور میں نہیں ہوئی۔؟ کیا حضرت مولانا ڈاکٹر ہارون قاسمی شہیدؒ کا سانحہ اسی ایم ایم اے کے زمانہ میں پیش نہیں آیا؟ کیا ملتان میں ایک کانفرنس میں ہونے والے بم دھماکہ میں چالیس سے زائد شہداء کا خون آپ کے اس اتحاد کے دور میں نہیں ہوا؟ اور کیا ان تمام حضرات کے گرفتار شدہ قاتلوں نے اپنے شیعہ ہونے اور ایران سے ہدایات لینے کا اعتراف نہیں کیا؟ کیا پرویز نے لال مسجد کا جہاد آپ کے ان

اتحادیوں کے اسمبلی سے مراعات حاصل کرنے کے زمانہ میں نہیں کیا؟ اور آپ کا یہ اتحاد تو قاتلوں کے سرپرستوں کو رہائی دلانے کے لیے بیتاب رہتا تھا۔ تو یہ کہنا کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ: ''سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس باہمی اتحاد کے دور میں کہیں شیعہ سنی قتل تو در کنار فساد بھی نہیں ہو' اور اس اتحاد کو حضرت خواجہ صاحبؒ کی محنتوں کا نتیجہ قرار دینا حضرت خواجہ صاحبؒ پر بہت بڑا بہتان لگانے کے مترادف ہے۔ لہٰذا اس اتحاد کو اور اس کے کمالات کو اپنے پاس ہی رکھیں حضرت کو ان سے معاف ہی رکھیں تو امت مسلمہ کے حق میں بہتر ہوگا۔ نیز ہمیں اپنی نفسانی آرزوئیں پوری کرنے کے لیے اکابرین کو تختہ مشق نہیں بنانا چاہئے۔ بقول شورش:

ہم فقیروں سے امیروں کو شکایت ہی سہی مغبچے پیر مغاں کو تو نہ بدنام کریں

اسی طرح ایک موقعہ پر علامہ حیدریؒ نے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ذرا سوچو بھی! کہ وفاق المدارس نے یہ کہا تھا کہ تم مقابلہ شروع کردو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ کہا تھا؟ نہیں! قطعاً نہیں!۔ کیا کسی دینی جماعت نے یہ کہا کہ بسم اللہ کرو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ بس لڑائی شروع کردو، ڈٹ جاؤ! ہم بھی آئے۔ اگر کوئی یوں کہتا تو پھر آتا بھی ضرور۔ یہ غدار نسل نہیں ہے۔ غدار نسل نہیں ہے۔ یہ سمجھانے گئے کہ بھائی! ذرا ٹھہر کے! ابھی وہ تیاری نہیں، وہ کیفیت نہیں، وہ پوزیشن نہیں۔ سب سمجھانے گئے آپ کو سب پتہ ہے۔ ایک بار نہیں بار بار گئے!!! مولانا اعظم طارقؒ ہوتے تو وہ بھی سمجھانے جاتے، اسی طرح جاتے جس طرح ان کے جانشین گئے۔ اگر کوئی یہ بات کرتا ہے نا کہ اعظم طارقؒ ہوتا تو پھر یوں ہوتا۔ ہوتا وہی جو اللہ کو منظور تھا لیکن مولانا اعظم طارقؒ اپنی مرضی سے کچھ نہ کرتے۔ وہ بھی ہر فیصلہ جماعت کے ذریعہ کرتے اور جماعت کے مشورہ سے کرتے اور الحمد للہ اب بھی، ان کے بعد بھی جماعت کے مشن میں، مؤقف میں، طریقہ کار میں کوئی کمی نہیں ہے۔ جانے والوں کا مشن باقی رہے گا، جاری رہے گا۔ اور آنے والوں کو اللہ توفیق دیگا ان شاء اللہ پہلے سے بڑھ کر کام دکھائیں گے۔ یہ کارکنوں میں عدم اعتماد کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کوئی مت کرے کہ وہ ہوتا تو یوں ہوجاتا یہ کچھ نہیں کرتے ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ کو پتہ ہے کہ ساجد نقوی کو گرفتار کروایا تو موجودہ قیادت نے، باوجودیکہ اس کے پیچھے وہ طاقت بھی تھی جو پہلے نہیں تھی (ایم ایم اے)۔ اگر حکومت کو اس بات پر مجبور کیا کہ محرم کے دوران اہلسنت علماء کی نظر بندی بالکل بلا جواز۔ ہے نہیں ہونی چاہئے، ایسی ظالم حکومت کو بھی یہ بات منوا کر چھوڑا تو موجودہ قیادت نے۔ اور اگر حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ اور ان کے ساتھی

رہا ہوئے تو اس دور میں۔ اگر ملک اسحٰق بری ہوا ہے تو اس دور میں اور ان شاء اللہ میدان میں آئیگا تو اس دور میں۔ اس لیے الحمدللہ ثم الحمدللہ ہم مطمئن ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے توفیق بخشی ہے۔ جس طرح اعظم طارقؒ کے پیچھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کا سایہ تھا اس پر، اور تائید ایزدی تھی۔ اسی طرح ان کے جان نشین مولانا محمد احمد لدھیانوی کے ساتھ خدائی تائید شامل حال ہے۔ ان شاء اللہ! ان شاء اللہ! ان شاء اللہ! یہ جماعت اپنی منزل پہ پہنچے گی، پہنچے گی، پہنچے گی...''

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ: ''بہت سے پراگندہ بال اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ وہ بات پوری کر دیتے ہیں'' آج اللہ تعالیٰ ہمیں سر کی آنکھوں سے اپنے اس مرد قلندر کی کہی باتیں پوری ہوتے دکھا رہا ہے۔ اور جناب ملک اسحٰق صاحب حفظہ اللہ سمیت اکثر اسیران ناموس صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے ان مشائخ کی باطنی توجہات کے طفیل رہائی کی عظیم نعمت سے سرفراز کر دیا ہے۔ اور معاندین ومخالفین پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے۔ اسی طرح ایک موقع پر جبکہ شہباز شریف نے اپنی حکومت کی انتہائی زیادہ کوششیں صرف کر کے ساجد نقوی کو آپ کے سامنے مذاکرات کی میز پر بٹھا دیا تو وہ آپؒ کے سوالات کے جوابات نہ دے سکا اور اس نے آئندہ میٹنگ میں آپ کے سوالات کے جوابات دینے کا وعدہ کیا تو آپ نے اسی وقت نقوی کو چیلنج کیا کہ یہ بھاگنا چاہتا ہے۔ یہ آئندہ میرے ساتھ نہیں بیٹھے گا۔ تو نقوی نے کہا کہ کیوں نہیں بیٹھوں گا؟ میں ضرور آؤنگا۔ اور جب مذاکرات کر کے باہر آئے تو ساجد نقوی نے پریس کانفرنس کرتے ہوئے اعلان کیا کہ: ''یہ ہمیں کافر کہتے ہیں اس لیے آج کے بعد ہم ان کے ساتھ نہیں بیٹھیں گے''۔ یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے نکلے الفاظ متعدد مرتبہ پورے کیے۔ اسی طرح آپ نے ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: ''موت آئے تو ایسی آئے کہ موت میں بھی مزا آئے، ویسے تو ''إن للموت سكرات'' کہ موت میں بہت تکلیف ہے، لیکن شہید کی موت ایسی ہے کہ جنت میں جا کر بھی پھر شہادت مانگے گا'' اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے واقعۃً آپ کی محبوب موت عطا فرمائی۔

آپؒ کی شہادت کے واقعہ میں محبین ومخلصین کے لیے خوشخبری کا پیغام ہے کہ آج کے اس پرفتن دور میں اگر اللہ اور اس کے رسول کو کوئی کام پسند ہے تو وہ علامہ علی شیر حیدری صاحبؒ والا کام ہے۔ ورنہ یہاں آئے دن لوگ جا رہے ہیں مگر کسی کو اس قسم کی قابل رشک موت نصیب نہ ہوئی یہ مہربانی اور خاص فضل والا معاملہ

اللہ تعالیٰ نے اس دور میں پاکستان میں صحابہؓ کے سپاہیوں کے ساتھ ہی روا رکھا ہے کہ سارے جہاں کی الٹی سیدھی باتیں سننے کے باوجود یہ مستانے اپنے مشن میں لگے ہوئے اور ایک قدم پیچھے ہٹنے کو بھی تیار نہیں۔ یہ جانیں بھی دے رہے ہیں، مال بھی قربان کر رہے ہیں، سردھڑ کی بازی بھی لگا رہے ہیں۔ اپنوں کے طعنوں کے نشتر بھی انہیں گھائل نہیں کر رہے۔ تو ان کے مشن اور طریقہ کار کی حقانیت کو روز روشن کی طرح واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کے سپاہیوں کو شہادت کی خلعت فاخرہ سے کثیر تعداد میں نوازا اور اسی پر بس نہیں بلکہ بہت سوں کے اجسام وقبور سے جنتی خوشبوؤں کی مہکاریں جاری کر کے سارے عالم کو بتا دیا کہ مجھے یہ مشن، یہ انداز اور ان کا طریقہ کار سب محبوب و پسند ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے اس اعزاز وحوصلہ افزائی کی وجہ سے اپنے مشن کی حقانیت پر اور زیادہ شرح صدر ہو گیا ہے۔ اور علامہ علی شیر حیدری صاحبؒ جامعہ حیدریہ کی قال اللہ وقال الرسول کے نغموں سے معطر فضاؤں میں محو استراحت بزبان حال نغمہ سرا ہیں کہ:

یہ خزاں رسیدہ پتے تمھیں کچھ نہ دے سکیں گے　　ہے بہار کی تمنا تو ہمارے ساتھ چلو

"یاد رکھیں، عزت حکومت کا نام نہیں ہے، عزت اور چیز ہے، دولت اور چیز ہے، عزت اور چیز ہے، حکومت اور چیز ہے، عزت اور چیز ہے، قوت اور چیز ہے، عزت اور چیز ہے۔ میرے بھائی ان چیزوں کو اگر آپ نے عزت سمجھا ہے تو یہ غلط ہے۔ فرعون کے پاس حکومت ہے، عزت نہیں۔ قارون کے پاس دولت ہے، عزت نہیں۔ ابو جہل کے پاس نمبرداری ہے، ریاست ہے، عزت نہیں۔ عزت اور چیز ہے اور عزت ہے اللہ کی، ان العزة لله جميعا اور ملتی ہے اسے جس کا اللہ سے تعلق ہو، جس کا اللہ سے واسطہ ہو، کسی اور کو نہیں، سب سے زیادہ تعلق مخلوق میں سے اللہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ہے، تو فرمایا للہ العزة ولرسولہ عزت ہے اللہ کی اور اللہ کے رسول کی۔ اصل عزت ہے اللہ کی اور اللہ کی وجہ سے اللہ کے رسول کی "للہ العزة ولرسولہ وللمومنين" عزت ہے اللہ کی، اللہ کے رسول کی اور مومنین کی۔ یہ بہت خاص مقام ہے، عزت۔ ہے اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور مومنین کی۔ جب یہ قرآن کی آیت نازل ہو رہی ہے، اس وقت مومنین کون ہیں؟ صحابہؓ۔ اس وقت عزت والے کون؟ صحابہؓ اور قیامت تک غلامان صحابہؓ۔"

(علامہ علی شیر حیدریؒ)

ثمنان یوسف

جے یو آئی سندھ کی طرف سے بائیکاٹ۔ایک جائزہ

[سپاہ صحابہ پاکستان اول روز سے پاکستان میں اہل سنت کے حقوق کے تحفظ اور اہل سنت طاقتوں کے مابین پائے جانے والے اختلافات کو ختم کر کے اتحاد امت کا عملی مظاہرہ کرنے کے لیے کوشاں ہے۔سپاہ صحابہ کی قیادت نے ہمیشہ اپنے کارکنوں کو اکابر علماء امت کا مکمل احترام کرنے اور ان کے مشوروں سے اپنی جماعتی زندگی گزارنے کی تلقین کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہماری قیادت ہمیشہ خانقاہوں، دینی مدارس کے علماء کرام اور شیوخ الحدیث حضرات کی خدمت میں پیش ہو کر اپنی جماعتی پالیسیاں مرتب کرتی رہی ہے۔سپاہ صحابہؓ اہل سنت سے تعلق رکھنے والی کسی بھی مذہبی وسیاسی جماعت کی مخالفت پر یقین نہیں رکھتی مگر ہمارے بعض احباب نے غلط فہمیوں کا شکار ہو کر یا کسی سازش کا شکار ہو کر ہماری مخالفت پر کمر کسی اور ہمارے ساتھ زیادتیوں پر امادہ ہوئے۔ان میں سے ایک جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کا کیا جانے والا وہ فیصلہ بھی ہے جس میں علامہ علی شیر حیدری اور انکی جماعت سپاہ صحابہؓ کا بائیکاٹ کیا گیا۔اس فیصلے پر حضرت علامہ علی شیر حیدری نے تحریراً جو ردعمل ظاہر کیا اور جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کی طرف سے لگائے جانے والے الزامات کے جو جوابات دیے ہم وہ یہاں ذکر رہے ہیں تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ اس اختلاف کا ذمہ دار کون تھا اور یہ سب کچھ کن مقاصد کے لیے کیا گیا۔یاد رہے کہ اس بائیکاٹ کے بعد حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ ہمیشہ اس کوشش میں رہے کہ جمعیت علماء اسلام کے اکابرین کو یہ بات سمجھ آجائے کہ میں ان کا مخالف نہیں ہوں اور اس بائیکاٹ کا نقصان میری بنسبت جمعیت علماء اسلام کو زیادہ ہو رہا ہے۔حضرت شہیدؒ نے ہمیشہ اس اختلاف کے خاتمے کی بات کی۔خود میں اس بات کا گواہ ہوں کہ جمعیت کے ملنے والے بہت سارے احباب سے حضرت شہیدؒ خود فرماتے رہتے تھے کہ آپ لوگ اس کے خاتمے کے لیے کوئی کردار ادا کریں۔جمعیت کے بہت سارے ذمہ داران سے یہاں تک بھی کہا کہ میں سادہ صفحے پر دستخط کر کے دے دیتا ہوں اس پر اکابرین جمعیت جو لکھنا چاہیں وہ لکھ لیں مجھے منظور ہوگا۔شہادت کے وقت بھی گاڑی میں موجود احباب سے اسی اختلاف کے خاتمے اور اتحاد کرنے کے عنوان پر گفتگو کر رہے تھے۔(مرتب)]

سپاہ صحابہؓ اور جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کے مابین جو اختلاف ہے اس سے سب بخوبی واقف ہیں لیکن بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اسکی حقیقت سے واقف ہونگے کہ یہ اختلاف کیوں پیدا ہوا؟ حقیقت پر پردہ ڈال کر، خلاف حقیقت الزامات لگا کر اور قابل احترام بزرگان دین کو استعمال کر کے اہل حق کے درمیان ایک خلیج پیدا کردی گئی، کس کو خوش کرنے کے لیے ایسا کیا گیا؟ ایک ہی شخص نے جمعیت علمائے اسلام صوبہ سندھ کا اجلاس بلوا کر، اس میں علمائے کرام کے سامنے غلط بیانی کر کے دھوکہ سے جو فیصلہ کروایا وہ بالکل خلاف حقیقت تھا اور اہل حق کو آپس میں لڑانے کی ایک سازش تھی۔ اسی اختلاف کی وجہ سے مسلمانوں کو جو نقصان پہنچا اور دین کے دشمنوں کو جو فائدہ پہنچا اسکا ذمہ دار کون ہے؟ ہم سب اہل حق مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس سوال کا جواب ڈھونڈیں۔

۱۳ رجب ۱۴۱۲ھ بمطابق ۷ جنوری ۱۹۹۳ء کو جمعیت علمائے اسلام صوبہ سندھ کے اس اجلاس کا مقصد صرف اور صرف سپاہ صحابہؓ کو تنہا کرنا اور اہل حق کے درمیان فاصلہ پیدا کرنا تھا۔ اسی نکتہ پر پورے اجلاس میں زور دیا گیا، سپاہ صحابہؓ پر جھوٹے الزامات لگائے گئے بعد ازاں سپاہ صحابہؓ سے لاتعلقی کا اعلان کر کے اس اجلاس کو ختم کر دیا گیا۔ میرے سامنے اس وقت وہ فیصلہ اس اجلاس کے داعی جے یو آئی سندھ کے جنرل سیکریٹری ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب کے ہاتھ سے لکھا ہوا انکے دستخط کے ساتھ موجود ہے، اس میں لگائے جانے والے تمام الزامات اور اس فیصلہ کو بغور پڑھیں جہاں کوئی نمبر نظر آئے تو اسکے مطابق جواب بھی پڑھ لیں تاکہ ہر الزام کے ساتھ آپ پر اسکی حقیقت بھی ظاہر ہوتی جائے۔ آخر میں ہم نے اس اختلاف کی اصل وجہ کو بھی ذکر کر دیا ہے تاکہ آپ جان سکیں کہ لوگ کس طرح ذاتی اغراض کی وجہ سے اختلاف پیدا کر دیتے ہیں اور باہم شیر وشکر مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اسلام دشمن طاقتوں کو مضبوط کرنے اور انہیں خوش ہونے کا موقع دیتے ہیں۔

جمعیت علماء اسلام سندھ کے اجلاس میں ہونے والا فیصلہ

آج مورخہ ۱۳ رجب ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۳/۱/۷ پیر شریف میں جمعیت علماء اسلام پاکستان صوبہ سندھ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس صوبائی امیر حضرت مولانا عبدالصمد ہالیجوی کی صدارت میں منعقد ہوا، اجلاس میں جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا عبدالکریم قریشی

دامت برکاتھم نے بطور خاص شرکت فرمائی۔ اجلاس میں اور تجاویز (۱) کے ساتھ ساتھ سپاہ صحابہ کے بارے میں تفصیلی غور کیا گیا، شرکاء اجلاس نے محسوس کیا کہ سپاہ صحابہؓ اب مذہبی جماعت نہیں رہی بلکہ اب سیاسی جماعت میں تبدیل ہو چکی ہے (۲) سپاہ صحابہ کی قیادت نے مولانا ایثار القاسمی کو آئی جی آئی (۳) کے ٹکٹ پر الیکشن لڑوا کر اکابرین کی محنتوں پر پانی پھیر دیا (۴) انہوں نے ضیاء الحق جیسے آمر اور منافق کی برسیوں میں شرکت کر کے دشمنان دین کو تقویت بخشی (۵) انہوں نے مولانا اعظم طارق صاحب کو جمعیت کو تقسیم کرنے والے مولانا سمیع الحق صاحب کے ٹکٹ پر الیکشن لڑوا کر جمعیت کو کمزور کرنے کی کوشش کی (۶) الیکشن کے موقع پر انہوں نے جمعیت کی قیادت کے ساتھ کئے گئے تحریری اور تقریری فیصلوں سے انحراف کر کے عہد شکنی کا ارتکاب کیا (۷) اور آئی جی آئی کے مرکزی نائب صدر مولانا سمیع الحق صاحب کو سہارا دیا۔ لہٰذا ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ اب ہمارا سپاہ صحابہ سے کوئی تعلق نہیں ہمارے ساتھی کارکن، عہدیداران، علمائے کرام اور ہمارے ساتھ متعلقہ دینی مدارس نہ سپاہ صحابہ والوں کو اپنے جلسوں میں بلائیں نہ خود ان کے اجتماعات میں شرکت کریں (۸) بلکہ وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو جمعیت کو مضبوط بنانے کے لیے صرف کریں۔ ہاں اگر سپاہ صحابہ والے اپنی کی گئی غلطیوں پر اظہار ندامت کرتے ہوئے تحریری معذرت کریں (۹) آئندہ جمعیت کی پالیسیوں کے مطابق چلنے کا عہد کریں (۱۰) ضیاء الحق کی باقیات سے مکمل علیحدگی اختیار کریں (۱۱) جمعیت کو تقسیم کرنے والے افراد سے بائیکاٹ کریں اور اپنی جماعت کو خالصتاً مذہبی بنیادوں پر علمی میدان میں کام کرنے کے لیے مخصوص کریں تو پھر ان سے تعاون پر غور کیا جا سکتا ہے۔ (۱۲)

جوابات

(۱) اور تجاویز کا لفظ ذکر کر کے ڈاکٹر سومرو صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اجلاس میں اور باتیں بھی زیر بحث آئی تھیں، حالانکہ جو فیصلہ جاری کیا وہ خود ہی بتاتا ہے کہ اجلاس کا مقصد صرف اور صرف سپاہ صحابہؓ کے خلاف فیصلہ کروانا تھا۔ کوئی اور بات اجلاس میں زیر بحث نہیں آئی شرکاء نے یہ محسوس ہی نہیں کیا بلکہ ڈاکٹر صاحب نے الزامات اور بہتانوں کے ذریعے یہ محسوس کروایا۔

(۲) سپاہ صحابہ کا سیاسی جماعت بن جانا یہ بات بالکل خلاف حقیقت ہے کیونکہ سپاہ صحابہ نے ابھی تک کوئی ایسا اعلان نہیں کیا اور یہی وجہ ہے کہ آج تک اس جماعت نے کسی بھی الیکشن کے موقع پر اپنا ٹکٹ

جاری نہیں کیا اور اس میں ساری سنی پارٹیوں کے کارکن موجود ہیں۔

(۳) محترم ڈاکٹر خالد سومرو صاحب کا حال یہ ہے کہ جے .ل اور جی G میں فرق محسوس نہیں کر سکے۔ آئی ،جے ،آئی جے .ل کے ساتھ ہے اور یہ اسلامی جمہوری اتحاد کا مخفف ہے۔

(۴) یہ الیکشن مذکورہ فیصلہ سے دو سال سے کچھ پہلے ۱۹۹۰/۱۱/۲۴ کو ہوا تھا، جس میں جمعیت علمائے اسلام نے بھر پور تعاون کیا تھا بلکہ انتخابی مہم میں قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ نے خود شرکت فرمائی تھی، اکابر کی محنت پر پانی پھرتے انہیں کیوں نظر نہ آیا؟ ۱۰ جنوری ۱۹۹۱ کو مولانا ایثار القاسمیؒ شہید ہو گئے اتنے عرصے بعد یہ پانی کیوں نظر آ گیا؟

(۵) سپاہ صحابہ ایک مذہبی جماعت ہے جس میں پی پی پی، مسلم لیگ، ایم کیو ایم تحریک انصاف، اے این پی، اور جمعیت علماء اسلام کے تمام گروہوں سمیت تمام پارٹیوں کے کارکن موجود ہیں صرف سنی ہونا شرط ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مسلم لیگی ارکان اپنے سیاسی پروگرام میں گئے ہوں جس کا انہیں حق حاصل ہے اور اسمیں کوئی خرابی بھی نہیں، لیکن سپاہ صحابہ کے کسی ذمہ دار نے اس میں شرکت نہیں کی البتہ کیا آپ کو یاد ہے کہ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ نے ضیاء الحق کے جنازہ اور تعزیت میں شرکت تو نہیں فرمائی؟

(۶) مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ٹکٹ لے کر الیکشن لڑنے پر جمعیت علماء اسلام (ف) ضلع جھنگ، صوبہ پنجاب اور مرکز کو، کوئی اعتراض نہیں بلکہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ نے خود مولانا اعظم طارقؒ کی انتخابی مہم میں شرکت فرمائی، اعتراض صرف آپ کو ہے؟ ایک طرف مولانا سمیع الحق سے ٹکٹ لینے پر ہمیں جمعیت کو کمزور کرنے کا الزام دیا جارہا ہے اور دوسری طرف متحدہ مجلس عمل کے قیام کے وقت خود مولانا سمیع الحق صاحب سے اتحاد کیا اور انہیں مجلس عمل کے اہم عہدوں سے سرفراز فرمایا۔ کیا اس عمل سے جمعیت علمائے اسلام مضبوط ہو رہی تھی؟ نیز سندھ میں جمعیت علمائے اسلام (ف) کے امیر خانقاہ ہالیجی شریف کے سجادہ نشین اور ہمارے مخدوم حضرت مولانا عبدالصمد ہالیجوی دامت برکاتھم اور خیر پور میں جمعیت علماء اسلام (ف) کے امیدوار مولانا بدرالدین پھلپوٹو کی انتخابی مہم خصوصا سپاہ صحابہؓ نے چلائی اور پورے صوبہ میں مکمل ساتھ دیا، یہ آپ کو نظر کیوں نہیں آیا؟

(۷) یہ خالصتا حقیقت کے خلاف اور بہتان ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ آپ رافضیوں، مشرکوں اور کافروں سے اس طرح بائیکاٹ کریں۔

(۹) جن باتوں کو ''غلطیاں'' کہا جارہا ہے وہ غلطیوں ہیں ہی نہیں، محض الزامات اور بہتان ہیں۔ غلطیاں آپ کریں اور معذرت سپاہ صحابہؓ والے کریں۔ کیوں؟

(۱۰) محترم ڈاکٹر صاحب کی یہ بات کتنی فضول ہے کہ سپاہ صحابہ جمعیت کی پالیسوں کے مطابق چلنے کا عہد کرے، جبکہ سپاہ صحابہ جمعیت کی ذیلی جماعت نہیں ہے بلکہ وہ تبلیغی جماعت اور ختم نبوت کی طرح ایک مذہبی جماعت ہے اور اس میں پاکستان پیپلز پارٹی، پاکستان مسلم لیگ، اے این پی، تحریک انصاف، ایم کیو ایم و دیگر جماعتوں کے مسلم افراد شامل ہیں۔ بھلا ایک مستقل جماعت کسی دوسری پارٹی کی ہر پالیسی کی پابند کس طرح ہوسکتی ہے؟

(۱۱) اگر ضیاء الحق کے دور میں پنجاب کا وزیر اعلیٰ بننے کے لیے میاں نواز شریف ضیاء الحق کی وفات کے کئی سال بعد بھی ضیاء الحق کی باقیات ہے تو پرویز مشرف کے دور میں سندھ کا وزیر اعلیٰ ارباب غلام رحیم پرویز مشرف کا بازو ہے یا نہیں؟ اور اسی وزیر اعلیٰ سے آپ نے لاکھوں روپے اور پلاٹ وصول فرمائے ہیں یا نہیں؟ اور خود پرویز مشرف ضیاء کی طرح آمر ہے یا نہیں؟ جبکہ آج پوری دنیا میں یہ بدنامی ہے کہ جمعیت مشرف کی بی ٹیم ہے کہیں یہ سب کچھ آپ کی وصولی کی وجہ سے تو نہیں؟

(۱۲) اس بات سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جمعیت علماء اسلام (ف) کی مرکزی قیادت نے سپاہ صحابہ کے بارے میں ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا اور حقیقت یہ کہ دیگر تینوں صوبوں میں جمعیت کے اکابرین سپاہ صحابہ کے ساتھ ہر ممکن تعاون کی کوشش کرتے ہیں اور سپاہ صحابہ پر بھر پور اعتماد کرتے ہیں جہاں وہ الیکشن تھا یعنی جھنگ اور مرکز کو جب ایسا خیال نہیں آیا تو پھر آپ کو کیا تکلیف ہے؟ جبکہ سندھ میں باہمی تعاون کی فضا موجود تھی تو مسلمانوں میں جدائی ڈالنے کا اور اہل حق کو آپس میں لڑانے کا آپ کو کتنا ثواب ملا؟ سپاہ صحابہ صرف اور صرف مذہبی و دینی کام کررہی ہے اس کے باوجود ہمیں تو نہیں لگتا کہ آپ ہمارے مذہبی و دینی کام کو مدنظر رکھ کر ہمارے ساتھ تعاون فرمانے کی کبھی زحمت گوارا کریں گے۔

(۱۳) لیکن پرویز مشرف حکومت کے وزیر اعلیٰ سندھ سے آپ سب کچھ لے سکتے ہیں اس میں کوئی خرابی نظر نہیں آئی؟

اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ رب العزت آپ کو دوست اور دشمن میں پہچان کرنے والی نظر عطا فرمائے اور مسلمانوں میں جدائی ڈالنے جیسے گناہوں سے توبہ کی توفیق بخشے اور مسلمانوں میں باہم

اتفاق واتحاد پیدا کر کے اشداء علی الکفار رحماء بینھم کانمونہ بنائے۔ آمین

بائیکاٹ کی اصل وجہ

اس فیصلہ سے صرف ۱۹ دن پہلے ضلع لاڑکانہ کے شہر میرو خان میں حافظ عبدالقیوم ولد محمد عمر دایو کی دعوت پر دینی مدرسیہ میں مشترکہ جلسہ تھا، جس میں ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب نے علامہ علی شیر حیدری صاحب نے پہلے تقریر کرنے پر اصرار کیا لیکن جلسہ والوں نے انکی بات نہ مانی اور علامہ علی شیر حیدری کی تقریر پہلے کروادی کیونکہ تقریر کے بعد انہیں ۱۰:۳۰ بجے رات کو سکھر ایکسپریس ٹرین کے ذریعے سے کراچی روانہ ہونا تھا جس کی بکنگ پہلے ہو چکی تھی اور میرو خان سے روہڑی تک تقریباً اڑھائی گھنٹے کا سفر تھا۔ ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب نے اس کو اپنی توہین سمجھا اور ناراض ہو کر تقریر کیے بغیر واپس چلے گئے پھر اسی توہین کا انتقام لینے کے لیے فوراً اجلاس بلا کر بائیکاٹ کا فیصلہ کروایا۔ اسی جرم کی پاداش میں محترم محمد عمر دایو صاحب سے وہ مدرسہ بھی چھین لیا گیا پھر بعد میں انہوں نے وہیں میرو خان شہر میں دوسرا مدرسہ بنایا اور دونوں مدرسے آج بھی موجود ہیں۔

جبکہ جمعیت علماء اسلام کے اس فیصلہ کے متعلق جمعیت علماء اسلام کے سابق امیر مرشد الموحدین ،حضرت اقدس حضرت مولانا عبدالکریم بیرٔ شریف والوں سے ایک شخص نے بذریعہ خط چند سوالات کیے جن کے جوابات حضرت بیرٔ شریف والوں نے اسی سوالیہ پرچے پر خود اپنے قلم سے جوابات لکھے جنہیں ہم یہاں من وعن پیش کررہے ہیں۔

سوال: سپاہ صحابہؓ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا سپاہ صحابہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب: صحابہؓ کے سپاہی سب مسلمان ہیں۔

سوال: وہ علماء کرام جو سپاہ صحابہ کے خلاف ہیں ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ ہم کس کو صحیح سمجھیں؟

جواب: یہ اختلاف دونو جماعتوں کے لیے نقصان دہ ہے۔

سوال: ہمارے علاقے میں مولانا علی شیر حیدری صاحب جو کام کررہے ہیں کیا وہ آپ کو پسند ہے یا نہیں؟ کیا آپ مولانا علی شیر حیدری کی رہائی کے لیے دعا کرتے ہیں؟

جواب: مولانا علی شیر حیدری اچھا کام کر رہے ہیں اور میری دعائیں ہمیشہ ان کے ساتھ رہتی ہیں۔اب بھی دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکو رہائی نصیب فرمائے۔

سوال: ہمارے علاقے میں سپاہ صحابہؓ کا ایک یونٹ کام کر رہا ہے، ہمارے دوستوں کی رائے ہے کہ آپ جس کے متعلق فرمائیں ہم ان کے ساتھ چلیں گے۔آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: وہ یونٹ اچھا ہے اور اس کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔

یہ تمام سوالات وجوابات بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف والے اس بائیکاٹ کے خلاف تھے اور ہمیشہ امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی سرپرستی فرماتے رہے اور انکے کام کو سراہتے رہے۔

''صحابہؓ کا دشمن جو بھی ہو، وہ بدترین کافر ہے کیونکہ صحابہ کو نہ مان کر دین کی کوئی بات مان سکتا ہی نہیں۔جو دکان کا چوکیدار ہے، وہ سارے سامان کا چوکیدار ہے۔جو صندوق کا چوکیدار ہے، وہ سارے سامان کا چوکیدار ہے۔میں جہیز والے صندوق کی ٹرنک بازار کی نہیں، بات کر رہا ہوں محمد ﷺ کے پیاروںؓ کی۔ وہاں سارا سامان اس میں ہے، ادھر سارا دین ان میں ہے۔یہاں ایک نکتہ ذہن میں رکھیں کہ صندوق میں وہ چیزیں بھی ہوتی ہیں جو صندوق سے بھی زیادہ قیمتی ہوتی ہیں، لیکن ہیں تو صندوق میں، بات پھر بھی صندوق کی ہوگی۔ٹھیک ہے قرآن بھی، توحید بھی، ختم نبوت بھی، روزہ بھی، نماز بھی، حج بھی، زکوۃ بھی، جہاد بھی، غیرت بھی، صداقت بھی، عدالت بھی، سخاوت بھی، حیاء بھی، توکل بھی، صبر بھی، لیکن یہ سب کچھ صحابہؓ میں ہے۔بات پھر صحابہؓ کی ہوگی۔جو صندوق کا چوکیدار ہے، وہ سارے سامان کا چوکیدار ہے۔جو دکان کا چوکیدار ہے، وہ سارے سامان کا چوکیدار ہے۔تو پھر میں کیوں نہ کہوں جو صحابہؓ کی عزت وعظمت اور حیثیت کا چوکیدار ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کی محنت کا چوکیدار ہے۔کیونکہ مرشد کی محنت اس کے مرید ہیں۔استاد کی محنت، استاد کی کمائی اس کے شاگرد ہیں۔تو محمد رسول اللہ ﷺ کی کمائی صحابہؓ ہیں۔جو صحابہؓ کا پہرہ دار ہے، محمد ﷺ کی کمائی کا پہرے دار ہے۔جو صحابہؓ کا پہرے دار ہے، پیغمبر ﷺ کی محنت کا پہرے دار ہے۔جو صحابہؓ کا پہرے دار ہے، وہ نماز کا پہرے دار ہے۔'' (علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ)

مولانا محمد جہان یعقوب

امام اہل سنتؒ

اللہ تعالیٰ نے دین قیم کی سربلندی و پاسبانی کے لیے ہر دور میں ایسے مردان حق پیدا فرمائے ہیں جنہوں نے خون جگر سے گلشن دین کی آبیاری کی اور اس کو سرسبز و شاداب رکھا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور وہ اپنے مخالفین پر غالب رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہنچے اور عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں''۔

حضرتؒ علمائے حق کی اسی جماعت میں سے تھے جنہوں نے ساری زندگی دین کی نشر و اشاعت، اعلائے کلمۃ اللہ اور قرآن مجید کا پیغام پوری امت تک پہنچانے کے لیے جدو جہد کی اور آخر میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے شہادت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہو کر ایسی حیاتِ جاودانی حاصل کر لی جس کے بعد کوئی بھی مسلمان ان کو مردہ نہیں کہہ سکتا۔حضرت حیدریؒ مجمع المحاسن تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو زہد و تقویٰ، اخلاص وللّٰہیت،خشیتِ الٰہی، علم وعمل، فصاحت و بلاغت، جرأت و شجاعت، دینی غیرت وحمیت، اخلاق کریمانہ، ظالم اور جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے کا حوصلہ اور دیگر بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔حضرتؒ کے علم وفضل و کمال و کردار و جدو جہد کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کے سچے عاشق و وارث تھے، وہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فکر ونظر کے ترجمان تھے۔ وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سچے جانشین تھے۔ وہ شیخ العالم مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ وفکر کے ترجمان تھے۔ وہ صاحب کمال بھی تھے اور صاحب جمال بھی، وہ مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے علوم و معارف کے امین تھے۔وہ شیخ العرب والعجم حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ و دیانت و امانت و ذہانت کے امین تھے۔وہ متکلم اسلام مولانا علامہ

محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے کمال ذہن کا عکس تھے۔ وہ مجاہد اسلام شیر سرحد مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت و بہادری اور دلیری کے مناد تھے۔ وہ متانت و سنجیدگی میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمان تھے۔ وہ قیادت و سیادت میں تمام سابقہ قائدین کے سچے جانشین تھے۔ محسوس یوں ہوتا تھا کہ وہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے قافلے کے بچھڑے ہوئے انسان ہیں، ان کو دیکھ کر اللہ والوں کی حقیقت دل میں راسخ ہو جاتی تھی۔ وہ بڑے شفیق اور خلیق انسان تھے، جو ان کی مجلس میں ایک دفعہ گیا، پھر وہاں ہی کا ہو کر رہ گیا، جب وہ مسکراتے تو پھول بکھیرتے۔

وہ ایک ماہر اور کامیاب مدرس تھے اور اس میدان میں انہوں نے ہزاروں تشنگان علوم کو سیراب کیا۔ وہ خطابت کے شہسوار تھے، علما کے مجمع میں علمی تقریر کرتے اور عوام کے مجمع میں ان کے فہم اور استعداد کے مطابق بیان کرتے، خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ طبقہ ان کے بیانات سے بہت متاثر تھا۔ برمحل عربی، اردو اشعار پڑھنے کا ان کو ملکہ حاصل تھا۔ ان کی تقریر مدلل، منضبط، عام فہم اور دلوں پر اثر کرنے والی ہوتی تھی اور کمال یہ ہے کہ اول سے آخر تک وہ موضوع سے اِدھر اُدھر نہ جاتے اور جتنا چاہتے اتنا بولنے پر قادر تھے۔ وہ اپنے ہم عصر حضرات کا بھی احترام کرتے تھے، ان حضرات کا نام ادب واحترام سے لیا کرتے تھے، وہ ہم عصر حضرات کے حوالے بھی دیتے تھے، ان کی گفتگو میں مٹھاس اور لطف و کرم کی جھلک ہوتی تھی۔ وہ مشکل بات کو آسان طریقے سے بیان کرتے تھے۔ ان کی بات طویل بھی ہوتی تو سننے والے پہ گراں نہیں گزرتی تھی، ان کی بات میں وزن ہوتا تھا، وہ غیبت نہ کسی کی کرتے تھے اور نہ کسی کی غیبت سنتے تھے۔

مجھ جیسے ہیچ مدان کا حضرت کی خوبیوں اور ان کے کمالات پر کچھ کہنا ''جوئے شیر بہانے'' اور سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، مگر ''الأمر فوق الأدب'' کے تحت لکھ رہا ہوں۔ حضرتؒ کے علم وعمل ،قوت استدلال اور ان پر اکابر کے اعتماد کے حوالے سے حضرتؒ کے شاگردِ خاص مولانا مفتی عبدالرازق کاشمیری کے بیان کردہ چند واقعات ان کے شکریے کے ساتھ ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' کے اصول کے تحت درج کیے جارہے ہیں، وہ رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ نے میرے شیخ، امام اہل سنت، قاطع رافضیت، ضیغم اسلام حضرت اقدس علامہ مولانا حافظ علی شیر حیدری اعلی اللہ مقامہ کو علم وفضل میں اعلیٰ مقام عطا فرما رکھا تھا۔ یوں تو آپؒ کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صفات ودیعت کر رکھی تھیں، صبر واستقامت، ہمت وحوصلہ، غیرت ودینی حمیت، ذہانت ومتانت،

تدریس وخطابت اور قیادت وسیادت جیسے مختلف عناصر کو یکجا کر کے ایک حسین وجمیل پیکر تراشا۔ان تمام اوصاف میں علم وعمل اور ورع وتقویٰ کی صفات آپ میں ایسی کوٹ کوٹ کر بھری تھیں، کہ اپنے تو اپنے پرائے بھی ان صفات کے معترف تھے، بلکہ دشمن ان سے ہر دم ہراساں بھی رہتا تھا۔

آپ کے علم کی گہرائی اور لاجواب وبے نظیر قوتِ استدلال کا اندازہ اس واقعے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ بریلویوں کی شیعوں سے بحث ہوئی،فریق اول کا کہنا تھا کہ شیعہ کلمے میں اضافے کے مرتکب ہیں،جبکہ فریق ثانی کا اپنے دفاع میں بریلویوں پر یہ الزام تھا کہ وہ اذان میں اضافے کے مرتکب ہیں،جس کی دلیل کے طور پر انہوں نے اذان فجر کو پیش کیا کہ تم نے اس میں "الصّلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ کیا ہے،جو قرآن سے ثابت نہیں،اس پر بریلوی مناظر نے بلا سوچے سمجھے کہہ دیا کہ یہ الفاظ قرآن سے ثابت ہیں۔یہ سننا تھا کہ شیعوں نے شور مچادیا کہ آئندہ تاریخ طے کر کے اسی عنوان پر مناظرہ کیا جائے،چنانچہ تاریخ طے ہوگئی۔

بعد میں بریلویوں نے ٹھنڈے دل سے غور کیا تو انہیں اپنی شکست صاف نظر آنے لگی،ان کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی،بالآخر بریلوی علمانے مناظرہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا،کیونکہ موضوع ہی غلط طے ہوا تھا۔کسی نے تاریخ طے کرنے والوں کو مشورہ دیا کہ اس شرمندگی سے بچنے کے لیے حضرت اقدس علامہ مولانا حافظ علی شیر حیدری سے رجوع کرو،وہ کوئی حل نکال لیں گے۔بریلوی احباب کو یک گونہ اطمینان ہوا،انہوں نے حضرت سے رابطے شروع کر دیے اور ملاقات کر کے انہیں تمام احوال بتائے اور تعاون کی درخواست کی۔ان کی گفتگو سن کر حضرت نے فرمایا کہ "یہ عنوان اور موضوع ہی غلط ہے،جس پر مناظرہ نہیں ہوسکتا"۔یہ دیکھ کر انہوں نے بڑی منت سماجت کی اور اپنے احباب نے بھی حضرت سے باصرار درخواست کی کہ:حضرت!سنیت کا مسئلہ ہے،آپ اس مناظرہ کا بوجھ اٹھالیجیے۔خلاصہ یہ کہ حضرت نے حامی بھرلی۔

بریلویوں نے اشتہار لگادیے کہ اہل سنت کی طرف سے مناظر امام اہل سنت علامہ مولانا حافظ علی شیر حیدری ہوں گے۔جب اس بات کی اطلاع شیعہ مناظرین کو پہنچی تو ان کے چھکے چھوٹ گئے،ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔انہوں نے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی اور اعلان کر دیا کہ ہم ہرگز مناظرہ نہیں کریں گے۔ہر چند کہ انہیں سمجھایا گیا کہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" قرآن میں نہیں ہے،آپ مناظرہ کریں،فتح آپ کا مقدر ہوگی۔مگر ان کا کہنا تھا کہ کچھ بھی ہو،ہم مناظرہ نہیں کریں

گے کیونکہ علامہ علی شیر حیدری کا علم اور قوت استدلال اس قدر مضبوط ہے کہ وہ ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کو قرآن سے ثابت کر ہی دیں گے۔

قارئین کرام! آپ نے اندازہ لگایا دشمن بھی آپ کی علمیت اور قوت استدلال کا کس قدر معترف اور آپ سے ہراساں تھا!

حضرتؒ کے علم وفضل کا ایک اور واقعہ قارئین کی نذر کرتے ہیں:

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کراچی میں ایک شیعہ خاتون نے اپیل کی کہ میرے کچھ اشکالات ہیں، اگر ان کو دور کیا جائے تو میں مسلمان ہونے کے لیے تیار ہوں۔ اس خاتون سے بات کرنے کے لیے ایک جید عالم دین کا انتخاب کیا گیا، جو علوم دینیہ وعصریہ کے ماہر، محقق ومدبر اور مایہ ناز مصنف وخطیب بھی تھے، انہوں نے بڑے احسن انداز سے اس کے اشکالات سنے اور تسلی بخش جوابات دیے، لیکن اس عورت کے کچھ اشکالات ایسے تھے کہ ان کے جوابات سے اس خاتون کی تسلی وتشفی نہ ہوسکی۔ آخر میں انہوں نے ایک تاریخ ساز جملہ ارشاد فرمایا کہ: یہ میرے علم کا نقص ہے، میرے مذہب کے جھوٹے ہونے کی علامت نہیں۔ اس کے بعد علما نے باہمی مشورے سے حضرت علامہ حیدریؒ کو اس حوالے سے خیر پور سے تشریف لانے کی درخواست کی، حضرت تشریف لائے اور اس خاتون کے تمام اشکالات کے تسلی بخش جوابات دیے۔

کراچی اور ملک کے دوسرے شہروں میں جید علما ومناظرین کی کمی نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود علامہ حیدریؒ کا انتخاب اکابر کے ان پر اعتماد کی بین دلیل اور ان کے علم وفضل کا بھی واضح اعتراف ہے۔

ورع وتقویٰ میں بھی آپ اپنی مثال آپ تھے۔ ہم نے سن رکھا تھا کہ بڑے لوگوں سے دور رہ کر ہی ان سے حقیقی محبت وعقیدت قائم رہتی ہے اور جتنی ان سے قربت بڑھتی اور ان کے روز وشب سامنے آتے ہیں، عقیدت ومحبت اور پارسائی کا یہ بھرم ٹوٹ جایا کرتا ہے، لیکن واللہ العظیم ہم نے اپنے حضرت کو قریب سے دیکھا، سفر تو حضر میں ان کے ساتھ رہنے کا بارہا موقع ملا، خوشی وغمی میں، اپنوں اور بیگانوں میں غرضیکہ ہر حال میں دیکھا اور ہمیشہ ہمیں آپ کے ورع وتقوے کی ایک عجیب ہی شان نظر آئی، معمولات کی پابندی...... نماز پنجگانہ ہی نہیں، تہجد تک کا اہتمام...... تلاوت کلام مجید سے رطب اللسان...... استقامت وعزیمت...... صبر وتحمل...... یہ اوصاف آپؒ میں ہمہ وقت جلوہ گر دیکھے۔ ہم نے آپؒ کو جب بھی جامعہ حیدریہ میں دیکھا، کسی نہ کسی دینی وعلمی مشغولیت میں دیکھا، جامعہ میں پہرے کے دوران ہم دیکھتے کہ

حضرتؒ تہجد کے بعد جامعہ میں بے خوف وخطر چکر لگا رہے ہوتے تھے، حالاں کہ آپؒ کو جید علمائے کرام نے کہہ رکھا تھا کہ احتیاطاً فجر اور عشا کی نمازیں بھی گھر پر ادا فرمایا کیجیے، مگر اصحابِؓ رسول کے اس شیر کی جرأت کا یہ عالم تھا کہ جامعہ میں موجود ہوتے تو ہر نماز صفِ اول میں ادا کرتے اور تہجد کے بعد بھی جامعہ کا چکر لگاتے تھے۔ سفر میں عام طور پر بڑی تھکاوٹ ہو جاتی ہے اور شریعت نے بھی قصر نماز کی سہولت رکھی ہے، مگر حضرت سفر میں بھی اعمال میں کوئی کمی نہ کیا کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں سندھ و پنجاب کے اسفار میں مسلسل پروگرامات کی وجہ سے حد درجہ تھکاوٹ ہو جاتی تھی، ایسے ہی ایک سفر کا واقعہ ہے، ہم علامہ طارق محمود مدنی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قیام پذیر تھے، عشا کی نماز کا وقت ہو گیا، سب کا خیال تھا کہ حضرت صرف نمازِ قصر ادا فرمائیں گے، کیونکہ مسلسل اسفار و بیانات اور نیند کی وجہ سے آپ کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں، مگر فرضوں کے بعد حضرت نے آگے بڑھ کر خود تراویح کی نماز کی امامت فرمائی، یہ دیکھ کر ہم حضرت کی اس ہمت پر حیران رہ گئے۔ ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ نے محبوبیت بھی عطا فرمائی تھی جو بہت کم کسی کو نصیب ہوتی ہے، علما و طلبہ اور عوام الناس، بوڑھے اور جوان سب ان سے محبت کرتے تھے۔ حضرتؒ کی شہادت سے کسی ایک خاندان یا ادارے یا کسی ایک شعبے کو نہیں بلکہ دین کے تمام شعبوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ دشمن نے ہم سے ہمارے محبوب قائد و رہنما کو چھین کر ہمیں یتیم کر دیا ہے، مگر یہ اس کی بھول ہے کہ اس طرح وہ حق کی آواز کو خاموش کر سکے گا۔ شہادت اسے معلوم نہیں کہ علامہ حیدریؒ جامعہ حیدریہ کے متخصصین کی شکل میں باطل کو نکیل ڈالنے کے لیے ایک نہیں سینکڑوں حیدری تیار کر کے گئے ہیں، جو ان کی طرز پر ہر میدان میں باطل کا ناطقہ بند کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

☆☆☆

مولانا عبدالحفیظ صاحب
(مدرس جامعہ حیدریہ خیرپور سندھ)

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ بندہ ناچیز کے استاد بھی تھے قائد بھی تھے اور آئیڈیل بھی تھے اور صرف میرے نہیں بلکہ ہزاروں کے استاد لاکھوں کے قائد اور آئیڈیل تھے آپ کے شاگرد، کارکن اور مداح صرف ملک پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا کے بہت سے ممالک میں موجود ہیں۔ اس مضمون میں بندہ جو کچھ تحریر کر رہا ہے وہ اس ترتیب سے ہے کہ بندہ نے حضرت استاد محترم شہید کا نام سنا اور آہستہ آہستہ شناسائی بڑھتی گئی حتیٰ کہ رب ذوالجلال نے شاگردی کی سعادت سے سرفراز فرمایا اور پھر حضرت استاد محترم ہی کے حکم سے جامعہ حیدریہ میں بحیثیت مدرس مقرر ہوا۔

حالات

یادش بخیر یہ کوئی 1993ء کی بات ہے جب پہلی مرتبہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنا اور ایک کیسٹ خرید کر تقریر سنی جو شان صدیق اکبرؓ کے موضوع پر تھی اس تقریر کو سن کر حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی محبت دل میں گھر کر گئی اور زیارت کا شوق دل میں مچلنے لگا، کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ ہمارے قریب جتوئی شہر کے مضافات میں حضرت شہیدؒ کو ایک کانفرنس میں مدعو کیا گیا اس کانفرنس میں زیارت کا شرف حاصل ہوا، پھر کچھ عرصہ کے بعد ہمارے گاؤں سے کافی دور بستی جانگلہ میں حضرت کو ایک کانفرنس میں دعوت دی گئی اس کانفرنس میں لوگوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا ہمارے گاؤں سے بھی بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوئے ہم تین طالبعلم ایک سائیکل پر دور دراز کا سفر کر کے اس کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد بندہ تحصیل علم کے لیے لاہور پہنچا یہ غالباً 1994ء کی بات ہے 6 ستمبر کو چوبرجی کوارٹرز گراؤنڈ میں عظیم الشان دفاع صحابہ کانفرنس منعقد ہوئی اس جلسہ میں مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ جرنیل سپاہ صحابہؓ مولانا

محمد طارق اعظمؒ اور امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدریؒ ایسے آسمان علم وعمل تشریف لائے تھے۔

جذبات

اب تو ان سب کی یادیں ہی دل میں ہیں ان کا وہ چمکتا دمکتا پھول جیسا چہرہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ہے کیا ہی وہ دلکش منظر ہوتا تھا جب مذکورہ بالا حضرات ایک ہی اسٹیج پر جلوہ افروز ہوتے تھے اور ہر محبت کرنے والے کی آنکھیں ان کے دیدار مشکبار سے سیراب ہوتی تھیں اور پھر باری باری ان کے پر مغز پر جوش اور فکر انگیز خطاب سے اپنے خوابیدہ جذبوں کو زندہ کرتے تھے۔

عہد ماضی کی یاد: ان دنوں علامہ فاروقی شہیدؒ سرپرست اعلیٰ اور علامہ اعظم طارق شہیدؒ نائب سرپرست اور علامہ حیدری صوبہ سندھ کے صدر تھے، ان حضرات کی مسلسل وپیہم محنت سے سنی قوم میں ایک شعور پیدا ہو چلا تھا اور دنیائے رفض شدید پریشان تھی، سنی قوم کی کامیابی اور شیعیت کی ناکامی نوشتہء دیوار بن چکی تھی، جب شیعہ اور شیعہ نواز حکمرانوں نے یہ حالات دیکھے تو سر جوڑ کر بیٹھے اور سپاہ صحابہؓ کی قیادت کو پابند سلاسل کرنے کا منصوبہ بنایا، اور اس پر عمل پیرا ہوئے، اچانک حالات نے کروٹ لی اور دیکھتے ہی دیکھتے بظاہر ایسا محسوس ہونے لگا کہ سپاہ صحابہؓ اس دھرتی سے مٹ جائے گی علامہ فاروقیؒ اور علامہ اعظم طارقؒ کو پس دیوار زنداں کر دیا گیا، بالآخر 18 جنوری 1997ء کو خون آشام شیطانوں کی شیطانی اور خونی سازش کے نتیجہ میں علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی سیشن کورٹ لاہور میں ایک زبردست بم دھماکہ میں شہید ہو گئے اس میں دیگر بھی درجنوں کارکن اور پولیس اہلکار اور صحافی شہید ہوئے اور بیسوں زخمی ہو گئے مولانا محمد اعظم طارقؒ بھی شدید زخمیوں میں شامل تھے۔

علامہ فاروقیؒ کی شہادت کے بعد حالات جس نہج پر چل پڑے تھے اس سے عام کارکن مایوسی کا شکار ہو چکا تھا، یہ ایسے کٹھن حالات تھے کہ جن میں جماعت کے اندر جوڑ اور دشمن کی نظر میں اپنی ساکھ برقرار رکھنا جتنا ضروری تھا اتنا ہی مشکل تھا۔ چنانچہ اکابرین سپاہ صحابہؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان مایوسی کے اندھیروں میں کوئی شخص اگر جماعت کو احسن انداز میں سنبھال سکتا ہے تو وہ علامہ حیدریؒ ہی ہو سکتے ہیں، چنانچہ آپ کو سرپرست اعلیٰ نامزد کر دیا گیا۔

2003ء میں بندہ ناچیز جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورہ حدیث شریف پڑھ رہا تھا اور یہ سوچتا تھا کہ دورہ

حدیث کے بعد مزید کچھ تعلیم حاصل کرنی چاہیے لیکن کس شعبہ کا انتخاب کروں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا سال ختم ہونے کو تھا کہ مدرسہ میں دارالاقامہ کی دیوار پر آویزاں ایک اشتہار پر نظر پڑی جس کا عنوان تھا "تخصص فی الدعوۃ والتحقیق" زیر سرپرستی علامہ علی شیر حیدریؒ، علامہ محمد اعظم طارقؒ اور مدرسین میں پاکستان کے جید علماء کرام کے نام تھے جیسے ہی اس اشتہار کو پڑھا تو پختہ ارادہ کرلیا کہ اس تخصص میں داخلہ لینا ہے۔ بالآخر سال ختم ہوگیا مدرسہ میں چھٹیاں ہوگئیں ایک دن مغرب کی نماز کے بعد یہ خبر قیامت بن کر ٹوٹی کہ علامہ اعظم طارق شہید کردیئے گئے ہیں دیگر لاکھوں کارکنوں کی طرح بندہ بھی غم سے نڈھال ہوگیا یہ 16 اکتوبر 2003ء بمطابق 9 شعبان المعظم کی تاریخ تھی، کچھ دنوں کے بعد جامعہ حیدریہ کے نمبر پر فون کر کے تخصص کے متعلق پوچھا تو جواب ملا کہ فی الحال تخصص کا پروگرام ملتوی ہوگیا ہے تو ایک بار پھر وہی سوچ لوٹ آئی کہ رمضان المبارک کے بعد اپنی زندگی کا رخ کس طرف موڑا جائے اسی سوچ میں دن گذر رہے تھے کہ ایک دن روزنامہ اسلام کا مطالعہ کرتے ہوئے تخصص فی الدعوۃ والتحقیق کا اشتہار نظر آیا تو بندہ ناچیز اپنے والدین اور بھائیوں سے اجازت لیکر جامعہ حیدریہ کی طرف عازم سفر ہوا جب مدرسہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت پنجاب کے سفر پر تشریف لے گئے ہیں۔

چند دنوں کے بعد حضرت پنجاب سے واپس تشریف لائے، سب حاضرین حضرت سے ملنے کے لیے آگے بڑھے تو حضرت نے سب سے معانقہ فرمایا اور حال احوال پوچھا مختصر تعارف کے بعد حضرت آرام کرنے کے لیے گھر چلے گئے، پھر جب گھر سے مدرسہ تشریف لائے تو تخصص کے لیے آنے والے سب ساتھیوں کو بلوایا اور ٹیسٹ لیا جس میں حضرت نے عبارت سنی اور عقائد کے متعلق کچھ سوالات پوچھے۔ داخلہ ہوجانے کے بعد حضرت نے متخصصین سے پوچھا کہ مولوی بن کر تو آگئے ہو وضو اور نماز کے فرائض، واجبات، سنت ومستحباب یاد ہیں؟ سب خاموش تھے تو فرمایا کہ تعلیم الاسلام سے یاد کرلو کل سنوں گا چنانچہ سب نے یاد کئے اور اگلے دن حضرت نے سنے، حضرت نے ہمیں قرآن پاک کی تفسیر کے تقریباً دو پارے پڑھائے اور فن مناظرہ کی مشہور کتاب رشیدیہ بھی پڑھائی اور صحاح ستہ میں اہل سنت والجماعت کے دلائل، مقلدین، وغیر مقلدین کے مابین مسائل اختلافیہ اور مسلمانوں وشیعوں کے دلائل اور مسلمانوں کی طرف سے ان کے جوابات کی تخریج کروائی اور کتب شیعہ سے ان کی کفریہ عبارت اور ان کا رد اور عظمت صحابہؓ کی اہمیت پر سیر حاصل دروس ارشاد فرمائے اور فجر کی نماز کے بعد حضرت درس قرآن دیا کرتے تھے وہ ڈاکٹر

دروس آڈیو سی ڈیز میں ریکارڈ شدہ ہیں اور بعض ساتھی ان کو کاپی میں لکھا بھی کرتے تھے۔ یہ دروس علم و عرفان کا ایک بیش بہا خزینہ ہیں بعض احباب ان کو کتابی شکل میں لانے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں اللہ کرے جلد از جلد یہ قیمتی دروس چھپ جائیں۔

چند نکات

(۱) حضرت فرمایا کرتے تھے کہ قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور والے یہودیوں کو خطاب کر کے ان کے بہت سارے گناہ شمار کروائے کہ تم نے یہ گناہ کئے حالانکہ جن یہودیوں نے وہ گناہ کئے تھے وہ کئی صدیاں پہلے گذر گئے تھے اس کی وجہ سے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور والے یہودی اُن یہودیوں کو اپنا بڑا اور اپنا پیشوا مانتے تھے جنہوں نے وہ گناہ کئے تھے بعینہ یہی صورت حال شیعوں کی ہے ہم ان شیعوں کو اس وجہ سے کافر کہتے ہیں کہ ان کے بڑوں نے صحابہ کرام کی گستاخی کی قرآن کو تحریف شدہ قرار دیا اور امامت کو نبوت سے بلند مرتبہ بتلایا اب موجودہ دور کے شیعہ چاہے اُس طرح کی گستاخیاں نہ بھی کریں لیکن چونکہ یہ اُن گستاخوں کو اپنا پیشوا مانتے ہیں لہٰذا یہ بھی انہیں کی طرح ہیں۔

(۲) حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جو سوال لوگ شیعوں کے متعلق کرتے ہیں تم وہی سوال قادیانیوں کے متعلق کرو جو جواب قادیانیوں کے متعلق ہوگا وہی جواب شیعوں کے متعلق ہوگا مثلاً یہ سوال ہے کہ کیا مطلق شیعہ کافر ہے تو اسی طرح ہم سوال کرتے ہیں کہ مطلق قادیانی کافر ہے، اگر مطلق قادیانی کافر ہے تو قادیان شہر کے رہنے والے مسلمانوں پر بھی کفر کا فتویٰ لگے گا اس لیے کہا جائے گا کہ قادیانی مذہب والا شخص کافر ہے اس طرح شیعہ مذہب والا شخص کافر ہے اور عرف عام میں جس طرح قادیانی سے مراد ختم نبوت کا منکر ہے اسی طرح شیعہ سے مراد عقیدہ امامت کا قائل، تحریف قرآن کا قائل اور سب صحابہ کا قائل مراد ہے۔ اسی طرح مطلقاً عیسائی اور مطلقاً یہودی بھی کافر نہیں ہیں کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں جو عیسائی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جو صحیح یہودی تھے وہ دین حق پر تھے۔

(۳) حضرت فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب ذرا مثبت تقریر کریں جس پر کسی کو اعتراض نہ ہو تو میں ان سے کہتا ہوں کہ کوئی نبی تو ایسا تلاش کرو جس پر کسی کو اعتراض نہ ہو کلمہ اس نبی کا

پڑھتے ہو جس کی پہلی تقریر پر پتھراؤ ہوتا ہے اور جو کلمہ پڑھتے ہو وہ شروع ہی لا سے ہوتا ہے لامنفی ہے مثبت نہیں ہے اللہ کے علاوہ سب کی نفی ہے۔

(۴) لوگ کہتے ہیں کہ جوڑ پیدا کرو توڑ پیدا نہ کرو میں کہتا ہوں ٹھیک ہے مسلمانوں میں تو جوڑ ہونا چاہیے لیکن اسلام نے کافروں کے ساتھ توڑ سکھایا ہے قرآن پاک میں کئی مقامات پر کافروں کی دوستی سے منع کیا گیا ہے اور قرآن پاک کا ایک نام فرقان بھی ہے فرقان کا معنیٰ ہے فرق کرنے والا یعنی قرآن حق و باطل میں فرق کرتا ہے کافر اور مسلم میں فرق کرتا ہے اگر تم سے مسلمان راضی ہوں گے تو کافر راضی نہیں ہوں گے اگر حق والے راضی ہوں گے تو باطل والے راضی نہیں ہوں گے اگر اللہ راضی ہوگا تو شیطان راضی نہیں ہوگا، جس طرح خوشبو اور بدبو میں فرق ضروری ہے، چور اور چوکیدار میں فرق ضروری ہے، سفید اور کالے میں فرق ضروری ہے، روشنی اور اندھیرے میں فرق ضروری ہے اسی طرح کفر اور اسلام میں فرق ضروری ہے۔

(۵) حضرت فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ کرامؓ کو سمجھنے کے لیے قرآن وسنت کا مطالعہ کرنا ہوگا اور تاریخ اگر قرآن وحدیث کے مقابلے میں آئے تو اس کو رد کر دیا جائے گا اس کی مثال یہ ہے کہ لکڑی کو تولنے کے لیے اور بھوسہ وغیرہ کو تولنے کے لیے ترازو اور ہے اور چینی اور نمک تولنے کے لیے ترازو اور ہے اسی طرح صحابہ کو سمجھنے کے لیے ترازو اور ہے اور وہ قرآن وحدیث ہے جیسے سونا تولنے کے لیے جو ترازو ہے وہ دوسری عام چیزوں کے لیے نہیں ہے اور صحابہ کرامؓ سارے کے سارے عادل ہیں **الصحابة کلھم عدول** صحابہؓ سارے کے سارے قبول ہیں۔ کسی نے کہا صحابہؓ نے تو گناہ بھی کئے میں نے کہا صحابہ کے گناہ بھی قبول ہیں قرآن نے کہا کہ اللہ نے ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے اور حدیث میں جیسے حضرت ماعزؓ کے گناہ کو قبول کیا گیا کہ اس نے جب توبہ کی تو اللہ کے نبی نے فرمایا اگر اس کی توبہ سارے شہر والوں پر تقسیم کر دی جائے تو سب کی بخشش ہو جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ کے گناہ بھی قبول ہیں۔

ایک یادگار سفر

بندہ ناچیز جس وقت تخصص پڑھ رہا تھا تو حضرت کے ساتھ بہت سے یادگار حالات وواقعات پیش آئے ان میں سے چند واقعات بندہ نے اُسی وقت ہی اپنی ڈائری میں محفوظ کر لیے تھے۔

بہر تسکیں دل نے رکھ لی ہے غنیمت جان کر
جو بوقت ناز کچھ جنبش ترے ابرو میں تھی

اس محفوظ شدہ تحریر کو بندہ من وعن نقل کر رہا ہے۔ بندہ عید الاضحیٰ کی چھٹیاں گذار کر ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ بمطابق ۵ فروری ۲۰۰۴ء بروز جمعرات کی صبح بندہ جامعہ حیدریہ کی طرف عازم سفر ہوا شام کے وقت مدرسہ پہنچا۔ نماز مغرب کے بعد استاد محترم قائد ملت اسلامیہ علامہ علی شیر حیدری مدظلہ العالی (اب رحمتہ اللہ علیہ) سے معانقہ کے لیے آگے بڑھا حضرت نے شفقت بھری نظروں سے دیکھا اور گلے سے لگالیا، حال احوال پوچھا۔ بعد نماز عشاء بندہ بوجہ سفر کی تھکاوٹ کے لیٹ گیا حضرت نے کہیں نکاح پڑھانے کے لیے جانا تھا بندہ نیم خوابی کی حالت میں تھا کہ کانوں میں استاد محترم کی آواز پڑی، سندھی زبان میں پوچھا عبدالحفیظ کہاں ہو؟ بندہ جلدی سے اٹھا اتنے میں استاد محترم کے برادر صغیر ثناء اللہ صاحب (موجودہ مہتمم جامعہ حیدریہ علامہ ثناء اللہ حیدری) کمرے میں داخل ہوئے اور مجھے نیند کی حالت میں دیکھ کر حضرت کو بتایا کہ عبدالحفیظ سویا ہوا ہے تو فرمایا چلو سونے دو بندہ سو گیا دوسرے دن بعد نماز فجر حضرت نے سفر کی تیاری فرمائی اور پوچھا تم چلو گے؟ بندہ نے جھٹ سے اثبات میں جواب دیا حضرت نے قاضی احمد جمعہ پڑھانے کے لیے جانا تھا چنانچہ بندہ تیار ہو گیا تقریباً 9 بجے گاڑی تیار ہو گئی اس دوران مولانا نصر اللہ منصور اور مولانا ضیاء الرحمٰن بھی مدرسہ میں پہنچ چکے تھے جو کہ بندہ کے تخصص کے ساتھی ہیں ان کو جب علم ہوا کہ حضرت جمعہ پڑھانے کے لیے جا رہے ہیں تو موقع کو غنیمت جانتے ہوئے وہ بھی تیار ہو گئے کہ حضرت کی محبت وصحبت بہت عظیم سعادت ہے، ان کی خواہش پر حضرت نے فرمایا کہ سردی برداشت کر سکو تو چلو، حضرت کے انداز سے کچھ ایسا محسوس ہوا کہ ان کو ساتھ لے جانے کا ارادہ نہیں ہے چنانچہ یہ دونوں ساتھی کراچی سے خیرپور کی سفری تھکاوٹ دور کرنے کے لیے سونے کا ارادہ لے کر کمرے میں چلے گئے۔

ہم گاڑی پر سوار ہو کر چل پڑے، گاڑی جامعہ کے گیٹ پر رکی تا کہ محافظوں کو ساتھ لے جائیں تو حضرت نے فرمایا کہ ان دونوں کو بلا لو بندہ جلدی سے کمرے کی طرف گیا اور ان دونوں ساتھیوں کو بلا لایا اب ہم گاڑی پر کل نو افراد سوار تھے، چار محافظ پیچھے بیٹھے جبکہ اندر ایک ڈرائیور حافظ محمد اسد اور ایک محافظ جو کہ حضرت کے شاگرد بھی ہیں مولانا محمد شوکت اور تین ہم تخصص کے ساتھی تھے سب سے پہلا اسٹاپ جامعہ شمس الہدیٰ کولاب جیل میں ہوا جہاں حضرت کے استاد محترم جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا استاد غلام محمد صاحب مدظلہ العالی (اب رحمتہ اللہ علیہ) سے ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں جو بات قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت استاد محترم سے ملے تو وہاں تین چارپائیاں پڑی تھیں ایک چارپائی پر عظیم استاد

اوران کے عظیم شاگر د تشریف فرماتے جبکہ باقی دو چار پائیوں پر دوسرے حضرت بیٹھے تھے، حضرت استاد محترم یعنی مولانا غلام محمد صاحب سرہانے کی جانب بیٹھے تھے لیکن پاؤں نیچے لٹکائے ہوئے تھے حالانکہ طبیعت بھی بہت ناساز تھی اور حضرت قائد ملت اسلامیہ پائنتی کی جانب تشریف فرماتھے تو حضرت نے استاد محترم سے فرمایا کہ حضرت آپ پاؤں اوپر کر کے تکیہ لگا کر بیٹھیں اس پر استاد محترم نے جو جملہ ارشاد فرمایا بندہ اس پر دنگ رہ گیا جس سے استاد محترم کی کسر نفسی بھی معلوم ہوتی تھی اور حضرت حیدریؒ کی استاد محترم کی نظر میں شان بھی معلوم ہوتی تھی وہ جملہ یہ تھا کہ حیدری صاحب! آپ کی طرف پاؤں کروں گا تو آپ کی توہین ہوگی اس کے جواب میں حضرت حیدری رحمۃ اللہ علیہ نے جو جملہ ارشاد فرمایا وہ بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے فرمایا کہ میرے لیے آپ کے قدموں میں بیٹھنا میری عزت ہے چنانچہ استاد محترم اپنے پاؤں اوپر کر کے بیٹھ گئے اور حضرت علامہ حیدری صاحب نے پاؤں دبانے شروع کر دیے۔

تقریباً ایک گھنٹہ وہاں بیٹھنے کے بعد پھر عازم سفر ہوئے جب گاڑی کراچی روڈ پر بڑی تیز رفتاری سے جا رہی تھی تو اچانک روڈ کے دوسری جانب نظر پڑی کہ ایک تیل والی ٹینکی رکھی ہوئی ہے ایک سائیکل روڈ سے نیچے کھڑی ہے اور ایک آدمی شدید پریشانی کے عالم میں بیٹھا ہوا اپنا پاؤں سہلا رہا ہے۔ حضرت نے ڈرائیور سے فرمایا گاڑی واپس موڑ و دیکھو کیا مسئلہ ہے گاڑی جب اس کے قریب گئی تو سب لوگ پریشان ہو کر ہٹ گئے اس آدمی کو سخت چوٹ لگی تھی جس کی وجہ سے وہ چل نہیں سکتا تھا حضرت نے فرمایا اس کو گاڑی میں بٹھاؤ، گاڑی پر بٹھا کر اس کو گھر تک پہنچایا پھر اپنے راستے پر چل پڑے۔ دوسرا اسٹاپ نوشہرہ میں کیا ایک مسجد میں تشریف لے گئے اور ایک بابا جی سے بڑے پرتپاک انداز میں حضرت نے معانقہ کیا اور ہمیں بتایا کہ یہ بابا جی ہر جمعہ کو ہمیں چار آنے دیا کرتے تھے میں یہاں فارسی پڑھتا تھا اور میں نے سب سے پہلی تقریر اسی مسجد میں کی تھی، پھر اس مسجد کی طرف سفر شروع کیا جہاں جمعہ کا خطاب فرمانا تھا جب ہم قاضی احمد شہر کی اس مسجد سے کچھ فاصلہ پر تھے تو دیکھا کہ روڈ کے دونوں طرف کارکنوں کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے محبوب قائد کے استقبال کے لیے پرچم لے کر کھڑی ہے چنانچہ جیسے ہی حضرت کی گاڑی ان کو نظر آئی تو دیوانہ وار نعرے لگانے شروع کر دیئے اور گاڑی کے آگے پیچھے دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ حضرت نے جمعہ کے بعد واپسی فرمائی تو راستے میں ایک مدرسہ عائشہ صدیقیہ للبنات میں مہتمم صاحب کی دعوت پر گئے وہاں پر چائے کا انتظام کیا گیا تھا حضرت نے ان سے پوچھا جو کہ مدرسہ کے مہتمم بھی تھے اور مفتی بھی تھے کہ آہ کو شیعہ کے کفر پر

سو فیصد یقین ہے؟ انہوں نے فرمایا بالکل یقین ہے، حضرت نے فرمایا شیعہ مذہب کا مطالعہ بھی کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مطالعہ تو نہیں کیا لیکن حضرت جھنگوی صاحب اور فاروقی صاحب کی تقاریر سن کر ہمیں سو فیصد یقین ہے کہ شیعہ کافر ہے حضرت نے فرمایا کہ آپ خود بھی شیعہ مذہب کا مطالعہ کریں اور پھر فرمایا کہ ہم جس دور سے گذر رہے ہیں اس میں بڑے بڑے مولوی شیعوں کے بھائی بن چکے ہیں قوم ان کو دیکھ کر شیعہ کو مسلمان سمجھتی ہے، سو سال کے بعد آنے والی نسلیں ان علماء کا حوالہ دے کر کہیں گی کہ ان علماء نے شیعوں کو اپنے ساتھ ملایا تھا اب ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم عوام کو یہ بات سمجھائیں کہ شیعہ مسلمان نہیں ہے تاکہ سو سال بعد اگر کوئی شیعوں کو مسلمان کہے اور ان مولویوں کا حوالہ دے تو ان کے لیے یہ جواب موجود ہو کہ اگر شیعوں کے ساتھ کچھ مولویوں نے اتحاد کیا تھا تو اسی دور کے مفتیان کرام نے اس کو غلط بھی کہا تھا۔



سپاہ صحابہؓ سپاہ نماز ہے......	سپاہ صحابہؓ سپاہ زکوٰۃ ہے......
سپاہ صحابہؓ سپاہ روزہ ہے......	سپاہ صحابہؓ سپاہ حج ہے......
سپاہ صحابہؓ سپاہ کعبہ ہے......	سپاہ صحابہؓ سپاہ زمزم ہے......
سپاہ صحابہؓ سپاہ سنت ہے......	سپاہ صحابہؓ سپاہ صفا مروہ ہے......
سپاہ صحابہؓ سپاہ عرفات ہے......	سپاہ صحابہؓ سپاہ مزدلفہ......
سپاہ صحابہؓ سپاہ مقام ابراہیم ہے......	سپاہ صحابہؓ سپاہ عدالت ہے......
سپاہ صحابہؓ صداقت ہے......	سپاہ صحابہ سپاہ امانت ہے......
سپاہ صحابہؓ سپاہ شجاعت ہے......	سپاہ صحابہؓ سپاہ حیاء ہے......
سپاہ صحابہؓ سپاہ توکل ہے......	سپاہ صحابہؓ سپاہ صبر ہے......
سپاہ صحابہؓ سپاہ تقویٰ ہے......	سپاہ صحابہؓ سپاہ توحید ہے......
سپاہ صحابہؓ سپاہ ختم نبوت ہے......	سپاہ صحابہؓ سپاہ کلمہ ہے......

سپاہ صحابہؓ سپاہ ایمان ہے

(علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ)

مولانا عبد الرحیم مدظلہ
(استاذ الحدیث جامعہ حیدریہ خیر پور)

کہاں ہے وہ شخص جس سے محفلیں سجا کرتی تھیں

امام اہل سنت حامل علوم لکھنویؒ، حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کی چند اہم صفات کا تذکرہ

امام اہل سنت کا حافظہ

ایک مرتبہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا چند اور مہمان بھی حضرتؒ کے ہمراہ تشریف فرما تھے حضرتؒ نے ایک کتاب اٹھائی جو کہ پرانی سندھی میں لکھی ہوئی تھی اور پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ تین چار صفحات پڑھ کر پوچھا کہ کچھ سمجھ میں آیا آپ لوگوں کو تو بیٹھنے والوں میں سے کسی نے جواب دیا کہ حضرت کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ پرانی اور اصل سندھی زبان ہے جو کہ اب اکثر تبدیل ہو چکی ہے اتنے میں ہی حاضرین مجلس میں سے کسی نے عرض کی کہ حضرت یہ جو ابھی آپ نے پڑھ کر سنایا ہے آپ کو یاد ہو گیا ہوگا تو حضرتؒ نے فرمایا اتنا حافظہ اب کہاں رہ گیا لیکن اس شخص نے اصرار کیا کہ حضرت یہ ہمیں سناؤ۔ حضرتؒ نے فرمایا کیوں ہمارے عیوب ظاہر کرنا چاہتے ہو پھر حضرتؒ نے جن صفحات سے پڑھا تھا وہ کھول کر اس شخص کو دیئے اور فرمایا کہ اب تو دیکھتا جا اور میں پڑھتا ہوں اور پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ ایک صفحہ سے زائد پڑھ کر فرمایا کہ اب حافظہ کمزور ہو گیا ہے۔

حافظہ کا ایک اور واقعہ

ایک مرتبہ حضرتؒ سائیں کا ایک بڑے حکیم کے پاس سے گذر ہوا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ چلو حکیم کے پاس چلتے ہیں کوئی دوائی لیتے ہیں۔ چنانچہ حکیم کے پاس پہنچے اور اس سے مصافحہ کر کے بیٹھے۔ اسی دوران حکیم کا فون آگیا اور وہ دور لینڈ لائن فون کا تھا۔ دوران گفتگو حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ یہ نمبر نوٹ کرلو اور حکیم نے پانچ چھ نمبر بول دیے جبکہ اس کا بیٹا پین نہ ملنے کی وجہ سے ایک نمبر بھی نہ لکھ سکا اس پر حکیم بہت

پریشان ہوا اور بیٹے کو ڈانٹنے لگا۔ حضرتؒ نے حکیم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا کہ اس کو نمبرز نوٹ کروائے اور اس نے ایک نمبر بھی نہیں لکھا اور جس نے نمبرز لکھوائے تھے میرے پاس اس کا نمبر بھی نہیں ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بچے کو کچھ نہ کہو وہ نمبرز لکھو میں آپ کو بتاتا ہوں اس پر حضرت نے وہ سارے نمبرز حکیم کو لکھوا دیے۔ اب حکیم ہکا بکا ہو کر بے ساختہ حضرتؒ سے پوچھنے پر مجبور ہوا کہ حکم فرماؤ کیسے آنا ہوا۔ تو سائیں نے فرمایا کہ حافظہ کمزور ہو گیا ہے یہاں سے گذر رہا تھا تو میں نے سوچا کہ حکیم صاحب سے حافظہ کی تیزی کی دوائی لیتا چلوں۔

اس بات پر حکیم صاحب حضرتؒ کو گھور گھور کر دیکھنے لگے اور کہنے لگا اللہ کا شکر نہیں ادا کرتے جو اللہ نے آپ کو اتنا حافظہ دیا ہے کہ اتنے نمبر آپ کو صرف سننے سے یاد ہو گئے اور میں نے یہی نمبر سنے اور ساتھ ساتھ کہے بھی سہی مگر مجھے یاد نہیں ہوئے۔ اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ اگر ایک آدمی ایک وقت میں پانچ روٹیاں کھاتا ہو اب اس کا ہاضمہ خراب ہو جائے اور وہ تین روٹیاں کھانے لگے پھر وہ آپ کے پاس آئے اور کہے جی میرا ہاضمہ خراب ہو گیا ہے آپ اس سے سوال کریں کہ تو ایک وقت میں کتنی روٹیاں کھاتا ہے وہ کہے تین روٹیاں تو اس کو آپ یہی کہیں گے کہ ہم دو روٹیاں کھاتے ہیں اور تو تین کھاتا ہے پھر بھی تیرا ہاضمہ خراب ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ پانچ روٹیاں کھاتا تھا تو آپ بتائیں اس کا ہاضمہ خراب ہے یا نہیں ہے۔ حکیم نے کہا واقعی اس کا ہاضمہ خراب ہے۔ پھر حکیم نے کہا اچھا اس کا مطلب آپ کا حافظہ پہلے اس سے بھی زیادہ تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا ہاں۔ تو حکیم صاحب نے فوراً نسخہ بھی دیا اور دوائی بھی دی۔

حضرتؒ اقدس کا زہد وتقویٰ

ایک مرتبہ ایک بزرگ کا تذکرہ کرتے ہوئے میں نے کہا کہ فلاں بزرگ تو ایسے اللہ والے ہیں کہ وہ اسی دور میں بھی صاحب ترتیب ہیں اس پر حضرتؒ نے اپنے منہ کو میرے کان کے قریب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے فضل وکرم سے میں بھی صاحب ترتیب ہوں۔

صاحب ترتیب کی تعریف

بلوغت سے لیکر ساری زندگی جس کے ذمہ پر کوئی ایک نماز بھی نہ ہو اور پوری زندگی میں کبھی بھی اکھٹے 6 نمازیں قضاء نہ ہوئی ہوں اور اگر کوئی نماز قضاء بھی ہوئی ہو تو اس کو چوبیس گھنٹے گذرنے سے پہلے پہلے ادا کرے اس کے بعد میں نے حضرتؒ کو بارہا آزمایا لیکن ایسے ہی پایا۔

مولانا محمد طاہر۔حضرو

بسطۃ فی العلم والجسم

ایسا شخص کہ تنہا انجمن......ایسا بارعب کہ دشمن نام سن کر ہی بھاگ جائے......ایسی گرجدار آواز والا کہ کفر ونفاق کے محل میں زلزلہ برپا کردے......ایسی جسامت والا کہ مجلس میں بیٹھے تو مجلس کو بھردے......ایسے کردار والا کہ دشمن بھی انگلی نہ اٹھا سکے ایسا مناظر کہ جب دلائل دے تو مدمقابل **فبھت الذی کفر** کا مصداق نظر آئے......ایسا علم والا کہ اہل علم، شیوخ الحدیث اور اساطین علم بھی داد دینے پر مجبور ہوجائیں......اہل حق کا ایسا ترجمان کہ شیخ الہندؒ، مدنی اور بخاریؒ کا عملی نمونہ دکھلائی دے......ایسی استقامت والا کہ سعید بن المسیبؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی تاریخ کو زندہ کردے......ایسی جرأت والا کہ مجدد الف ثانیؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کی جھلک دکھائی دے......ایسے حافظے والا کہ چند ہفتوں میں کتاب مقدس قرآن مجید کو جیل کی تاریک کوٹھڑی میں یاد کرلے......ایسے مشن والا کہ اصحابؓ رسول ﷺ، علامہ ابن تیمیہؒ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، مولانا دوست محمد قریشیؒ اور امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ کی روح کو خوش کردے......ایسا شخص کہ ''بسطۃ فی العلم والجسم'' کا عملی مصداق نظر آئے۔

یہ شخصیت شیر اسلام، مجاہد کبیر، باکردار و باصفا اور ولی کامل علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی ہے جن کی شہادت کی وجہ سے ایک طرف جماعت عظیم قائد سے محروم ہوگئی تو دوسری طرف جامعہ حیدریہ کسی مہتمم کا منتظر ہے تو تیسری طرف مسند حدیث خالی نظر آنے لگی اور چوتھی طرف ایک عظیم مناظر، نکتہ رس خطیب اور محقق دوراں کی کمی محسوس ہورہی ہے۔

آپ کے علمی نکات میں ایک نکتہ افادہ عام کے لیے بیان کرکے بات ختم کرنا چاہتا ہوں عام طور پر ایک روایت: ''**من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید**'' بیان کرکے کہا جاتا ہے کہ

ایک سنت پر عمل کرو اور سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرلو مثلاً وضو میں مسواک کرو اور سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرو...... یہ روایت بیان کر کے علامہ علی شیر حیدری شہید نے سوال وجواب کی صورت میں اس روایت کا صحیح معنی ومفہوم سمجھایا۔

سوال: کہ جب ایک سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے سو شہیدوں کا ثواب ہے تو پھر میدان جہاد میں کفار کے مقابلہ میں ایک مرتبہ شہید ہوکر شہادت کا کیا فائدہ اور کیا فضیلت؟

جواب: اس روایت میں دو چیزیں ہیں (1) تمسک (2) سنت ۔تو سنت شریعت کے تمام احکام (فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات) کے مجموعے کا نام ہے مثلاً نکاح، نماز، زکوٰۃ، مسواک، جہاد وغیرہم سب کے مجموعے کا نام سنت ہے نہ کہ کسی ایک چیز کا نام بلکہ ان میں سے ہر ایک اس سنت کی ایک جز ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے:'' النکاح من سنتی '' کہ نکاح میری سنت کا ایک جز ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سنت مکمل شریعت کا نام ہے اس کو نبی کریم ﷺ نے اس طرح فرمایا:'' علیکم بسنتی'' ، تم میری سنت (تمام شریعت) کو لازم پکڑو ۔اور دوسری چیز اس روایت میں تمسک ہے یعنی ہر حال میں شریعت پر عمل کرو۔ نماز کے وقت نماز تبلیغ کے وقت تبلیغ، زکوٰۃ کے وقت زکوٰۃ، حج کے وقت حج اور جہاد کے وقت جہاد کرو...... جب ایسا کرو گے تو سو شہیدوں کا ثواب ہوگا۔

آخر میں ایک بات اور لکھتا ہوں جو بات عباد بن العوام نے قاضی ابو یوسفؒ کی وفات پر کہی تھی۔شجاع بن مخلد فرماتے ہیں کہ ہم لوگ امام ابو یوسف کے جنازے میں حاضر ہوئے تو میں نے عباد بن العوام سے سنا وہ کہہ رہے تھے ۔اہل اسلام کے لیے مناسب ہے کہ بعضی بعضی (یعنی ایک دوسرے) سے تعزیت کریں امام ابو یوسفؒ کی وفات پر۔اور آخر میں ایک بات دشمنان اصحابؓ رسول ﷺ سے کہتا ہوں:

وانا اناس لا نری القتل سبة اذا ما رأته عامر و سلول

یقرب حب الموت آجالنا لنا وتکرهه اجالهم فتطول

وما مات منا سید حتف انفه ولا طل منا حیث کان قتیل

☆☆☆

مفتی عبداللطیف حیدری۔ کرم ایجنسی

صحابہ کا پروانہ

وہ پروانے محمد کے، میں پروانہ صحابہ کا
وہ دیوانے محمد کے، میں دیوانہ صحابہ کا
وہ مستانے محمد کے، میں مستانہ صحابہ کا
لے شوق سے نام صحابہ کا
کر چرچا عام صحابہ کا
گر طلب ہے تجھ کو جنت کی
تو پلّہ تھام صحابہ کا

کچھ یوں اپنے جذبات اور عزائم بیان فرمارہے تھے اور اصحابؓ محمد ﷺ سے عشق برملا کا اظہار فرما رہے تھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ اصحابؓ محمد ﷺ کی محبت اور عقیدت آپؒ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے جس کو میں اس حقیری تحریر سے بیان نہیں کرسکتا، کیونکہ میں ان انشاء پردازوں میں سے نہیں ہوں کہ اپنی تحریر سے کسی کی شان کو دوبالا کردوں بلکہ میری یہ تحریر اس لیے ہے کہ میری نسبت بھی حضرت حیدری شہیدؒ کے بارے میں لکھنے والوں سے ہوجائے اور میری نجات کا سبب بن بھی جائے۔ لیکن حضرت علامہ حیدریؒ کی عقیدت ومحبت کا اندازہ تو ان کے بیانات سے بلکہ ہر بیان سے لگتا ہے کہ حضرت چاہے جس موضوع پر بیان کررہے ہوتے آخر میں صحابہؓ کا تذکرہ ضرور کرتے اور صحابہ کرامؓ کی عظمت اور منقبت کو خوب بیان کرتے اور دشمنان اصحابؓ رسول ﷺ کا خوب اور ٹھیک ٹھاک مواخذہ کرتے۔ حضرت حیدری شہید ایک متبحر عالم، تقویٰ کے پہاڑ، عظیم محدث اور بے مثال مفسر قرآن تھے۔ درس قرآن دیتے تو ہر بات جواہر سے قیمتی اور ہر درس علمی جواہر سے مزین ہوتا۔ اہل سنت کے دلائل خوب واضح کرتے اور فرق باطلہ کے

مستدلات پر سیر حاصل بحث فرماتے ۔ درس حدیث دیتے تو زبردست تشریح کرتے ، جب سند پر بحث کرتے تو اسماء الرجال کے حافظ معلوم ہوتے ۔مشکل سے مشکل سوال کا آسان تر جواب دیتے اور فرق باطلہ پہ خوب گرفت کرتے ۔ مسلک اہل السنۃ والجماعۃ (عقائد علماء دیوبند) کو خوب واضح کر کے بیان کرتے اور فرماتے کہ اکابر رحمھم اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں ہی نجات ہے۔ حضرت حیدری اختلافی مسائل کا بہترین حل پیش فرماتے ، کئی دفعہ فرمایا درس میں بھی اور بیانات میں بھی کہ انگریز کے دور سے پہلے سنیوں میں کوئی بھی دوسرا فرقہ نہیں تھا پورے ہندوستان میں صرف حنفی المسلک سنی رہتے تھے، ہاں شیعوں میں دو فرقے تھے ایک اثنا عشری اور دوسرا اسماعیلی ،اور فرماتے کہ آج کل جتنے فرقے ہیں یہ انگریز کی پیداوار ہے۔ صحیح اور غلط ۔ سچ اور جھوٹ تو ہر دور میں ہوتا ہے لیکن کہتے تو سب ہیں کہ ہم صحیح ہیں۔اب اس مشکل کا حل صرف ایک ہی ہے کہ انگریز ملعون کے دور سے پہلے کی کتابیں دیکھی جائیں اور انہی سے فیصلہ کرایا جائے تو مسئلہ صاف ہو جائے گا کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ حضرت حیدری شہیدؒ اعمال کے انتہائی پابند تھے، یہاں تک کہ سفر میں بھی تہجد کی نماز کی پابندی فرماتے تھے بلکہ اکثر تو یوں ہوتا تھا کہ مسلسل سفر کی وجہ سے جو کئی دن رات ہوتا تھا خوب تھکاوٹ ہوتی تھی اور نیند کا زبردست غلبہ ہوتا تھا اس دوران بھی اگر رات کو دو تین گھنٹے آرام کو مل جاتے تو اس میں بھی حضرت شہیدؒ تہجد کی نماز کی پابندی فرماتے حالانکہ ہمارا تو صبح کی نماز میں بھی اٹھنا محال ہوتا ہے، حضرت ہمیں زبردستی نماز کے لیے اٹھاتے ،اچانک نیند میں اگر کبھی آنکھ کھل جاتی تو زبان پر کلمہ توحید۔ لا الہ الا اللہ کا ورد اور اللہ اکبر کے نعرے ہوتے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

واقعی حضرت شہید ایک جامع اور کامل انسان اور اعلیٰ اوصاف والے تھے ۔جس وصف میں دیکھا لاجواب پایا، انتہائی سخی ، بے حد پیار کرنے والے اور اچھے مہمان نواز تھے ،کبھی کبھی تو یوں ہوتا کہ ہم گھریلو معاملات کی وجہ سے یا دوسرے معاملات کی وجہ سے بہت پریشان ہو جاتے یہاں تک کہ ہم یہاں سے چلے جانے پر مجبور ہو جاتے لیکن حضرت شہیدؒ کی ایک ملاقات ساری پریشانی ختم کر دیتی گویا کہ ہم پریشان تھے ہی نہیں کیونکہ حضرت کی شفقت ہی بہت زیادہ تھی اور سب پر تھی اسی وجہ سے ہر ایک خادم اور شاگرد یہ سمجھتا کہ میں ہی سب سے قریب ہوں۔

حضرت حیدری شہید کے ساتھ رہ کر بہت کچھ دیکھا، بہت کچھ سنا لیکن ہم جیسے کوتاہ میں کہاں ہمت کہ ہم محفوظ کر لیتے۔ ایک واقعہ جو حضرت نے سنایا میں (راقم الحروف) اور شاہ جی حضرت کے خادم موجود تھے۔ اس واقعہ سے حضرت کی عقیدت اور عشق رسالت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت کا عشق کتنا زیادہ تھا۔ واقعہ حضرت نے کچھ اس طرح ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے کسی دوست نے کہا کہ میں مدینہ منورہ سے آپ کے لیے مسواک بھیجنا چاہتا ہوں تو میں نے منع کیا کہ نہیں بھائی مسواک نہ بھیجیں کیونکہ مسواک کر کے تھوکنا ہی ہے اور اسے میں بے ادبی سمجھتا ہوں مدینہ منورہ سے کوئی ایسی چیز بھیجیں جو سر پر رکھی جائے اور ساتھ ہی حضرت نے فرمایا ایک تعلق والے نے مدینہ منورہ سے جوتے بھیجے جسے میں استعمال نہیں کر سکتا تھا پھر میں نے کسی دوست کو دیدئے۔

تو یہ حضرت کا عشق تھا جو حد سے زیادہ تھا، خوف خدا، حد سے زیادہ، عشق مصطفیٰ ﷺ بے مثال، حقیقت یہ کہ حضرت حیدریؒ بڑے مایہ ناز عالم اور عظیم مبلغ اور بے مثال مناظر اور ساتھ ہی مجسم تقویٰ تھے اور اصحاب محمد ﷺ کے سچے سپاہی مثل پروانہ تھے ہر مسئلہ کا حل اور ہر سوال کا جواب تھے لیکن تھے ایسے کہ بے مثال اور لاجواب۔

صدیوں کی سوچ تھی کہ وہ قرنوں کا خواب تھا
اک شخص زندگی میں ملا لاجواب تھا

☆☆☆

یاسر اقبال قاسمی، ملتان

میرے محبوب قائد

غالباً تین جولائی کا دن تھا، میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک موبائل فون کی گھنٹی بجی میں نے چاہتے ہوئے بھی فون نہ سنا، نمبر جانا پہچانا سا لگا، میں نے خود دوبارہ فون کیا تو آگے سے آواز بھی جانی پہچانی تھی، زندگی میں پہلی بار اتفاق تھا کہ حضرت حیدری شہید نے خود فون کر کے گھر آنے کی خواہش ظاہر کی ورنہ ہمیشہ میں ضد ہی کیا کرتا تھا کہ حضرت گھر تشریف لائیں، فون پر جب میری بات ہوئی تو فرمانے لگے کہاں ہو؟ میں نے کہا کہ گھر میں ہوں فرمانے لگے کہ تم میرا فون نہیں سنتے، میں نے کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں تو پھر فرمایا یہ اسد سے بات کرو، جب میں نے اسد سے بات کی تو اس نے بتلایا کہ ہم قادر پوراں بائی پاس سے شہر کی طرف آرہے ہیں۔ میں خوشی کے مارے گھر میں موجود اپنے والد (حاجی محمد اقبال آہیر) اور اپنے بھائی (محمد عامر اقبال) کو بتلایا کہ حضرت تشریف لارہے ہیں، انہوں نے سمجھا کہ یہ مذاق کررہا ہے لیکن جب میں نے انہیں بتایا کہ وہ قادر پوراں میں داخل ہوگئے ہیں تو وہ جلدی جلدی اٹھے اور کمرے کو صاف کرنے لگے، والد صاحب بازار کی طرف چلے گئے کیونکہ ہمارا گھر بازار کے بالکل اندر ہے اور حضرت بھی ہمیشہ ہی اسی وجہ سے اعتراض کیا کرتے تھے کہ آپ کا گھر بازار میں ہے میرے آنے سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، لیکن اس دن کوئی بات بھی نہ کی اسی دوران میں نے اپنے کزن شاہد کو بھی فون کردیا کہ وہ بازار کے باہر پہنچیں۔

میں موٹر سائیکل لیکر گلیوں سے ہوتا ہوا روڈ پر پہنچا تو ڈالہ وہاں سے گزر چکا تھا اور بازار کے نزدیک پہنچ چکا تھا، حضرت نے شیشہ نیچے کیا تو شاید سے پوچھا یاسر کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ آرہا ہے، تو حضرت نے جواب دیا کہ وہ بڑا آدمی بن گیا ہے وہ ہمیں انتظار کرواتا ہے، اسے سلام دے دینا اور اسد ڈرائیور سے کہا کہ ڈالہ واپس موڑو اسی دوران میں بھی پیچھے سے آگیا اور میرے والد مجھ سے قبل وہاں پہنچ چکے تھے حضرت فوراً نیچے اترے سب کو ملے اور گھر تشریف لائے، کچھ دیر آرام فرمایا، لسی نوش فرمائی اور میں نے کھانے کی ضد کی تو انہوں نے فرمایا کہ آگے جلسہ ہے میں نے وہاں پہنچنا ہے، اس لیے جلدی ہے اور ظہر کی نماز پڑھی، ہمارے ایک جماعتی اور

بہت ہی پیارے ساتھی قاری حاجی احمد نے کسی کے لیے پانی دَم کرنے کے لیے دیا تو نماز کے بعد پانی دم کیا اور فوراً واپسی کے لیے چل پڑے، شدید گرمی تھی، جب باہر نکلے تو میں نے ساتھ ہی نیا گھر بنایا ہے اُدھر چلنے کو کہا تو فوراً چل پڑے وہاں بیٹھ کر دعا کی اور پھر واپس چل پڑے، بازار میں شاہد کی دکان پر رکے اور اندر جا کر بیٹھے، اس سے پنسار کے بارے میں پوچھنے لگے، پھر وہاں دعا کرائی اور واپسی کی طرف چل پڑے، ڈالے میں بیٹھ گئے، والد صاحب بھی ساتھ بیٹھ گئے۔ ہم موٹر سائیکلوں پر بیٹھ کر بائی پاس کی طرف چل پڑے، راستے میں والد صاحب سے دوبارہ آنے کا وعدہ فرمایا اور اپنی ڈائری میں 18 جولائی کا ٹائم لکھا اور فرمایا کہ میں دوبارہ آ کر ٹیوب ویل پر جاؤں گا اور سارا دن آپ کے پاس رہوں گا کسی کو کیا خبر تھی کہ یہ آخری چکر ہے۔

17 جولائی کو حافظ احمد بخش کراچی میں شہید کر دیئے گئے ان کا جنازہ ڈیرہ غازی خاں کے علاقے شادن لنڈ میں تھا میں بھی جنازے میں شرکت کے لیے وہاں پہنچا میرے ساتھ میرے دو دوست محمد ذیشان اور عزیز ظفر ساتھ تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو حضرت حیدری شہید ایک پٹرول پمپ پر ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں، مولانا عبدالخالق رحمانی و دیگر قائدین کے ہمراہ میت کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اسی دوران میت پہنچ گئی، آخری دیدار کیا اور ایمبولینس کی فرنٹ سیٹ پر خود بیٹھ گئے، اسی دوران مجھے آواز دی کہ یاسر گاڑیوں کو سیدھا کرواؤ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اتنے کارکنوں میں سے مجھے یاد فرمایا، جنازے کے بعد وہیں سے حضرت واپس سندھ روانہ ہو گئے، یہ حضرت شہید سے میری آخری ملاقات تھی، ویسے حضرت ہم سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے اور اکثر اوقات آرام کے لیے تشریف لایا کرتے تھے، میرا اور میرے بھائی کا نکاح بھی حضرت نے خود پڑھایا، جب میرے نکاح پر تشریف لائے تو نکاح پڑھانے کے بعد گھر تشریف لائے تو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتار کر مجھے پہنائی اور اسی طرح میری بھتیجی اور بھتیجے کا نام بھی انہوں نے خود رکھا۔

مجھے یہاں یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ حضرت شہید کو ہمارے ہاں لانے والے ہمارے محسن، ہمارے قائد ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں ہیں، میں اکثر گھر میں کہا کرتا ہوں کہ میں ایک دفعہ دوبارہ پیدا ہو کر آ جاؤں تو پھر بھی ڈاکٹر صاحب کے احسانات نہیں اتارے جا سکتے، پھر وہ دن بھی آیا کہ میں گھر میں سویا ہوا تھا کہ موبائل کی گھنٹی بجی تو آگے سے آواز آئی کہ مولانا کا گن مین قرنی بول رہا ہوں، مولانا شہید ہو چکے ہیں، پھر کیا تھا کہ گھر میں کہرام برپا ہو گیا، میں صبح سویرے جنازے میں شرکت کے لیے خیر پور روانہ ہو گیا لیکن راستے میں گاڑی خراب ہو گئی اور میں جنازے میں شرکت نہ کر سکا میرے پہنچنے سے کچھ دیر پہلے ہی حضرت اپنی آخری آرام گاہ میں سو چکے تھے۔

☆☆☆

حزب اللہ آءِ سومرو، خیر پور

خوبیوں کا خزینہ

خیر پور میں میری سکونت علامہ علی شیر حیدری کے علاقے میں ہی رہی۔ آپ لقمان ریلوے پھاٹک کے مغربی حصے میں اور میں مشرقی حصے میں۔ علامہ صاحب کو دیکھنے اور پرکھنے کا موقعہ 1985ء سے ملا، جب آپ نے جامعہ راشدیہ چھوڑا تھا۔ اس وقت پہلی ملاقات ہاکی گراؤنڈ لقمان کے پاس ہوئی۔ فاروق اعظم کمیٹی پاکستان میں بھی ساتھ کام کیا، اس کے بعد میرے والد الٰہی بخش سومرو (جس کی نماز جنازہ 2000ء میں علامہ حیدری نے پڑھائی تھی) وہ جامعہ حیدریہ (جو اس وقت کچے کمروں پر مشتمل تھا) کے پرائمری اسکول کی برانچ کے ہیڈ ماسٹر ہوئے اور مدرسے کے طلباء کو پرائمری تعلیم دی۔ وہاں علامہ حیدری کے بھائی بہنوں کو بھی تعلیم دی جس میں مولانا ثناء اللہ حیدری بھی شامل ہیں جو کہ میرے بڑے بیٹے ہبۃ اللہ سومرو کے ہم جماعت تھے۔ خود علمی اور فکری طرح میرا گہرا تعلق علامہ حیدری صاحب سے رہا خاص کر کے جب میں نے بچل سرمست کی 36 مصرعوں پر مشتمل ''گھڑولی'' مرتب کی جس میں خلفاء راشدین کی تعریف اور روافض کی مذمت ہے تو اس کی ترتیب اور تدوین پر بہت خوش ہوئے اور اس کی اشاعت کے بارے میں بھی اپنی خواہش دکھائی۔ علامہ حیدری صاحب کی شخصیت میں جو خوبیاں میں نے دیکھیں وہ مختصر طور ذکر کرتا ہوں۔

(1) **تقابل ادیان:** علامہ حیدری کا مطالعہ نہ صرف اسلام پر گہرا تھا، فرقوں اور مذاہب عیسائیت، یہودیت، ہندومت، قادیانیت، شیعیت، بریلویت پر بھی گہرا مطالعہ تھا۔ اہل تشیع پر آپ کا مطالعہ خصوصاً وسیع اور نہایت گہرا تھا۔

(2) **مناظر:** علامہ حیدری گفتگو اور بحث کے فن میں بڑے ماہر تھے۔ بحث ومناظرہ میں مخالف کون سی چالیں چلتا ہے؟ اس کو لاجواب کرنے کے لیے کون سی دلیل، کس طرح دی جائے؟ بحث ومباحثے کی باریکیوں سے بخوبی واقف اور ماہر تھے۔

(3) **حافظہ:** علامہ حیدری کی حافظہ کی قوت اچھی تھی میرے مشاہدے میں حافظے کے حوالے سے دو شخصیات غضب کی رہی ہیں ایک شخصیت بھارت کے ڈاکٹر ذاکر نائیک اور دوسری شخصیت پاکستان کے اس عالم دین علامہ علی شیر حیدری کی تھی۔ بہت سے حوالے برزبان جلد، صفحات اور سطر تک یاد تھیں جو ایک سانس میں بتانے کا ملکہ رکھتے تھے۔ جب آپ کو جیل بھیجا گیا تو ڈھائی ماہ میں قرآن پاک حفظ کیا جو کہ آپ کے تیز حافظے کا ثبوت ہے۔

(4) **رعب دار آواز:** علامہ حیدری کی آواز اثر انگیز اور شعلہ بیان تھی جس میں ایک قسم کا دھماکہ تھا۔ آپ کا وجیہ چہرہ بھی رعب رکھتا تھا مخالف پر آپ کا چہرہ اور آواز رعب طاری کر دیتے تھے۔

(5) **جماعت کے لیے شفقت:** علامہ علی شیر حیدری میں ذاتی طور پر رحماء بینھم کا عکس موجود تھا۔ اہل سنت خصوصاً دیوبندی مکتبہ فکر والوں کے لیے آپ کے ہاں دوسروں کی بنسبت زیادہ نرمی تھی ایسا مظاہرہ بہت سے مواقع پر دیکھنے میں آیا۔ میں تنظیمی طور پر سپاہ صحابہ کا ممبر نہیں تھا مگر دیوبندی فکر کے لیے جدوجہد کرنے کی وجہ سے میرے ساتھ شفیق انداز میں پیش آتے تھے۔

(6) **شعلہ بیان مقرر:** علامہ علی شیر حیدری مجمع پر پورا کنٹرول رکھتے تھے جو کہ ایک اچھے مقرر کی خوبی ہوتی ہے۔ پہلے دور میں بہت زیادہ شعلہ بیان ہوتے تھے۔ مجمع کے لوگوں کے رونگٹے کھڑے کر دیتے تھے اور آخری دور میں شعلہ بیانی تو کم کر دی تھی لیکن اثر کے لحاظ سے وہ اپنے خطاب کو اور اوپر لے آئے تھے۔

(7) **حفظ قرآن:** علامہ حیدری فقط عالم دین تھے مگر مبلغ اسلام اور مناظر بھی تھے۔ حافظ القرآن بھی تھے جو بڑی عمر میں حفظ کیا۔ حفظ قرآن کی وجہ سے خطاب میں قرآن پاک سے حوالہ دینے میں ان کو بہت مہارت تھی۔ آپ رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں تراویح میں ختم القرآن کرتے تھے۔

(8) **سادگی پسند:** علامہ علی شیر حیدری شروع سے ہی سادگی پسند تھے، کچے کمروں میں تعلیم وتدریس دین کی شروعات کی پکی اور عالیشان عمارت بننے تک آپ اس کو فروغ دیتے گئے عام کارکن سے لیکر مذہبی قائد بننے تک اپنی زندگی کو سادہ رکھا، اپنے پاس نہ تو کوئی عالیشان محل رکھا نہ ہی کپڑے اور کھانے کے حوالے سے کوئی اعلیٰ طرز زندگی اپنایا۔ اپنے مدرسے میں غریب طلباء کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں عیب محسوس نہیں کرتے تھے عام لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تھے ان کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔

(9) **مہمان نواز:** علامہ حیدری دل کے سخی تھے حد درجے کے مہمان نواز تھے۔ مدرسے میں آئے ہوئے

ہر فرد کی اپنی حیثیت کے مطابق خدمت کی جاتی ہے، بڑے بڑے جلسے اور اجتماعات کراتے تھے مناظرہ کو کورس کراتے تھے، ہزاروں افراد کے طعام وقیام کے بہتر انتظامات کرنے کے لیے فکر مند رہتے تھے۔

(10) **عابد اور زاہد:** علامہ علی شیر حیدری عالم اور حافظ تھے۔ عبادت کے معاملے میں بھی آگے آگے رہتے تھے۔ متقی اور عبادت گذار تھے، ذکر اور فکر والے تھے۔ رمضان شریف کا آخری عشرہ حرمین شریفین ہوتے تھے۔ دیگر لیڈروں کی طرح نماز فقط فرض تک محدود نہ رکھتے تھے لیکن سنت ونوافل بھی پڑھتے تھے۔

(11) **حاضر جوابی:** بحث اور گفتگو کی واقفیت اور مہارت ہونے کی وجہ سے علامہ حیدری میں حاضر جوابی کی اعلیٰ خصلت موجود تھی۔ کئی جگہوں پر علمی مشکلات اور مسائل پیش آتے وقت علامہ حیدری کے بے تکلف انداز میں حل بتاتے، کہیں مزاح کا ماحول پیدا ہوا یا کوئی جملہ آیا تو اس پر ایسا جملہ کہہ دیتے کہ اگلا دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔

(12) **خوش مزاجی:** علامہ حیدری صاحب میں خوش مزاجی کا عنصر بھی تھا۔ ضروری وقت پر سبق آموز لطیفہ یا مزاح والی بات آپ کے طرز عمل میں شامل تھا۔ طالب علم اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ آپ کا دوستانہ اور خوش مزاجی والا رویہ رہتا تھا۔ خطاب اور تقریر میں سامعین کی بوریت ختم کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی موقع کے مطابق لطیفہ سنا دیتے تھے۔

(13) **دلیری:** علامہ حیدری انتہا درجے کے دلیر اور بہادر تھے۔ حق سچ بتانے میں پیچھے نہ رہتے اس سلسلے میں کئی تکالیف ملیں، آپ پر تشدد کیا گیا لیکن ایک انچ پیچھے نہ ہٹے گولیوں کی برسات میں تقاریر کیں۔ اہم شخصیت ہونے کے باوجود آپ کے محافظ واپس لے لیے جاتے تھے لیکن پھر بھی دینی کام کرتے رہے۔ آپ کی شہادت بھی اس حد سے زیادہ دلیری کے باعث اپنی حفاظت پر خاص توجہ نہ دینے کی وجہ سے ہوئی۔

(14) **وجاہت:** علامہ علی شیر حیدری شکل وصورت کے حوالے سے وجیہہ تھے۔ گھنی داڑھی، رنگ سفید سرخی مائل، بڑی اور مسحور کن آنکھوں والے تھے، آپ نہ بہت موٹے جسم کے تھے نہ ہی دبلے پتلے تھے، قد نہ چھوٹا تھا نہ لمبا، متوازن قد آپ کے حسن ووجاہت میں اضافہ کرتا تھا، دانت صاف اور چمکیلے تھے۔

(15) **دفاع صحابہ:** علامہ حیدری نے ساری عمر صحابہ کرام کے دفاع میں گذاری، دفاع صحابہ کے جلسے، جلوس اور اجتماعات کرانا، دشمنان صحابہ کا علمی گھیراؤ کرنا آپ کا مقصد حیات بن چکا تھا۔ اس سلسلے میں صحابہ کرام کو بکنے والوں کو معاشرہ میں اکیلا کر دیا۔ تحریر تقریر، مدارس، علماء اور مناظر حضرات کی تیاری پر توجہ دی۔ مدرسہ کو جدید سہولیات سے آراستہ کیا جس میں ایک بڑا کتب خانہ تعمیر کروایا، مدرسے میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا انتظام کیا۔

مولانا صدرالدین پھلپوٹو، خیر پور

ایک نامور محقق عالم دین

میرے بڑے بھائی حضرت مولانا بدرالدین پھلپوٹو جامعہ اشرفیہ لاہور سے فارغ التحصیل تھے، انکے ایک استاذ حضرت مولانا غلام رسول خانؒ تھے، بھائی جان اپنے استاذ مولانا غلام رسول خانؒ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے انہیں علم لدنی عطا فرمایا تھا، بھائی جان اپنے استاذ کا تذکرہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ بھی میرے استاذ مولانا غلام رسول خانؒ کی طرح علم لدنی سے مالا مال ہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ زمانہ طالبعلمی میں خیر پور کے بس اسٹینڈ پر ایک جلسہ ہوا، یہ علاقہ اہل تشیع کا گڑھ ہے۔ حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کو اس زمانے میں تقاریر کرنے کا شوق ہوا کرتا تھا مگر روایتی خطباء کے برعکس آپؒ کی تقریر علمی دلائل سے مزین ہوتی تھی، آپؒ نے یہاں اس جلسہ میں تقریر کی اور روافض کے کفر پر بھرپور دلائل دیے۔ حضرتؒ پر اس تقریر کا مقدمہ درج ہوا اور مولانا رضا محمد گرفتار کر لیے گئے۔ دوسرے روز قریب ہی ایک اور جلسہ تھا اور وہاں بھی علامہ شہیدؒ کا بیان ہونا تھا، میں بھی اپنے بھائی مولانا بدرالدین پھلپوٹو کے ہمراہ وہاں موجود تھا۔ ہم سب نے وہاں منع کیا کہ آپ تقریر نہ کریں، ابھی آپ کی عمر بھی تھوڑی ہے، آپ نے اپنی تعلیم بھی مکمل کرنی ہے، اپنا مستقبل بچاؤ اور ایسی تقریریں کرنی چھوڑ دو مگر علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے فرمایا کہ میں مرتو سکتا ہوں، کٹ تو سکتا ہوں مگر یہ مشن بیان کرنے سے باز نہیں آسکتا۔

ایک دفعہ روپوشی کے دوران ایک جگہ پر ہم نے حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ سے ملاقات کی اور ان سے خیریت وغیرہ دریافت کی۔ آپؒ فرمانے لگے کہ مجھے اپنی کوئی فکر نہیں، مجھے معلوم ہے کہ میں اس مشن کے لیے ایک دن قتل ہو جاؤں گا مگر مجھے فکر اپنے ادارہ جامعہ حیدریہ کی ہے، جو اتنا بڑا ادارہ میں نے قائم کیا ہے، مجھے اسکی فکر رہتی ہے۔ 2009 میں دفاع صحابہ کانفرنس کے بعد حسب معمول رات کو دیگر علماء کرام کے ہمراہ ہمارے گھر تشریف لائے، مجھے اس شام علامہ شہیدؒ بڑے خوش نظر آرہے تھے، میں نے خوشی کی وجہ

پوچھی تو فرمانے لگے کہ میرا چھوٹا بھائی ثناء اللہ مولوی بن گیا ہے، اب میرے کندھوں سے کافی وزن کم ہو جائے گا، اس لیے میں آپ کو اب ہلکا پھلکا محسوس کر رہا ہوں۔

خانقاہ ہالیجی شریف کے سجادہ نشین مرشد العلماء حضرت مولانا عبد الصمد ہالیجوی دامت برکاتہم 2009 میں حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کی تیمارداری کے لیے جامعہ حیدریہ تشریف لائے تو علامہ شہیدؒ نے اپنے گھر میں بٹھایا اور حضرت ہالیجوی مدظلہ کو بڑا احترام اور اعزاز سے نوازا۔ اس دوران مختلف امور پر باتیں ہوتی رہیں۔ حضرت شہیدؒ دیوبند کی مختلف جماعتوں کے مابین پائے جانے والے اختلافات بہت پریشان تھے اور خواہش مند تھے کہ کسی طرح یہ اختلافات ختم ہو جائیں اور دیوبند کی طرف منسوب تمام جماعتیں متحد ومتفق ہو جائیں۔ پیر طریقت حضرت مولانا عبد الصمد ہالیجویؒ سے کہنے لگے کہ میرے ساتھ جمعیت علماء اسلام نے اختلاف کیا تھا جبکہ میرا ان سے کوئی اختلاف نہیں، میں اب بھی اپنے لیٹر پیڈ کے ایک ورق پر آپ کو دستخط کر کے دینے کے لیے تیار ہوں، آپ اس پر جو مرضی تحریر فرمادیں مجھے آپ کا ہر فرمان قبول ہوگا۔ میری صرف اتنی شرط ہے کہ ہمارے مابین پائے جانے والے اختلافات ختم کروادیں۔ حضرت ہالیجوی مدظلہ نے یہ اختلافات ختم کروانے کا وعدہ کیا مگر افسوس کہ علامہ علی شیر حیدریؒ کی زندگی میں یہ کام نہ ہوسکا۔ اللہ کرے اب ہو جائے۔

مجھے اپنوں اور غیروں میں کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے علم وفضل کا قائل نہ ہو۔ مذہبی ومسلکی اختلاف اپنی جگہ مگر تمام مذاہب ومکاتب فکر کے رہنما علامہ علی شیر حیدریؒ کے علم کے قائل ہیں۔ ان کے چلے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ قریب قریب پر ہوتا نظر نہیں آتا۔ مجھے اپنی زندگی میں بڑے بڑے علماء ومناظرین کو دیکھنے اور ان سے ملنے کا شرف حاصل ہوا ہے مگر میں نے علامہ علی شیر حیدریؒ جیسا محقق عالم نہیں دیکھا جو اپنا مذہب تو اپنی جگہ غیر مذاہب پر بھی مکمل عبور رکھتا تھا۔

☆☆☆

مولانا زاہد محمود قاسمی، فیصل آباد

امن کے داعی

حضرت علامہ علی شیر حیدری اہل سنت والجماعت کے عظیم رہنما تھے۔ بدقسمتی سے پاکستان میں ٹارگٹ کلنگ اور آئے روز علماء کا قتل اور علمائے اہل حق کو ایک بہت بڑی گہری سوچی سمجھی سازش کے تحت راستے سے ہٹایا جانا بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے۔ ہمارے کسی عالم نے آج تک کسی بھی تقریر یا تحریر میں یہ نہیں کہا کسی شیعہ کو قتل کردو، کسی بریلوی کو قتل کردو، یا کسی مسیح کو قتل کردو بلکہ ہمارے تمام اکابر دلائل کا ایک بہت بڑا ذخیرہ رکھتے تھے اور دلائل کی دنیا میں اپنے موقف کو منوانا یہی ہمارے اکابر کا شیوہ تھا۔ ملی یکجہتی کونسل میں امام الخطباء حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ اور مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمان فاروقی شہیدؒ نے ٹیبل ٹاک گفتگو کے ذریعے الحمدللہ اہل سنت والجماعت کے موقف کو منوایا اور ٹیبل پر گفتگو کے ذریعہ ایک تاریخ ساز ضابطہ اخلاق مرتب کروایا۔ اسی طرح 1999ء میں علماء بورڈ حکومت پنجاب کے پلیٹ فارم پر علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اور قائد اہل سنت مولانا محمد احمد لدھیانوی نے مری میں ایک تاریخ ساز امن معاہدہ اپنی بصیرت سے طے کروایا۔ 1999ء میں وزیراعظم کی علماء کمیٹی جو کہ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی سربراہی میں بنی تھی، تین دن سٹیٹ گیسٹ ہاؤس لاہور میں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ اور علامہ علی شیر حیدریؒ اپنی بصیرت اور جرات وبہادری کے ساتھ اپنا موقف پیش کرتے رہے۔ بالآخر وزیراعظم کی علماء کمیٹی گستاخ اصحابؓ رسول ﷺ کے لیے قانون بنانے اور چودہ سال کی سزا کے قانون کو بنانے پر رضامند ہوگئے۔ مگر بدقسمتی سے اس وقت کے وزیر اوقاف صاحبزادہ فضل کریم کی سازش کی وجہ سے وزیراعظم کی علماء کمیٹی کو متنازع بنادیا گیا اور کریڈٹ کے چکر میں اصحابؓ رسول ﷺ کے ناموس کا قانون نہ بننے دیا گیا۔ ہمارے والد محترم حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی علمی بصیرت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور رافضیت پر علامہ حیدری کے علم کو پختہ اور مستند سمجھتے تھے۔ علامہ علی شیر حیدریؒ جامعہ قاسمیہ فیصل آباد کے زیر اہتمام ختم

نبوت اکیڈمی میں ہر سال پڑھاتے تھے۔ایک مرتبہ بیت قاسمی سے علامہ علی شیر حیدری کی گرفتاری ہوئی اور میانوالی جیل سے چودہ ماہ کے بعد ان کی رہائی ہوئی۔دوران اسیری علامہ علی شیر حیدریؒ نے قرآن مجید مکمل حفظ کیا۔

علامہ حیدریؒ کی گرفتاری پر ہمارے والد محترم حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ انتہائی مغموم اور پریشان رہتے تھے۔اسی پریشانی کی وجہ سے ان پر لقوے کا اٹیک ہوا بالآخر ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی معرفت میاں شریف مرحوم تک پہنچے اور رائیونڈ فارم میں میاں برادران سے مذاکرات کے ذریعہ ناموس صحابہؓ کے متعلق قانون کی قومی اسمبلی میں منظوری کے وعدہ لینے اور علامہ حیدریؒ کو میانوالی جیل سے رہا کروانے میں کامیاب ہوئے۔
مجھے برطانیہ میں عظمت صحابہ کانفرنس برمنگھم میں مسلسل تین سال علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے ہمراہ خطاب کرنے کی سعادت حاصل رہی۔گلاسگو کی جامع مسجد میں ایک کانفرنس میں ہم نے اکٹھے خطاب کیا اور ایڈمبرا میں حافظ عبدالحمید کے ادارہ میں ان کے ساتھ بہت سی راز ونیاز کی مجلسیں بھی ہوتی رہیں۔میری ان کے ساتھ بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔گزشتہ سال حج کے بعد مسجد نبوی میں روضہ رسول ﷺ کے سامنے حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ سے میری ملاقات ہوئی، میرے ہمراہ مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم کے سیکرٹری سید یوسف شاہ بھی تھے۔کسے معلوم تھا کہ یہ ان سے میری آخری ملاقات ہوگی۔مجھے اللہ پاک نے پھر اس مرتبہ حج کی سعادت عطا فرمائی، مسجد نبوی میں علامہ علی شیر حیدریؒ اس جگہ پر بہت یاد آئے جس جگہ گزشتہ سال ان سے ملاقات ہوئی۔حضرت مولانا امداد الحسن نعمانی برمنگھم نے مجھے ایک واقعہ سنایا کہ جب علامہ ضیاء القاسمیؒ کی وفات کی خبر برطانیہ میں پہنچی تو انہوں نے برمنگھم میں مولانا ضیاء القاسمی کی یاد میں ایک جلسہ منعقد کیا اتفاق سے اس موقع پر علامہ علی شیر حیدریؒ انگلینڈ میں تھے۔علامہ خالد محمود کے گلے لگ کر بہت روئے اور دونوں شخصیات مولانا ضیاء القاسمیؒ کو یاد کر کے مسلسل گلے لگ کر روتی رہیں۔انگلینڈ کے علماء حضرت حیدریؒ کے رونے پر بہت حیران ہوئے اور ان کو اندازہ ہوا حضرت حیدریؒ کو حضرت قاسمیؒ سے کتنی محبت ہے۔22 جنوری 2001 کو فیصل آباد جامع مسجد گول میں حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ کا تعزیتی جلسہ ہوا۔آخری خطاب حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کا تھا۔خطاب کا ایک مصرعہ ابھی تک ذہن میں محفوظ ہے جس میں علامہ علی شیر حیدریؒ نے کہا کہ مولانا ضیاء القاسمیؒ ہمارے ساتھ ہر میدان میں صف اول میں حضرت خالدؓ بن ولید کی طرح دشمن کا مقابلہ کرتے رہے جیسے حضرت خالدؓ بن ولید ہر محاذ پر ہر میدان میں نبی ﷺ کے

ساتھ رہے مگر طبعی موت اللہ نے ان کو عطا فرمائی اسی طرح حضرت قاسمیؒ بھی ہمارے ساتھ پر خطر راستوں پر گامزن رہے مگر اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی اور ان کو بھی طبعی موت عطا فرمائی مولانا کی زندگی کے آخری سال حکومت پنجاب کی طرف سے فیصل آباد اور راولپنڈی میں علامہ علی شیر حیدریؒ پر دو جگہ تقریر کرنے پر پابندی تھی۔ جامعہ مدینۃ العلم فیصل آباد اور جامعہ حسینیہ راولپنڈی میں، میں نے اپنا ذاتی اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ پر پابندی ختم کروائی اور الحمدللہ دونوں جگہ مولانا نے تاریخی خطاب فرمایا۔

سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس سید سجاد علی کے دور میں 1997 میں علامہ علی شیر حیدریؒ نے سپریم کورٹ میں ساڑھے چار گھنٹے دلائل پیش کیے۔کلمہ اسلام اور قرآن وحدیث کے متعلق مخالف فریق مخالف کے عقائد، رسالت کے متعلق مخالف فریق کے عقائد، امہات المومنین کے متعلق مخالف فریق کے عقائد، اہل بیت کے متعلق مخالف فریق کے عقائد، صحابہ کرام کے متعلق فریق مخالف کے عقائد، ائمہ اربعہ کے متعلق فریق مخالف کے عقائد، اہل سنت کے متعلق اور پوری امت مسلمہ کے متعلق مخالف فریق کے عقائد، علامہ علی شیر حیدریؒ نے ان موضوعات پر تاریخی گفتگو فرمائی کہ چیف جسٹس آف پاکستان سید سجاد علی آبدیدہ ہوگئے۔ میں اس اشاعت کے توسط سے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس افتخار چوہدری سے اپیل کرتا ہوں ایک اعلیٰ سطحی کمیشن تشکیل دیا جائے۔ جسٹس سجاد کیس میں فرقہ واریت کے اسباب وعلل تلاش کر کے کوئی نہ کوئی فیصلہ کیا جائے۔ میں سپاہ صحابہ پاکستان کی قیادت اور کارکنوں اور علامہ علی شیر حیدریؒ کے خاندان کو یقین دہانی کرواتا ہوں کہ اپنے والد کی طرح دفاع صحابہؓ کے لیے کام کرنے والوں کے ساتھ غیر مشروط تعاون جاری رکھوں گا۔ ماضی میں کچھ غلط فہمیوں اور طبعیت میں جذباتی عنصر کے غالب ہونے کی وجہ سے جماعت کی قیادت کے خلاف پریس کانفرنس میں کچھ باتیں ہوئیں مگر مولانا محمد اعظم طارق شہید کی رہائی کے بعد جھنگ میں صاحبزادہ سعید الرشید عباسی کے ہمراہ تفصیلی ملاقات کے بعد تمام گلے شکوے ختم ہوئے اور الیکشن مہم میں مولانا اعظم طارقؒ کی حمایت میں سٹیکر چھپوا کر جھنگ بھیجے۔ اسی طرح مولانا محمد احمد لدھیانوی کے الیکشن میں بھی سٹیکر چھاپ کر ان کی تائید میں جھنگ بھیجے۔ اسی طرح حضرت جھنگوی شہیدؒ حضرت فاروقیؒ شہید مولانا اعظم طارق شہیدؒ کے خاندان اور مولانا محمد احمد لدھیانوی کے ساتھ عقیدت اور احترام کا رشتہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہے۔ لہٰذا علامہ علی شیر حیدریؒ کی شہادت ہمارے لیے ایک بہت ہی

افسوسناک مرحلہ ہے اس غم اور دکھ کے موقع پر سپاہ صحابہؓ کی قیادت اور کارکنان اور حضرت حیدریؒ کے خاندان کے دکھ درد میں ہم شریک ہیں۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالی حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے مشن کو جاری رکھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے حضرت کی شہادت کی خبر سنتے ہی فیصل آباد میں بیت قاسمی میں میں نے مفتی فیروز الدین ہزاروی مذہبی مشیر حکومت سندھ کے ہمراہ پریس کانفرنس کی اور علامہ حیدریؒ کے قاتلوں کو گرفتار کرنے کا مطالبہ کیا اور اسی طرح جامع مسجد گول میں جمعے کے اجتماع میں ڈیڑھ گھنٹہ علامہ علی شیر حیدریؒ کی قومی ملی دینی خدمات پر روشنی ڈالی اور ان کو خراج تحسین پیش کیا۔

''ہم تو اس راہ میں مر کر جینے آئے ہیں۔ اسی لیے اگر کوئی اس دنیا سے جاتا ہے ہم اسے کامیاب سمجھ کر فوراً اس کا جھنڈا تھام لیتے ہیں اور اپنی بھی کامیابی کی آس لگا کے بیٹھتے ہیں۔ دیکھا نہیں آپ نے کہ حق نوازؒ کا پرچم نہیں گرا؟ علامہ فاروقیؒ کا پرچم نہیں گرا، آپ نے ایثار قاسمیؒ کی کرسی خالی نہیں دیکھی، مولانا اعظم طارقؒ کی کرسی خالی نہیں دیکھی، جو چلے گئے وہ بھی کامیاب ہیں اور جوان کا منصب سنبھالے ہوئے ہیں وہ بھی کامیاب ہیں۔ ہم نے اس لیے ساتھ نہیں دیا تھا مولانا حق نوازؒ کا کہ وہ جھنگ کا باسی ہے، ہم نے اس لیے ساتھ نہیں دیا تھا مولانا فاروقیؒ کا کہ وہ سمندری کا باسی ہے، ہم نے اس لیے ساتھ نہیں دیا ایثار قاسمیؒ کا کہ وہ اوکاڑے سے آیا ہے، اس لیے ساتھ نہیں دیا مولانا اعظم طارق کا کہ یہ کراچی کا ہے، اس لیے ساتھ دیا تھا کہ یہ صحابہ کرامؓ کی عزت وعظمت کا پہرے دار ہے، ساتھ اسی لیے دیا تھا کہ یہ حق کا علمبردار ہے، ساتھ اسی لیے دیا تھا کہ ہم جانتے تھے کہ یہ کٹ جائے گا لیکن ہٹے گا نہیں، جب تک اس نے یہ کردار دکھایا ہم نے ساتھ دیا۔ خدا نہ کرے اگر کوئی اس راستے سے ہٹ جائے تو ہمارا کوئی واسطہ نہیں، جو ہٹ جائے گا ہم سے کٹ جائے گا۔ جو محمد عربی ﷺ کے صحابہؓ کے دشمنوں سے مل جائے گا، ہم سے کٹ جائے گا۔ جو صحابہؓ کی عزت وعظمت کے پہرے سے ہٹ جائے گا، ہم سے کٹ جائے گا۔ جو ناموس صحابہؓ کے تحفظ سے ہٹ جائے گا، وہ کٹ جائے گا۔ ہاں جو اصحاب پیغمبر ﷺ پہ کٹ مرنے کا عہد رکھتا ہو، ہم اس کی غلامی کو، ہم اس کی نوکری کو، ہم اس کی خدمت کو اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ جو صدیق اکبرؓ کی جوتی کا پہرہ دار ہے، میں اس کی جوتی کو اپنے سر کا تاج سمجھتا ہوں۔ جو کوئی صحابہ کرامؓ کی عزت وعظمت کا پہرے دار ہے، میں اس کی جوتی کو سر کا تاج سمجھتا ہوں۔'' (علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ)

حضرت مولانا عبدالقادر شیخ مدظلہ، خیر پور

منکسر المزاج اور متواضع انسان

1980 میں حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ نے جامعہ شمس الھدیٰ کلاب جیل خیر پور میں درس نظامی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے لیے داخلہ لیا، اتفاق سے انہیں رہائش کی جگہ میرے کمرے میں ملی، میں یہاں اس مدرسہ میں اس سال موقوف علیہ کا طالبعلم تھا۔ علامہ شہیدؒ منکسر المزاج اور متواضع انسان تھے، مدرسہ مین کوئی طالبعلم بیمار ہوجاتا تو اسے دبانے اور اسکی تیمار داری میں مصروف ہوجاتے۔ پڑھائی میں بہت تیز تھے، اساتذہ کا احترام اور انکی خدمت مثالی کیا کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ تمام اساتذہ کے منظور نظر تھے۔ آپؒ کو تقریر کرنے کا بڑا شوق ہوا کرتا تھا مگر آپؒ کی دوسرے طلباء کی بنسبت یہ خصوصیت تھی کہ تقریر سے قبل بھرپور تیاری کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ کلاب جیل کی جامع مسجد میں تقریر کروں، میں نے عرض کیا کہ وہاں ایک شیعہ بھی نماز پڑھنے آتا ہے، آپ تقریر نہ کریں کیونکہ آپ کی تقریر سے کوئی مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے۔ میری یہ بات سن کر تو آپؒ کا ارادہ مزید پختہ ہوگیا۔ چنانچہ آپؒ نے ایک دفعہ وہاں تقریر کی اور تقریر بھی رد روافض پر کی۔ تقریر کے بعد ابھی ہم وہیں بیٹھے تھے کہ وہی شیعہ جوس لیکر ہماری طرف آرہا تھا، میں از راہ مذاق کہا کہ علی شیر! یہ آدمی آپ پر عاشق ہوگیا ہے اس لیے آپ کی خدمت کر رہا ہے، مگر حضرت شہیدؒ نے فرمایا کہ عاشق تو نہیں ہوا بلکہ میرا خیال ہے کہ اسے میری بات سمجھ آگئی ہے۔

میرے ساتھ ہمیشہ بڑی محبت فرمایا کرتے تھے، ہمارے تعلق کا جب آغاز ہوا تو اس وقت حضرت شہیدؒ کی داڑھی نہیں آئی تھی، مگر ہمارا تعلق اتنا مضبوط تھا کہ ہماری داڑھیاں تو سفید ہوگئیں مگر ہمارے ہمارے تعلق میں کوئی کمی نہ آئی۔ ایک مرتبہ جامعہ حیدریہ میں پنجاب کے بعض علماء کرام تشریف فرما تھے، غالباً ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں بھی وہاں موجود تھے، پنجاب کے علماء کو میرا تعارف کرواتے ہوئے فرمانے لگے یہ میرا لنگوٹیا یار ہے، میری یاری اس وقت سے اس کے ساتھ ہے جب میری داڑھی کا ایک بال بھی نہیں آیا تھا، میری

داڑھی کے متعلق فرمانے لگے کہ انکی داڑھی اس وقت بھی ایسے ہی تھی جیسی اب نظر آرہی ہے بس فرق اتنا پڑا ہے کہ اب اس میں چاندی آگئی ہے۔ مجھے جہاں دیکھتے فوراً گاڑی روک کر نیچے اترتے، مجھے ملتے اور بہت پیار کرتے۔ اب میں ایسا پیار کرنے والا انسان ڈھونڈتا ہوں مگر اس جیسا انسان اب کہاں سے آئے؟ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ جیسا انسان میں نے نہیں دیکھا، وہ اپنی مثال آپ تھے اور ایسے لوگ اس دنیا میں بہت کم آیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکے درجات کو بلند فرمائے اور انکی قبر کو منور فرمائے۔ آمین

''بیج وقتی طور پر چھپ جائے تو کئی گنا بڑھ کر کھیتی میں نکلتا ہے، یہاں جو کٹتے بھی ہیں، دفن بھی ہوتے ہیں، وہ ختم تھوڑی ہوتے ہیں، بیج بن کر بڑھ کر نکلتے ہیں، اس ریلے کو، اس سمندر کو، ان موجوں کو، ان فوجوں کو، اس لشکر کو، اس سپاہ کو، ان مجاہدین کو، ان صحابہؓ کے غلاموں کو نہ کوئی تھکا سکتا ہے، نہ کوئی روک سکتا ہے نہ کوئی ٹوک سکتا ہے۔ ان کا صاف اعلان ہے کہ اے اصحاب محمد ﷺ! آپ نے نبی کے ساتھ وفا کی، ہم آپ کے ساتھ وفا کریں گے، آپ نبی پہ قربان ہم آپ پہ قربان، آپ کا سب کچھ پیغمبر ﷺ پہ نثار ہمارا سب کچھ آپ پہ نثار، آپ پیغمبر ﷺ پہ کٹ گئے ہم آپ پہ کٹ جائیں گے، آپ نے پیغمبر ﷺ پہ سب کچھ لٹا دیا، کچھ نہیں بچایا، ہم آپ کی عزت پہ عظمت پہ سب کچھ لٹا دیں گے کچھ نہیں بچا کے رکھیں گے۔ نہیں ہے کوئی دوستی نہیں ہے کوئی پیار نہیں ہے کوئی یارانہ نہیں ہے کوئی تعلق اس کے ساتھ جو آپ کا دشمن ہو۔ ہمارا پیار اس سے ہے جس کا آپ سے پیار ہے۔ ہماری محبت اس سے ہے جس کی آپ سے محبت ہے۔ آپ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت، ہماری آپ سے محبت۔

وہ مستانے محمد ﷺ کے — میں مستانہ صحابہؓ کا

وہ پروانے محمد ﷺ کے — میں پروانہ صحابہؓ کا

وہ دیوانے محمد ﷺ کے — میں دیوانہ صحابہؓ کا

اس لیے صحابہؓ کا جو غلام ہے، ہمارا وہ امام ہے، ہمارا وہ امام ہے، ہمارا وہ امام ہے۔''

(علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ)

مشتاق معاویہ چوہان، رحیم یار خان

عصر حاضر کی عظیم شخصیت

یوں تو دنیا فانی ہے اور ہر جنم لینے والے شخص نے اپنا دورانیہ مکمل کر کے دار البقا کی طرف لوٹ جانا ہے، آپ نے مشاہدہ کیا ہوگا کہ قریہ قریہ، بستی بستی، گاؤں گاؤں اور شہروں میں وسیع وعریض قبرستان ہیں، ان خاموش بستیوں میں آج اَن گنت قبریں ایسی ہیں جن کا کوئی نام ونشان اور پہچان نہیں ہے، خود ہم لوگ جن گھروں پر آج قابض ہیں ہمیں نہیں معلوم کہ ان گھروں میں آج سے سو، دو سو برس پہلے کون رہتا تھا اور نہ ہی سو برس کے بعد مکینوں کو ہمارا علم ہوگا کیونکہ اس دنیا کا نظام ہی ایسا ہے کہ ہر ذی شعور مخصوص مدت کے بعد اپنی شناخت کھو دیتا ہے لیکن کچھ لوگ دنیا میں آتے ہیں اور وہ کسی کاز، مشن اور موٴقف کے لیے اس انداز میں قربانیاں پیش کرتے ہیں کہ نہ صرف تاریخ انکو اپنے اندر سمو لیتی ہے بلکہ وہ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے مشعل راہ بن جاتے ہیں انہی عظیم شخصیات میں سے ایک استاذ محترم، حضرت اقدس مناظر اسلام امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی شخصیت تھی جنہیں 17 اگست 2009ء، 25 شعبان 1430ھ کو خیر پور کی سرزمین پر شہید کر دیا گیا اور یوں مظلوموں کے بے تاج بادشاہ، عظیم مفکر، حافظ و عالم، وکیل صحابہ، عاشق رسول ﷺ، ازواج مطہراتؓ کے روحانی بیٹے، ہمت واستقامت کے کوہ گراں اور اپنے دور کی سب سے زیادہ سچ بولنے والی زبان کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا گیا۔ گویا:

مر گئے ہم یہ کتبے پہ لکھا جائے گا
سو گئے آج سینوں کو جگانے والے

میرا سینہ زخمی زخمی، چشم گریاں، لرزیدہ بدن، قلم کے ساتھ دماغ بھی اس داستانِ خونچکاں کے بیان اور تحمل سے قاصر ہے، مگر قلب وقلم لاکھ تاویلیں کریں یہ داستانِ خونچکاں حقیقت کا روپ دھار چکی ہے اس لیے اب صبر بالقضا سے مفر نہیں۔

آج سنی قوم اس درخت سے محروم ہوگئی ہے کہ جس کے سایہ میں وہ زمانہ کے تھپیڑوں اور اسکی آندھیوں سے

بچنے کے لیے پناہ لیا کرتے تھے، ناموس اسلام کا وہ عظیم جرنیل خلد کا مکین بن چکا ہے کہ جو حرمت اسلام و مسلمین اور ناموس اصحابؓ رسول ﷺ کے تحفظ و بقاء کے لیے وقت کے فرعونوں اور چنگیزوں کی بے حیا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گولیوں اور بیڑیوں، ہتھکڑیوں کو چومتے ہوئے، اپنوں کی دشنام طرازیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے، مال و دولت کی ہر ترغیب وتحریص کو ٹھوکر سے اڑاتے ہوئے عظمت اسلام وصحابہ کا پھریرا لہراتا رہا۔

جوذات میں جماعت تھی...... کردار میں انجمن تھا...... استقامت وعزیمت کا ہمالیہ تھا...... صبر واستقلال کا مجسمہ پیکر تھا...... گفتار کی بجائے کردار کا غازی تھا...... مصائب وآلام اور آتش و بارود کا خوگر تھا...... عزم وکردار کا جبل احد تھا...... جوامّی عائشہ صدیقہؓ کے تحفظ کے لیے بیقرار تھا...... آج سب مصائب وآلام کو سر سے اتار کر ہمیشہ کے لیے سکون کی نیند سو گیا ہے۔ امام اہل سنت کی شہادت کے بعد تحفظ ناموس صحابہؓ کا قافلہ طوفانوں اور آندھیوں کی وادیوں میں پھر ایک بار گھر چکا ہے۔ اس قافلہ کا سالار خود گھٹا اور آندھیوں کا شکار ہو کر قافلہ کا تحفظ کرتا رہا، اب یہ قافلہ صحرا کی ہلاکت خیزیوں میں تن تنہا اور بے سہارا کھڑا ہے مگر شاعر کے اس قول سے قافلہ والوں کی ڈھارس بندھتی ہے کہ:

''شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔''

ویسے بھی اس قافلہ خونچکاں کے ساتھ یہ داستان نئی نہیں ہے، ابتداء ہی سے مصائب وآلام کے سمندر سے انکا واسطہ رہا ہے۔ آگ اور خون کے سمندر میں بارہا غوطہ اور منجدھار میں ہچکولے کھاتا رہا، بادصرصر کے تھپیڑے بجلی بن کے کارواں پر برستے رہے مگر شکستہ جسم، پارہ پارہ جگر کیساتھ کارواں عقوبتوں کا سفر عبور کرتا رہا۔ مسافروں بڑھتے ہی چلو، کتنے ہی چلو، سر بھی بہت ہیں، بازو بھی بہت، کی صدا لگاتے ہوئے کتنے بھی رہے اور بڑھتے بھی رہے، ایک عرصہ کے بعد سالار قافلہ کارواں کو طوفان کی ہلاکت خیزیوں سے بچاتے ہوئے گلشن کی رنگینیوں میں لے آتا تھا، غموں کا مارا ہوا، تھکا ہوا قافلہ گلشن میں سالار کی آغوش میں ذرا دیر کے لیے اپنے دکھوں کو بھول کر ستانے لگا، وہ اپنے قائد کی آغوش میں اپنے کو غموں سے آزاد سمجھ رہے تھے، اپنے سالار کی فہم وفراست، جرأت، دلیری، صبر و استقامت اور عزیمت کو دیکھ کر انکو منزل کے آثار دکھائی دے رہے تھے مگر چند لمحوں کے بعد وہ پھر صحراء کے ہمنشین تھے، انکا قافلہ لوٹ چکا تھا، انکا قائد انہیں روتا، اجڑتا، لڑکھڑاتا چھوڑ کر اپنے سابقہ جرنیلوں کا ہمسفر بن چکا تھا، نامعلوم قافلہ کی یہ ظلمت بھری رات مزید کتنی طویل ہوگی، تحفظ ناموس صحابہ کا یہ درخت مزید کتنے خون کا پیاسہ ہے، قافلہ رنجیدہ، لرزیدہ بدن کے ساتھ ایک بار پھر منزل کی طرف سفر باندھ چکا ہے۔

☆☆☆

مولانا آصف محمود قاسمی، لاہور

یہ ہستیاں اب کہاں بستی ہیں؟

اللہ رب العزت کے برگزیدہ بندوں میں بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں۔ جو "حجۃ اللہ علی الارض" کا مصداق ہوتی ہیں جو اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت، مصالحت اور سمجھوتے پر تیار نہیں ہوتے۔ اشداء علی الکفار کی عملی تصویر بن کر علی الاعلان شیروں کی طرح زندگی گزارتے ہیں اور اپنے موقف میں اس قدر پختگی رکھتے ہیں کہ استقامت بھی اپنا معنی اُن سے سمجھتی ہے۔ اور حق بیان کرنے میں" لایخافون لومت لائم" پر عمل کرتے ہیں۔ جو اپنی تمام تر خداداد صلاحیتوں اور قوتوں کو اسلام کے لیے وقف کر کے جان ہتھیلی پر رکھ کر گلی گلی نگر نگر حق و باطل میں فرق سمجھانے کے لیے پھرتے ہیں۔ صرف زبانی جمع خرچ نہیں یہ مردان قلندر اپنے تن من دھن کو اسلام پر وار کے بھی یہی سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے ارادے کے اس قدر مضبوط ہوتے ہیں کہ پہاڑ ان کے ارادوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتے ہیں اور اپنے موقف میں ریت کی دیوار پر نہیں پتھر کی مضبوط چٹانوں پر قدم رکھے کھڑے ہوتے ہیں کہ ہر عقل سلیم رکھنے والا ان کے موقف کی تائید کیے بنا نہیں رہ سکتا۔ ایسی صفات کی حامل شخصیات میں ایک خوبصورت نام مناظر اسلام، متکلم اسلام، حجۃ الاسلام والمسلمین، مجدد خطابت، حضرت العلام، علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ کا بھی ہے جو بلاشبہ عالم اسلام کا ببر شیر تھا۔

اللہ تعالیٰ نے علامہ حیدری کو بے پناہ صفات سے نوازا تھا وہ واقعۃً" بسطة فی العلم والجسم" کا مصداق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حیدری کو ایسے وجیہہ چہرے سے نوازا تھا کہ کوئی بھی ان کے چہرے پر نظریں نہیں جما سکتا تھا لیکن اس جلال کے ساتھ ساتھ جمال بھی ایسا تھا کہ ہر ناظر اس بات کی تمنا کرتا کہ بابا حیدری ہو، میں ہوں اور زیارت کا وسیع وقت ہو۔ علامہ حیدری سرخ وسفید رنگ والے چوڑے بارعب چہرے کے مالک تھے جس پر ریشم جیسی سفید داڑھی اور بھی بھلی لگتی تھی کشادہ پیشانی طلسمی آنکھیں جس پر

چشمہ ان کے رعب کو اور بھی زیادہ کر دیتا تھا۔ سیاہ رنگ کا مخصوص انداز سے بندھا عمامہ جوان کی متانت سنجیدگی اور رعب کا امین تھا۔ گھنے گھنگریالے لمبے بال حیدری کے حسن کو چار چار چاند لگا دیتے۔ جسم بھاری بھر کم قد دراز تھا چال میں سرعت تھی آن کی آن میں شدید ہجوم کے باوجود گزر جاتے اور پھر ہاتھ میں عصاء چال کو اور بھی خوبصورت بنا دیتا۔ لباس ہمیشہ اپنے کردار کی طرح سفید اور شفاف ہوتا جس پر سیاہ عمامہ اور سرخ رومال خوب جچتا تھا۔ حسن و جمال کا یہ پیکر جب اسٹیج پر جلوہ افروز ہوتا تو منظر قابل دید ہوتا کہ چشم فلک ایسا خوبصورت ترین منظر دیکھنے کو ترستا رہے گا۔ علامہ حیدری جب تقریر شروع فرماتے تو یوں لگتا جیسے الفاظ ان کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہیں اور انداز گفتگو ان کے حکم کی تعمیل کو بے چین ہے۔ اور خطابت ان کے سامنے یوں ہاتھ باندھے کھڑی نظر آتی جیسے ان کے گھر کی باندی ہو۔ غرضیکہ حیدری میدان خطابت کا شہسوار اور سلطنت خطابت کا بادشاہ تھا۔ حیدری شیر جب گرجتا تھا تو جنگل کے شہر کی دھاڑ بھی ماند پڑ جاتی تھی اور کفر کے دل دہل جاتے تھے۔ علامہ حیدری کی گفتگو محض جوش پر مبنی نہ ہوتی تھی بلکہ دلائل اور براہین سے مدلل اور مبرہن ہوتی اور دلائل ایسے قاطع ہوتے جو باطل کا قلع قمع کر کے رکھ دیتے۔

علامہ حیدری کا طرز استدلال ایسا دلنشین عام فہم ہوتا کہ سامعین کے دل و دماغ میں وہ بات اترتی چلی جاتی۔ علامہ حیدری جب روانی میں بولتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گفتگو کے اس سیلابی ریلے میں باقی خطباء کی تقاریر بہہ جائیں گی۔ غرضیکہ جب حیدری صاحب خطاب لاجواب فرما رہے ہوتے تو بلاشبہ تمام سامعین کے دل کی یہی آرزو ہوتی کہ اے کاش وقت رک جائے حضرت گھڑی کو نہ دیکھیں حضرت تقریر کرتے جائیں اور ہم سنتے جائیں۔ حضرت حیدری کی تقریر کے دوران ایسا سماں بندھا کہ سامعین آنکھیں جھپکنا تک بھول جاتے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی **ان من البیان لسحرا** سمجھ میں آتا حضرت حیدری کی گفتگو کی یہ کرامت تھی کہ جو بھی ان کی تقریر سن لیتا اس کے دل سے موت کا خوف نکل جاتا اور وہ شہادت کے لیے بے چین ہو جاتا۔ علامہ حیدری کے یہ تاریخی اور یادگار الفاظ موت کا خوف بالکل ختم کر دیتے ہیں

''میں موت سے کب ڈرتا ہوں میں تو مرنے کی خاطر جیتا ہوں جب میرے خون کا سورج بجھے گا تو بچہ بچہ بولے گا صحابہؓ کا دشمن کافر ہے''

علامہ حیدری کا والہانہ انداز میں صحابہؓ کی عقیدت اور محبت میں یہ شعر پڑھنا سامعین کے دلوں کو محبت

صحابہؓ سے سرشار کر دیتا۔

لے شوق سے نام صحابہؓ کا
کر چرچا عام صحابہؓ کا
گر طلب ہے تجھ کو جنت کی
تو پلہ تھام صحابہؓ کا

بہر کیف علامہ حیدری اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی عملی تصویر تھے دشمن کے خلاف اس قدر وسخت تھے کہ صحابہ دشمن سے رحم دلی رکھنے والے بھی حضرت حیدری سے ڈرتے تھے اور اپنوں کے لیے اس قدر شفیق اور مہربان تھے کہ ملاقات کرنے والے شخص کو ماں جیسی شفقت ملتی۔ لیکن اب حسرت سے یہ الفاظ نکلتے ہیں:

یارب یہ ہستیاں اب کہاں بستی ہیں

علامہ حیدری خود تو شہادت کا سہرا پہن کر جنت میں آباد ہو گئے مگر کروڑوں سینوں کے دلوں کو مغموم کر گئے۔ لیکن ہم ماتمی قوم نہیں ہیں اس لیے ہم ہائے حیدری ہائے حیدری نہیں کہیں گے۔ بلکہ ہم ناموس صحابہؓ پر قربان ہو جانے پر حیدری شہید کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں علامہ حیدری فمنھم من قضی نحبہ کا مصداق بن کر صحابہ کے مہمان بن گئے اور ہم ومنھم من ینتظر کی صف میں کھڑے ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ خالق ہمارے بھی ناپاک خون کو گلشنِ صحابہؓ کی آبیاری کے لیے قبول فرمالے۔

☆☆☆

ارباب عبدالجبار، کھپرو

اکابر علماء دیو بند کی جامعیت کا شاندار نمونہ

قائد ملت اسلامیہ علامہ علی شیر حیدریؒ کی ذات بابرکت یا انکی سیرت طیبہ پر قلم فرسائی کرتے ہوئے مجھے اپنی بے عملی کا شدید ترین احساس ہے۔ کیونکہ میری حیثیت ان عقیدت مندوں اور عشاقوں کی صف میں اس ناتواں بڑھیا جیسی ہے۔ جو مصر کے بازار میں یوسفؑ کے خریداروں میں نام درج کروانے گئی تھی۔

میری پہلی ملاقات 1994ء میں جب میں ہائی اسکول کا شاگرد تھا اس وقت ہوئی تھی۔ حسین انتہائی با رعب، سر پر سیاہ پگڑی، بڑی بڑی آنکھیں، چہرے پر نور دیکھتے ہی میں تو ایسا گرویدا ہوا کہ شاید موت تک یہ تعلق ختم نہ ہو۔ پھر ملاقاتوں اور زیارتوں کا لامتناہی سلسلہ اور مضبوط تعلق ایسا رہا کہ تقریباً درجنوں ملاقاتیں ہوئی۔ کیوں کہ کھپرو آنا حضرت شہید رحمت اللہ علیہ کا کافی زیادہ تھا۔ اس کی وجہ حضرت مولانا حزب اللہ صاحب جو میرے بہت پیارے دوست ہیں، اور حضرت شہید رحمت اللہ علیہ کے داماد بھی۔ مجھے دو مرتبہ حضرت کے ساتھ سفر کرنے کا موقع بھی ملا۔ ایک سفر ہمارے علاقے کا دوسرا سفر چیٹارو کالج سے شہداد پور تک۔ متعدد مرتبہ میری دوکان پر حضرت تشریف لائے اور کئی مرتبہ جامعہ حیدریہ خیرپور حضرت کی زیارت کے لیے ہم حاضر ہوئے۔

ہونٹوں پہ حق کی بات ہے، دل محو فکر حق
اس کی نظر نظر میں ہے پیغام ذکر حق

یہ حضرت رحمت اللہ علیہ کی خصوصیت ہے کہ ہماری ہر ملاقات پہلے سے زیادہ متاثر ہوا کرتی تھی۔ اور ہر شخص یہ سمجھتا کہ شاید حضرت کا یہ تعلق ہے ہی میرے ساتھ۔ ٹنڈوالہیار کانفرنس سے واپسی پر جامع مسجد کے قریب ایک جگہ حضرت تشریف فرما تھے، سامنے مجمع بیٹھا تھا، جب مجھ پر نظر پڑی تو قریب بلوا کر پوچھا کیا آپ نے فجر کی نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا جی حضرت تو آپؒ نے مجھے قریب کر کے ماتھے پر بھوسا دیا۔ ایک

مرتبہ آپ بلال مسجد میں تشریف فرما تھے اور کئی لوگ سوال پوچھ رہے تھے۔ رات کا کافی حصہ گذر چکا تھا اور سب اٹھنے لگے تو میں بھی اٹھا حضرت نے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہرو۔ ان کی کس کس ادا کو بیان کروں اور ان کی شفقت کا کیا تذکرہ کروں۔

فدا ہوں آپ کی کس کس ادا پر
ادائیں لاکھ ہیں اور بیتاب دل ایک

ان کے چہرے کی بناوٹ، رعب، نورانیت، سجاوٹ یہ تو دشمن بھی مانتا تھا۔ کسی بھی بڑی گاڑی میں بیٹھنا حضرت کو ہی سجتا تھا۔ بڑے بڑے علماء کی موجودگی میں حضرت سب سے ممتاز ونمایاں نظر آتے تھے۔ آخری مرتبہ جب کھپرو آئے مولانا حزب اللہ کے مدرسے کا سالانہ دستار فضیلت کا جلسہ 28 جون 2009ء تھا۔ اس موقع پر بھی مجھ سے جو شفقت کی، میں بیان نہیں کر سکتا۔ الفاظ میں بہت زیادہ محبت اور شفقت اور پھر اگلے دن ہم میر پور خاص سے حضرت کو لینے گئے تو بھی مولانا حزب اللہ کے ساتھ میں اکیلا ہی تھا۔ واپسی میں حضرت کی پیار بھری باتیں پھر کھپرو میں میری دکان پر تشریف لانا اور کھانا مولانا حزب اللہ کے گھر پر تھا اور پھر رخصت ہونا۔ وہ سفر میں نہیں بھول سکتا۔ میری آخری ملاقات 14 اگست 2009ء جامعہ حیدریہ خیر پور میں تاریخی دفاع صحابہؓ کانفرنس کے موقع پر ہوئی۔ میں کئی سالوں سے دفاع صحابہؓ کانفرنس خیر پور میں شرکت کرتا ہوں۔ لیکن کبھی بھی حضرت کو باہر اسٹالوں پر گھومتے ہوئے نہیں دیکھا۔ لیکن اس مرتبہ تو اسٹال کے تمام دکانوں پر بذات خود تشریف لے گئے، اور پھر بڑے ہجوم میں جب حضرت ریلوے پھاٹک کی طرف سے مدرسہ آرہے تھے تو چہرے سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ نور کی شعائیں اٹھ رہی ہیں۔ پھر جمعہ کے بعد آخری تقریر حضرت کی جو زندگی کی سب سے بڑی متاع ہے۔ کانفرنس ختم ہوئی تو ساتھیوں نے کہا کہ چلتے ہیں میرا گھر جانے کو دل نہیں کر رہا تھا۔ بس بار بار دل میں آرہا تھا کہ آج رات کم از کم حضرت کے ساتھ گذاریں لیکن ساتھیوں کے اصرار پر چلے گئے۔ کسے پتہ تھا کہ یہ ملاقات زندگی کی آخری ملاقات ہو۔ بروز محشر حضرت کے دامن میں چمٹ کر عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ان کے صدقے ہماری بخشش فرما اور قوی امید ہے کہ اللہ ہماری بخشش اصحاب رسول ﷺ کے صدقے ضرور کریں گے۔

☆☆☆

حافظ محمد رمضان نعمانی

چند یادیں

مجدد وقت، جبل استقامت، مناظر اسلام، امین مشن جھنگوی، تصویر بخاریؒ، سائیں علامہ علی شیر حیدری شہید رحمتہ اللہ علیہ جیسے عظیم انسان صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور اللہ پاک ایسے حضرات سے کام بھی ایسا لیتے ہیں کہ وہ کام بھی صدیوں پر محیط ہوتا ہے۔ ایسے لوگ تا دیر دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں اور ہم اس پُرفتن دور میں بہت بڑے خوش نصیب ہیں کہ مالک کائنات نے ہمیں عظیم لوگوں کے ساتھ جوڑے رکھا اور ان کی نیک صحبت وزیارت نصیب فرمائی۔ اللہ پاک نے سائیں کے اندر بہت ساری خصوصیات میں سے ایک بہت پیاری خصوصیت یہ بھی رکھی تھی کہ جو شخص ایک مرتبہ سائیں سے ملا وہ آپ کے اخلاق کردار سے ایسا متاثر ہوا کہ ہمیشہ کے لیے آپ کا دیوانہ بن گیا۔ صبر، درگذر، برداشت، حلم، تدبر، فراست کے آپ بادشاہ تھے الحمدللہ ان چند خوش نصیبوں میں سے ایک میں بھی ہوں کہ مجھے سائیں کے ساتھ جماعتی وابستگی سے لیکر شہادت تک ایک خاص قرب حاصل رہا ہے۔

ولایت وکرامت

وہ لمحہ مجھے آج بھی یاد ہے کہ حضرت محراب پور میں تقریر کے لیے اسٹیج پر تشریف لائے تو فضا ایسی تھی کہ آسمان پر کالے بادل چھائے ہوئے تھے اور ایسا لگ رہا تھا کہ بس بادل ابھی برس پڑیں گے اور سائیں شاید تقریر نہ کرسکیں، لیکن میں نے دیکھا کہ سائیں نے پرامید نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھا اور مسکرائے۔ تقریر کا آغاز ہوا تقریباً ایک گھنٹہ تک خطاب فرمایا اختتام پر بڑے عجیب جملے فرمائے۔ اصحاب رسول کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ پھر رحمت کی ہوائیں چل پڑیں بس یہ جملہ کہنا تھا کہ جلسہ کے اطراف سے ہوا چل پڑی اور بادل برس پڑے اس جملہ کے فوراً بعد وہ بادل جواب تک خاموش تھے وہ ایسے برسے کہ دعا کے بعد ہم گاڑی تک پہنچے تو مکمل طور پر بھیگ چکے تھے۔

خوشی کے وہ پیارے لمحات

ایک دفعہ حضرت سکھر تشریف لائے تو بہت خوش لگ رہے تھے میں نے بے تکلفی میں خوشی کی وجہ پوچھی تو سائیں نے فرمایا کہ مولانا عبدالجبار جو کہ اب مدرسہ کے ناظم بھی ہیں ان کے بارے میں فرمایا کہ آج یہ مکمل عالم بن گیا ہے اس کے عالم بننے کی اتنی خوشی ہے کہ شاید سگے بیٹے کی اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس کے عالم بننے کی خوشی ہے۔

ایک مرتبہ بعد نماز عصر جامعہ حیدریہ میں سائیں اور میں اکیلے بیٹھے تھے اور مولانا ثناءاللہ جو کہ اس وقت زیر تعلیم تھا جامعہ میں گھوم رہا تھا تو اچانک ایک جملہ فرمایا کہ تم نے میرا بچپن دیکھا ہے میں نے کہا کہ نہیں تو مولانا ثناءاللہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ میرا بچپن ہے اس کو غور سے دیکھو۔

قلندر اور صدرالدین، بندہ کے لیے خصوصی اعزاز

جب آخری مرتبہ سائیں سینٹرل جیل خیر پور سے رہا ہو کر آئے تو مولانا عبدالخالق رحمانی صاحب سائیں سے ملنے آئے، میں بھی ساتھ تھا، سائیں نے مولانا سے پوچھا کہ یہاں کب پہنچے تو رحمانی صاحب نے بتایا کہ رات ٹرین کے ذریعے روہڑی پہنچا، رات سکھر گذاری اور ناشتہ کے بعد حافظ رمضان نعمانی کے ساتھ آپ کے ہاں حاضری ہوئی ہے، تو سائیں نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ رحمانی صاحب! آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ جو قلندر کی زیارت کے لیے آتا ہے وہ پہلے سکھر میں صدرالدین کے پاس جاتا ہے پھر قلندر کے پاس آتا ہے۔

یادداشت

سائیں کی یادداشت ایسی تھی کہ جس کو ایک مرتبہ دیکھ لیا وہ ذہن میں نقش ہو گیا ۲۰۰۵ء میں سائیں ہمارے گاؤں میں کانفرنس کے لیے بندہ کی دعوت پر تشریف لائے بعد نماز ظہر خطاب ہوا۔ ہزاروں کا مجمع تھا کانفرنس کے بعد سائیں، رفیق امیر شریعت حسین احمد مدنی کے ہاں تشریف لائے تو وہاں میں نے چچا حاجی محمد حسن کا تعارف کروایا تو سائیں نے فوراً کہا کہ آپ میری تقریر کے دوران مجمع میں فلاں جگہ بیٹھے تھے نا؟ تو حاجی صاحب حیران رہ گئے کہ اتنے بڑے مجمع میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو سامنے آنے پر پہلی نظر میں پہچان لیا۔

شفقت کی انتہا

تحصیل جتوئی کے علاقہ میر ہزار میں جلسہ تھارات کے آخری پہر تک جلسہ جاری رہا جلسہ کے بعد محترم حضرت مولانا عبدالرشید بلال کے مدرسہ میں سائیں و دیگر قائدین سمیت خان گڑھ دینی درسگاہ پہنچے ،مدرسہ کے صحن میں نماز فجر ادا کی نماز کے بعد کچھ حضرات کمروں میں چلے گئے لیکن سائیں وہیں صحن میں بندہ کی جھولی میں سر رکھ کر کافی دیر تک آرام کرتے رہے قاری صاحب فوراً تکیہ لائے سائیں نے فرمایا کہ میرا تکیہ میرے پاس ہے۔

جدائی کا صدمہ

لیکن کیا پتا تھا کہ اتنی جلدی وہ عظیم ہستی ہم سے جدا ہو جائے گی۔ ۲۰۰۹ء کی کانفرنس پر اس تمنا کے ساتھ جدا ہوئے کہ اب رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آ رہا ہے، سائیں جامعہ میں تراویح سنائیں گے پھر ایک فون آئے گا کہ نعمانی فلاں شب کو میرا ختم ہے استاد محترم حضرت سائیں قاری خلیل احمد صاحب کو لیکر ختم پر ضرور آنا ہے۔ آخری خطاب حضرت قاری صاحب کا ہو گا لیکن مالک کائنات کو یہ منظور تھا کہ اب کے رمضان جھنگویؒ، قاسمیؒ، اعظمؒ اور رمضان المبارک میں روزہ کی حالت میں شہید ہونے والے فاروقیؒ کے ساتھ جنت میں گذارنا ہے۔ بندہ والدہ کو لینے عوامی ایکسپریس لاہور جا رہا تھا کہ رات کے تقریباً سوا تین بجے موبائل کی گھنٹی بجی، فون سنا تو پھر ایک آواز کانوں سے ٹکرائی کہ سنتے ہی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا (اناللہ وانا الیہ راجعون) طبیعت کو کنٹرول کیا اور چیچہ وطنی ٹرین رکی تو میں فوراً اُترا اور واپسی کا سفر شروع کیا اور شام پانچ بجے جامعہ حیدریہ کے دارالحدیث میں اس عظیم شہید اور جنتی مکین کے چہرہ اقدس کی زیارت کی مولانا عبدالصمد سومرو شہید جو کہ اب وہ بھی شہید ہو کر سائیں کے پاس جنت میں پہنچ چکے وہ کمرے میں موجود تھے مجھے دیکھتے ہی گلے لگ گئے اور کہا نعمانی دیکھو سائیں مسکرا رہے ہیں اور یہ پیغام دے رہے ہیں کہ اسی طرح میرے بعد بھی مسکراتے ہوئے شہید ہو کر میرے پاس آنا۔ کچھ ہی دیر بعد جانشین شہدائے ناموس صحابہؓ سائیں لدھیانوی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر وہ میرا محسن میرا روحانی والد میرا سائیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو کر جنت چلا گیا۔

☆☆☆

حضرت مفتی فاروق احمد صاحب مدظلہ
(شیخ الحدیث جامعہ حیدریہ خیر پور)

آہ! گنگوہیؒ ثانی دار فانی سے رخصت ہوئے

حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت شہیدؒ کے علوم کو بنگاہ غائر دیکھا جائے تو آدمی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حضرت کو اللہ نے علوم دیکر بھیجا تھا تاکہ دنیا کے اندر علم پھیلائیں۔ حضرت کے طالب علمی زمانہ کے دورانیہ کو دیکھا جائے اور ادھر حضرتؒ کے علم کو دیکھا جائے تو انسانی عقل ششدر رہ جاتی ہے کہ اتنا علم اتنے کم دورانیہ میں کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ حضرتؒ نے ایک مرتبہ خود فرمایا بیٹا میرا تعلیمی دورانیہ پانچ سال ہے اور فرمایا کہ ارشاد الصرف میں نے پچیس دن میں مکمل کی، ہدایۃ النحو حضرتؒ پڑھتے تھے تو حاشیہ عربی میں لگاتے تھے، حضرتؒ نے اصول الشاشی ایک ماہ کچھ دن میں پڑھی۔ میں نے وہ کتاب خود دیکھی ہے کہ اس میں لکھا ہوا تھا کہ فلاں تاریخ کو شروع کی اور فلاں تاریخ کو ختم کی تو میں نے وہ دن شمار کئے تو وہ ایک ماہ سے کچھ اوپر بنتے تھے۔ استاد فضل محمد کے پاس حضرتؒ نے اصول الشاشی بھی پڑھی اور شرح جامی بھی پڑھی، شرح جامی میں بعض مقامات پر استاد جی تقریر فرماتے تو حضرت شہیدؒ فرماتے حضرت! اگر اس کی یوں تقریر کی جائے تو یہ درست نہیں ہے؟ تو استاد فضل محمد قلم لے کر حاشیہ پر حضرت شہیدؒ جو تقریر فرماتے وہ لکھ لیتے اور ساتھ ہی استاد جی لکھتے از افادات حیدری۔ حضرت شہیدؒ نے فرمایا بیٹا! میں نے ہدایہ اول ایک ماہ دس دن میں پڑھی ہے میں استاد کو سناتا تھا۔ باقی ہدایہ ثالث وغیرہ نہیں پڑھی تھیں لیکن اللہ نے وہ ملکہ عطا کیا تھا کہ آپؒ کو فقہ، اصول فقہ، نحو، منطق، ادب وغیرہ پر پوری طرح دسترس حاصل تھی۔ جب آپ کے علوم کو دیکھا جاتا تو معلوم ہوتا تھا کہ یہ عظیم شخصیت وہبی علم کی مالک ہے۔

نمبرا۔ ایک مرتبہ بندہ ناچیز ہدایہ ثالث پڑھا رہا تھا حضرت شہیدؒ اپنے دفتر کے سامنے آرام فرماتے تھے۔ مجھ سے ہدایہ ثالث کے ایک مقام کا ترجمہ درست نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے عربی و اردو شروحات منگوائیں ان کو

بھی دیکھا لیکن ترجمہ صحیح نہ ہوسکا۔صورت مسئلہ مجھے سمجھ آ چکی تھی لیکن ترجمہ صحیح نہیں ہو رہا تھا۔ میں کتاب اٹھا کر حضرت شہیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضرت شہیدؒ نے عبارت دیکھ کر فرمایا کہ بیٹا صاحب ہدایہ سے تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے تم ترجمہ کرتے ہوئے آگے والی عبارت کو پیچھے لگا دو اور پیچھے والی کو آگے لگا دو۔ بس حضرت شہیدؒ نے اتنا فرمایا مجھے بات سمجھ آگئی اور ترجمہ درست ہوگیا۔ جب میں واپس جانے لگا تو فرمایا بیٹا میں نے ہدایہ ثالث پڑھی نہیں ہے اسے مزید دیکھ لینا۔

نمبر۲۔ایک مرتبہ تقلید شخصی پر بات کرتے ہوئے فرمایا کہ تقلید شخصی کی دو حیثیتیں ہیں (۱) حرام (۲) مستحب۔ وہ شخص جو تقلید شخصی کے درپے ہے اگر وہ رخصت کا متلاشی ہے کہ جس امام سے رخصت ملے اس کا مقلد ہو جاتا ہے تو یہ تقلید حرام ہے۔اگر وہ متلاشی عزیمت ہے تو پھر یہ مستحب ہے۔حضرت شہیدؒ نے اسپر مثال دی کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے امام شافعیؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن جس شخص نے پکا ہوا گوشت کھایا اور وہ حنفی ہے اور وہ پہلے سے باوضو ہے لیکن گوشت کھانے کے بعد وضو کر رہا ہے تو یہ متلاشی عزیمت ہے اب یہ تقلید مستحب ہے۔اسی طرح ایک شخص شافعی ہے اس کا خون نکل آیا تو اب عندالشوافع خروج الدم سے وضو نہیں ٹوٹتا، جبکہ عندالاحناف وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اس شافعی شخص نے یہ سمجھ کر کہ عندالاحناف وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا میں وضو کرتا ہوں اور اس نے وضو کر لیا تو یہ متلاشی عزیمت ہے اور یہ تقلید مستحب ہے۔حضرت شہیدؒ پر بندہ ناچیز نے ایک نحوی اعتراض کیا جو نحوی اعتراض بندہ کو دوران مطالعہ الہامیہ شرح ہدایۃ النحو میں ملا تھا۔لیکن الہامیہ والے نے اعتراض تو نقل کر لیا مگر جواب نہ دیا، بلکہ صرف اتنا لکھا کہ اعتراض جو ہوا وہ صحیح ہے لیکن جواب کا مجھے پتہ نہیں ہے۔اس اعتراض کے نقل کرنے سے پہلے یہ سمجھیں کہ ضابطہ ہے ترقی من الادنیٰ الی الاعلیٰ ہوتی ہے۔لفظ اللہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔رحمٰن سے مراد دنیا وآخرت میں رحم کرنے والا۔رحیم کا معنیٰ ہے دنیا میں رحم کرنے والا یا صرف آخرت میں رحم کرنے والا۔ اب اصل اعتراض سمجھیں۔ اعتراض یہ ہے کہ مذکورہ بالا ضابطہ کے تحت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ترتیب درست نہیں ہے۔ بلکہ اس طرح ہونا چاہیے تھی بسم الرحیم الرحمان اللہ کیوں کہ ترقی من الادنی الی الاعلیٰ ہوتی ہے سب سے کم درجہ رحیم کا ہے دوسرے درجہ میں رحمان ہے کیوں کہ اس کا معنیٰ ہے دنیا وآخرت میں رحم کرنے والا اور لفظ اللہ تو اللہ کا ذاتی نام ہے اس کا درجہ سب سے زیادہ ہے۔تو خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ بسم اللہ کی ترتیب درست نہیں ہے۔

حضرت شہیدؒ نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ آپ نے جو ضابطہ بیان کیا ہے کہ ترقی من الادنیٰ الی الاعلیٰ ہوتی ہے یہ ضابطہ صفات کے بارے میں ہے، ذات کے ساتھ اس ضابطہ کا کوئی تعلق نہیں ہے اور فرمایا بیٹا! ضابطہ یہ ہے کہ ذات صفات سے مقدم ہوتی ہیں تو اب ہم جواب دیتے ہیں کہ جناب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ترتیب درست ہے کیوں کہ بسم اللہ میں لفظ اللہ یہ اللہ پاک کا ذاتی نام ہے اور لفظ الرحمان یہ نام کی طرح ہے یہی وجہ ہے کہ الرحمان کا اطلاق صرف اللہ پر ہوتا ہے غیر اللہ پر نہیں بخلاف الرحیم کے کہ اس کا اطلاق اللہ پر بھی ہوتا ہے غیر اللہ پر بھی ہوتا ہے جیسے قرآن میں رؤف الرحیم حضور صلی اللہ وسلم کو کہا گیا ہے اور الرحیم صفت ہے اللہ کی تو لفظ اللہ ذاتی نام ہوا، الرحمان ذاتی نام کی طرح ہوا اور الرحیم صفت ہوئی۔ ضابطہ یہ ہے کہ ذات، صفات پر مقدم ہوتی ہیں تو سب سے پہلے ذاتی نام لفظ اللہ کو لایا گیا پھر الرحمان کو جو ذاتی نام کی طرح ہے پھر الرحیم کو جو صفت ہے تو بن گیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لہٰذا یہ ترتیب درست ہے۔

حضرت شہید کے زبان مبارک سے نکلے ہوئے اسی طرح کے کئی موتی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ان کو ذکر نہیں کیا۔

☆☆☆

مولانا لیاقت علی
(خادم حضرت حیدری شہیدؒ)

وہ چلے گئے جن کے دم سے زندگی میں بہار تھی

میں پتہ نہیں کہاں بھٹکتا ہوا ہوتا، آج یاد کرتا ہوں جب میں نے مدرسہ چھوڑ دیا تھا مجھے کسی کی نصیحت کام نہ آئی پڑھائی کے معاملے میں کسی کی بات نہ سنتا تھا تو میرے محسن ومشفق استاد محترم علی شیر حیدری شہیدؒ نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر پڑھائی کرائی۔ ڈیرہ غازی خان ڈویژن کے جتنے جلسے ہوئے تھے حضرتؒ کے ہر جلسے میں شریک ہوتا تھا کبھی مصافحہ ہوتا تھا کبھی آنکھوں میں حسرت لیکر چلا جاتا تھا۔ میرے ساتھ قاری فیض الحق عثمانیؒ نے بہت بڑا احسان کیا۔ جام پور 2000ء میں سالانہ جلسہ فیضان نبوت کانفرنس پہ قاری صاحب نے فرمایا آج آپ حضرت حیدری صاحب کی خدمت کریں ان کو کھانا کھلا کر ان کی ایسی خدمت کریں کہ ان کی تھکاوٹ دور ہوجائے تاکہ بیان اچھا ہو۔ میں چلا گیا جہاں حضرت تشریف فرما تھے۔ اتنے میں حضرت کمرے سے باہر نکلے تو میں جا کر دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے والا تھا تو حضرت نے فرمایا جلسے میں مصافحہ کیا جاتا ہے اب جلسہ نہیں ہے یہ فرماتے ہی گلے لگ گیا، پھر حضرت نے غسل فرمایا، پھر کھانا کھا کر سونے کی تیاری کی میں نے دبانا شروع کر دیا۔ پہلے حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ تم سید تو نہیں ہو؟ کافی باتیں حضرت نے مجھ سے پوچھیں پھر حضرت سو گئے جب اٹھے تو فرمایا پانی لے آؤ میں وضو کرتا ہوں۔ میں نے وضو کروایا تو حضرت بہت خوش ہوئے ساتھ یہ فرمایا کہ اس علاقے میں جب بھی آؤں آپ وہاں ضرور آنا، میں نے کہا جی میں آپ کے ہر پروگرام میں آتا ہوں تو حضرت نے فرمایا دل کرتا ہے میں آپ کو ساتھ لے جاؤں لیکن آپ پڑھ رہے ہیں یہ کہہ کر چپ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد قاری صاحب بھی آ گئے، قاری صاحب نے کہا کہ حضرت جلسہ گاہ میں آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ بھائی اسد صاحب نے گاڑی نکالی سوار ہو کر جلسہ گاہ میں چلے گئے میں بھی اس گاڑی میں ساتھ آیا تھا۔

اس طرح ہر جلسے میں شرکت کرتا تھا اور حضرت صاحب کی خدمت کا موقعہ ملتا تھا۔ 2003ء میں، میں پروگرام میں نہیں گیا تھا پھر سالانہ جلسے جام پور آ گیا۔ 2004ء میں بھائی عبدالحیٔ صاحب کھوسہ کے بنگلے پر تھا اتنے میں حضرت بھی تشریف لے آئے۔ میں نے گلے ملنے کی کوشش کی تو حضرت نے فرمایا تیرے سے نہیں ملنا، دوسرے ساتھی ملے پھر آخر میں مجھے گلے لگا دیا ساتھ یہ بھی فرمایا پاگل مجھے پتہ چلا ہے کہ تم پڑھائی چھوڑ دی؟ میں نے کہا جی چھوڑ دی ہے۔ حضرت نے فرمایا آج ساتھ چلنا ہے میں نے ایک ہفتے کی مہلت مانگی حضرت نے قبول کرلی۔ اسی طرح ٹھیک ایک ہفتہ بعد میں خیرپور پہنچ گیا۔ عصر کا ٹائم تھا نماز پڑھی حضرت کا پتہ چلا کہ جیکب آباد چلے گئے ہیں حضرت واپس آئے رات 2 بجے میں سویا ہوا تھا۔ حضرت کے آنے پر اٹھ گیا حضرت نے فرمایا آپ نے وعدہ پورا نہیں کیا آج ہفتے سے اوپر ہو گیا ہے۔ اس وقت میں نے کہا جی میں عصر کے وقت آیا تھا اس وقت وعدہ پورا ہو گیا تھا۔ بالآخر حضرت گھر چلے گئے صبح کو نماز پر ملاقات ہوئی نماز کے بعد گھر سے خود ناشتہ لیکر آئے مجھے ڈر تھا کہ حضرت حکم دیں گے کہ پڑھو میں پریشان تھا۔ لیکن حضرت نے کوئی بات نہیں کی اور ساتھ ہی لے گئے۔ کراچی میں علماء کی دستار بندی تھی تقریباً رجب کی ۱۲ تاریخ تھی اس طرح رمضان تک یہ سلسلہ چلتا رہا رمضان کے بعد حضرت نے کلاس میں بٹھا دیا پڑھائی مکمل کروائی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ کی دستار بندی ہو گی۔ پھر حضرت نے مجھے اپنی خدمت میں رکھ لیا تقریباً ہر سفر میں ساتھ رہا۔

حضرت سفر کے دوران مطالعہ کرتے تھے۔ حضرت کی یہ طبیعت تھی جس وقت سفر پہ جانے لگتے مجھے کتابیں دیتے تھے یہ کتابیں گاڑی میں رکھو سارا سفر مطالعہ کرتے تھے۔

حضرت کی عادت تھی سفر میں باوضو رہتے تھے ساتھ ہی فرماتے تھے کہ سفر میں شہادت آجائے تو وضو تو ہو۔ حضرت کے ہر راستے میں دوست ہوتے تھے ان کے ہاں ٹھہر کے آگے جاتے تھے۔ خیرپور سے اگر پنجاب جاتے تو راستے میں پنو عاقل حافظ عبدالخالق صاحب کے ہاں ضرور اسٹاپ کر کے جاتے تھے واپسی پر بھی ان کے ساتھ ضرور ملنا ہوتا تھا۔ ہر شہر میں حضرت کے تعلق والے ہوتے تھے ان کے ہاں باری باری رکنا ہوتا تھا۔ جلسے کے بعد حضرت جلسہ گاہ میں بیٹھ جاتے تھے اور باری باری تمام ساتھیوں سے مصافحہ فرماتے تھے اور حال احوال پوچھتے تھے، یہ وہاں ہوتا جہاں مجمع کم اور رات کا قیام بھی وہیں ہوتا۔ حضرت تہجد اور ذکر کر کے سوتے تھے اور اگر صبح کی نماز کا وقت قریب ہوتا تو تلاوت کرتے تھے نماز پڑھ کر پھر سوتے تھے

یہ معمول سفر میں بھی ہوتا تھا۔حضرت نماز کے بعد تلاوت کرتے تھے اس کے بعد اشراق پڑھ کر پھر مسجد سے نکلتے تھے سفر میں باجماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

ویسے تو ہر کارکن سے محبت ہوتی تھی عہدیداروں میں سے جتنی محبت ڈاکٹر خادم حسین صاحب سے تھی اتنی محبت میں نے کسی اور کے ساتھ نہیں دیکھی۔ایک دفعہ روپوشی کے ایام میں ہم ڈاکٹر خادم حسین صاحب کے پاس چلے گئے ،ایک دن حضرت کی طبعیت کو چیک کروانے کے لیے ہم ملتان جارہے تھے،ڈاکٹر صاحب بھی ہمارے ہمراہ تھے راستے میں ہمارے ڈرائیور بھائی اسد کا فون آیا۔اس نے پوچھا کہاں ہو؟ تو میں نے کہااماں کے پاس۔حضرت نے ڈاکٹر صاحب کومتوجہ کر کے فرمایالیاقت کی بات سنوڈاکٹر صاحب جب متوجہ ہوئے تو فون بند ہو چکا تھا۔حضرت نے فرمایالیاقت اور اسد آپ کواماں کہتے ہیں حضرت نے ساتھ ہی میں یہ فرمایا کہ آپ ان کی اماں کیسے اور کیوں؟ تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایااس سوال کا جواب تو لیاقت ہی دے سکتا ہے پھر ڈاکٹر صاحب کہنے لگے یہ ان کی محبت اور آپ کی تربیت کا اثر ہے۔ایک دفعہ سردیوں کا موسم تھا،شہدادکوٹ جولاڑکانہ کے قریب ہے رات کو جلسے سے واپسی پر اچانک چار آدمی روڈ پر ہتھیاروں کے ساتھ گاڑی کے سامنے آئے بھائی عبداللطیف نے دیکھتے ہی گولی چلادی اور سب ساتھیوں نے کلمہ پڑھاان کے ساتھ مقابلہ ڈٹ کر کیا اسد بھائی بہت ہوشیاری کے ساتھ گاڑی چلاتے رہے فائرنگ جاری رہی بھائی ناصر کی رائفل سے خالی خول میرے رخسار پر لگا تو میں نے زور سے کلمہ پڑھا ساتھ ہی میں نے ناصر بھائی کو کہا کہ گولی لگی ہے تو اس نے ڈانٹ کر کہا بیوقوف ہوشیار رہو گولی مجھے بھی لگی ہے۔کچھ دیر تک فائرنگ جاری رہی تو آگے جا کر حضرت اٹھے فرمایا کہ گاڑی روکو تو اسد بھائی نے کہا سائیں حملہ ہوا ہے فائرنگ ہورہی ہے۔آگے رتوڈیرو جا کر حضرت نے پوچھا کوئی زخمی تو نہیں ہوا۔اس دن سب ساتھیوں کی خوشی کا دن تھا کہ ہمیں آج نئی زندگی ملی ہے،حضرت نے سارا واقعہ سنا تو الحمدللہ کہتے ہوئے فرمایا کہ آپ لوگوں کو کلمہ پڑھنے کا موقع نصیب ہوا۔

کیم فروری 2009ء ایک اور عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔حضرت کا دوست مولانا علی محمد صاحب حیدرآباد کے قریب ایک گاؤں میں رہتے تھے۔اس کو کئی بیٹیوں کے بعد ایک بیٹا پیدا ہوااس کا عقیقہ تھا اس پہ حضرت کو جانا تھا ہمارے ڈرائیور بھائی اسد صاحب نہیں تھے حضرت نے مجھے کہا کہ آپ گاڑی چلاؤ حیدرآباد جانا ہے تو میں نے بھائی اشرف حیدری کو فون کیا کہ ہم حیدرآباد جارہے ہیں آپ خیرپوراسٹاپ پر

آجاؤ جو آپ کی گاڑی میں حضرت کا قرآن پاک ہے وہ بھی لے آؤ۔ اس نے کہا میں حیدرآباد میں ہوں وہاں آپ کو دے دوں گا۔ ٹیاری کے درمیان ایک سیکھاٹ تھانہ ہے وہاں پر گاڑی کی بائیں جانب سیٹ کا پچھلہ ٹائر نکلا، اس وقت بڑا ٹرالر کراس کر رہا تھا حضرت نے پوچھا کیا ہوا میں نے کہا حضرت ٹائر نکل گیا ہے حضرت نے کلمہ پڑھا مجھ سمیت سب نے کلمہ پڑھ لیا۔ ٹرالر کراس کر کے گاڑی کنٹرول سے نکل گئی الٹی سائڈ پر دور جا گری۔ میں نے کھڑکی سے نکل کر گیٹ کھولا بھائی اسماعیل نکلا اور اس کے بعد حضرت نکلے حضرت کے الٹے ہاتھ پر بہت زیادہ چوٹ لگی اور آنکھ کے اوپر اور نیچے بھی چوٹیں لگی تھیں۔ تو میں نے بھائی اشرف حیدری کو فون کیا ہمارا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے آپ جلدی گاڑی لیکر آجائیں۔ اتنے میں حافظ خلیل احمد نے بھائی عبدالرحمٰن درگاہ نوح فقیر والے کو فون کیا وہ آگئے، وہ حضرت اور دو ساتھیوں کو گاڑی میں لے گیا باقی ساتھیوں کو بھائی اشرف حیدری لیکر ہسپتال چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے فون کیا بیٹا کہاں ہو؟ میں نے کہا جی گاڑی کے پاس ہوں حضرت نے فرمایا میں قاری یعقوب کو بھیج رہا ہوں اس کے ساتھ آجاؤ۔ میں چلا گیا وہاں پہنچ کر دیکھا تو حضرت کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا آپ میرے پاس آکر بیٹھو حضرت نے فرمایا بیٹا پریشان نہ ہو۔

15 جولائی 2009ء کو حضرت کو پتہ چلا کہ حافظ احمد بخش صاحب کو شہید کر دیا گیا ہے۔ حضرت نے ایک جملہ فرمایا کہ زرداری کے دور سے ہم بچ گئے تو ایسے ہے جیسے ہم دوبارہ پیدا ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت نے بیان کیا اور حافظ صاحب کا جنازہ پڑھایا اور واپس خیر پور آگئے اس کے بعد ایک دن گھر رہ کر کراچی چلے گئے۔ وہاں پر حضرت مولانا مکی عباسی صاحب کو فون کر کے اپنے پاس بلوایا تین چار گھنٹے گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر واپس خیر پور آگئے۔ شعبان کے دن آگئے۔ حضرت دورہ پڑھانے میں مصروف ہو گئے۔ دفاع صحابہؓ کانفرنس آگئی۔ کانفرنس کے بعد مہمانوں کا آنا جانا چلتا رہا۔ اتوار کا دن تھا مجھے حکم فرمایا کہ مولانا محمود الحسن جا رہے ہیں ان کے ساتھ چلے جاؤ اٹک۔ میں نے کہا سائیں مجھے تعویذ دو پھر جاؤں گا۔ میں مولانا محمود الحسن صاحب کو بائی پاس پہ چھوڑنے چلا گیا واپس آکر حضرت نے فرمایا جلدی جاؤ یہ کچھ کتابیں مولانا محمود کو دیکر آؤ۔ عصر کی نماز کا وضو کروایا تو حضرت نے فرمایا میں آپ کو بار بار کہہ رہا ہوں آپ جاؤ میں نے فون کر دیا ہے ساتھیوں سے مدرسے کے حوالے سے مل کر آجاؤ۔ میں نے کہا ایک آج جلسہ ہے دوسرا مجھے تعویذ نہیں ملا۔ عصر کی نماز پڑھی۔ حضرت نماز کے بعد دفتر کے سامنے چار پائی پر بیٹھ گئے اور مغرب تک

بیٹھے رہے۔ مغرب کا ٹائم ہو گیا پھر میں نے وضو کروایا نماز پڑھی پھر گھر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بھائی فرید بھی آگئے اندر کمرے میں بیٹھے رہے پھر باہر مدرسے میں آگئے حضرت چارپائی پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں استاد محترم حضرت علامہ خالد محمود صاحب بھی آکر حضرت کے ساتھ بیٹھ گئے اور باتیں کر رہے تھے کہ میں ڈائری لیکر آگیا۔ حضرت نے تعویذ لکھا اور استاد علامہ خالد محمود صاحب سے فرمایا بڑا ہوشیار ہے آخر اپنا کام کروالیا۔ مولانا عبدالکریم مری صاحب بھی آگئے اس نے کہا کہ سائیں چلیں۔ حضرت گھر چلے گئے۔ وضو کیا اور مجھے کہا دفاع صحابہؓ کانفرنس پہ جو خوشبو لگائی تھی وہ لے آؤ۔ میں لے آیا اور فرمایا گاڑی دروازے پر لے آؤ۔ میں لے آیا ساتھی تیار تھے حضرت گاڑی پر بیٹھے ہم چلے تو سامنے بھائی امتیاز آگیا۔ حضرت نے فرمایا آپ اترو امتیاز آگیا گاڑی وہ چلائے گا۔ میں اتر کر دوسری سائڈ پر آگیا۔ حضرت نے گیٹ کھولا گلے لگایا ماتھے پر بوسا دیا اور فرمایا بیٹا! اللہ آپ کو خوش رکھے گا۔ میں نے تیاری کی روہڑی پہنچا گاڑی لیٹ تھی۔ میں وہاں بیٹھ گیا۔ تقریباً 02:45 پہ بھائی اسماعیل کا فون آیا، اس نے کہا ہم پر حملہ ہوا ہے میں بھاگا ٹیکسی پر بیٹھا۔ خیر پور کی طرف چل پڑا ٹھیڑی پہنچا تو بھائی اسماعیل نے فون پر بتایا کہ حضرت شہید ہو گئے۔

وہ چلے گئے جن کے دم سے زندگی میں بہار تھی

☆☆☆

غازی حافظ میر حسن چنہ، شہداد کوٹ

کچھ لوگ مثل شمع کے ہوتے ہیں

کچھ لوگ شمع کی مانند ہوتے ہیں جو خود جل کر مخلوق خدا پر ضوفشانی کرتے ہیں خود مصائب وآلام اور بے چینی و بے قراری برداشت کر کے دوسروں کو راحت وسکون عطا کرتے ہیں۔ خاموش ہوں تو ہیبت ووقار کا پتہ دیں۔ گفتگو کریں تو پھول برسیں۔ جب بھی بندگان رحمٰن عالم فانی سے عالم بقا کی طرف رخت سفر باندھیں تو چار سو صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ انہی خوش نصیب بندگان رحمٰن میں ایک نام قائد ملت اسلامیہ سلطان المناظرین فاتح رافضیت وکیل صحابہؓ واہل بیت عالم باعمل حافظ القرآن استاد محترم حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید کا بھی ہے جو ہم سے جدا ہو چکے ہیں لیکن ان کی باتیں، یادیں، انداز مشفقانہ یاد رہیں گے وہ کسی بھی صورت فراموش نہیں کی جا سکتی۔

فروری 2004ء میں گھر سے وراثت نبویؐ کے غرض سے استاد محترم شہیدؒ کے مدرسہ کی طرف رخ کیا حضرت شہیدؒ کے نام اور کام سے ہر ایک واقف تھا اور میرے دل میں یہی خیال تھا کہ جتنا حضرت شہیدؒ کا نام ہے ان کا مدرسہ بھی ایک بڑی بلڈنگ اور بڑی عمارت سے بنا ہوگا لیکن یہاں آ کر دیکھنے کے بعد اکابرین کی یاد تازہ ہوگئی کہ کچی اینٹوں سے بنی ہوئی مسجد اور کچھ پکے اور کچھ کچے اینٹوں سے بنا ہوا مدرسہ دیکھنے میں آیا۔ حضرت شہیدؒ سے ملاقات کے بعد داخلہ ہوگیا اور دوسرے دن اپنی تعلیم کا آغاز ہوگیا جس میں فارسی سے ابتدا کرائی گئی۔ زندگی کے دن، دن بدن خوشیوں کے ساتھ گذرتے رہے تعلیم کے ساتھ۔ بالآخر ۲۱ اپریل ۲۲ کی رات کو حضرت شہیدؒ نے جو پلاٹ خریدا تھا مدرسہ کا گیٹ بنانے کے لیے اس کے کاغذات ملنے کے بعد اس جگہ پر مٹھائی بانٹنے کے لیے کچھ اساتذہ اور طلباء کے ساتھ بندہ بھی اس جگہ پر گیا۔ حضرت شہیدؒ کے حکم سے رات کو وہاں پر پہرا دیا مدرسہ کے استاد علامہ علی شیر رحمانی کی نگرانی میں ساری رات پہرہ دینے کی وجہ سے صبح کی نماز کے بعد کچھ نیند کی اور اس کے بعد گھر جانے کا ارادہ ہوا۔ حضرت شہیدؒ

سے چھٹی لینے کے لیے گیا اور وہ دن جمعرات کا تھا۔ حضرت نے چھٹی نہیں دی وہیں حضرت شہیدؒ کے ساتھ کھڑا ہی ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور غصے سے کہا کہ طلبہ پر حملہ کیا گیا ہے جس میں استاد اور کچھ طالب علم زخمی ہوئے ہیں، یہ سن کر گھر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا پھر اس جگہ پر پہنچے وہاں اور بھی طلبہ پہنچے ہوئے تھے۔

تقریباً ساڑھے دس بجے صبح سبائی ٹولہ نے ناپاک ارادہ سے اس جگہ طلبہ پر دوسرا حملہ کیا۔ جس میں حضرت شہیدؒ کے والد حاجی محمد وارثؒ کو شہید کر دیا گیا اور حضرت کے بھائی قاری علی حیدر بھی زخمی ہوئے اور ان کے ساتھ مجھے بھی پیٹ میں گولی لگی۔ اس کے بعد سول اسپتال خیر پور میں داخل کیا گیا دوسرے دن حضرت شہیدؒ وہاں میری طبیعت دیکھنے کے لیے آئے، جنہیں دیکھ کر مجھے زخموں کے درد بھول گئے اور زیادہ خوشی اور سعادتوں کی یہ گھڑیاں تھیں۔ اس سے زیادہ سعادت اور خوشی کا موقع کہاں کہ حضرت شہیدؒ کی زبان سے میرے لیے کلمات خیر اور دل سے دعا نکلے اور میرا دکھ، درد خوشی میں تبدیل ہو گیا۔ حضرت شہیدؒ نے بہت تسلی دی اور دعائیں کی۔ کچھ دن گذرنے کے بعد ڈاکٹروں کے مشورہ سے حضرت شہیدؒ نے مجھے کراچی کے ہسپتال منتقل کروایا جہاں داخل ہونے کا ڈاکٹروں نے ایک لاکھ مانگا اور حضرت نے وہاں ہسپتال میں میرا داخلہ کروایا۔ کراچی میں تقریباً ۲ ماہ جنرل ہسپتال میں زیر علاج رہا پھر ان ڈاکٹروں نے خیر پور ہسپتال منتقل کر دیا جہاں دوبارہ آپریشن ہوا، تقریباً ۵ ماہ مسلسل زیر علاج رہا۔ اس سارے علاج کا خرچہ حضرت شہیدؒ نے کیا جو کہ تقریباً ۷ یا ۸ لاکھ تھا۔ یہ تعاون صرف اور صرف ایک طالب علم سے جس کے نہ خاندان کو جانتا ہے اور نہ ہی اس کے والدین کو جانتا ہے اور اتنا خرچہ کرتا ہے تو یہ صرف اور صرف رضاء الٰہی پر مبنی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ ایسے فرشتہ صفت انسان صدیوں کے بعد خوش نصیب لوگوں کو ملتے ہیں اور یہ جو خلا چھوڑ کے جاتے ہیں ان کو کوئی پر نہیں کر سکتا اور یہ سچی بات ہے کہ عالم کی موت ایک عالَم کی موت ہے۔ حضرت شہیدؒ میں ہر ایک خوبی اپنی مثل آپ تھی تقوی، پرہیزگار، علم، عمل، مشفقانہ طبیعت، پیار اور محبت ادب کا سر چشمہ تھے اور اللہ نے ان کو اپنی بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا تھا اور سنت رسول ﷺ پہ زندگی گذارنے والے تھے اور حق گوئی اس کی مجبوری تھی۔ حق بات کہتے ہوئے کبھی نہیں گھبرائے اور نہ ہی انہوں نے علم چھپایا۔ اس کی ایک مثال جو میں نے خود دیکھی وہ کچھ یوں ہے۔

ایک دفعہ حضرت شہیدؒ کے ساتھ شہداد کوٹ کی تحصیل میرو خان کے جلسہ کے لیے سفر میں گیا۔ جب شہر

کے قریب پہنچے تو حضرت کے استقبال کے لیے ایک وین آئی تو حضرت نے اس میں سے ایک آدمی جو ذمہ دار تھا اپنے ساتھ بٹھایا اور مجھے اس کی جگہ پہ جانے کو کہا۔ تو وین میں جو میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ میں اور حضرت شہیدؒ اکٹھے پڑھے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو اس مقام ومرتبہ پر پہنچایا اور ہم وہیں ہیں۔ جلسہ کے ختم ہونے کے بعد جب کھانے کے لیے بیٹھے تو دستر خوان پر اس نے وہی بات کہی کہ میں اور حضرت شہیدؒ اکٹھے پڑھے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ بابو! ایسے نہ کہو یوں کہو کہ حضرت (مولانا علی شیر حیدریؒ) پڑھاتے تھے پیش امام بھی تھے اور میں پڑھتا تھا۔ اور سچی بات بھی یہی تھی۔

پھر حضرت شہیدؒ نے اس آدمی کو کہا کہ تو وہ بات بتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بلکل سچی ہے۔ تو اس نے پوری بات سنائی کہ حضرت شہیدؒ پیش امام تھے ایک دن نماز میں بھول گئے اور سجدہ سہو کیا سلام کے بعد حضرت شہیدؒ نے فرمایا کہ حدیث رسول ہے کہ جب مقتدیوں کے وضو صحیح طریقہ سے نہیں ہوتے تو ان مقتدیوں کا بوجھ امام پر پڑتا ہے اس آدمی نے کہا اتفاقاً کچھ دنوں کے بعد میں کہیں اور چلا گیا اور مجھے وہاں پورا سال رہنا پڑا سال کے بعد جب میں آیا اپنے گاؤں تو پھر حضرت شہیدؒ سے ملاقات ہوئی اور میں نے کہا کہ واقعی حضور کا فرمان سچا ہے کہ مقتدیوں کے وضو صحیح نہ ہونے کی وجہ سے پیش امام پر اثر پڑتا ہے۔ تو جس دن آپ نماز میں بھول گئے تھے میں نے اس دن وضوء کیا ہی نہیں تھا بھول ہونے کی بناء پر۔ تو مطلب یہ ہے کہ حضرت شہیدؒ نے علم کو لوگوں سے چھپایا نہیں بلکہ لوگوں کو بتایا اور اللہ تعالیٰ نے تو حضرت شہیدؒ کو حق گوئی تقویٰ پرہیزگاری غیرت، علم اور عمل سے خصوصاً نوازا تھا تو پھر ایسے مرد قلندر کو جس کو حقیقت میں نبوی وراثت کا وارث کہا جائے جو حقیقی عالم کہلوانے کا حق دار ہو اس کو وقت کے جابر و ظالم ناانصاف ابن سبا یہودی کے پیروکار صحابہؓ واہل بیتؓ کا دشمن کب برداشت کرسکتا ہے۔ بالآخر ایک ایسی رات آئی جو ہمیشہ کے لیے ایک علمی چراغ کو گل کرنے کے لیے اور خوشی کو غم میں تبدیل کرنے کے لیے محبوب کو محبوب سے جدا کرنے والی تھی۔ وہ رات ایک ایسی خبر لانے والی تھی کہ تم بہت غفلت کی نیند میں سوئے رہے۔ اب تم کو ایک مرد قلندر بیدار کر رہا ہے جس نے اپنی پوری زندگی میں بیداری کا سبق دیا غفلت چھوڑنے کا تمہیں درس دیا۔ اس نے تمہیں دار فانی سے دار باقی کی طرف جاتے ہوئے بھی ایک ایسی گھڑی میں تمہیں بیدار کیا جس کے بعد نیند نہیں کی جاتی اور وہ تمہیں بیدار کر کے خود ہمیشہ ہمیشہ آرام وسکون والی نیند سو گیا ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ رات کے تقریباً 02:30 بجے بھائی ظفر اللہ کھوسہ نے فون کر کے حضرت شہیدؒ کی شہادت کی خبر دی اور ہمیشہ ہمیشہ شفقت اور محبت والے سائے کے اٹھ جانے کی اطلاع دی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

سلطان ڈیپر
(خادم حضرت شہیدؒ)

زیادہ دن نہیں گذرے یہاں کچھ لوگ رہتے تھے

2005ء کا سال تھا کہ میری قسمت کا ستارہ چمکا کہ مجھے ایک بادشاہ کی طرف سے پیغام ملا کہ ہمارے ہاں آجاؤ اور ہمارے پاس رہو تو پیغام ملتے ہی میں سوچوں میں گم ہوگیا۔ یہ سلطنت یہ عزت جاہ، جلال فانی ہے کئی بادشاہ گذر گئے لیکن چند ایک کے علاوہ سب کے تذکرے افسانوں کی طرح بکھرے پڑے ہیں۔ میں انہی تصورات، خیالات میں گم تھا کہ اچانک میرے ضمیر نے دستک دی اور کہا کن سوچوں میں گم ہوگئے ہو سلطان! یہ کسی ملک کے بادشاہ کا پیغام نہیں بلکہ یہ تو اس بادشاہ کا پیغام ہے جو لوگوں کے دلوں پر بادشاہت کرتا ہے یہ تو خطابت، سیادت، قیادت، دیانت، اور علوم نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے تاج بادشاہ کا پیغام ہے۔ یہ تو سینوں کے دلوں کی دھڑک اہل حق کے فخر بہترین، مناظر شہنشاہ کا پیغام ہے تو میں نے خدمت اقدس میں حاضری کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اس مرد قلندر کا وہاں خطاب تھا تو میں نے حضرت کا خطاب سنا جس میں حضرت نے اپنے مخصوص انداز میں عظمت صحابہؓ کو بیان کیا ایسے محسوس ہوتا تھا کہ علم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور اس سمندر کی لہریں صحابہؓ کے دیوانوں، پروانوں، جانثاروں کو ایمان کی تازگی دے رہی ہیں اور ایسے محسوس ہوتا تھا کہ خرمن باطل پر بجلی برس رہی ہے۔ حضرت کا بیان ختم ہوا تو لوگ حضرت سے مصافحہ کرنے لگے، میں بھی حضرت سے مصافحہ کرنے کے لیے گیا تو حضرت نے فرمایا کہ گاڑی میں بیٹھو اور میرے ساتھ چلو۔ تو میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت میں کل ان شاء اللہ خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اس سے قبل جب ہم چھوٹے ہوتے تھے اور حضرت ہمارے ہاں آتے تھے تو ہم حضرت کا استقبال کرتے تھے سب بچے اکھٹے ہو کر اور پھر حضرت ہمیں گلے لگا کر پیار کرتے تھے چاہے ہمارے کپڑے خراب ہوتے تھے مٹی سے لیکن حضرت اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ دوسرے دن میں حضرت کے مدرسے جامعہ حیدریہ میں آگیا

اور حضرت کی خدمت میں شب روز گذارنے لگا۔ حضرت نے مجھے آنے والے مہمانوں کی خدمت کی ذمہ داری بھی سونپ دی تھی جو تا حال میں سرانجام دے رہا ہوں۔ جامعہ کے ناظم الشیخ مولانا عبدالجبار صاحب نے اس سلسلے میں میری خوب رہنمائی کی جن کا میں ہمیشہ ممنون رہوں گا۔ تو حضرت کی خدمت میں میری صبح وشام گذر رہی تھی اور میں اپنی قسمت پر رشک کرتا تھا اور خوش ہوتا تھا اور سوچتا تھا کہ ان کی تو جوتیاں سیدھی کرنے کے لیے دنیا کے شہنشاہ ترستے ہیں۔

حضرت کی خدمت کرتے ہوئے کچھ عرصہ گذر چکا تھا کہ حضرت عظمت صحابہؓ کا پرچار کرنے کے جرم میں گرفتار ہو گئے تو ساتھی ملاقات کے لیے جاتے تھے تو میں بھی حضرت سے ملاقات کے لیے گیا۔ جیل کے اندر جونہی میری نظر حضرت کے چہرے پر پڑی تو میری آنکھوں کے بندھن ٹوٹ گئے اور آنسو چھلک پڑے تو جب حضرت نے مجھے روتے ہوئے دیکھا تو مجھے اپنے سینے سے لگالیا اور مسکرا کر فرمایا سلطان بیٹا! کیوں روتے ہو میں تو یہاں صحابہؓ کی عظمت کے لیے آیا ہوں امی عائشہؓ کے تقدس کی خاطر مجھے پابند سلاسل کیا گیا ہے۔ فرمایا بیٹا! امی عائشہؓ کے تقدس کی خاطر ہم اپنی جان کے ٹکڑے کروا سکتے ہیں اپنا سب کچھ قربان کر سکتے ہیں یہ جیلیں، ہتھکڑیاں، بیڑیاں تو کچھ بھی نہیں ہیں تو حضرت مجھے بڑی دیر تک پیار کرتے رہے اور حوصلہ دیتے رہے۔ آخر تک حضرت کی خدمت اور حضرت کے مہمانوں کی خدمت میرے سپرد رہی۔ میں نے کافی عرصہ حضرت کی خدمت کی۔ میں نے حضرت سے بڑھ کر متبع سنت، پابند صوم وصلوٰۃ اور اپنے بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرنے والا کسی کو نہیں پایا۔ حضرت نے ہمیشہ میرے ساتھ نرمی والا معاملہ فرمایا۔ اتنے لمبے عرصے میں کبھی بھی مجھ پر غصہ نہیں ہوئے حتیٰ کہ اگر میں سویا ہوتا تو حضرت مجھے اپنی ضرورت کے لیے کبھی نہ جگاتے اور اگر مجھے کوئی جگا دیتا کہ حضرت کا یہ فلاں کام کردو، اگر اس بات کا حضرت کو پتہ چل جاتا تو اسے ڈانٹ دیتے۔ گویا حضرت نے اس معاملے میں بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا دامن تھامے رکھا اور میرے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمایا جیسا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی نہیں ڈانٹا تو اسی طرح حضرت نے بھی مجھے کبھی کسی غلطی پر یا کسی کام میں سستی پر نہیں ڈانٹا اور حضرت سخاوت میں بھی مثل دریا تھے۔ جب بھی میں گھر جاتا تو مجھے میرے والدین اور اہل عیال کے لیے خرچہ دیتے تھے اور اگر کوئی محتاج آدمی سائیں کے پاس آتا اور

اپنی حاجت کا اظہار کرتا تو حضرت اسے نصیحتیں کرتے اور اس کو روانہ کرتے وقت جو کچھ جیب میں ہوتا تھا سب نکال کر اس کی جیب میں ڈال دیتے اور کوشش کرتے تھے کہ میرے اس صدقہ کا کسی کو پتہ نہ چلے لیکن اکثر حضرت کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ہمیں کبھی کبھی معلوم ہو جاتا تھا کہ حضرت نے اسے کچھ دیا ہے۔ حضرت ہر صفت میں کامل درجہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے حقیقی وارث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی صداقت، عظمت، شجاعت، سیادت، قیادت اور تدبر حضرت کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

دوسرے دن عصر کے وقت میں نے حضرت سے کہا کہ سائیں میں نے گھر جانا ہے تو پہلے سائیں نے مجھے کہا کہ نہ جاؤ لیکن میں نے تھوڑا اصرار کیا تو حضرت نے اجازت دے دی اور خرچ بھی دے دیا۔ اور میں نے آخری سلام کرنا چاہا تو حضرت میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں ساتھ لے گئے پھر نماز کے بعد میں نے حضرت کو سلام کیا لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ میرا آخری سلام ہے۔ اب میری آنکھیں اپنے سائیں کو ڈھونڈیں گی لیکن کبھی ڈھونڈ نہ پائیں گی۔ مجھے کیا پتا تھا کہ اب سلطان اپنے سائیں کے پیار سے، اپنے محسن و مربی کی شفقتوں سے محروم ہو جائے گا۔ میں گھر پہنچا اور رات کو سو گیا۔ صبح والد صاحب نے جگایا اور بتایا کہ سلطان سائیں شہید ہو گئے ہیں تو میرے سارے گھر والوں کا غم کی وجہ سے برا حال ہو گیا میں فوراً مدرسہ میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آج چمن کا ہر گل مرجھایا سا لگتا ہے، مدرسے کا کونہ کونہ اشک بار ہے۔ میں نے حضرت کا چہرہ دیکھا تو وہ کھلکھلاتا چہرہ بول رہا تھا کہ

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

یہ صحابہؓ کا دیوانہ اپنے ایک دیوانے امتیاز پھلپوٹو کے ساتھ عظمت صحابہؓ کے ترانے گاتا ہوا شان صحابہؓ کے نعرے لگاتا ہوا امی عائشہؓ کے تقدس پر نثار ہو گیا اور ہمیں سبق دے گیا لوگو! ہماری جانیں صحابہؓ کی ناموس سے زیادہ قیمتی نہیں ہیں لوگو! اپنا سب کچھ قربان کر دینا لیکن صحابہؓ کے تقدس پر کبھی آنچ نہ آنے دینا۔ اس راستے میں کامیابی و کامرانی ہے۔ اس راستے میں خوشبو سے مہکتی ہوئی لحد ہے اس راستے میں تو زندگی ہے ہمیشہ والی زندگی اور ہمیشہ کی جنت ہمیشہ کی عزت، عظمت، شان ہے۔

☆☆☆

مفتی ظفر اقبال، کراچی

جنت کا مہمان

میرے انتہائی محسن و مربی استاذ محترم و قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم محقق ماہر فن مناظرہ فصیح اللسان ادیب وخطیب، قادر الکلام، دور اندیش، فلسفی اور کامیاب مدبر اور سب سے بڑھ کر انتہائی دلیر، بہادر، نڈر، بے خوف اور بے لوث قائد تھے۔ وہ صرف نام کے ہی کے نہیں کام کے بھی شیر تھے۔ ان کا نام صرف علی نہیں تھا بلکہ وہ علم وعمل اور اخلاص وتقویٰ اور قضاء میں بھی امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے حقیقی وارث تھے۔ حیدری صرف ان کا تخلص ہی نہیں تھا بلکہ وہ حقیقت میں بھی گفتار و کردار حیدری سے مالا مال تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں گونا گو صفات وکلمات کا حسین مرقع بنایا تھا، اس پر ان کا پر نور جمال وجلال سراپا اور شعلہ انداز خطابت مستزاد تھا۔

علامہ علی شیر حیدریؒ کا نام صرف نام ہی نہیں بلکہ اب یہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے جو انفرادیت کے ساتھ اپنے خیالات وافکار کردار واعمال میں بھی یکتا نظر آتا ہے۔ جن کے اقوال وخیالات حقائق پر مبنی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں، جنہوں نے اسلامی مزاج کے خلاف اس سماجی ومعاشرتی دنیا کے بکھرے ہوئے رواج میں بے جا اور بے مقصد رسومات اور مذہبی عقائد ونظریات میں گیر تو حید باطل نظریات کو اپنے وجود سے الگ ہی رکھا جنہوں نے محض زبانی ہی نہیں بلکہ تحقیق سے ایک بہتر معاشرہ کی تشکیل کے پیغام میں دیگر محققین کی طرح اپنی تحقیق کے دریچوں سے جھلکتی روشنی کی کرن کو نمودار کیا آپؒ کی ساری زندگی علم وعمل سے پے وسطہ اور غلبہ اسلام کے لیے وقت تھی۔ آپؒ جذبہ شہرت اور حب مال اور حب جاہ سے دور تھے، آپؒ علم وفضل قدیم وجدید فکر وفلسفہ پر عبور رکھتے تھے اور قرآن وسنت فقہ اسلامی پر دسترس جدیدیت سے شناسائی ملت اسلامیہ کو درپیش چیلنجوں کا شعور اور نئے دور کے مسائل کے حل میں اپنا نکتہ نظر پورے اعتماد کے ساتھ پیش کرنے کی صلاحیت کامل طور پر رکھتے تھے آپ راتوں کو انہماک سے قرآن وحدیث سے شناسائی ملت

اور اسلامیہ کو درپیش چیلنجوں کا شعور اور نئے دور کے مسائل کے حل میں اپنا نکتہ نظر پورے اعتماد کے ساتھ پیش کرنے کی صلاحیت کامل طور پر رکھتے تھے۔

آپ راتوں کو انہماک سے قرآن وحدیث کے مطالعہ میں رہ کر قرآن وحدیث مبارکہ کی روشنی میں ضرورت واہمیت کو پیش نظر رکھ کر مسائل کے حل کے لیے سرگرداں رہتے تھے۔ اور ہمیشہ اپنے مضبوط دلائل کے ساتھ فرقہ باطلہ کے مقابلے میں شیر نام اور شیروں والی صفات کے ساتھ دشمن پر سوار رہے۔ بہر حال حضرت علامہ شیر حیدریؒ سے میرا تعلق انتہائی قریبی تھا۔ یوں تو اس تعلق کا آغاز 2000ء سے ہی ہو گیا تھا جب سائیں حیدری شہیدؒ میرے مادر علمی جامعہ بنوریہ العالمیہ میں تشریف لائے تو سائیں کے برادر مکرم اور جانشین حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ، حضرت مولانا ثناء اللہ حیدری جامعہ بنوریہ العالمیہ میں میرے ہم درس اور یار ہم دم وہم راز تھے۔ اس وجہ سے بھی مجھے حضرت حیدری شہیدؒ کی خدمت اور ان کی صحبت کا موقع ملتا رہا چونکہ حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ خالصتاً علمی وتحقیقی ذوق والے عالم دین تھے۔ اس لیے ان سے مختلف سوالات بھی پوچھتے رہتے تھے اور اپنی پیاس بجھانے کی کوشش کرتے رہے۔ اسی طرح سائیں حیدری شہیدؒ کے جلسوں میں بھی شریک ہونے کی بھی بندہ پوری کوشش کرتا رہا موصوف شہیدؒ یوں جلسوں میں خطاب کیا کرتے تھے کہ زبان وبیان کے دریا بہاتے تھے۔ علم ان کے ایک ایک لفظ سے ٹپکتا نظر آتا تھا افہام وتفہیم اور مخاطب کے علمی وذہنی استعداد کے مطابق بات کرنا اور مشکل سے مشکل علمی بات کو بھی اپنے خطابات میں دو اور دو چار کی طرح سمجھانا سائیں حیدری شہیدؒ کا خاص کمال تھا۔ ان کی ہر بات از دل خیزو بر دل ریزد کی مصداق تھی۔ دل سے نکلتی اور دل ہی پر جا کر لگتی تھی ان کی تقریر سننے کے بعد بھرے مجمع میں کوئی شخص خواہ عالم ہو یا عامی ہو چھوٹا ہو یا بڑا یا کسی بھی نظریہ کا حامل ہو، ان کا ہمنوا بنے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

میں سائیںؒ کی نشستوں اور جلسوں میں جتنا علمی پیاس بجھانے کی کوشش کرتا تھا کہ پیاس اور بڑھتی نظر آتی، پھر چونکہ سائیںؒ کو معلوم تھا کہ سابقہ سپاہ صحابہ عرب امارات کے صدر مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب میرے خالہ زاد بھائی اور میرے سسر لگتے ہیں جو کہ حضرت فاروقی شہیدؒ اعظم طارق شہید اور سائیں حیدریؒ کے قلبی دوست تھے اس وجہ سے بھی سائیں حیدری شہیدؒ نے مجھے اپنی قربت کا موقع فراہم کیا یہی نوازش تھی کہ جب میں 2006ء میں سائیں حیدریؒ شہید سے خیر پور جیل میں ملاقات کے لیے گیا تو اس وقت شہیدؒ کے ساتھ فریق جیل مفتی شاہد صاحب بھی موجود تھے میں نے اسی وقت پختہ ارادہ کر لیا کہ

سائیںؒ سے شرف تلمیذ ضرور حاصل کروں گا اور اللہ تعالیٰ نے اسی سال شعبان میں ہونے والا دورہ فرق باطلہ میں شرکت کی توفیق بخشی اور سائیںؒ سے شیعیت کے عنوانات پر اسباق پڑھے کیونکہ یہ دورہ وقت انتہائی مختصر تھا پھر میں نے فیصلہ کرلیا کہ جوں ہی درس نظامی سے فراغت حاصل کروں گا تو سائیںؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر تخصص فی الدعوۃ التحقیق کا کورس کروں گا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ دورہ حدیث شریف سے فراغت کے بعد میں نے جامعہ حیدریہ کا رخ کیا اور وہاں سائیںؒ کی وہ محبت اور مجالست نصیب ہوئی جسے میں اپنی زندگی کا حاصل سمجھتا ہوں۔ نہ صرف درس کے دوران حضرت شہیدؒ سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا بلکہ اسفار میں بھی ساتھ رہنے کی سعادت حاصل ہوتی رہی اور دوران سفر بھی بہت سارے علمی سوغات سمیٹنے کا موقع وقتاً فوقتاً ملتا رہا۔ دوران درس حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ ہمارے بے ربط سوالات کے جوابات میں وہ موتی بکھیرتے تھے کہ حضرت کے قوت حافظ اور استحضار علم پر واہ واہ کر اٹھتے تھے۔ حضرت تو علم کا بحر بے کنار تھے۔ مگر ہم اپنے مستوائے علم کے مطابق کچھ نہ کچھ سمیٹ ہی لیتے تھے۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے ساتھ بطور محافظ کے کافی سفروں میں جانے کی سعادت نصیب ہوئی اور آخری سفر میں بھی بندہ ساتھ تھا یہ بھی میرے لیے بہت بڑی سعادت کی بات ہے کہ بڑے بڑے علماء اور اساطین علم کے ہوتے حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ کو قبر میں اتارنے کی سعادت جن خوش نصیبوں کو ملی ان میں ایک بندہ بھی تھا۔ بہرصورت علم وعمل کا یہ عظیم آفتاب ومہتاب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تصویر حضرت جھنگوی شہیدؒ، قاسمی شہیدؒ، فاروقی شہیدؒ واعظم طارق شہیدؒ کے مشن کے سچے وارث حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ بالآخر 17 اگست بروز پیر 2009ء کو ہم سے جدا ہو کر خلدِ بریں کی نعمتوں سے مالا مال اور انبیاؑ وصحابہ کرامؓ اولیائے کرام اور شہدائے اسلام کے ہم نشین بن گئے اللہ تعالیٰ میرے مرشد مربی اور استاذ محترم ومکرم قائد اہل سنت والجماعت وقائد ملت اسلامیہ شہید ناموس صحابہؓ حضرت علامہ حافظ علی شیر حیدریؒ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں تادم حیات ان کے نقش قدم پر چلنے اور اسی مشن پر جان دینے کی سعادت وتوفیق نصیب فرمائے...... آمین

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے جہاں کو ویراں کر گیا

شہزادہ زبیر عباسی
(کالم نگار، روزنامہ اسلام)

علامہ علی شیر حیدری کی شہادت، ایک قومی سانحہ!

17 اگست کا سورج کرنوں کا تاج اپنے سر پر سجا کر طلوع ہوا، لیکن آج یہ کوئی خوشی کا پیامبر بن کر نہیں آیا تھا بلکہ اس دن سے پیوستہ رات خیر پور میں ہونے والی ایک عظیم شخصیت کی المناک شہادت کی خبر دے رہا تھا۔ کس کو معلوم تھا 1963ء میں حاجی محمد وارث شہیدؒ کے گھر آنکھ کھولنے والا یہ بچہ اپنے وقت کا عبدالشکور لکھنوی بنے گا؟ سرخ گلابی چہرہ، موٹی موٹی آنکھیں، سر پر سیاہ عمامہ، گھنی سفید داڑھی، بھاری بھرکم جسم، حوصلہ و ہمت کا پیکر، غیرت وحمیت کا پاسدار، صحابہؓ کا سچا نوکر، علماء حق کا ترجمان، اکابرین دیوبند کے نظریے کا محافظ، جھنگوی شہیدؒ کے مشن کا امین...... جہاد کا علمبردار، ختم نبوت کا پہرے دار، ملت اسلامیہ کا درد رکھنے والا، خطابت کا بادشاہ، علمی کمالات کا منبع اور اپنے مؤقف پر مضبوط علمی دلائل رکھنے والا، جامعہ حیدریہ کا مہتمم علامہ علی شیر حیدری، شہادت کا جام پی کر شہدائے ناموس رسالت ﷺ اور شہدائے ناموس صحابہؓ کے قافلے سے جاملا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

وہ اہل سنت والجماعت کے سرپرست اعلیٰ تھے یہی وجہ ہے کہ وہ پوری سنی قوم کے ترجمان تھے نہ صرف اپنی تنظیم میں بلکہ تمام اہل علم کے ہاں قابل احترام اور قابل قدر سمجھے جاتے تھے اور تو اور ان کے مؤقف سے اختلاف رکھنے والے بھی ان کی علمی قابلیت کے معترف تھے، جب اپنا مدعا بیان کر کے اس پر دلائل کے انبار لگاتے تو سننے والوں کی عقلیں دنگ رہ جاتیں۔ خطابت میں اتنی روانی سے بولتے جیسے کوئی الفاظ کو موتیوں کی لڑی میں پرو رہا ہو۔

خیر پور میرس جیسے علاقہ میں جہاں غربت وافلاس کا راج ہے، جہاں لوگ زندگی کی بنیادی سہولیات سے محروم ہیں، جہاں کی 90 فیصد آبادی بڑی مشکل سے اپنا گزر بسر کرتی ہے، ایسے علاقہ میں مدرسہ جامعہ

حیدریہ کی بنیاد ڈالی اور نہ صرف ان کو دینی تعلیم سے آراستہ کررہے تھے بلکہ ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کے لیے ایک سکول بھی قائم کر رکھا تھا اور تمام بچوں کے اخراجات، لباس، قیام وطعام کا بندوبست خود کررہے تھے۔ وہاں کے لوگ اس چیز پر گواہ ہیں کہ کوئی غریب آدمی جب اپنی حاجت لے کر آتا تھا، بغیر کسی لسانی ومسلکی امتیاز کے حتی الوسع اس کی حاجت کو پوری کرتے تھے۔ اس علاقے کے لوگ علامہ علی شیر حیدری شہید کو اپنے لیے ایک مسیحا سے کم نہیں سمجھتے تھے۔ یہ تو ان کی نجی زندگی کا صرف ایک پہلو تھا۔

حضرت شہیدؒ کی جماعتی زندگی کا سفر بھی بڑا انوکھا ہے۔ 1997ء میں جب حضرت فاروقی شہیدؒ کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ مقرر ہوئے تو اس وقت فاروقی شہیدؒ کی شہادت کی وجہ سے کارکن بڑے رنجیدہ تھے، حضرت شہیدؒ نے ان کے زخموں پر مرہم رکھتے ہوئے بڑے مشفقانہ انداز سے ان کو حوصلہ دیا اور جھنگوی شہیدؒ کے مشن کو منزل مقصود کی طرف پہنچانے کے لیے سرتوڑ کوششیں شروع کیں۔ ایک طرف قانونی جنگ لڑی اور اس منظم انداز سے سنی مؤقف پیش کیا کہ اس وقت کے چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کو اگر صرف چند دن اپنے عہدہ منصبی سے برطرف نہ کیا جاتا تو آج شاید جھنگوی شہیدؒ کے مشن کا ایک حصہ پایہ تکمیل تک پہنچ جاتا۔

اس مشن کی تکمیل کی کوششوں میں بارہا حضرت شہیدؒ کو قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، میاں برادران کے دور میں جب حضرت کو پابند سلاسل کیا اور ملاقات تک پر پابندی لگادی، تو اس عرصہ میں صرف 2 ماہ اور 17 دن میں پورا قرآن کریم اپنے سینے میں محفوظ کیا۔ حضرت خود فرمایا کرتے تھے اللہ کے ہر کام میں بہتری ہوتی ہے اگر یہ لوگ مجھے قید کر کے ملاقات پر پابندی نہ لگاتے تو پھر مجھے یہ سعادت کیسے نصیب ہوتی، حضرت شہید کی زندگی کا ہر ہر پہلو ایسا ہے کہ اس پر مستقل کتب تحریر کی جائیں، زندگی کی صرف 46 بہاروں میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

خیر حضرت شہیدؒ تو اپنے سر پر شہادت کا تاج سجا کر اپنی فانی دنیا سے رخصت ہو کر ابدی حیات پا گئے لیکن ایوان اقتدار کے مکین جو میڈیا پر صرف اتنا بیان دے کر کہ ''ذاتی دشمنی اور زمینی تنازع کی بناء پر ایسا ہوا ہے'' اتنے بڑے المناک حادثے کو ہضم کرنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں۔ بھلا جنت کے خریداروں کو اس دنیا کی زمین کی کیا ضرورت ہے، جس نے اپنی جان ہی اس گلشن اسلام پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اور ناموسِ اصحاب رسول کے لیے وقف کردی ہو، زمین کا ایک ٹکڑا اس کے لیے کیا حیثیت رکھتا ہے......؟

یہ بات بجا ہے کہ غیر مسلم اقلیتوں کو ایک مسلمان ملک میں تحفظ حاصل ہے جس کا ثبوت ہم نے سانحہ گوجرہ میں دیا۔ اور میڈیا اور اہل اقتدار نے بڑھ چڑھ کر اپنا کردار ادا کیا۔ لیکن کیا اس ملک کے اپنے شہری کو کوئی تحفظ، کوئی حقوق حاصل نہیں۔ سانحہ گوجرہ میں متاثرین کے ساتھ جا کر اظہار ہمدردی کرنے والے وزراء سے کوئی پوچھے جو وہاں جا کر اپنے آپ کو ان کا حقیقی جانثار ثابت کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے، کیا علامہ علی شیر حیدری کی شہادت قومی سانحہ نہیں ہے؟ کیا علامہ علی شیر حیدری اس ملک کا مکین نہیں تھا؟ کیوں نہیں؟ ضرور تھا بلکہ ان سے کئی گنا بڑھ کر اس ملک، اس کے عوام اور اس ملک کے ایک ایک ذرّے سے محبت کرنے والا تھا۔ اس ملک کی نظریاتی سرحدوں کا محافظ تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ سانحہ گوجرہ میں اظہار ہمدردی کی وجہ سے پورا یورپ خوش ہو رہا تھا، وہاں سے ڈالروں کی بوریاں وصول کرنی تھیں اور اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی فکر تھی اس لیے یہ سب کچھ کیا مگر علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے لواحقین کی طرف سے ایسی امداد ملنے کی امید نہیں تھی۔ اہل اقتدار کو یہ بات بھولنی نہیں چاہیے کہ یہ سارے اقتدار عارضی ہیں، آج ہیں تو کل نہیں اگر تم نے انصاف نہ کیا، حیدری شہیدؒ کے قاتلوں سمیت تمام علماء اہل حق کے قاتلوں کو گرفتار نہ کیا اور اسی طرح ان کی پشت پناہی کرتے رہے تو ایک عدالت ایسی قائم ہونے والی ہے جس میں سب کچھ سامنے آ جائے گا، قاتل بھی، ان کی پشت پناہی کرنے والے بھی اور اس مطلق العنان کے سامنے کوئی سفارش ورشوت، کوئی وزارت وصدارت نہیں چلتی۔

☆☆☆

شعیب فردوس
(کالم نگار، روزنامہ اسلام)

الفت کے راستے کا ایک اور شہید

مسلک حق کے ترجمان، حق گوئی میں بے مثال، علم کے بحر بیکراں، اسلاف کی جرأت وعزیمت کے آئینہ دار، مناظر اسلام، ملت اسلامیہ کے عظیم راہ نما علامہ علی شیر حیدری بے شمار آنکھوں کو اشک بار اور ان گنت دلوں کو خونبار کر کے شہادت سے سرفراز ہو کر راہی خلد بریں ہو گئے۔ وہ شہداء کی اس جماعت میں شامل ہو چکے ہیں جس کے قائد حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

کچھ سخن ور تھے سراپنا دکھا کر چل دیے
کچھ مسیحا تھے جو مردوں کو جلا کر چل دیے

بلاشبہ علامہ علی شیر حیدری ان ہی درندوں کی سفاکیت کا شکار ہوئے ہیں جنہوں نے ہر دور میں ملت اسلامیہ کے سینے میں خنجر گھونپا ہے۔ مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا ایثار القاسمی، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور مولانا اعظم طارق شہید کی طرح علامہ علی شیر حیدری کا جرم بھی یہی تھا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت وصحبت یافتہ اس عظیم جماعت یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت وناموس کے تحفظ کی بات کی جنہیں حق تعالیٰ شانہ نے ''**رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ**'' کی سند عطا فرمائی ''**اولئک کتب فی قلوبھم الایمان**'' جن کے ماتھے کا جھومر ہے ''**اولئک حزب اللہ**'' جن کا تمغہ امتیاز ہے۔

علامہ علی شیر حیدری نے امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ، حضرت مجدد الف ثانی اور مولانا قاسم نانوتوی رحمہم اللہ کے روحانی فرزند ہونے کا حق ادا کر دیا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی مداہنت ومنافقت سے کام نہ لیا وہ گرجتے تو باطل کے در وبام ہل جاتے، ایسا وقت بھی آیا جب انہیں جرم حق گوئی کی پاداش میں پابند سلاسل بھی ہونا پڑا، مشن حق کی آبیاری کی خاطر بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کو اپنا زیور بھی بنانا پڑا، لیکن ان کے

پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی جنبش نہ آئی۔

جیل میں رہ کر انہوں نے جیل کی بدبودار فضا کو قرآن کریم کی تلاوت کی خوشبوؤں سے مہکایا۔ چنانچہ انہوں نے 1998ء میں جبکہ وہ میانوالی جیل میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے جیل ہی کے اندر صرف تین ماہ اور بیس دن کے مختصر عرصے میں پورا قرآن پاک حفظ کرلیا۔ وہ اپنے مشن وموقف کو نہایت اعتدال کے ساتھ آئین وقانون کے دائرے میں لے کر آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کا موقف تھا:

''مجرم کو سزا دینا حکومت کا کام ہے، اگر حکومت اپنا فریضہ پورا نہیں کرتی تو ہم عام آدمی کے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے حق میں نہیں ہیں، کیونکہ اس سے خانہ جنگی کی صورت پیدا ہوسکتی ہے۔ اگر حکومت گستاخ کو سزا نہیں دیتی تو حکومت کو مجبور کیا جائے، اس کے لیے آئینی طریقے کے علاوہ ہم کسی دوسرے طریقے کی حمایت نہیں کرسکتے۔''

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ایک طویل عرصے سے علماء حق کو چن چن کر شہید کیا جارہا ہے، جن میں مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا حبیب اللہ مختار، مفتی عبدالسمیع، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا اعظم طارق، مولانا مفتی نظام شامزئی، مفتی جمیل خان صاحب، مولانا نذیر احمد تونسوی، مفتی عتیق الرحمٰن اور مولانا حسن جان رحمہم اللہ جیسے درر ہائے انمول شامل ہیں۔ علماء کرام کی ان شہادتوں پر مذمتی بیانات بھی آتے ہیں، قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے حکومتی عزائم بھی، لیکن شاید ہی کبھی یہ خوشخبری سننے کو ملی ہو کہ علمائے حق کی اس قیمتی جماعت کے قیمتی افراد کے قاتلوں میں سے کسی کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی گئی ہو۔ قاتلوں کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے نمٹنے کی بات تو کی جاتی ہے لیکن شاید ہی کبھی کسی آہنی ہاتھ نے کسی قاتل کے ناپاک ہاتھ میں ہتھکڑی پہنائی ہو۔

علامہ علی شیر حیدری کی شہادت جہاں ایک طرف تو ملت اسلامیہ اور مسلمانانِ پاکستان کا ایک بہت بڑا نقصان ہے تو دوسری طرف ایسے اہم مذہبی راہ نما کا مظلومانہ قتل حکومت وقت کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے، جنہوں نے اپنے سارے ادارے اور وسائل امریکا اور افغانستان کی کٹھ پتلی حکومت کے مخالفین کی سرکوبی کے لیے وقف کردیے ہیں۔ امریکا کی خوشنودی کی خاطر نام نہاد دہشت گردی کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کو طول دینے کے لیے پاکستانی فوج تک کو استعمال کیا جارہا ہے جس کا فائدہ اسلام اور پاکستان کے دشمن اندرون ملک اٹھا رہے ہیں اور انہوں نے یہاں دہشت گردی کا بازار گرم کردیا ہے۔ یہاں یہ امر

بھی حیرت وتعجب کا باعث ہے کہ آج سے تقریباً چھ سال قبل مولانا اعظم طارق صاحب کو اسلام آباد جیسے شہر میں اس وقت شہید کیا گیا جب امریکا کی اہم شخصیات نائب وزیر خارجہ رچرڈ آرمیٹج، کرسٹینا روکا اور جنرل ابی زید پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے تھے، اسی طرح مولانا علی شیر حیدری کی شہادت بھی اس وقت ہوئی جب امریکا کی ایک اہم شخصیت جو پاکستان وافغانستان کے لیے امریکا کا خصوصی نمائندہ مقرر ہے، پاکستان کے دورے پر تھا۔ اس موقع پر ہمارے ملک کے میڈیا کے متعصّبانہ اور جانب دارانہ رویے کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے ملک میں کسی ''غیر ملکی'' شہری کے قتل پر تو خوب واویلا مچایا جاتا ہے، رواداری کے درس دیے جاتے ہیں، اسی طرح اقلیتی گروہوں سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص اگر مارا جائے تو ہمارے ملک کا میڈیا آسمان سر پر اٹھالیتا ہے، مگر ایک نامور عالم دین کی شہادت پر اس قدر خاموشی..... چہ معنی دارد؟



محمد عبدالرفیق سعید
(کالم نگار، روزنامہ اسلام)

گلستان علماء کا ایک مہکتا پھول

17 اگست بروز پیر کا سورج غم واندوہ کی کرنیں لے کر طلوع ہوا۔ اس دن صبح کی روشنی میں افسردگی چھائی ہوئی تھی، زمین کی فضا سوگواری تھی اور آسمان بھی اس مرگ ناگہانی پر اشک بار تھا۔ ملک بھر کے علماء کرام، طلباء عظام اور داعین دین اسلام کے دل اس سانحہ پر زخموں سے چور چور تھے۔ کل نفس ذائقۃ الموت کے قرآنی ضابطے کے تحت ہر ایک نے اس دنیا سے جانا ہے مگر اکثر اوقات جانے والے صرف آنکھیں پرنم کرتے ہیں مگر آج کے دن کا صدمہ دلوں کو رلا رہا تھا۔ یہ سب کچھ کیوں نہ ہوتا کہ آج ممتاز عالم دین مناظر اسلام امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ مہتمم جامعہ حیدریہ خیر پور کو رات 2 بجے نامعلوم قاتلوں نے خیر پور میں شہید کر دیا۔ میرے کانوں میں یہ خبر گونجی تو میری آنکھوں کے سامنے وہ منظر آیا کہ جب آج سے چند سال قبل علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ جرنیل صحابہؓ مولانا اعظم طارق شہیدؒ کے جنازے کے موقع پر احرار پارک جھنگ میں خطاب کرتے ہوئے قرآن کریم کی سورہ احزاب کی آیت نمبر 23 تلاوت فرما رہے تھے، جس کا ترجمہ یہ ہے: مومنوں میں وہ جوانمرد ہیں کہ جنہوں نے جو عہد اللہ سے کیے تھے انہیں سچا کر دکھایا بعض نے اپنا پورا کر دکھایا اور بعض موقع کے منتظر ہیں۔

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے اس آیت کریمہ کا حقیقی مصداق بنتے ہوئے دین اسلام کا سچا سپاہی ہونے کا ثبوت دیا اور اپنے قائدین سے کیے ہوئے عہد کو وفا کر دیا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ محض ایک شعلہ نوا خطیب ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک بے باک مجاہد، مسلک اہل سنت والجماعت کے ترجمان۔ یادگار اسلاف، اہل حق کی آنکھوں کا تارا، عشق رسول ﷺ سے سرشار، عشق صحابہ و اہل بیتؓ کے خمیر میں گندھے ہوئے، عزم وہمت اور جرات وشجاعت کے کوہ گراں، حق گوئی و بے باکی کی

تصویر، باطل پرستوں کے مقابلے میں ابراہیمیؑ استقامت کے علم بردار، مسند درس وتدریس کے شہسوار، دنیا بھر کے اہل حق اور اصحاب علم کے دلوں کی دھڑکن اور عالم اسلام کی مایہ ناز علمی و تحقیقی شخصیت تھے۔ تحفظ ختم نبوت ﷺ، دفاع صحابہ اور ناموس اہل بیت اطہار اور مسلک دیوبند کا دفاع ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

فرق باطلہ اور مذاہب باطلہ کے رد میں وہ امام کی حیثیت رکھتے تھے اور اس لحاظ سے وہ علمائے کرام کا مرجع ومنبع تھے۔

خوف اور بزدلی سے کوسوں دور وہ میدان حق میں نعرہ ہائے مستانہ بلند کرتے ہوئے عظمت صحابہ کے ترانے گایا کرتے تھے۔ حق بات کی خاطر ہتھکڑیاں، بیڑیاں پہننے اور پابند سلاسل ہونے سے بھی وہ دریغ نہیں کرتے تھے، علمی پختگی کا یہ عالم تھا کہ جب نواز شریف کے دور حکومت میں چیف جسٹس سجاد علی شاہ کے سامنے اہل سنت والجماعت کا موقف پیش کرنے کا موقع آیا تو علماء دیوبند نے متفقہ طور پر علامہ علی شیر حیدریؒ کو اپنا نمائندہ مقرر کیا۔ مولانا نے ساڑھے چار گھنٹے مسلسل دلائل و براہین سے مزین اپنا موقف پیش کر کے علماء دیوبند کا سر فخر سے بلند کر دیا، صرف یہی نہیں بلکہ جسٹس سجاد علی شاہ کو بھی آبدیدہ کر دیا۔ آپ کی خطابت علمی موتیوں اور نکات سے مزین وبھرپور ہوتی تھی اور علماء کرام ان موتیوں کو چننے کے لیے سرگرداں رہتے تھے۔ آپ نے شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہو کر ثابت کر دکھایا کہ ''شہادت'' ہماری میراث ہے''۔

علامہ علی شیر کی شہادت سے گلستان علما کا ایک مہکتا پھول اپنی خوشبوئیں بکھیرتا اچانک پژمردہ ہو گیا اور اہل باطل کے سامنے سے ایک سد سکندری ہٹ گیا، ایک چمن ویران ہو گیا مگر علامہ حیدری شہادت پا کر کامیاب وکامران ہو گئے۔ اس عظیم سانحے پر حکومت نے جس بے حسی کا مظاہرہ کیا وہ قابل افسوس ہے۔ حکمرانوں نے اس موقع پر یہ بیان داغ دیا کہ مولانا کی شہادت ذاتی دشمنی کا نتیجہ ہے حالانکہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ علامہ حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے لے کر اب تک جید علماء کرام کی شہادت میں بعض بیرونی قوتیں اور یہود ونصاریٰ کے ایجنٹ وآلہ کار ملوث ہیں، علماء کرام کے قتل عام میں وہ قوتیں ملوث ہیں جو اسلام کے لبادے میں میر جعفر اور میر صادق کا کردار ادا کر رہی ہیں اور امت مسلمہ کے اتحاد و یکجہتی کو تار تار کر رہی ہیں۔ مملکت اسلامیہ کے ٹکڑے کرنے کے در پے ہیں۔

کاش ہمارے حکمران ان سازشی عناصر کے چہروں سے نقاب اتار کر عوام کو ان کا اصل چہرہ دکھا سکیں اور ان کی سازشیں بے نقاب کر سکیں۔ آخر کب تک اس مملکت اسلامیہ کو علماء کرام کے خون سے رنگین کیا جاتا

رہے گا۔ کب تک علماء کرام کے قتل عام کو ذاتی دشمنی یا اندھے قتل کا رنگ دیا جاتا رہے گا۔ آخر کب تک علماء کرام کی ایف آئی آر نا معلوم قاتلوں کیخلاف درج ہو کر فائل کی زینت اور فائل کباڑ کی نذر ہوتی رہے گی؟؟

اگر حکمران محترمہ بے نظیر بھٹو شہید کے قتل کی تحقیقات اقوام متحدہ سے کرا سکتے ہیں تو پھر ان جید علماء کرام کے قتل عام کی تحقیقات سپریم کورٹ کے اسپیشل بنچ قائم کر کے کیوں نہیں کی جا سکتی؟ انصاف کا یہ دہرا معیار کب تک قائم رہے گا؟ چیف جسٹس افتخار چودھری اگر عام قتل پر از خود نوٹس لے کر قاتلوں کی گرفتاری کا حکم دے سکتے ہیں تو پھر ان علمائے کرام کے قتل عام کا از خود نوٹس کیوں نہیں لیتے؟ اگر حکومت وقت اور عدلیہ ملک سے فرقہ وارنہ فسادات کا واقعی خاتمہ چاہتے ہیں تو پھر سپریم کورٹ کا ایک اسپیشل بنچ تشکیل دے کر مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ سے لے کر مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ تک ان تمام اندھے قتلوں کا از سر نو جائزہ لیں اور قاتلوں کو ان کے سرپرستوں سمیت عدالت کے کٹہرے میں لا کر سزا دیں تا کہ یہ ملک امن وسلامتی کا گہوارہ بن سکے۔



مولانا محمد لطف اللہ لدھیانوی
(ناظم تعلیمات جامعہ فاروقیہ کمالیہ)

کرامات حیدری

حق تعالیٰ شانہ اپنے مقبول بندوں کی عزت وعظمت اپنے بندوں پر اجاگر کرنے کے لیے ان سے کرامات کا ظہور کرواتے رہتے ہیں اگر چہ ولایت ونسبت اور تعلق مع اللہ کا مدار کشف وکرامات نہیں ہیں۔ شیخ العرب والعجم امیر المومنین فی الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اپنے ایک والا نامہ میں جو کہ قائد اہل سنت مظہر شریعت وطریقت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کی طرف ارسال فرمایا تھا اس میں تحریر فرماتے ہیں۔

''میرے محترم یہ سب لطائف وسائل وذرائع ہیں انوار وغیرہ بھی مقاصد اصلیہ نہیں ہیں۔ وصل وفراق بھی مقصد اصلی نہیں ہے....

وصال وقرب چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر ازیں تمنائے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جن کے درجہ پر کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا ان کی شان میں فرمایا جاتا ہے۔ یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا۔ معیت ودوام حضور! بڑی چیزیں اور انعام ہیں۔ مگر مقصود اصلی رضائے خداوندی ہے''۔ (ماہنامہ حق چار یار اشاعت خاص ص ۱۳۵۲)

قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔

''پھر طریقہ صحابہ کہ عبدیت کا مقام ہے'' (مکتوبات رشیدیہ ص ۴۶)

پھر فرماتے ہیں:

''سنو سلوک صحابہ وتابعین وتبع تابعین میں تحصیل احسان اور اپنا بندہ ناچیز بے اختیار رہونا اور ''من کل الوجوہ'' محتاج ذات غنی کا ہونا اور حضور اس کردگار بے نیاز محسن عباد کا ہونا تھا۔ بندگی در بندگی، عجز در عجز،

توکل در توکل، ہمت، اطاعت و جان و مال بازی فی رضاء المولیٰ اس کا ثمرہ تھا نہ استغراق تھا نہ فنا تھی''۔
(ایضاً ۴۵)

تیسرے مقام پر فرماتے ہیں

''اصل الاصول اور اصل مقصود و مامور سلوک صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اس میں بحث بندگی سے اور ایمان بالغیب کے کالمشاہدہ ہو جانے سے اور حسن اخلاق سے ہے۔ جس کا مال غیریت اور عبدیت اور معبودیت پر ہے نہ وہاں کشف حقائق تھا الخ'' (ایضاً ۵۸)

ا۔ اصل مدار ولایت استقامت ہے۔ الاستقامۃ فوق الکرامۃ مقولہ بزرگان دین برحق ہے۔ حضرت علامہ حیدری شہیدؒ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ ساری زندگی عظمت صحابہ کے دفاع کے لیے مصائب پر مصائب تکالیف پر تکالیف جھیلیں۔ نہ جیلیں نہ ہتھکڑیاں آپ کو مشن سے ہٹا سکیں آخر اس مشن پر لہو سے باوضو ہو کر ذات باری کے دربار میں حاضر ہو گئے' کیا یہ کم کرامت ہے لاکھوں کرامتیں اس استقامت پر قربان ہیں۔

۲۔ آپ کی دوسری سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ اپنے تعلق مع اللہ کو، اپنے روحانی مراتب کو اخفاء کے دبیز پردوں میں ایسا چھپایا ہوا تھا کہ اگر حق تعالیٰ یاوری نہ فرماتے تو شاید کسی کو پتہ نہ چل سکتا۔ اگر چہ اب بھی بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ آپؒ نے جو انوارات علم و عمل امام الاولیاء حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ، مفتی اعظم فقیہ النفس استاذ العلماء مفتی غلام قادر صاحبؒ جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا غلام محمد صاحبؒ کے سینوں سے جذب کئے تھے ان کو چھپایا، نسبت کو چھپا کر رکھنا اور محبت سے بھرا جام کبھی لبریز ہوتے نہیں دیکھا گیا۔ ۲۰۰۹ء میں مجھے حضرت شہیدؒ کی خدمت میں چند دن گزارنے اور رد روافض کے متعلق تربیتی کورس کرنے کا موقع ملا۔ شب برأت والی رات حضرت شہیدؒ ہمیں دیر تک پڑھاتے رہے، جب سبق ختم ہوا تو تمام طلباء جلدی جلدی سو گئے کیونکہ رات کافی بیت چکی تھی، میں حضرت شہیدؒ کے دفتر میں سویا کرتا تھا، مجھے سوئے ہوئے کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ اچانک مجھے کسی کے رونے کی آواز آئی، کمرے کی لائٹ بند تھی، میں نے غور کیا تو حضرت شہیدؒ کمرے کی ایک جانب حالت سجدہ میں ہیں اور گڑگڑا رہے ہیں۔ جہاں آپؒ کا سر تھا وہاں سے ایک روشنی آسمان کی طرف جا رہی ہے۔ یہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ میں سمجھ گیا کہ اپنے محبوب حقیقی سے راز و نیاز کی باتیں ہو رہیں دخل اندازی

برداشت نہیں ہوگی چنانچہ آہستہ آہستہ سانس لینے لگا کہ کہیں انہیں میرے جاگ جانے کا پتہ نہ چل جائے۔
آخر ذات حق سے تعلق اور کمال محبت کو ضبط کرنا اور اس راز کو سینہ میں چھپائے رکھنا کوئی معمولی چیز ہے؟

۳۔آپ کی تیسری بڑی کرامت آپ کی مقبولیت عامہ تھی حق گوئی وحق جوئی دفاع صحابہؓ کے کاز نے آپ کو اہل حق کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا تھا۔جس جلسہ میں آپ نے جلوہ افراز ہونا ہوتا اس کے شرکاء کی تعداد کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ بسا اوقات ہزاروں سے نکل کر لاکھ کی سرحدوں کو چھونے لگتی ہے عوام تو عوام جلیل القدر علماء بھی آپ کے سینے سے نکلنے والے انوارات وعلمی جواہر پاروں پر سر دھند تے تھے۔

۴۔دعاؤں کی مقبولیت بھی آپ کی ایک کرامت تھی کہ کسی پریشانی میں آپ سے دعا کی درخواست کی گئی تو آپ کی دعا کی برکت سے پوری ہو جاتی۔

۵۔آپ کی ایک کرامت آپ کی وفات کے وقت ظاہر ہوئی۔سندھ کے مشہور نعت خوان حاجی امداد اللہ پھلپوٹو عمرہ پر گئے ہوئے تھے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا کہ دیکھا حضرت سائیں حیدری صاحب اور امتیاز پھلپوٹو بھی طواف کر رہے ہیں۔میں بڑا حیران بھی ہوا کہ اگر آنا تھا تو بتا کر آتے اچانک کیسے آنا ہوا۔ میں نے سوچا کہ طواف ختم کر کے ملاقات کرتا ہوں۔جب طواف ختم کیا تو بہت تلاش کیا مگر دونوں حضرات کا نام ونشان نہ ملا۔پندرہ بیس منٹ بعد پاکستان سے فون آیا کہ حضرت کو شہید کر دیا گیا ہے۔یعنی عین وقت شہادت آپ کی روح مبارکہ متشکل ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنے پہنچ چکی تھی۔

۶۔ جب شہادت کے بعد جسد مبارک کو گھر لایا گیا تو آپ کی والدہ ماجدہ نے سفید چادر اوڑھادی اور سر پر سرخ رومال' پھر فرمایا بیٹا شہادت مبارک ہو۔جب والدہ نے یہ کلمات فرمائے تو آپ کی بائیں آنکھ معمولی سی کھل گئی، آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ اور لبوں پر مسکراہٹ آگئی۔صاف محسوس ہو رہا تھا کہ دیکھ رہے ہیں۔

۷۔ خون اور جائے شہادت سے خوشبوؤں کا مہک اٹھنا۔جب باہر نکلنے والی خوشبو کا یہ حال ہے تو قبر اطہر میں مہکنے والی خوشبوؤں کا کیا حال ہوگا۔

۸۔استاذ مولانا خالد محمود صاحب نے بتایا کہ استاد علی شیر منگی صاحب بتاتے ہیں کہ حضرت نے ۹۶ء کی ایک تقریر میں لاڑکانہ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مجھ پر حملہ کیا تو میرا قاتل اپنے گھر والوں کو اپنا منہ نہیں دیکھا سکے گا قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید حق تعالیٰ نے آپکے الفاظ کو پورا کیا کہ قاتل موقع پر قتل ہوا اور اس کا چہرہ بھی رسوا ہوا اور زندہ گھر جا کر منہ نہ دکھا سکا۔

۹۔ حضرت کے قریبی علاقے میں ایک مولوی صاحب ہر وقت آپکی مخالفت پر کمر بستہ رہتے اہل علاقہ نے حاضر ہوکر ان کی شکایت لگائی آپ نے فرمایا کہ تم اس کے ساتھ ادب واحترام کا ہی معاملہ رکھو اس کو تو اس کا بیٹا ہی کافی ہو جائے گا اس کا بیٹا بھی حضرت کی مخالفت میں باپ کا رفیق مشن تھا چنانچہ چند دن ہی گزرے کہ اس کا بیٹا ایک قتل میں ملوث ہو گیا اور فرار ہو گیا اس مولوی صاحب کو جیل کی قید ہو گئی جیل میں اس کی خبر گیری کرنے والوں میں سب سے آگے حیدری صاحب ہی تھے۔

۱۰۔ ایک دفعہ حضرت روپوش تھے حافظ اسد (ڈرائیور) اوغلام سرور (گن مین) وغیرہ ساتھی ساتھ تھے موٹر سائیکلوں پر کہیں جا رہے تھے، حضرت کا موٹر سائیکل سب سے آگے تھا کہ اچانک اس کا پٹرول ختم ہو گیا ساتھی پریشان ہو گے جوں ہی سڑک کے ایک کنارے موٹر سائیکل روکا تو کیا دیکھا کہ ایک لیٹر پٹرول کی بوتل بھری ہوئی پڑی ہے حضرت نے فرمایا اس کو اٹھا کر ڈال دو واتنے میں پچھلے ساتھی بھی آملے آپ نے فرمایا اب اس کو رہنے دو اوران ساتھیوں سے پٹرول لے لو چنانچہ ایسا ہی کیا جب منزل پر پہنچ گئے تو سرور صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ واپسی پر یہ بوتل اٹھالوں گا جب واپس آیا تو نہ بوتل تھی نہ اس کا نشان۔

۱۱۔ محمد شریف قبر پر حاضر ہوا قبر پر پتے وغیرہ ہٹانے کے لیے رومال اتار کر قبر پر پھیرا صفائی کر کے گھر گیا گھر والی نے کہا حضرت شہید ہو گئے ہیں اور تم خوشبو لگا کر پھر رہے ہو؟ اس نے کہا میں نے تو نہیں لگائی بیوی نے کہا رومال سے آرہی ہے دیکھا تو واقعی رومال خوشبو دے رہا تھا یہ قبر کی مٹی کی خوشبو تھی۔

۱۲۔ شہادت سے ایک دن قبل ٹھیری سے کچھ احباب حاضر خدمت ہوئے انہوں نے سوال کیا کہ قبر میں میت کو کسطرح لٹایا جاتا ہے فرمایا کل آجانا لیٹ کر دکھادوں گا چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ اگلے دن شہید ہو کر قبر کے اندر ہمیشہ کے لیے لیٹ گئے۔

۱۳۔ دفاع صحابہ کانفرنس جمعہ کو تھی اس سے قبل رات کو جماعت کا اجلاس تھا آپ نے میرے والد گرامی حضرت علامہ محمد احمد لدھیانوی مدظلہ کی زیر صدارت اجلاس شروع کروایا اور خود وہیں لیٹے اور سو گئے یہ اشارہ تھا کہ اگلی مرتبہ میں نہیں ہوں گا تم نے خود کام چلانا ہے۔

۱۴۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا عبدالکریم قریشیؒ کی وفات کی خبر مجھے اس طرح ملی کہ مراقبہ میں تھا کہ اچانک دیکھا کہ ایک نور ختم ہو گیا میں سمجھ گیا کہ حضرت بیر شریف والوں کا انتقال ہو گیا ہے۔

وجیہ دین پوری، کراچی

خوشبو اور بدبو

انسان جب عالم دنیا سے انتقال کرتا ہے تو عالم برزخ میں تا قیامت اس کا قیام ہوتا ہے برزخ کا معنی ہے غیر محسوس پردہ قرآن پاک میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے **مرج البحرین یلتقین بینھما برزخ لایبغیان** اب دو سمندروں کے درمیان امر الٰہی کا ہی تو پردہ ہے علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں **البرزخ علی ثلثۃ اقسام** برزخ کی تین قسمیں ہیں برزخ زمان مکان حالت انسان کی یہ برزخی زندگی یا جنت کا پرتو ہوتی ہے یا جہنم کا پیش خیمہ ہو کر بدبو اور آگ سے بھری ہوئی ہوتی ہے اگرچہ عادت اللہ یہی ہے کہ یہ عذاب وثواب عالم دنیا کے باسیوں سے مخفی رکھا جاتا ہے تاکہ ایمان بالغیب ختم نہ ہو مگر کبھی حق تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کی عزت بڑھانے کے لیے برزخ کا پردہ اٹھا دیتے ہیں جس کے نتیجے میں کبھی تو کسی شہید کا خون خوشبو مہکاتا نظر آتا ہے کبھی کسی ولی کی قبر خوشبوئیں پھیلاتی ہوئی نظر آتی ہے محدثین میں سے سیدنا امام بخاریؒ کی عظمت کو چار چاند لگانے کے لیے ذات علیم وخبیر نے ان کی قبر سے خوشبو مہکائی پھر امام الاولیا فخر المفسرین المجاہد فی سبیل اللہ بطل حریت حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی قبر نے ہزاروں مسلمانوں کو خوشبو سے معطر کیا پھر محدث جلیل امام المفسرین حضرت مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازیؒ کا اعزاز ذات حق نے ظاہر فرمایا ان کی قبر سے بھی ہزاروں افراد نے خوشبو سونگھی پھر عالم ربانی استاذ العلماء محدث جلیل حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کی وفات کے تقریباً ۳۵ سال بعد آپ کی قبر سے خوشبو پھوٹی اور ملتان اور پنجاب سے ہزاروں افراد نے اس کو سونگھا۔

بدنام زمانہ دجال وکذاب زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا تھا کہ دیوبندی اپنے پیروں کو اڑاتے ہیں بندہ نے کہا کہ ہم اپنے پیروں کو نہیں اڑاتے ہمارا خدا اڑاتا ہے اس کی پاک ذات ہمارے مشائخ پر فضل فرماتی ہے پھر قطب العصر امام المتوکلین امین العلماء سیدی ومرشدی حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحبؒ جو کہ اپنے وقت کے سلسلہ چشتیہ صابریہ امدادیہ رشیدیہ کے جلیل القدر شیخ تھے اور شیخ العرب امیر المومنین فی الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے تلمیذ رشید مسترشد خاص اور ایک واسطہ سے آپکے خلیفہ مجاز تھے آپکی قبر مبارک

سے ایک ماہ تک خوشبو نکلتی رہی پھر امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی قبر اطہر سے خوشبو نکلی پھر انہی دنوں مولانا الطاف منہاس شہیدؒ جو کہ ایک نوجوان پیکر صدق ووفا مجاہد نڈر بے باک عالم دین تھے اور امام اہل سنت کے جنازہ میں شرکت کے لیے آرہے تھے راستہ میں ٹریفک حادثہ میں شہید ہوگئے ان کی قبر سے خوشبو نکلی آپ ہی اتحاد اہل سنت کی لاہور میں ہونے والی بے مثال کانفرنس تحفظ سنت کانفرنس کے نقیب اور اسٹیج سیکرٹری تھے پھر شیر اسلام امام المتکلمین حجۃ اللہ فی الارض علامہ علی شیر حیدریؒ کا مقدس ومطہر خون خوشبوئیں پھینک پھینک کر اکابر علمائے دیوبند کے نظریات وافکار کی صداقت کی گواہی دیتا رہا۔

جہاں حق تعالیٰ ایک جماعت کو ان انعامات سے نواز کر حق کی صداقت سورج سے زیادہ روشن کر رہے ہیں وہیں ایک گروہ ان اظہر من الشمس واقعات کا انکار کر رہا ہے چونکہ یہ تمام کرامتیں نہ کسی ملحد سے ظاہر ہوئیں نہ کسی بدعت کے خوگر سے یہ تمام اصحاب کرامت اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے کہ جس کی زندگی مخالفت سنت ہو اگر اس سے خرق عادت کام کا صدور ہو تو استدراج ہوتا ہے اور استدراج شیطان کی طرف سے ہوتا ہے نہ کہ رحمٰن کی طرف سے۔ حضرت سے اب تک کے تمام واقعات فرزندان دیوبند کی قسمت میں لکھے نظر آتے ہیں اس لیے اہل الحاد واہل بدعت اس کا انکار کر رہے ہیں اسماعیل سلفی غیر مقلد فتاویٰ سلفیہ میں حضرت لاہوریؒ کی خوشبو کا انکار کر کے غیر مقلدیت کی بدنامی کا سبب بنا اب دجال وکذاب زبیر غیر مقلد امام بخاریؒ کی اس کرامت کا انکار کر کے اپنی رسوائی کا سامان کر رہا ہے اس پر یہی کہا جا سکتا ہے۔

نور خدا ہے کفر کی پیشانی پہ خندہ زن
پھونکو سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اسی موقع پر بندہ کو مولانا رومؒ کا یہ شعر یاد آرہا ہے

گر خفا شے رفت در کورو کبود
باز سلطاں دیدہ را بارے چہ بود

مولانا رومیؒ کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے فرماتے ہیں کہ چمگادڑ جو اندھیروں میں لٹکا رہتا ہے اگر وہ اندھیرے میں جا کر پیشاب چوس رہا ہے اور پاخانہ چاٹ رہا ہے تو ہم کو کوئی تعجب نہیں چونکہ اس کی خصلت ہی خراب ہے یہ سورج کا دشمن ہے آفتاب دشمنی کی اس کو یہ سزا دی گئی ہے کہ اندھیروں میں الٹا لٹک رہا ہے جس منہ سے کھاتا ہے اسی منہ سے ہگتا ہے اگر اس سے یہ کمینی حرکت ہوتی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ (درس مثنوی مولانا روم ص ۸۱ ط کتب خانہ مظہری کراچی)

پروفیسر حافظ محمد یوسف

ایک عبقری شخصیت

شعبان، رمضان ۱۴۱۳ھ مطابق فروری مارچ 1993ء جامعہ میں تردید مذاہب باطلہ کا کورس تھا۔ اس لیے میں کالج سے ڈیڑھ ماہ کی رخصت لے کر فیصل آباد پہنچ گیا اور جامعہ میں داخلہ لے لیا۔ دور دراز علاقوں سے طلبہ آئے جن کی تعداد تقریباً ۸۰ تھی جو اساتذہ کرام ہمیں پڑھاتے ان کے اسماء گرامی اور مضامین حسب ذیل تھے۔

۱۔ مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ جامعہ کے مہتمم اور چیئرمین سپریم کونسل ختم نبوت............مسئلہ الٰہ

۲۔ مولانا عبدالحئی جام پوریؒ شاگرد رشید علامہ عبدالشکور لکھنویؒ............ردّ شیعیت

۳۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ......ردشیعیت

۴۔ مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ..........ردّ شیعیت

۵۔ مولانا محمد یوسف رحمانیؒ..........ردّ بریلویت

۶۔ مولانا فضل امین دامت برکاتہم......ردّ غیر مقلدیت

تمام اساتذہ اپنے اپنے مضمون میں ماہر تھے اور طلبہ پر بے پناہ شفیق اور مہربان چونکہ سب کا مقصد ایک ہی تھا اس لیے طلبہ میں باہمی محبت والفت بھی تھی، اکثر طلبہ ہر وقت باوضو رہتے، کئی ساتھی مختلف مساجد میں نماز تراویح میں قرآن کریم بھی سناتے رہے، ماحول ایسا خوشگوار اور روح پرور تھا گویا

اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

آخری دنوں میں احباب نے ایک دوسرے سے پتے لیے، اساتذہ کرام سے آٹو گراف لیے، میری ڈائری پر حیدری شہیدؒ نے لکھا:

''شیعہ سے جہاد لازم ہے۔''

اور دستخط ثبت فرمائے۔

آخر میں ہم سے تقاریر کرائی گئیں، دستار بندی ہوئی، سندات عطا کی گئیں اور ہم مہربان اساتذہ کی دعائیں لے کر جامعہ سے جدائی کا صدمہ اٹھا کر اپنے اپنے گھروں میں آ گئے، اس کے بعد جب کبھی مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ اور مولانا علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ اس طرف تشریف لاتے میں ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور استفادہ کرتا۔

پھر ان کی شہادت کی خبر آئی تو ہر مسلمان کی طرح مجھے بھی شدید صدمہ پہنچا، وہ جس منصب پر فائز تھے اس کا تو حال ہی یہ تھا:

" فمنهم من قضىٰ نحبه و منهم من ينتظر "

وہ شہادت کی موت کو شہد سے میٹھا سمجھتے تھے اور اس کے لیے رو رو کر خدا سے دعا کرتے تھے۔

" اللّٰهم ارزقنى شهادة فى سبيلك "

خدا نے اُن کی دعائیں منظور فرمالیں اور جنت الفردوس میں پہنچ گئے، وہ وہاں یہی کہتے ہوں گے:

'' يا ليت قومى يعلمون بما غفرلى ربى وجعلنى من المكرمين ''

وہ چاہتے تو اپنے گھر میں آرام وسکون سے رہ سکتے تھے بقول غالب

نہ تیر کماں میں ہے نہ صیاد کمیں میں
گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

مگر اُن کی غیرت ایمانی اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کبھی یہ گوارہ نہ کر سکتی تھی کہ کفر کا مقابلہ نہ کیا جائے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

" ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الايمان من كان الله ورسوله احب اليه مما سواهما ومن احب عبدالله لايحبه الا الله ومن يكره ان يعود فى الكفر كما يكره ان يلقى فى النار "

نظام کائنات میں کفر واسلام کی آویزش ہمیشہ سے رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

درکار خانۂ عشق از کفر ناگزیر است
آتش کدا بسوزد گر بو لہب بنا شد

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرارِ بو لہبی

کیسے خوش نصیب ہیں وہ اشخاص جو یہ کہتے ہوئے اپنی جان راہ خدا میں نثار کرتے ہیں۔

جان دی ،دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اہل حق کی وفا اور استقامت کا امتحان ہے اور اہل باطل کو مہلت دی جارہی ہے تا کہ وہ اپنی شقاوت اور بدبختی میں انتہا تک پہنچ جائیں۔

" وجعلنا بعضکم لبعض فتنه "

ادھر آ ستم گر ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

اہل ایمان خداداد جان و مال عزت وآبرو خدا کے ہاتھ بیچ چکے ہیں اس کے عوض انہیں جنت ملے گی، خدا کی رضا حاصل ہوگی اور دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا، جنت کا راستہ آسان نہیں ہے:

" ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم "

حضور ﷺ نے فرمایا:

" حفت الجنة بالمکاره "

انہیں پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ
میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

صدیق اکبرؓ کے باوفا پیروکار نے انہیں کی پیروی میں "اینقص الدین وانا حیی" کا نعرہ لگایا اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

ارباب رخصت کا راستہ اور ہوتا ہے اور اصحاب عزیمت کا اور بقول اقبالؒ

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
عشق فرمودۂ تھا دوسرے سبک گامِ عمل
عقل سمجھتی ہی نہیں معنیِ پیغام ابھی
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اہل وفا کا ضمیر اور ہوتا ہے ان کی سوچ اور ہوتی ہے ان کے دلوں میں جاں سپاری کا شوق ہوتا ہے ان کا حال تو یہ ہوتا ہے۔ ـ

آگ لگی اک برگد کو جلنے لگے سب پات
پنچھی نہیں کیوں جلے ہے پنکھ ہیں تیرے ساتھ ؟

پرندہ جواب دیتا ہے:

پھل کھایا اس برگد کا گندے کئے ہیں پات
مورا دھرم نہ مانے کیوں جلوں نہ اس کے ساتھ؟

حیدری شہیدؒ ہمیشہ اہل اسلام کے دلوں میں زندہ رہیں گے۔ ـ

ہر گز غیر آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است ہر جریدۂ عالم ہوام ما

ان کی زندگی ہمارے لیے قابل تقلید ہے۔ ـ

چہ خوش رسمے بنا کر دند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

وہ اخلاق حسنہ کا پیکر تھے، نکتہ رس ذہن کے مالک تھے، انکی آواز ''کانہ' منذر جیش'' کی مثال تھی۔
انہیں مسجد میں جماعت نہ ملتی تو اپنی قیام گاہ پر ہی اپنے رفقائے سفر کی جماعت کراتے۔

دامانِ نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چیں بہارِ توز داماں گلہ دارد

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

''سیدنا یوسفؑ کا بچپن کا ایک دوست انہیں ملنے آیا، آپؑ نے پوچھا میرے لیے کیا تحفہ لائے ہو؟ کہنے

لگا میں نے بہت سوچا کہ آپ کے لیے کیا تحفہ لے جاؤں مگر آپ کے شایان شان مجھے کوئی چیز نظر نہ آئی ،اس لیے میں آپ کے لیے یہ آئینہ لایا ہوں۔'' ے

آئینہ ہاتھ میں لے اور اسے بار بار دیکھ اے گل
تو اپنے حسن کی خود ہی بہار دیکھ

غالب کہتا ہے:

آئینہ کیوں نہ دلاؤں کہ تماشا کہیں جسے
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

حیدری شہیدؒ کی شہادت سے مسلمان قوم کا نا قابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ ے

فما کان قیس هلکه واحد ولکنه بنیان قوم تهدّ ما

مولانا کا انداز بیان انتہائی سادہ اور عام فہم ہوتا تھا، وہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق مُسکت اور لاجواب سوالات کرتے، آواز بلند، پُر جلال اور پُر شکوہ ہوتی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک کمانڈر فوج کی قیادت کر رہا ہے استدلال کی قوت کا یہ حال تھا کہ اسے بجز تعالیٰ ربانی کے اور کوئی نہیں جا سکتا۔

علمی نکات ولطائف

۱۔ ساجد نقوی سے پوچھا تمہارے نزدیک اپنے آپ کو مارنا عبادت ہے یا ہمارے دروازوں پر آنا؟ ہم تمہیں صبر کرنے کو نہیں کہیں گے کیونکہ وہ حکم تو اہل ایمان کے لیے ہے، اپنے آپ کو مارو اور مارو، اور مارو، تمہیں کون منع کرتا ہے؟ ہم تمہیں اپنے دروازوں پر آنے سے منع کرتے ہیں۔نقوی اس کا کوئی جواب نہ دے سکا اور آئندہ کبھی ان کے سامنے نہ آیا۔

۲۔جس کا ہر کام بدعت ہو، وہ سنّی کہلانے سے سنّی ہو جائیگا؟

۳۔جس کا ہر وقت کا وطیرہ سلف صالحین کی بدگوئی ہو، وہ سلفی کہلانے سے سلفی ہو جائے گا؟

۴۔جس کا ہر عقیدہ ایمان کے خلاف ہو، وہ مومن کہلانے سے مومن ہو جائیگا؟

۵۔آپ نے صندوق میں زیورات رکھے، کپڑے رکھے، ہیرے جواہرات رکھے اور یہ بیٹی کو جہیز میں دے دیا اب چور کی نظر صندوق پر ہوگی اور پہرے دار کی نظر بھی صندوق پر ہوگی، کوئی انگوٹھی چرائے وہ بھی چور ہے، صندوق کا چور اس سے بڑا چور ہے، کوئی کانٹوں کا چور ہے، ہے یہ بھی چور مگر صندوق کا چور بڑا چور

ہے،آپ دوکان پر چوکیدار رکھتے ہیں یہ دوکان کا چوکیدار ہے یا دوکان کے اندر سامان کا چوکیدار ہے ؟رسول اللہ ﷺ نے کیا کوئی محل بنوایا؟ کوئی باغ لگوایا؟ آپ ﷺ نے صحابہ کی جماعت تیار کی، یہی آپ ﷺ کی محنت ہے، یہی آپ ﷺ کا سرمایہ ہے، آپ مجھے ایک آیت بتائیں جو صحابہ ؓ کے بغیر آپ تک پہنچی ہو، صحابہ ؓ نے سارا دین حضور ﷺ سے لیا اور پھر ہمیں پہنچایا، آپ نمازی ہیں تو پہلے نمازی کون تھے ؟آپ حاجی ہیں تو پہلے حاجی کون تھے؟ آپ مجاہد ہیں تو پہلے مجاہد کون تھے؟

”التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الاٰمرون بالمعروف والناھون عن المنکر الحافظون لحدود اللّٰہ (سورۃ براءۃ)

کون تھے؟ وہ کون تھے جن کے متعلق فرمایا:

”فاولٰئک یبدل اللّٰہ سیاٰتھم حسنات؟

دین کی ساری عمارت کا پہلا درجہ صحابہ ہیں۔

خشت اول چو نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

صحابہؓ نے سارا دین حضور ﷺ سے لیا اور ہمیں پہنچایا اگر وہ خود سیکھتے اور ہمیں نہ بتاتے تو ہمیں کیا پتہ تھا کہ عرفات یہ میدان ہے یا کوئی اور؟ صفا یہ پہاڑی ہے یا کوئی اور؟ منیٰ یہ ہے یا کوئی اور صحابہ سارے دین کے امانت دار ہیں اور ناشر لہٰذا سپاہ صحابہ سپاہِ قرآن ہے۔سپاہ ختم نبوت ہے، سپاہ صحابہ سپاہؓ دین ہے۔

۶۔ ”واذا جاءک الذین یومنون باٰیاتنا فقل سلٰمٌ علیکم“

سلام آنے والا کرتا ہے یا پہلے سے بیٹھا ہوا؟ آنے والا جو سلام کرتا ہے وہ تو کرے گا ہی، آپ ﷺ انہیں سلام کہیں یعنی ان پر سلام کہیں جیسے آپ کسی سے کہتے ہیں کہ فلاں شخص آئے تو اسے سلام کہنا یعنی میرا سلام کہنا، ایسے ہی حضور ﷺ کو حکم ہے کہ آپ کے پاس صحابہ آئیں تو انہیں سلام کہنا یعنی میرا سلام کہنا۔

۷۔ کعبۃ اللہ میں امام ہمارا ہے، موذن آج تک ہمارا ہے، اذان ہماری ہو رہی ہے، آج تک بیت اللہ میں نہ اُن کا امام آیا نہ موذن آیا نہ اُن کی اذان ہوئی اور اب بھی کوئی نہیں آیا، جن پر دونوں کا دعویٰ ہو۔

۸۔ رسول اللہ ﷺ نے جب سے صدیق اکبرؓ کو مصلّے پر کھڑا کیا اس وقت سے لیکر آج تک امام ہمارا ہی رہا، سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ بقول دشمن کے ہمارے ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ سنّیوں کے

امام ہیں۔ یہ امام بھی تھے اور خلیفہ بھی۔

اگر حضرت علی حضور ﷺ کے مصلے پر آتے تب بھی وہ ہمارے سرتاج تھے لیکن اس سے فیصلہ نہ ہو سکتا ہم کہتے ہمارے ہیں اور وہ (شیعہ) کہتے ہمارے ہیں۔

۹۔ جہاں کوئی بزرگ رہتا ہے آپ اس جگہ کو "شریف" کہتے ہیں جیسے اجمیر شریف، کلیر شریف، تونسہ شریف، سیال شریف وغیرہ لیکن جہاں چار ہزار صحابہؓ رہے جہاں عبداللہ بن مسعودؓ جیسے معلم رہے جہاں ابوحنیفہؒ جیسے ہیرے پیدا ہوئے وہ جگہ کیوں شریف نہ ہوئی؟ آج بھی آپ نے جس شہر کو خراب کہنا ہو تو آپ کہتے ہیں کہ وہ تو کوفہ ہے کیا یہ انہیں کا اثر نہیں ہے جو حضرت علیؓ سے بھی مخلص نہ تھے؟

۱۰۔ومن یتول اللہ ورسولہ والذین آمنو فان حزب اللہ ھم الغالبون .

آج تک جتنے بھی فاتحین اسلام ہوئے ہیں وہ سب سنی تھے۔

۱۱۔حضرت علیؓ نے خیبر کے آٹھ قلعوں میں سے قلعہ قموص فتح کیا مگر فتح کی نسبت تو پھر بھی حضور ﷺ کی طرف ہے۔ فتح کا سہرا کمانڈر کے سر ہوتا ہے یا سپاہی کے؟ لال مسجد پر حملہ فوج نے کیا، لعنت کس پر کرتے ہو؟

۱۲۔قرآن کے حافظ سنی ہیں انہیں (شیعوں) بار بار غیرت دلائی گئی مگر قرآن حفظ نہ کر سکے نہ آج کر سکتے ہیں معلوم ہوا کہ یہ ان کے بس کی بات ہی نہیں۔

۱۳۔حضور ﷺ کی تدفین ہماری امی عائشہؓ کے حجرے میں ہوئی۔

۱۴۔جوارِ رسول ﷺ ہمیں نصیب ہوا، اگر وہاں حضرت علیؓ دفن ہوتے تو انہیں ہم اپنا کہتے وہ (شیعہ) بھی انہیں اپنا کہتے۔ اس طرح فیصلہ نہ ہو سکتا۔

کعبہ ہمارے پاس ہے، کعبہ کا مؤذن ہمارا ہے وہاں کی اذان ہماری ہے۔ حضور ﷺ ہمارے پاس ہیں، جوارِ رسول ﷺ ہمارا ہے، قرآن ہمارے پاس ہے، فاتحین اسلام ہمارے ہیں۔

وایّ ثنایا المجدلم نطلع بھا

وانتم غضاب تحرقون علینا

۱۵۔ہم شہداء کو واہ واہ کہتے ہیں، ہائے ہائے نہیں کرتے، صدیاں گزر گئیں ان کی ہائے ہائے ختم نہیں ہوتی، تعجب ہے کہ حکومت ہائے ہائے کہنے والوں کو تو اجازت دیتی ہے اور شہداء کو واہ واہ کہنے والوں پر پابندی لگاتی ہے، اگر کہا جائے کہ جب تمہارا بھی کوئی شہید ہو جائے تو تم بھی تو روتے ہو تو اس کا جواب یہ

ہے کہ ہم اُن کی شہادت پر نہیں روتے بلکہ ان کی جدائی پر روتے ہیں کہ ہم آپس میں مل کر بیٹھتے تھے، میٹنگز کرتے تھے، جلسوں میں تقریریں کرتے تھے، اب یہ تو ہمیں دنیا میں میسر نہیں ہوگا جیسے ایک ماں کا بیٹا آتا ہے اور کہتا ہے امی تو مجھے دعائیں دیا کرتی تھی کہ خدا تجھے حج نصیب کرے، آج آپ کی دعائیں قبول ہوگئی ہیں، میرا نام نکل آیا ہے اور میں حج پر جا رہا ہوں، ماں رونے لگ جاتی ہے کیا یہ اس کے حج پر جانے سے ناخوش ہے؟ نہیں بلکہ وہ جدائی پر رو رہی ہے کہ میرے پاس بیٹھتا تھا میرے ساتھ ناشتہ کرتا تھا اب کچھ عرصہ مجھے یہ بات میسر نہ ہوگی، ماں کا دوسرا بیٹا انگلینڈ میں ہے اس کا فون آیا کہ ماں! میں حج پر جا رہا ہوں اب وہ نہیں روئے گی کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے دور تھا، اسی طرح میں فاروقی شہیدؒ پر رویا، فاروق اعظمؓ پر نہیں، ہم واہ واہ کہتے ہیں اُن پر ہائے ہائے نہیں کرتے۔

۱۶۔ شب معراج حضور ﷺ نے انبیاءؑ کی جماعت کرائی ان کی نماز ہوئی یا نہ ہوئی؟ کیا انہوں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز میں سورت فاتحہ پڑھی تھی؟ سورہ فاتحہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی پر نازل ہی نہیں ہوئی تھی، یہ بھی کسی روایت میں نہیں آتا کہ آپ ﷺ نے انبیاءؑ سے فرمایا کہ کہ ذرا بیٹھو میں تمہیں سورت فاتحہ یاد کرا لوں۔

۱۷۔ حرمین شریفین میں آج تک تراویح کی نماز ۲۰ رکعت ہی ادا کی جاتی ہے۔

۱۸۔ ربیع الاول کو حضور ﷺ سے خاص نسبت ہے۔ آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی تو ربیع الاول میں، آسمان دنیا سے نزول قرآن شروع ہوا تو مہینہ ربیع الاول کا تھا، آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو ماہِ ربیع الاول تھا اور دنیا سے ہجرت فرمائی تب بھی مہینہ ربیع الاول کا تھا، اسلام میں پیدائش یا وفات کا دن منانے کا کوئی تصور نہیں ورنہ جیسے آپ ﷺ کا تشریف لانا بے انتہا خوشی کا ذریعہ ہوتا ویسا ہی آپ ﷺ کی وفات کا صدمہ بھی تو بے انتہا تھا۔ اسلام میں اگر دن منانے کی کوئی حیثیت ہوتی تو یہ مہینہ انتہائی غم کا مہینہ بن جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے پیدائش اور وفات ایک ہی مہینے میں رکھ کر یہ بتلا دیا کہ آپ ﷺ کی پیدائش یا وفات سے خوشی اور غمی کا کوئی تعلق نہیں ہے، خوشی اس کے لیے جس نے آپ ﷺ کا پیغام مانا اور ہمیشہ کا غم اس کے لیے ہے جس نے آپ ﷺ کے پیغام کو نہ مانا۔

۱۹۔ **قل بفضل اللّٰہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا.**

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل، اپنی رحمت سے ہمیں ایمان کی دولت دی پس اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ اس پر

خوش ہوں جو خوش ہیں وہ کہیں الحمد اللہ، اللہ نے اپنے فضل اور اپنی مہربانی سے ہمیں رسول اللہ ﷺ کا امتی بنایا جو اس نعمت پر خوش ہیں وہ کہیں الحمد اللہ، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور مہربانی سے ہمیں قرآن پاک جیسی نعمت عطا فرمائی ہم اس پر خوش ہیں کہو الحمد اللہ، پہلے لوگ کفر کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے ہدایت کا راستہ معلوم نہیں تھا لوگ جہنم میں جارہے تھے آپ ﷺ آئے کفر کا زور ٹوٹا لوگوں کو جنت کا راستہ معلوم ہوا ہم اس پر خوش ہیں سب کہو الحمد اللہ۔

۲۰۔ھو خیر مما یجمعون

سونا چاندی، ہیرے جواہرات جمع کرتے ہیں یہ جنت اس سے بہتر ہے لیکن اس کا پتہ اس وقت چلے گا جب یہ چیک کیش ہوگا ایک آدمی جسے بنک سے کبھی واسطہ نہ پڑا ہو اسے آپ پانچ لاکھ کا چیک دے دیں، اسے اس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہوگا وہ یہی سمجھے گا جیسے یہ ڈاکٹر کی پرچی ہے اسے دس دس روپے کی دو چار گڈیاں دکھائی جائیں تو وہ انہیں دولت کہے گا حالانکہ یہ سو گڈیاں بھی اس چیک کا مقابلہ نہیں کرسکتیں، اسی طرح جب جنت میں جائیں گے تو پتہ چلے گا کہ سونا ہے تو یہ ہے وہ تو کچھ بھی نہیں تھا! نعمتیں ہیں تو یہ ہیں دنیا میں تو کچھ بھی نہیں تھیں! جوانی ہے تو یہ ہے وہ تو کچھ بھی نہ تھی۔

ایک خواب

۱۵ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ جمعرات کی رات میں اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا، رات کے ۴ بجے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک سڑک کے کنارے کھڑا ہوں اور مغرب کی طرف سے ایک بس آرہی ہے جس نے رائے ونڈ جانا ہے اور ان میں سپاہ صحابہ کے آدمی سوار ہیں تقریباً پچاس سال کی عمر کا ایک سفید رنگ کا ڈرائیور اسے چلا رہا تھا، میں نے اشارہ کیا تو اس نے بس روکی بس کے درمیان میں جنوبی طرف ایک دروازہ کھلا ہوا تھا میں اس میں سے اندر داخل ہوا، اندر جا کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ یہ ایک رہائشی جگہ ہے، بس کی سیٹیں اس میں نہیں ہیں، اس مکان کے دو حصے ہیں مشرق کی طرف شمالاً جنوباً ۹ انچ کی دیوار ہے جو چھت تک پہنچی ہوئی ہے اس کمرے میں کئی آدمی ہیں، کچھ لیٹے ہوئے ہیں اور کچھ بیٹھے ہوئے ہیں، دیوار کے شمال میں لکڑی کا ایک دروازہ لگا ہے میں کچھ دیر ان آدمیوں کے پاس بیٹھا اور پھر اس دروازے سے گذر کر مکان کے مشرقی حصے میں چلا گیا، یہ حصہ ۶/۵ مرلے کا ہے اس میں ایک چوڑے پتوں والا درخت ہے اور چند چھوٹے درخت اور کئی پودے بھی لگے ہوئے ہیں، زمین کے سارے رقبے پر گھاس لگی ہوئی ہے

،مولانا حیدریؒ درخت کے سائے میں اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں، ڈاڑھی سفید ہے، میں نے سلام کیا، مصافحہ کیا اوران کے بالکل سامنے بیٹھ گیا، اب میں نے کہا حضرت! میرا نام محمد یوسف ہے اور میں خوشاب سے آیا ہوں تو فرمایا میں نے پہچان لیا ہے اب میں نے کہا حضرت! یہ آپ کا جسم آپ کا نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی آپ کے پاس امانت ہے اور یہ امانت خدا نے آپ کو اس لیے دی ہے کہ مسلمان قوم کی راہنمائی کرتے رہیں، اس لیے اگر آپ گستاخی نہ سمجھیں اور میں ویسے بھی کونسا ایسا باادب ہوں تو میں یہ گذارش کرتا ہوں کہ آپ گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر نہ بیٹھیں، میری عرض سن کر فرمایا ''صحیح ہے'' اب میں بیدار ہوگیا اور مزید کوئی بات نہ ہوسکی۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیوض و برکات زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائے، انہیں اور ان کے ساتھیوں کو سرور کونینﷺ اور اصحابؓ رسولﷺ کی رفاقت نصیب فرمائے اور ہمیں ان کے خدام میں شامل فرمائے۔ آمین

گریست جمال رنگ و بویم
آخر نہ گیاہِ باغ رویم؟
گرچہ از نیکاں نیم خود نیکاں بستہ ام
در ریاض افرینش رشتہ گلدستہ ام

☆☆☆

مولوی محمد شبیر الحق کشمیری
(متعلم جامعہ حیدریہ خیر پور)

کون للکارے گا باطل کو تیرے لہجے میں

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے جنہیں بخشا تو نے ذوق خدائی
دو نیم جن کی ٹھوکر سے صحراء و دریا سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

انسانی زندگی چند نفوس معدودہ پر مشتمل ہے ،اگر چند دن کی ہو تو چار دن کی ہے ،اگر سو سال کی ہو تو پھر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ چار دن کی ہے ،انسان طفولت سے لیکر کہولت تک ،مہد سے لیکر لحد تک کئی ادوار سے گزرتا ہے ،یہ ادوار اس کے لیے پُر کٹھن ہوتے ہیں ،دشوار بھی ،چند ایک لوگ ان ادوار سے گذر کر اپنی قابلیت کا سکہ منواتے ہوئے تاریخ پر اپنے نقوش ثبت کر جاتے ہیں اور دنیا انہیں صدیوں تک یاد کرتی رہتی ہے اور ہمیشہ ان کی حدی خوان رہتی ہے اسی طرح آج کے زمانہ کی شخصیت جنہیں میں قلندر کہوں تو بے جا نہ ہوگا ،جن کے اندر صدیقیؓ صداقت ،فاروقیؓ عدالت ،عثمانیؓ جود و سخا ،علوی شجاعت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی گویا وہ قرآن کی اس آیت کے اچھی طرح مصداق تھے :

"اشداء علی الکفار رحماء بینھم "

اس ہستی کو جس طرح سے دیکھا جائے ماشاء اللہ اسی طرح کامل واتم ہے ۔اگر علمی میدان میں دیکھا جائے تو کوئی موازنہ نہیں ،تصوف کے میدان میں نمایاں ،ظلم وستم کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنے والے ،ظالم و جابر حکمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والے تھے ،سوز یقیں رکھتے تھے ،علم ان کی چادر تھی ، حلم انکی ادا تھی وفا ان کی طبیعت تھی ،استقامت ان کی بستی تھی ،گویا وہ اسم بامسمٰی شخصیت تھی ،نام بھی حیدری ،صفات بھی حیدری ،علامہ حیدری تقدس ناموس صحابہؓ کی وجہ سے کئی مرتبہ جیل بھی گئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو جیل میں ہی قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔

اگر علامہ حیدری شہیدؒ کو علمی میدان میں دیکھا جائے تو وہ علامہ انور شاہ کاشمیریؒ کی جھلک تھے، اگر خطابت کے میدان میں دیکھا جائے تو وہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی جھلک تھے، اگر علم مناظرہ کے میدان میں دیکھا جائے تو وہ علامہ تونسوی مدظلہ کی جھلک تھے، اگر تفسیر قرآن میں دیکھا جائے تو مولانا احمد علی لاہوریؒ کی جھلک تھے، اگر علم حدیث میں دیکھا جائے تو حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کی جھلک۔ لیکن افسوس کہ دشمن نے جس طرح پہلے سے تقدس ناموس صحابہ کی جنگ لڑنے والوں کو دشمن نے ناپاک جسارت کرتے ہوئے شہید کیا اسی طرح سے تقدس ناموس صحابہ کے جیالے علامہ حیدری کو خیر پور میں مورخہ 17 اگست بروز پیر صبح کے وقت اپنی ناپاک جسارت کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ ''شہادت کے بعد علامہ حیدری کی قبر سے خوشبو کا آنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جس مشن پر علامہ حیدری شہید ہوئے وہ واقعی برحق ہے۔''



مفتی ظفر احمد عثمانی، کوئٹہ

میرے استاذ

میرے مشفق و مربی اور محبوب استاد حضرت امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری شہید ناموس صحابہ محتاج تعارف نہیں، خلاق عالم نے انہیں جو گفتگو کا سلیقہ عطا فرمایا تھا وہ بہت کم ہی بیاں کے شہسواروں کو حاصل تھا۔ استاد محترم نے اپنی ساری زندگی یاران نبی ﷺ کے دفاع کے لیے وقف کر چکے تھے۔ صحابہ کرام سے والہانہ محبت کا اظہار آپ کی خطابت سے نمایاں تھا۔ اپنے موقف کی صداقت پر ایمان، کردار کی پاکیزگی، نفسیات شناسی، کتاب وسنت کا مطالعہ، حالات کا مشاہدہ، خیالات کی سچائی، حرص وطمع سے اجتناب، للّٰہیت واخلاص جیسے محاسن وکمالات کا پیکر تھے۔ جیسے ظاہر روشن اجلا تھا اسی طرح باطن بھی اور صحابہ کے صرف وکیل ہی نہ تھے بلکہ ان کے متبع اور پیروکار بھی تھے۔

آخر میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ میرے استاد زندگی کے ہر پہلو میں نشان ہدایت تھے، میرے استاد گھنا درخت تھے جس کی ٹھنڈی ہواؤں سے میں محروم ہو گیا ہوں، ان کے چلے جانے کے بعد ہر طرف مجھے اندھیرا اندھیرا نظر آتا ہے۔ استاد محترم کے چلے جانے کے بعد جو صدمہ پہنچا اس سے اندازہ ہوا کہ رنج وصدمہ کیا ہوتا ہے۔ استاد محترم کے حالات زندگی پر کچھ لکھنا ایسا کٹھن صبر آزما کام ہے جس کی مجھ میں تاب نہیں۔



مظہر الدین مہر، گھوٹکی سندھ

علم وعمل کا پیکر

12 اگست 2009ء کو ہم کراچی سے دھا بیجی گئے، واپسی پر ہمارے ایک محترم دوست جناب جیلانی صاحب راولپنڈی سے خیرپور پہنچے، موبائل فون پر ان سے تھوڑی سی بات چیت ہوئی، میں نے پوچھا کہ اس وقت آپ کہاں ہیں؟ تو کہنے لگے کہ لقمان خیرپور میں ہوں، میرے ذہن میں فوراً وہ یادیں آگئیں جو لقمان کے باسی اس مرد قلندر سے تھیں کہ جنہیں دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جائے، ان کی وجاہت وجسمانی قد و قامت کو دیکھ کر امیر عزیمت یاد آجائیں، ان کی خطابت سن کر ضیاء القاسمی ودینپوری یاد آجائیں، ہاں جناب جن کے علم کو دیکھ کر قاسم نانوتوی یاد جن کے تفقہ کو دیکھ کر حضرت گنگوہی یاد آجائیں، جن کی قوت حافظہ کو دیکھ کر انور شاہ کاشمیری کی یاد تازہ ہو جائے، جن کے اخلاص اور استقامت کو دیکھ کر سید حسین احمد مدنی یاد آجائیں، جن کے فرق باطلہ کے خلاف سعی وکوشش کو دیکھ کر عبدالشکور لکھنوی یاد آجائے، ان کی کس کس خوبی وصفت کا ذکر کروں، بس آخر میں اتنا عرض کروں کہ ان کے سراپا میں امیر عزیمت سے لے کر اعظم طارق تک تمام قائدین کی جھلک نظر آئے، بات کہیں دور نکل گئی، میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت شہید کی وہ یادیں میرے ذہن کی اسکرین پر آگئیں جو ایک عرصہ سے دماغ کے میموری کارڈ میں محفوظ تھیں، میں نے اپنے بزرگ دوست سے کہا کہ جناب کراچی واپس آنے سے پہلے ہمارے حضرت حیدری صاحب کی زیارت کر کے آجائیں، انہوں نے ایڈریس پوچھا تو میں نے لکھوا دیا، سیدھے وہ حضرت کی خدمت پہنچے اور تعارف کرایا، تو حضرت نے انہیں بڑے اکرام سے اپنے ساتھ بٹھایا اور نہایت محبت سے پیش آئے، بہر حال تھوڑی دیر بعد میرے موبائل پر حضرت کا فون آیا، میں نے نہایت ہی ادب سے حال احوال پوچھا، کافی دیر بات چیت ہوئی، پھر حضرت نے 14 اگست کو ہونے والی کانفرنس کی دعوت دی (میری بدقسمتی کہ بعض ذاتی وجوہات کی بنا پر شریک نہیں ہو سکا جس کا صدمہ مجھے تادم موت رہے گا) اس کے بعد کال منقطع

ہوگئی، تھوڑی دیر بعد میں نے خود فون کیا اور عرض کیا کہ حضرت امام جعفر صادق کے اس قول کی مجھے قدرے وضاحت چاہئے جس میں آپ نے فرمایا کہ:

اِنِیْ لَارْجُوْ مِنْ شَفَاعَۃِ ابی بکر ما لا ارجوا من شفاعۃ علی لانہ ولد نی مرتین

تو فرمایا کہ ابھی سمجھا تا ہوں میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا وقت بڑا قیمتی ہے نیز مجھے اس کتاب کی بھی ضرورت ہے جس میں اس کی بہترین تفصیل موجود ہے۔ کتاب سے میری مراد (صحابہ واہل بیت کی آپس میں رشتہ داریاں اور تعلقات) تھی۔ لہٰذا اگر آپ میرے اس دوست کے ہاتھ ارسال فرمادیں تو آپ کی نوازش ہوگی۔ تو فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت نے وہ کتاب بھیج دی۔ کسے معلوم تھا کہ آج کے چار پانچ دن بعد حضرت ہم سے ظاہری طور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائیں گے، میں نے حضرت کی شہادت پر ایک دوست سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ بھائی ہماری قوم مردہ پرست ہے، میں نے کہا وہ کیسے، کہنے لگے جب تک ہمارے اکابر دنیا میں جلوہ گر ہوتے ہیں تو ان کی قدر نہیں ہوتی، جب استقامت کی راہ پر چلتے ہوئے موت شہادت وسعادت سے سرفراز ہوتے ہیں تو ہم ان کے تذکرے کرتے ہیں اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں، حضرت سے میری آخری ملاقات جامعہ بنوریہ کراچی میں شہادت سے چند ہفتے قبل ہوئی، کسی دوست نے اطلاع دی کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں، حضرت سے رابطہ کرنے پر اس خبر کی تصدیق ہوگئی، اس دن ہمارے جامعہ میں ختم بخاری تھا، مگر وہاں سے جلدی فارغ ہو کر نہایت ہی اشتیاق سے میں جامعہ بنوریہ پہنچا، وہاں حضرت سے ملاقات کی بظاہر کوئی صورت نہیں تھی چونکہ آپ اندر اسٹیج پر علماء کرام کے جلو میں تشریف رکھتے تھے، جہاں پر کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی، بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مقصد حل ہوگیا، اور زیارت کا شرف حاصل ہوا، بطور جملہ معترضہ کے عرض کرتا چلوں کہ اس دن میں نے جس انداز سے حضرت کو دیکھا، بڑی محبت الفت اور چاہت سے اس کی وجہ اس وقت سمجھ میں نہیں آئی البتہ شہادت کے بعد سمجھ آئی، اور حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ جو وجاہت، قد وقامت، حسن صورت وسیرت، اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی میں نے اپنی زندگی میں کسی عالم میں نہیں دیکھی، بلکہ اس موقع پر مجھے مفتی حبیب الرحمٰن صاحب درخواستی کی وہ بات یاد آ گئی جو آپ نے امام اہل سنت کانفرنس خیر پور میں فرمائی اور وہ بات نہ صرف میری بلکہ ہر سنی عالم کے دل کی آواز اور ترجمان تھی، فرمایا کہ حضرات علماء کرام نے حضرت حیدری کے علم وتقویٰ، فہم وفراست، جرات واستقامت کو بیان کیا کہ ان صفات میں ان کا کوئی ثانی نہیں

،فرمایا میں تو کہتا ہوں کہ باقی چیزیں دور کی بات ہیں مجھے حیدری جیسا وجیہ اور خوبصورت چہرے کا مالک کوئی آدمی تو دکھادو، بلاشبہ ایسا ہی تھا کہ جب آپ اسٹیج پر تشریف رکھتے تھے تو تمام علماء میں نمایاں نظر آتے تھے۔ بہر حال تھوڑی دیر بعد آپ نے بیان فرمایا اور بڑا ہی پر مغز بیان تھا چونکہ وہ علماء کی مجلس تھی، اس لیے خالصتاً علمی بیان تھا، لیکن بیان میں اتنی جامعیت تھی کہ ایک طرف امام بخاری کی عظمت تو دوسری طرف فرق باطلہ پر بڑا زبردست رد فرمایا، جس میں لامذہبیت، رافضیت اور دیگر باطل فرقوں کا رد تھا، میں نے علماء کے تاثرات معلوم کئے تو محسوس ہوا کہ سارے علماء حضرت کی علمی قابلیت، انداز بیان پر رشک کررہے تھے، ہمارے حضرت شہید بنیادی طور پر ایک محقق عالم، مناظر اور مدقق تھے، مگر جو خطابت کا جوہر قدرت نے آپ کو عطا فرمایا تھا بڑے بڑے خطیبوں کے حصہ میں نہیں آیا میں نے کئی مرتبہ مشاہدہ کیا کہ کسی جگہ بیان کا وقت بالکل مختصر تھا، مثلاً دس منٹ کا وقت تھا تو دس منٹ میں ایسا شاندار بیان فرماتے تھے کہ ایک طرف سامعین محظوظ ہوتے تو دوسری طرف اپنا مقصد ومدعا مشن وموقف بھی بیان فرماچکے ہوتے۔

یہ سپاہ صحابہ کی خوش قسمتی ہے یا کہ صحابہ کرام کی کرامت کہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو وہ قائدین عطا فرمائے جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی، تمام حضرات اپنے زمانہ کے مایہ ناز خطیب، اسکالر، مورخ، جبل استقامت تھے، مگر جو شان اللہ تعالیٰ نے حیدری صاحب کو عطا فرمائی اس میں وہ سب سے نرالی تھی، آپ کی منفرد خصوصیت علمی کمال تھا کہ حضرت ہر فن کے شہسوار تھے میں نے کئی مرتبہ دوران سفر اور اسی طرح جامعہ حیدریہ میں قیام کے زمانہ میں مختلف علمی اشکالات جب عرض کئے تو فوراً حل فرمادیئے، آپ کو جس طرح مناظرہ پر عبور تھا اسی طرح تمام فنون میں یکساں دسترس حاصل تھی، ہمارے محبوب استاذ حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب سے میں نے کئی مرتبہ سنا فرمارہے تھے جو علمی رسوخ اور گہرائی اللہ تعالیٰ نے حضرت حیدری صاحب کو عطا فرمائی ہے وہ بہت کم علماء کے حصہ میں آئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت شہید کے درجات بلند فرمائے، آپ کے ادارہ اور جماعت کو ترقی عطا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ آپ کے جانشین حضرت لدھیانوی صاحب کا سایہ عاطفۃ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ حضرت کے برادر جناب مولانا ثناء اللہ حیدری مدظلہ اور جامعہ کے اساتذہ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے، دشمنوں کے شرور سے محفوظ رکھے، اور ہم سب کو حضرت شہید کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے ناموس صحابہ کے مشن کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

مولانا محمد شارق صدیقی، کراچی

محافظ ناموس صحابہ

17 اگست 2009ء بروز پیر کو فقیہ دوران، جنید وقت، عالم بے بدل، جرات و بہادری کے عظیم الشان پیکر حضرت علامہ علی شیر حیدری کو نصف شب میں اس وقت شہید کر دیا گیا جب حضرت اقدس ایک جلسے سے واپس آ رہے تھے (انا للہ وانا الیہ راجعون) حضرت اقدس نے تو شہادت کا مرتبہ عظمیٰ پا لیا اور اس دنیا سے سرخرو ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے لیکن اپنے پیچھے لاکھوں آنکھوں کو اشکبار اور لاکھوں دلوں کو افسردہ چھوڑ گئے۔

حضرت علامہ علی شیر حیدری اپنے دور کے جید عالم دین ہی نہیں تھے بلکہ مکارم اخلاق کا نمونہ تھے، زہد و تقویٰ کا پیکر تھے آپ ان عظیم ہستیوں میں سے تھے جن کے انفاس قدسیہ سے ارشاد و تلقین کی شمعیں روشن ہوتی ہیں اور جن کے اٹھ جانے سے مسند ولایت بے رونق ہو جاتی ہے حضرت اقدس علم کا خزانہ تھے، عمل کا نمونہ تھے، عاقل و فہیم تھے، ذکی ولبیب تھے، عابد و زاہد تھے، متقی و پرہیز گار تھے، جری و بہادر تھے، نڈر حق گو، فیاض اور سخی تھے انہیں جو کچھ ملا محبت خداوندی سے ملا تھا اور ان کے تنہا وجود میں اس قدر فوق العادت اوصاف و کمالات قدرت نے جمع کر دیئے تھے کہ ایک بڑی جماعت پر تقسیم کر دیئے جائیں تو محاسن سے مالا مال ہو جائے۔

حضرت اقدس نے اہل فتنہ سے قتال کو ''ایمان'' کا بلند ترین مرتبہ قرار دیا اور فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے پانچ اوصاف کا حامل ہونا ضروری قرار دیا وہ پانچ اوصاف یہ ہیں:

(۱)......ایمانی حس: یعنی دل میں ایمان اتنا راسخ اور مضبوط ہو کہ فوراً فتنے کی بو سونگھ سکے۔

(۲)......ایمانی غیرت: یعنی وہ ایمانی قوت کہ فتنہ کی بو اس کے لیے ناقابل برداشت ہو۔

(۳) بسالت و شجاعت، جو آتش نمرود میں کودنے اور اپنے وقت کے بڑے سے بڑے فرعون سے ٹکر لینے پر آمادہ کرے۔

(۴)......علم وفضل کا ساز وسامان اور اسلحہ، جس سے علمی جنگ لڑی جاسکے۔

(۵)حق تعالیٰ سے قلبی تعلق، اپنے ضعف وناتواں پر نظر اور بارگاہ خداوندی سے پیہم التجا، اولوالعزمی ،بلند ہمتی اور جفاکشی کے ساتھ دوسروں کو راحت وآرام پہنچانے کا جذبہ بھی تھا، اپنے اکابر اور اپنے بزرگوں کی بے انتہا تعظیم وتوقیر کے ساتھ چھوٹوں پر بے پایاں شفقتیں اور عنایتیں بھی تھیں۔آپ کی ذات میں استغناء، بے نفسی کے ساتھ مخلوق خدا کے ساتھ خیر خواہی اور نفع رسانی کے اوصاف بھی اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائے تھے، رسوخ فی العلم کے ساتھ علم کی اشاعت، علم کی تدریس وتعلیم، معلومات کا وسیع ذخیرہ، تیقظ و بیداری، دلشک تحریر، موثر الغرض آپ کو اللہ تعالیٰ نے جامع الکمالات بنایا تھا۔

رجال کار کی تیاری

آپ نے صحابہ کرام اور امہات المومنین کے ناموس کے تحفظ اور رافضیت کے تعاقب کے لیے علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک نئی روح پھونکی جامعہ حیدریہ خیر پور سے فارغ ہونے والے سینکڑوں علماء وخطباء آپ کے شاگرد ہیں۔

علم مناظرہ میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا جس کا کورس آپ نے جامعہ فاروقیہ کراچی میں بھی کروایا تھا جس میں بڑے بڑے علماء کرام نے شرکت کی تھی رد رافضیت آپ کا خاص مضمون تھا بلاشبہ اس وقت پاکستان اور بیرون دنیا میں رد رافضیت کے عنوان پر کام کرنے والی تمام نئی ٹیم بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ کی شاگرد ہیں ان میں ایک ایک فرد ہزاروں رافضیوں پر بھاری ہے اس وقت مولانا ثناء اللہ حیدری مدظلہٗ عالی کو دیکھئے جن کی تمام تر تیاری آپ کی نظرِ کرم کی مرہون منت ہے ان کے وجود سے رافضیت خائف ہے یہ سب حضرت شہید کی باقیات الصالحات ہیں، حضرت شہید رد رافضیت کے عنوان پر اتنی بڑی جماعت تیار کر کے گئے ہیں جو ان شاء اللہ آئندہ نصف صدی تک رافضیوں کے تعاقب کے لیے کافی ہے، اس وقت انٹرنیٹ پر آپ کی اکثر وبیشتر تقریریں موجود ہیں اور وہ تقریریں کتابی صورت میں بھی دستیاب ہیں جن سے ہر سنی مسلمان علماء کرام وطلباء کرام بھرپور مستفید ہو رہے ہیں۔

خواب

اسی سلسلے کا ایک خواب ہمارے ایک عزیز مولانا نے دیکھا کہ حضرت علامہ ایک بڑی سرسبز جگہ سفید عمامہ

پہنے بیٹھے ہیں اور ہشاش بشاش ہیں، فرماتے ہیں کہ بھئی ہم وہاں نہیں ہیں تو کیا ہوا، یہ کام تو رکنے والا نہیں ہے، واقعتاً حضرت نے صحیح فرمایا کہ آپ کے لاکھوں شاگرد اس کام کا بیڑا اٹھائے ہوئے رواں دواں ہیں۔ غرض آپ کی ذات گرامی سے قدرت حق نے ناموس صحابہ و ناموس امہات المومنین کے تحفظ کے لیے وہ کام لیا جس کی اس وقت پوری دنیا میں نظیر نہیں پیش کی جاسکتی، چونکہ ناموس صحابہ کا عنوان داستان اسلام کا مقدمہ اور کتاب شریعت کا عنوان ہے اس لیے کیونکر ممکن تھا کہ آپ اس حساس عنوان سے پہلو تہی یا چشم پوشی کرتے چنانچہ آپ نے سینکڑوں مواقع پر مقام صحابہ اور خصوصاً خلفاء راشدین و ازواج مطہرات و اہل بیت عظام کی اسلام میں حیثیت وعظمت کو اجاگر فرمایا اور گستاخان صحابہ اور تبرا بازوں کی خوب خوب خبر لی۔

اصحاب رسول

دراصل اصحاب رسول وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہیں حضرات انبیاءؑ کے بعد پوری کائنات پر فضیلت حاصل ہے اور ان کا انتخاب بھی براہ راست رب العالمین نے فرمایا اور انہیں غلبہ اسلام کے مشن کی تکمیل کا ذریعہ بنا کر بعثت نبوی ﷺ کے مقاصد کو پورا کیا گیا، یہی وہ مقدس جماعت ہے جسے امام الانبیاء فخر الاولین والآخرین ﷺ جیسی شخصیت استاذ و مربی سالار و قائد کی شکل میں نصیب ہوئی اور قرآن کریم جیسی کتاب کو لسان نبوت سے سن کر اپنے سینے میں محفوظ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ یہی وہ کائنات کا قیمتی سرمایہ ہیں جنہیں میدان بدر میں کھڑا کر کے نبی رحمت ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا تھا:

اللّٰھُمَّ ان تھلک ھذہ العصابۃ لا تعبد ابداً

''اے اللہ اگر میری یہ پونجی میدان جنگ میں دشمنوں کے ہاتھوں کٹ گئی تو پھر قیامت تک تیری چوکھٹ پر جھکنے والا کوئی نہ ہوگا۔''

تبھی تو قرآن کریم نے اعلان فرمایا:

آمنوا کما آمن الناس

میرے شیخ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید اس کارواں کے سالار اور امیر کارواں تھے جس نے دنیا بھر میں اصحاب رسول ﷺ و ازواج مطہراتؓ کی عظمتوں کے گن گائے اور دشمنوں کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ خود دشمنوں کے بدنما چہروں سے نقاب اٹھا کر امت مسلمہ کو ان کی

حقیقتوں سے آگاہ کردیا، حضرت شہید نے اپنی تقریروں کے ذریعے سبائیت ورافضیت کے تابوت میں جو کیل ٹھونکے ہیں ان شاء اللہ العزیز وہ رہتی دنیا تک سبائیت کی سازشوں کو دفن کرنے کا باعث بنیں گے۔

اسلام کی عظمت کے منارے ہیں صحابہ

گر چاند محمد تو ستارے ہیں صحابہ

ہم یہ شوق سے کہتے ہیں کہ ہمارے ہیں صحابہ

واللہ ہمیں جان سے پیارے ہیں صحابہ

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حشر صحابہ کرام و اہل بیت عظام اور جملہ صالحین کے ساتھ فرمائے۔ آمین

مرگِ مجنوں پہ عقل گم ہے میر

کیا دیوانے نے موت پائی ہے

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو جب دفنایا جارہا تھا ان کے چہیتے شاگرد محمود الحسن (شیخ الہند) روتے جاتے تھے اور کہتے تھے مٹی میں کیا سمجھ کے دفن کرتے ہو دوستو! یہ خزینہ علم ہے خزینہ زر نہیں۔ حضرت شہید کے دفن کرتے وقت بھی یہی بات مناسب حال تھی اور کہنا پڑتا تھا کہ مٹی میں کیا سمجھ کے دفن کرتے ہو دوستو! یہ خزینہ علم ہے خزینہ زر نہیں۔ علامہ علی شیر حیدری شہید بھی خزینہ علم تھے خزینہ زر نہیں۔



مولانا حسین احمد توحیدی، کراچی

اُٹھ گیا دستِ قاتل اب جدھر کو اُٹھ گیا

''اللہ تیری شان'' کہ قد قدرے بلند، چہرہ روشن، سرخ و سپید رنگت، دہرا جسم، وجیہ شخصیت خوشنما داڑھی، سیاہ عمامہ، سفید براق، اجلاس لباس، شرعی وضع قطع، لبوں پر مسکراہٹ، اندازِ گفتار جداگانہ، رفتار پروقار میانہ، وسیع النظر، کثیر المطالعہ، مزاج سادہ، کلام و بیان پر قادر، فہم وفراست کا مرقع، درویش اور محافظ ختم نبوت، صحابہؓ کا سپاہی، امام ابوحنیفہؒ کا مقلد، علمائے دیوبند کا ترجمان، اسلاف کا نمونہ، قاطع شرک و بدعت، فاتح رافضیت، علامہ فاروقی شہیدؒ کا جانشین، اعظم طارق کا دست راست شہید ابن شہید قیادت و سیادت کا آفتاب۔ میری مراد حضرت اقدس علامہ علی شیر حیدری ہیں۔ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید کی ہمہ جہت شخصیت کے تمام گوشوں کو اجاگر کرنا اور آپ کی خدمات کا احاطہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

یہ رنگِ جلوت، یہ کیف خلوت، یہ جامعیت خدا کی قدرت
یہ علم و حکمت یہ زہد وتقویٰ، جمال ایسا کمال ایسا
جہاں سارا تو چھان مارا، بتاؤ انصاف سے خدارا
کہیں بھی مہر و ماہ دیکھا؟ جمال ایسا کمال ایسا

ہمارے محبوب ومحسن حضرت اقدس علامہ علی شیر حیدری شہید کی مختصر سی زندگی جو کہ سالوں میں تھوڑی مگر کارہائے نمایاں میں طویل تھی جو اس خدامست بزرگ ہستی نے اپنے گرم خون کے ساتھ ہی ناموس صحابہ کی حفاظت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ مسندِ جھنگوی شہید کی واضح کرامت حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید کی شکل میں حق تعالیٰ نے ظاہر فرمائی۔ علامہ شہید واقعی علامہ زماں تھے۔ وہ سچے عاشق رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے غلام تھے، گہرے اور پختہ علم کی وجہ سے ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ علم کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہیں۔ بے حد شفیق، خوش اخلاق اور بامروت ہونے کے ساتھ ذہانت، متانت اور ذکاوت کی بنا پر جلد ہی

وہ محقق اور مفکر علماء کی آنکھوں کا تارہ بن گئے، جہاں وہ علم کے میدان میں بہت بلندیوں کو چھو رہے تھے تو تقویٰ، طہارت اور تواضع میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، آپ کو کسی نے مغلوب الغضب نہیں دیکھا ہوگا۔ اتباع سنت اور احیاء سنت کا شوق آپ کی زندگی سے عیاں ہوتا تھا۔ گویا اکابرین کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ اکابرین کے ارشادات کے نہ صرف پابند تھے بلکہ داعی بھی تھے، ہمیشہ حق سچ بزبانِ جرات بیان فرماتے تھے۔

آپ کی طرف نگاہ اٹھتے ہی اللہ یاد آجاتا تھا جو ایک ولی کامل کی علامت ہوتی ہے۔ جہاں یادالٰہی اور خشیت الٰہی میں حاجی امداداللہ مہاجر مکی کی جھلک حضرت علامہ شہید میں واضح نظر آتی تو تدبر قرآن میں حضرت مولانا احمد علی لاہور کا عکس حضرت علامہ شہید کے خطابات میں جھلکتا ہوا نظر آتا تھا۔ جہاں حافظہ حضرت انور شاہ کشمیری کا عکس پیش کرتا تھا تو تقویٰ حضرت مولانا علی اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کا نمونہ تھا۔ جہاں جیل کی کال کوٹھڑی میں خدمتِ قرآن یا حفظِ قرآن کی سعادت شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن کی یاد دلاتی تو خطابت ابوالکلام آزاد اور عطاء اللہ شاہ بخاری کی ترجمان نظر آتی، جہاں دن رات کی دعوت حبِ اصحاب رسول اللہ ﷺ بانی تبلیغی جماعت مولانا الیاس کا جانشین بنا دیتی تو وہیں ردِ عقائد باطلہ میں تمام اکابرین کا وارث دکھائی دیتے، جہاں رسومات اور بدعات کے رد میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی سوچ وفکر حضرت میں منتقل نظر آتی تو شرک اور مشرکوں کے تعاقب میں مولانا غلام اللہ خان کا حوصلہ ظاہر ہوتا ہوا معلوم ہوتا، قادیانیت کے قلعے میں شگاف ڈالنے کے لیے گویا حضرت مولانا مفتی محمود اور حضرت مولانا یوسف بنوری کی خدمات کا طریقہ حضرت علامہ شہید نے اپنا لیا تھا، غیر مقلدیت کی تردید میں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر اور حضرت امین صفدر اوکاڑوی کے روح رواں تھے تو فتنہ مودودیت کا قلع قمع کرنے میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید تک کا مزاج اور انداز حضرت شہید نے اپنایا ہوا تھا۔ عشق صحابہ کرام کی برکت سے حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید کو خلفائے راشدین اور سیدہ امی عائشہؓ سے جو نسبت نصیب ہوئی وہ بھی قابل رشک ہے۔ خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے نسبت حق تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمائی کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد سخت اضطراب اور بے چینی کے وقت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے نہ صرف یہ تسلی دی بلکہ پورے طور پر امت کی قیادت بھی فرمائی۔ حضرت علامہ شہیدؒ نے بھی مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کی شہادت کے بعد انتہائی نامساعد حالات میں جماعت کی قیادت فرمائی۔ خلیفہ دوئم سیدنا عمر فاروقؓ سے حضرت علامہ شہید کی نسبت یہ ہوئی کہ سیدنا عمر فاروقؓ کا قاتل وار کرنے

کے بعد وہیں واصل جہنم ہوا تو حضرت علامہ شہید کا قاتل بھی وہی ڈھیر ہوا۔

خلیفہ سوئم حضرت عثمان غنیؓ سے حضرت علامہ شہید کی نسبت یہ ظاہر ہوئی کہ ان کے پیش رو سیدنا ابو بکر صدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ دونوں شیخین کی قبریں ایک ہی مقام پر ہیں اور حضرت عثمان غنیؓ کی قبر ان سے الگ ہے تو علامہ شہیدؒ کی قبر اپنے پیش رو دونوں شہداء حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید اور حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی سے الگ مقام پر خیر پور میں ہے۔

خلیفہ چہارم سیدنا حضرت علیؓ سے تو نسبت ساری زندگی ساتھ ہی رہی کہ حضرت علامہ شہید کا نام ہی ''علی شیر'' تھا۔

امی عائشہ صدیقہؓ کے اس روحانی فرزند کو جو نسبت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے نصیب ہوئی وہ بھی بڑی عظیم ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی کوئی اولاد نہ تھی تو حضرت علامہ شہید کی بھی اولاد نہ تھی۔

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جان شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید اپنی خدمات کو اپنی طرف منسوب ہرگز نہ فرماتے بلکہ وہ ہر کام کو اپنے اکابرین کی طرف نسبت کر کے اپنی عاجزی کو ظاہر فرماتے تھے، حضرت علامہ شہید مشن دفاع صحابہ کی نسبت فرماتے: ہمارا یہ کام کھیتی کی طرح ہے۔اصل محنت تو ان ہستیوں کی ہے جنہوں نے بیج بویا یعنی علامہ ابن تیمیہ، حضرت مولانا قاسم نانوتوی، مولانا عبدالشکور لکھنوی اور حضرت مولانا منظور احمد نعمانی۔بیج بونے کے بعد ضرورت تھی کہ زمین کو پانی سے سیراب کیا جائے یہ کام امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی، حضرت مولانا ایثار القاسمی، حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، حضرت مولانا اعظم طارق نے اور بے شمار کارکنوں نے اپنے خون سے کیا، بیج بونے اور پانی دینے کے بعد اب فصل تیار ہوئی، میرا اور میرے ساتھیوں کا کام صرف دیکھ بھال ہے کہ اس تیار فصل کو کوئی ٹڈی، گیدڑ یا چوہا نقصان نہ پہنچائے، ہم سب اس کی چوکیداری پر مامور ہیں۔

حضرت علامہ شہید کی گو صلبی اولاد نہ تھی جیسے حضرت مظہر جاناں جاں، حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، بابا فریدالدین گنج شکر، سلطان باہو اور حضرت قاری فتح محمد پانی پتی کی اولاد نہ تھی مگر کون عقل مند اس بات کا انکار کرسکتا ہے کہ یہ حضرات روحانی اور علمی اولاد سے بھی محروم

تھے۔ واقعی حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی، حضرت مولانا منظور احمد نعمانی اور حق نواز جھنگوی کی تڑپ یعنی مشن دفاع صحابہ، حضرت علامہ حیدری نے اپنے مبارک خون سے سچ کر دکھائی، حضرت علامہ شہید کی زندگی کا عکس تحریروں میں تو شاید مل جائے مگر علی شیر حیدری الفاظوں میں کہاں؟ جس طرح گلاب کی خوشبو کو سونگھا تو جاسکتا ہے مگر الفاظ میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں۔ حضرت علامہ شہید کو اکثر تقاریر میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ صحابہ کرام کی خاطر اپنی جان کو قربان کرنا ایمان سمجھتا ہوں۔ بعض مرتبہ عجیب انداز سے کلمہ پڑھ پڑھ کر فرماتے کہ ہمیں دنیا کے تمام تخت وتاج سے بڑھ کر صحابہ کی غلامی ہمارے سر کا تاج ہے۔

ناپید ترے بحرِ تخیل کے کنارے
پہنچیں گے فلک تک تیری آہوں کے شرارے

حضرت علامہ شہید سے پہلی ملاقات 1997ء میں کراچی میں ہوئی تھی اس کے بعد تو لاتعداد مرتبہ حضرت کی زیارت نصیب ہوتی رہی بلکہ ہر جلسہ میں حضرت کا خطاب سننے کے لیے حاضر ہو جاتا، آپ کی عادت تھی کہ مشکل مسائل پر گفتگو فرماتے مگر چند جملوں میں عام فہم اور دلنشین انداز میں وہ مسائل حل بھی فرما دیتے۔ مجھ ناچیز سے حضرت علامہ شہید کی محبت اور شفقت کا جو معاملہ تھا اسے صحیح طور پر الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے بہت سارے معاملات میں حضرت علامہ شہید سے رہنمائی حاصل کی۔ راقم الحروف نے جب اپنی کتاب ''خطبات صحابہ کرام'' تالیف کی تو حضرت علامہ حیدری کے پاس جامعہ حیدریہ خیرپور سندھ میں حاضر ہوا۔ کتاب کا مسودہ حضرت کے سامنے رکھا اور تفریظ لکھنے کے لیے درخواست کی تو حضرت نے فرمایا کہ کراچی میں بڑے بڑے علماء موجود تھے یہاں پر کیوں آئے؟ میں نے عرض کیا: حضرت آپ بجا فرما رہے ہیں لیکن آپ تو بڑوں کی فہرست میں شامل ہیں۔ فرمایا: نہ ہی میں اس قابل ہوں اور نہ میں کتابوں پر تفاریظ لکھتا ہوں یہ حضرت کی تواضع اور انکساری کا عالم تھا پھر فرمایا اچھا لاؤ چند سطریں اپنی سعادت کے لیے لکھ دیتا ہوں اور اس کو اگر کتاب میں شامل نہ کرو تو زیادہ بہتر ہے۔

دارالاشاعت کراچی سے کتاب چھپنے کے بعد حضرت علامہ شہید کو کتاب پیش کی تو آپ نے فرمایا: اپنے ہاتھ سے اس پر لکھ دو۔ میں نے ''بخدمت حضرت علامہ علی شیر حیدری دامت برکاتہم'' لکھا اور پھر فرمایا اپنے دستخط بھی کر دو۔ پھر حضرت نے خوب خوب مبارکباد دی بہت خوش ہوئے اور اپنے سینے سے لگایا اور ڈھیروں دعاؤں سے بھی نوازا۔ حضرت علامہ شہید نے میری درخواست پر جو تحریر تفریظ لکھی یقیناً میں اسے اپنی زندگی کا

اثاثہ سمجھتا ہوں میرے لیے وہ تحریر بہت بڑی سعادت اور اعزاز سے کسی طور پر کم نہیں۔ حضرتؒ کی شہادت سے چند یوم ہی قبل خواب میں حضرت کی زیارت نصیب ہوئی تھی جس کی تعبیر حضرت ہی سے پوچھنے کی خواہش تھی مگر رابطہ نہ ہوسکا فون کسی اور صاحب نے ریسیو کیا اور کہا کہ حضرت اس وقت مصروف ہیں۔ بہر حال خواب کچھ اس طرح تھا: حضرت علامہ علی شیر حیدری بہت بڑے جلوس کی شکل میں ایک عمارت کی طرف آرہے ہیں میں اس عمارت کی چھت پر کھڑا تھا، رو رو کر دعا کر رہا ہوں کہ اے اللہ! علی شیر حیدری کی عمر میں برکت عطا فرما، اے اللہ! حضرت کے علم اور عمل میں اضافہ فرما، پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ جلوس سیدھا اسی چھت کے اوپر آگیا، حضرت علامہ اسٹیج پر تشریف فرما ہوئے، میں دوڑتا ہوا حضرت سے لپٹ گیا اور بلک بلک کر رونے لگا، فرمایا: حسین احمد تو حیدری کیا حال ہے؟ میں مزید رونے لگا، حضرت! آپ کو میرا نام بھی یاد ہے؟ فرمایا کہ آپ کے نام کو نہیں بھلا سکتا، پھر فرمایا مجھے نام تو یاد ہے مگر آپ کو میں نے جو کام کہا تھا وہ آپ کو یاد نہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت مجھے تو واقعی یاد نہیں آپ پھر سے بتادیں، فرمایا آپ نے کہا تھا کہ میں حروف مقطعات کی تختی لکھوا کر لاؤں گا، میں نے عرض کیا انشاء اللہ حضرت ضرور لاؤں گا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

میری آنکھ بند تھی جب تلک وہ نظر نورِ جمال تھا
کھلی آنکھ تو نہ خبر رہی کہ وہ خواب تھا کہ خیال تھا

حضرت شہید کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے جب میں حاضر ہوا تو خواب سامنے آگیا کہ وہ جلوس دراصل یہ ہجوم تھا اور میرا رونا حضرت کے جنازہ پر اور میری دعا حضرت کے درجات کی بلندی کے لیے تھی، آج کے دن انسانوں کا یہ سمندر جامعہ حیدریہ میں حضرت شہید کے آخری دیدار کے لیے امڈ آیا تھا۔ جہاں حضرت علامہ شہید کے فرق میں ہم جیسے لاکھوں عقیدت مندوں کے دل غم سے پھٹے جا رہے ہیں تو وہیں حضرت مولانا خواجہ خان محمد، حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، حضرت مولانا حکیم محمد اختر، حضرت حاجی عبدالوہاب، مولانا طارق جمیل، حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود، حضرت مولانا فضل الرحمٰن، حضرت مولانا سمیع الحق جیسے جبالِ علم اور اہل اللہ کو غم سے مغموم پایا۔

ہزار شمس و قمر ہوں فلک پہ تابندہ
نہیں وہ شمع تو محفل میں روشنی ہی نہیں

مولانا محمد عبدالقادر ڈیروی

سپاہ صحابہ کے سرخیل

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آغاز کلام عظمت صحابہؓ کے بیان سے ہو، اس سے صحابہ کرام کی عزت وعظمت کے تحفظ کے لیے کام کرنے والی جماعتوں کے کام کی اہمیت اور اس راستہ پر چلنے والے اور کام آنیوالے افراد کی کارکردگی کا صحیح اندازہ ہو سکے گا اور ساتھ ہی صحابہ کے خلاف سب وشتم کرنے والے اور ان پر کفر و نفاق کے فتوے لگانے والوں کی شقاوت قلبی، بد باطنی، بدطینتی، بد دیانتی، بدنصیبی اور دین دشمنی کی انتہا بھی معلوم ہوگی اور ساتھ ہی یہ احساس بھی شاید اجاگر ہو کہ اس محاذ پر کام کرنے کی کتنی ضرورت ہے؟ اور ممکن ہے کہ اس کا بھی صحیح ادراک ہو کہ اس کام کی اللہ رب العزت اور ان کے محبوب رسول کریم ﷺ کی نظر میں کیا عزت ہے؟ علم وعمل کا حامل کون ایسا مسلمان ہے جسے یہ معلوم نہ ہو کہ صحابہ کرام قرآنی احکامات کے اولین مخاطب اور رسول اللہ ﷺ کے بلا واسطہ شاگرد، رسول پاک ﷺ کی رسالت کے عینی اور ثقہ گواہ اور احکام قرآنی کی تعمیل کے پُر خلوص اور سچے عاشق تھے اور حقوق اللہ کی مکمل ادائیگی، خیر کامل اور نیکی کا انہیں ایسا کمال حاصل تھا جس نے انہیں خالق اکبر اور رسول عظیم ﷺ کی نظر میں محبوب بنا دیا تھا۔ اب ان کے اعمال صالحہ کے برابر کسی دوسرے کے اعمال نہیں ہو سکتے، اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے عفو وکرم کے جتنے وہ مستحق ہیں، دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔ ان کے اس اعزاز کے بعد کسی کو یہ حق نہیں کہ ان کے اعمال کا مواخذہ کرے اور ان میں سے کسی پر طعن واعتراض کی زبان کھولے "صرف صحابہ ہی ہیں جن کی طرف برائی اور عیب کی نسبت جائز نہیں، تمام کے تمام صحابہ کرام j کی تعظیم اور ان پر طعن واعتراض سے پرہیز واجب ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ اللہ جل شانہٗ اور اس کے محبوب رسول کریم ﷺ نے انہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوعنہ کے مقام عظیم پر فائز فرمایا۔

نبی آخر الزماں ﷺ اور آقائے دو جہاں ﷺ کی زبانِ حق ترجمان نے ان کے حق میں یہ گواہی دی کہ

:''انتم خیر اہل الارض''، یعنی تم لوگ تمام روئے زمین کے انسانوں سے بہتر ہو۔

تو پھر کسی کو کیا حق ہے کہ وہ خدائے پاک عز وجل اور رسول امین ﷺ کے ان ارشادات کی نفی کر کے صحابہ میں سے کسی کا یا تمام کا برائی سے تذکرہ بھی کرے اور مومن بھی کہلائے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے کہ کیا کہیئے

ایسا شخص خدائے پاک اور رسول پاک ﷺ کا مکذب ہے، مقدور بھر اس کا تعاقب ایمانی اقتضاء ہے۔

علاوہ ازیں اس حقیقت کا کسے انکار ہے کہ نبی مکرم ﷺ اور امت کے درمیان دین پہنچانے کا واحد واسطہ صحابہؓ کی مقدس جماعت ہے، انکی ذات کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا پورے دین سے اعتماد اٹھا دینا ہے، آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ دین پہنچانے کے مستند اور ثقہ واسطوں سے اعتماد اٹھوانے کی سازش کی بنیاد یہودیوں کی رکھی ہوئی ہے۔ باقی سب ان کے پیروکار ہیں۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے وحی لانے والے جلیل القدر فرشتے امین الملائکہ سیدنا جبریلؑ کو اپنے سب وشتم کا نشانہ بنا کر دین پہنچانے کے پہلے واسطے پر حملہ کیا تا کہ دین پر اعتماد نہ رہے اس کے بعد اگر کوئی نبی معصوم ﷺ پر عدم اعتماد یا صحابہؓ پر یا ائمہ مجتہدینؒ پر، تو یہ سب دین متین کے خلاف یہودیانہ سازش کا شاخسانہ ہوگا۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ یہودی اپنے نبی کے صحابہ کی تو تعریفیں کریں، ان پر تعریض کرنے والا تو ایک یہودی بھی نہ مل سکے لیکن یہی یہودی اپنے پیروکاروں کے ذریعے حضور ﷺ کے صحابہ پر غلیظ سے غلیظ تنقید وتنقیص سے پرہیز نہ کریں۔ آخر اس سارے کھیل کا کیا مقصد ہے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار

صادق ومصدوق نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کو تو اس شرافت وکرامت کے ساتھ پیش کریں کہ جہنم کی آگ اس مسلمان کو نہیں چھو سکتی جس نے مجھے دیکھا ہے یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا ہے۔ اور ایمان وایقان سے محروم افراد ان قدسی صفات افراد کی تکفیر کریں۔ اس اذیت ناک صورتحال کو مسلمان کہلانے والے ٹھنڈے پیٹوں برداشت کریں۔ آخر ایمانی موت کس چیز کا نام ہے؟ کون کہتا ہے کہ دشمنان صحابہ کا تعاقب کرنے والا اللہ پاک کی نظر میں عظیم نہیں ہے، یا اس کے محبوب ﷺ کی نظر میں محبوب نہیں ہے؟ اگر کوئی فرقہ وارانہ تعصب اور گروہی سوچ سے بالاتر ہو کر آخرت کی جوابدہی کو سامنے رکھ کر پوری سنجیدگی اور دیانتداری سے فکر کرے اور پھر ہمیں بتائے کہ جو جماعت من حیث الجماعت تا قیامت ایمان کے لیے معیار حق ہو اگر وہی محفوظ نہ ہو تو اسی کے واسطہ سے آیا ہوا دین کیسے محفوظ ہے؟ کیسے حق ہے؟ کیسے قابل اتباع ہے؟ المختصر صحابہ

کرامؓ کی دینی تحفیظ میں عظیم حیثیت کو سامنے رکھ کر اپنی فکر نارسا، کسی کے دینی کام کی عظمت واہمیت کو اسی پیمانے پر پرکھتی ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کی عظمتوں اور صداقتوں کا کون، کس حد تک محافظ ہے؟

بہت سادہ سا ہے اپنا اصول دوستی کوثر
جو ان سے بے تعلق ہے ہمارا ہو نہیں سکتا

یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہم سپاہ صحابہ کے بنیادی رکن بھی نہیں ہیں، بنیادی رکن ہونا تو درکنار ہمیں سپاہ صحابہ کے بڑوں کے ساتھ بعض امور میں اختلاف رہا اور ہے لیکن جن نوجوانوں نے صحابہ کرام کی امانت، ثقاہت اور صداقت کے تحفظ کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے ان کے اخلاص میں کبھی شبہ نہیں ہوا بلکہ ہم نے ہمیشہ انہیں احترام کی نظر سے دیکھا۔

مولانا علی شیر حیدری شہید کے ساتھ میرا دیرینہ تعارف تھا لیکن ناچیز کے ساتھ نہ تو کبھی خط وکتابت ہوئی اور نہ ہی میرے پاس ان کی کوئی تحریر ہے، تعارف دیرینہ لیکن ملاقات اور راہ ورسم محدود! انکی شب وروز تدریسی، تقریری اور تحریکی مصروفیات سبب بنیں، ان سے ہماری آخری ملاقات مخدوم مکرم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا عبدالمجید فاروقی چوک سرور شہید کے جامعہ میں ہوئی، علامہ عبدالرشید بلال بھی ان کے ساتھ تھے۔علامہ شہید کے ارشادات وملفوظات سے استفادہ کیا لیکن ہمیں نہیں معلوم تھا کہ حضرت شہید سے ہماری یہ آخری ملاقات ہے، کسے خبر تھی کہ آنیوالے اوقات میں حضرت راہی خلدِ بریں ہو کر ہمیں داغ مفارقت دے جائیں گے

فلک را نیست جز ایں کار کار
کہ یارِ را جدا سازد زیار

ہمیں کیا معلوم تھا؟ کہ کل ان کے عقیدت مندوں کی زبان پر انکی جدائی کا اظہار اس طرح ہوگا

تمام رات نہیں سوئے یاد کرکے تجھے
گرفتہ دل تھے بڑے روئے یاد کرکے تجھے

اللہ رب العزت نے علامہ موصوف کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا، جوانی میں اس قدر علمی تعمق وتبحر اور زبان وکلام پر کامل قدرت صحیح معنوں میں شیخ فی الشباب کے مصداق تھے۔سب سے بڑی بات یہ کہ یہ سب صلاحیتیں پورے اخلاص کے ساتھ حق کی تحفیظ واعانت کے لیے وقف تھیں، ہم بلاخوف وتردید یہ کہہ سکتے

ہیں کہ مولانا کا وصالِ پُر ملال اگر چہ ملکی وملی عظیم سانحہ ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ علامہ موصوف کی شہادت نے اپنے پرائے پر یہ واضح کردیا ہے جس کی زندگی جتنی بہترین ہوتی ہے اس کی موت بھی اتنی ہی بہترین ہوتی ہے، اس کے ساتھ یہ بھی کہ اس دینی جہالت کے دور میں لوگوں کو اپنے مخالف سے انتقام لینا بھی نہیں آتا۔آخر یہ کیا انتقام ہے؟ کہ مخالف کو جنت میں پہنچادیا اور خود اپنے لیے جہنم کی راہ اختیار کی اس حوالے سے مولانا ہی کامیاب رہے، آخر موت نے تو ایک دن آنا ہی تھا۔علاوہ ازیں اس بات پر بھی فکر فرمائیے۔کہ علامہ شہید کا اپنے نصب العین پر قربان ہوجانا، نصب العین کے حق ہونے کی دلیل بھی ہے اور جاں نثار کے لیے بے پناہ اخلاص، اپنے مشن کے ساتھ کامل وابستگی اور وفاداری کا ناقابل تردید ثبوت بھی ہے۔کاش! جہاں والوں کو یہ بات سمجھ آجائے کہ

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جب یہ طے ہے کہ اللہ رب العزت کا کوئی کام علم، حکمت اور احسان سے خالی نہیں جب تک مولانا کا دنیا میں رہنا انکی ذات کے لیے ان کے عزیز واقارب کے لیے ان کے رفقاء کار واحباب کے لیے اور دنیا والوں کے لیے مفید تھا تو انہیں رکھا، جب اٹھالینا مفید تھا تو پورے اعزاز وعزت کے ساتھ اٹھالیا۔جب یہ بات ہے تو اس حقیقت کو بھی تسلیم ہونا چاہئے کہ عزیمتوں کی ودیعت اور عظمتوں کی وہ عطاء قادر لم یزل کی یہ فیاضیاں بلاسبب نہیں ہوتیں اور نہ ہی یہ ازلی سعادت مندیاں ہر ایک کے لیے ہوتی ہیں

یہ رتبہ ملا جسے مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

خالقِ دو جہاں اپنے علم ازلی سے تخلیق ہی کے وقت یہ فیصلہ فرمادیتے ہیں کہ کون کس سبب سے کس امتیازی انعام واحسان کا مستحق ہے، جن خوش نصیبوں کے لیے جن رفعتوں کے فیصلے ازلی ہیں، ہمارا وجدان کہتا ہے کہ علامہ شیر حیدری شہید ان خوش بختوں میں شامل ہیں۔

☆☆☆

محمد عثمان مدنی، جھنگ

ایک زندہ جاوید شخصیت

صدیوں پرانی بات نہیں، ہنوز چند ماہ ہی گزرے ہیں کہ اس لیل ونہار میں ایک آزاد منش انسان وقت کے موڑ پر کھڑا مسلمانان عالم کو پکار پکار کر کہہ رہا تھا......

ہماری بات سنو! اور ہمارے ساتھ چلو ہماری بات کے اک دن بنیں گے افسانے

اس مرد قلندر نے کہا! اگر میں اپنا درد پہاڑوں اور صحراؤں میں جا کر سناتا تو پہاڑ اور صحرا بھی میرے ساتھ نوحہ کناں ہوتے۔

افسوس صد افسوس! کہ جس کی پکار اپنوں نے سنی اَن سنی کردی......مگر دشمنان اسلام نے اس آواز کو سنا بھی اور سمجھا بھی۔ انہیں اس پکار میں اپنے خلاف بغاوت کی بُو آئی اور اس جرم میں انہیں کئی دفعہ بہار و خزاں کے کئی موسم اسارت میں گزارنے پڑے۔

سیاہ بال......نورانی چہرہ......موٹی موٹی آنکھیں......بارعب شخصیت......سر پر سیاہ عمامہ...... یہ اپنی مثال آپ کون تھا؟

یہ وہ تھا......جو گلی گلی، قریہ قریہ، بستی بستی، نگر نگر، رفض کے خلاف با آواز بلند کہتا سنا گیا......

صحابہ کا جو غلام ہے ہمارا وہ امام ہے

یہ مرد قلندر، عاشق رسول ﷺ، محافظ عظمت رسالت وتقدیس سیدہ عائشہ صدیقہؓ، علمبردار ناموس صحابہ کرام واہل بیت عظامؓ، ضیغم اسلام، حامل علوم اسلامیہ لکھنوی، شیخ الحدیث، مناظر اسلام، تصویر بخاری، قاطع رافضیت، حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری ہیں۔

جن پر تحریک ناموس صحابہ کی 21 سالہ تاریخ فخر کرتی ہے۔ جو اپنی داستان کہتے کہتے 17 اگست 2009ء کو تھک ہار کر اس جہان فانی سے بصدائے بلند رخصت ہوئے۔

ہم سے عشاق زمانے میں نہ پاؤ گے کہیں
لاکھ ڈھونڈو چراغ رخ زیبا لے کر

جو لوگ تاریخ کی تکمیل کرتے ہیں اور تاریخ مرتب کرتے ہیں، لازم نہیں کہ ان کا تعلق کسی بڑے گھرانے سے ہو...... ایسے گھرانہ سے جو مال ودولت اور جاہ وحشمت، ثروت واقتدار، شان وشوکت اور علم وعرفان میں اپنے دور میں ممتاز وحمیر رہوں بلکہ جن لوگوں نے ہمیشہ تاریخ کی راہیں متعین کی ہیں ان کے آباؤ اجداد کو وقت کے حاکمانہ غرور نے کبھی نظر التفات سے دیکھنا بھی گوارا نہ کیا، جب جھونپڑوں میں پرورش پانے والے ان لوگوں نے شاہی محلات پر کمندیں ڈالیں تو شاہی تاج نے ان کے قدم چومے اور اس قدم بوسی کو اپنی معراج گردانا۔ علامہ علی شیر حیدریؒ نے ایک ایسے گھرانے میں جنم لیا جو مال ودولت اور خاندانی لحاظ سے زیادہ متموّل نہ تھا۔

علامہ علی شیر حیدریؒ ایسے زندہ جاوید لوگوں میں شمار ہوتے ہین جو آرائش کائنات میں ایسے چراغ کی طرح روشن رہے جس کی لَو میں آسمان کے ستاروں نے اپنی راہیں تلاش کیں اور گم کردہ انسانوں نے انہیں انسانی تکاسنگ میل جانا۔

وہ ناموس صحابہؓ کی جنس گراں کا بار اٹھائے زندگی کے بازاروں میں نصف صدی تک لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرتے رہے۔ اگر اہل سنت کا ضمیر زندہ ہے اور امن کا آئینہ فطرت ٹوٹ نہیں گیا تو علامہ علی شیر حیدریؒ کی خودی اور خدمات کی تصویر مہد سے لحد تک صاف دکھائی دے گی۔

زمانہ لاکھ بدل جائے لیکن یہ اٹل حقیقت ہے کہ تاریخ صرف انہی لوگوں کا احترام کرتی ہے جو دین ومذہب اور ملک وقوم کے لیے کچھ کرتے ہیں۔

علامہ علی شیر حیدریؒ نے غربت میں آنکھیں کھولیں، مگر ان کے کارناموں نے ان کو عظیم بنادیا۔ ان کی قربانیوں نے ان کو محبوبیت کی مسند پر بٹھادیا۔ علامہ علی شیر حیدریؒ زندہ ہیں...... گو وہ جسمانی طور پر ہمارے درمیان آج موجود نہیں ہیں لیکن ان کا معنوی وجود ان کے مشن اور نظریئے کی صورت میں ہر طرف نظر آرہا ہے۔ علامہ علی شیر حیدریؒ ایک نظریئے..... ایک جذبے...... ایک تحریک...... کا نام تھا۔ یہ نظریہ آج بھی زندہ ہے، یہ جذبہ پائندہ رہے گا، یہ تحریک ختم ہونے والی نہیں ہے۔

علامہ علی شیر حیدریؒ خود تو جام شہادت نوش کرگئے لیکن اپنے پیچھے لاکھوں ارادت مندوں اور کروڑوں

اہل عقیدت وارباب صحبت کی ایک دنیا چھوڑ گئے، اس حادثہ فاجعہ اور روح فرسا خبر کو تسلیم کرنے کے لیے دل ودماغ کسی طرح آمادہ نہیں ہوئے، لیکن جب انبیاءؑ بھی اس دنیا میں نہیں رہے تو اور کون رہے گا؟ بقاء ودوام صرف ایک ذات وحدہٗ لاشریک کو ہے۔

علامہ علی شیر حیدریؒ کی شہادت سے عالم اسلام ایک نڈر، بے باک، حق گو رہنما اور عالم ربانی سے محروم ہوگیا۔ مولانا نے جو تحریک ناموس صحابہؓ کی ایک عرصہ تک خدمت کی اسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔

آج ان کا کوئی بدل جماعت کے پاس نہیں ہے۔ تقریر وخطابت اور بالخصوص مناظرہ میں جو عظیم خلا محسوس کیا جارہا ہے...... ایسا غالباً پہلے کبھی نہیں محسوس کیا گیا تھا۔ آپؒ کی شہادت سے بظاہر تو اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوا کہ کروڑوں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان یا ہزاروں علماء میں سے ایک عالم اس دنیا سے رخصت ہوگیا مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ اس دنیا میں اللہ کے بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا اکیلا وجود لاکھوں سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے اور وہ پتھروں کی کان میں ہیرے اور لعل کی طرح ہوتے ہیں۔ بے شک علامہ شہید انہی رجال عظام میں سے تھے اور آپ کی موت علماء دنیا میں بہت بڑا تغیر اور انقلاب عظیم ہے۔

آہ...... افسوس! جنہوں نے نہیں جانا...... انہیں کس طرح بتایا جائے اور کیسے باور کرایا جائے کہ کتنی بڑی نعمت کھوگئی۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا شہیدؒ سے ناموس صحابہؓ کا وہ کام لیا جس کی توفیق خاص بندوں کو ملتی ہے۔ مولانا شہیدؒ کی زندگی دیکھنے والے ہر شخص کو صاف نظر آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت توفیق...... ان کی رفیق تھی۔ ان کی زندگی حد درجہ مشغولیت وانہماک اور مجاہدہ محنت، درس وتدریس کی زندگی تھی۔ وہ الحب اللہ، البغض اللہ پر مکمل عمل پیرا تھے۔ پاکستان میں بالخصوص اور پوری دنیا میں بالعموم مولانا علی شیر حیدری کی شہرت مسلک اہل سنت والجماعت کے ترجمان، اصحابؓ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قابل ترین وکیل اور مناظر ومتکلم کی حیثیت سے رہی ہے جن لوگوں کو ان کے قریب رہنے یا سننے کا زیادہ اتفاق نہیں ہوا انہیں شاید اندازہ نہ ہو کہ مولانا شہید صرف مناظر ومقرر ہی نہیں بلکہ علماء راسخین میں سے تھے اور درس وتدریس میں انہیں خاص ملکہ حاصل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ قدرت نے حافظہ بھی بے نظیر دیا تھا۔ سلامتی فہم کے ساتھ ذکاوت وذہانت سے بھی اللہ تعالیٰ نے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ تقریر کے میدان میں آپ کو خاص امتیاز حاصل تھا۔ آپ کا انداز بیان منفرد تھا، قوت استدلال اسے پُر اثر دلنشین ہوتا۔ علامہ شہید کی پوری کوشش ہوتی کہ زیر بحث مسئلہ واضح

ہوجائے اور بحث کے مرکزی نقطہ کو تقریر میں ضرور دہرا دیتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا

کہ عام سامعین کو بھی وہ خاص بات حفظ ہو جاتی تھی۔ الغرض اس دور میں وہ علامہ لکھنوی کے علوم کے وارث اور جانشین تھے۔

اگر چہ علامہ حیدریؒ نے حسب ضرورت مختلف فرقہائے باطلہ کے خلاف اپنی مدلل مبرہن گفتگو سے اپنے ماننے والوں کے عقائد کو راسخ کیا۔ لیکن ان کا خاص موضوع ...... سبائی حملوں سے صحابہ کرامؓ، امہات المومنین اور مسلک اہل سنت کی حفاظت، ان کا دفاع اور سبائی مذہب کے جھوٹ کو واضح کر کے حجت قائم کرنا تھا اور یہ وہ موضوع جو برصغیر کے خاص تاریخی حالات کی وجہ سے اکابر علماء اور محققین کا صدیوں سے معمول رہا ہے۔ امام ابن تیمیہ، مجدد الف ثانی سے لیکر مولانا عبدالشکور لکھنوی تک اور تقسیم پاکستان کے بعد علامہ قاضی مظہر حسین، سید نورالحسن شاہ بخاری سے لیکر علامہ حق نواز جھنگوی تک ......اور علامہ جھنگوی سے علامہ حیدری تک اپنے اپنے زمانہ میں ان سبھی حضرات کی دینی اور اصلاحی کوششوں کا خاص موضوع اور ہدف یہی سبائی مذہب رہا ہے۔

علامہ حیدریؒ کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ انہوں نے ایک خاص انداز میں آسان اور سہل طریقہ کے ساتھ ہر لحاظ سے عوام الناس کو سبائی فتنہ کاریوں سے آگاہ کیا۔ اس کی پاداش میں انہیں پاکستان کے مختلف عقوبت خانوں میں اپنی زندگی کے قیمتی ترین دن گزارنے پڑے۔ لیکن یہ بھی خداوند تعالیٰ کی جانب سے بہت بڑا انعام علامہ علی شیر حیدری کی ذات گرامی پر ہوا کہ تین ماہ کے مختصر عرصہ میں پس دیوار زنداں رہ کر قرآن مجید کے حفظ سے اپنے سینہ کو منور کیا۔

لیکن یہ تمام مصائب، تکالیف اور صعوبتیں جھیلنے کے باوجود اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ تا آنکہ سبائی گماشتوں نے امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری کا چراغ حیات گل کر دیا۔ اس طرح موصوف شہادت کے بلند رتبہ سے سرفراز ہو کر ان کے ہاں پہنچ گئے ......جن کے دفاع میں انکی زندگی کا ایک ایک لمحہ صرف ہوتا تھا۔

آہ ......!!! آج بزم عرفان سونی ہے، مسند خطابت کی رونق جا چکی ہے، جامعہ حیدریہ کے در و دیوار اداس ہیں۔ آج مسند درس وتدریس اپنے محسن کو ڈھونڈتی ہے۔ جو جانتے ہیں انہیں تو کیا بتانا، جو نہیں جانتے انہیں بتایا جائے کہ اس ایک ذات سے محروم ہو کر ہم کس دولت سے محروم ہو گئے ہیں۔

آہ ......!!! وہ سلف صالحین کی جیتی جاگتی یادگار، وہ مجسم زہد وایثار، وہ پیکر تقدس اب ہم کہاں پائیں گے

۔ہم تو جھنگ میں راہیں تکتے رہ گئے ۔ جسے دیکھ کر ایمان کے بجھے ذرات میں تازگی پیدا ہوتی تھی اور جس کا قرب پا کر دلوں میں شوق عمل کی امنگ پیدا ہوتی تھی ۔ جس نے گوشہ خلوت میں نہیں ...... کارزار حیات کے ان میدانوں میں رہ کر اپنے دامن تقدس کو بے داغ رکھا۔

آہ......!!! کیا خلوص وللٰہیت کا یہ نمونہ پھر دیکھنے کو ملے گا؟ جس نے عرصہ تک دنیائے رفض کو للکارا، جس نے اعدائے اصحاب پیغمبر ﷺ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر، ان مقدس ہستیوں کا دفاع کیا۔

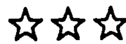
آہ......!!! جس کی گفتار سے ایوان ہائے رفض لرز اٹھتے تھے ۔ جس کی للکار سے سبائیت، رافضیت بلوں میں گھس جاتی تھی ۔ جس سے ابنائے متعہ پر رعشہ طاری ہو جاتا تھا۔

واہ......! علامہ علی شیر حیدریؒ آپ تو سید المرسلین ﷺ کی عزت وحرمت پر کٹ گئے

واہ......! علی شیر حیدری تُو امہات المومنین ا کی عزت و ناموس پر قربان ہو گیا۔

واہ......! علی شیر حیدری تُو نے کائنات کی افضل ترین جماعت (بعد الانبیاءؑ) اصحاب پیغمبر پر اپنی جان نثار کر دی۔

اللہ علامہ شہید کے ساتھ رحمت ومغفرت اور قبولیت کا خاص معاملہ فرمائیں اور ان کی دینی خدمات کا اپنی شانِ عالی کے مطابق صلہ عطا فرمائیں ۔ آمین



عبدالرحمٰن عاصم

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینے میں

آہ دل ودماغ مضطرب ہے...... عقل حیران ہے...... سمجھ نہیں آتا کہ اس دردناک سانحے پر قلم سے کیا صفحۂ قرطاس پر منتقل کروں...... اسلامی غیرت وایثار کی اس داستان کو کس نام سے پکاروں...... سمجھ نہیں آتا قائد کی اس عظیم بہادری کو کیا نام دوں......؟ لیکن ہاں! عقل کہتی ہے...... حکومت کی اس کھلی ناانصافی اور طویل خاموشی پر وہ حشر برپا کردوں کہ زمین وآسمان بھی اس غم میں میرے ساتھ برابر کے شریک ہوجائیں ...... لیکن نہیں...... ہرگز نہیں...... مجھے میرے قائدین صبر کی تلقین کرتے ہیں...... اور مجھے فخر ہے اپنے عظیم قائد کی اس عظیم شہادت پر...... سلام ہے تجھ پر اے میرے عظیم قائد...... کہ کفروشرک...... فتنہ وشر ابولہبی کے اس دور میں آپ نے سید الشہداء حضرت امیر حمزہ h کی یاد تازہ کردی...... سلام ہے تجھ پر اے میرے عظیم قائد...... کہ اصحاب پیغمبر z کی اس راہ میں قربانی دینے سے نہ تو تجھے اس جم غفیر کی الفت نے روکا اور نہ ہی رفیقہ حیات کی رفاقت نے۔

بے شک آج کے اس پُرفتن دور میں حُبِ اصحابِ رسول ﷺ کی خاطر لڑنے والوں کے لیے آپ ایک عظیم مثال ہیں...... اس عظیم قائد نے بلاشبہ اپنے عظیم قائد ہونے کا ہمیں احساس دلایا

لاریب...... بہت مشکل ہے...... جہادِ نفس اور بے پناہ یادِ خدا کے ساتھ ساتھ خدمت خلق کا وہ جذبہ جو راتوں کی میٹھی نیند حرام کردے...... جو کبھی مسجد میں وعظ وتلقین کے لیے لائے تو کبھی درس وتدریس میں مشغول رکھے...... کبھی جلسہ گاہ کی اسٹیج پر لائے تو کبھی جیل کی کوٹھڑیوں میں نظر بند رکھے...... ساری ساری رات تسبیح ونوافل میں ایسا مشغول رکھے کہ صبح ہوجائے...... ان صفات کی حامل ہستی اور پھر اس دورِ الحاد میں صرف آخری متاع اور عہد آفریں شخصیت...... امام اہل سنت، مناظر اسلام، وکیل صحابہ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ تھے...... جو درسِ قرآن دیتے تو حافظ الحدیث امام عماد الدین ابن کثیر معلوم ہوتے......

اور درس حدیث دیتے تو ابنِ حجر عسقلانی کا شبہ ہوتا...... وہ تقریر فرماتے تو امام ابن تیمیہ اور مولانا ابوالکلام آزاد کی آتش بیانی یاد آجاتی...... اور درس سلوک دیتے، ۔تو ابویزید بسطامیؒ دکھائے دیتے...... ظالم وجابر حاکم وقت کے سامنے اعلاء کلمۃ الحق کہتے ہوئے گرفتار ہوتے تو امام احمد بن حنبلؒ کی یاد آنکھوں کے سامنے آجاتی...... ایثار میں...... تحمل میں...... تدبر میں...... تفکر میں...... خلوص میں...... اخلاق میں...... متانت میں...... جودوسخا میں...... علم وحکمت میں یکتائے روزگار تھے۔

یہی وہ عظیم شخصیت ہیں...... جو صدق وصفا...... مخزن علم وحیا...... منبع ایثار ووفا...... جو ایک نظر میں بیگانوں اور اپنوں کو دیوانہ بنادے...... جس کی گفتار سراپہ کردار...... جس کی تقریر درس تابعدار...... تقریر فرمائیں تو سامعین وجد میں آجائیں...... قرآن پڑھیں تو درودیوار جھوم اٹھیں...... نماز پڑھیں تو رونگٹے کھڑے ہوجائیں...... مرعوب ہونا جانتے ہی نہ تھے...... نہ کسی کی دولت سے...... نہ کسی کے اقتدار سے جو جتنا بھی چھوٹا ہوتا...... اس سے اتنی ہی فروتنی سے ملتے...... بڑا ہوتا تو اسے کہیں اور بڑا ہو کر ملتے...... قد درمیانہ...... نازک اعضاء...... سندھی وضع کی دلکش آنکھیں...... جن میں جذبات کا اتار چڑھاؤ چھلکتا ہوا نظر آتا...... آواز میں کڑک اور لچک کی دھمک...... سٹیج پر آتے تو معلوم ہوتا کہ کفر کی صفیں الٹ دیں گے...... ہر مسئلے کا استدلال قرآن وحدیث سے کرتے...... اور دلائل کا انبار لگادیتے...... دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں رمضان المبارک میں چار پانچ دن تک مسلسل ردّ روافض پر پڑھاتے رہے...... راقم نے بھی اس درس میں شریک ہو کر ایک عظیم سعادت حاصل کی...... رافضیت کے کسی مسئلہ پر بحث شروع کرتے تو اسے مکمل کئے بغیر اپنی مسند سے نہ اٹھتے...... تحریف قرآن...... مسئلہ عصمت انبیاء...... مسئلہ امامت...... خلافتِ صدیق اکبرؓ...... دیگر مسائل پر وہ بحث کی کہ کوئی ابہام نہ رہا...... اللہ کرے انکا لگایا ہوا دلائل کا یہ میدان یونہی سجا رہے اور دشمن شکست فاش سے دوچار ہوتا رہے گا۔

☆☆☆

مولانا محمد قاسم فاروقی، میلسی

بہاریں تو بیت چکیں

عام سی زندگی میں کبھی ایسے خاص لوگ بھی ملتے ہیں جو بقیہ زندگی کے لیے یوٹرن ثابت ہوتے ہیں۔جن سے ملنے کے بعد دماغ پرسکون، دل مطمئن اور منزل بالکل قریب تر دکھائی دیتی ہے، انسان یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ میری زندگی کا بہترین سرمایہ ہاتھ آگیا ہے اب اسے کسی صورت جانے نہیں دینا۔لیکن قدرت کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے کہ رکتے نہیں جانے والے۔آنے والے اپنے ساتھ ڈھیروں خوشیاں لے کر آتے ہیں اور جاتے ہوئے پہلے سے موجود خوشیاں بھی اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔

جامعہ حیدریہ انوارالھدیٰ میں گزرا ایک سال سے زائد عرصہ زندگی کے تلخ ایام میں ایک حسین خواب سا محسوس ہوتا ہے۔جیسے سال میں چند دن بہاروں کے آتے ہیں، درختوں، پھلوں اور پھولوں کو گرد سے پاک کرکے ایک نئی زندگی بخش کر چلے جاتے ہیں، بالکل ایسے ہی یہ بیتے ایام میری زندگی میں بہاروں سے کم حیثیت نہیں رکھتے۔اور میں ڈرتے ڈرتے سوچتا ہوں کہ نہ جانے وہ کون سا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند آگیا اور اس کے بدل دنیا میں ہی مجھے اتنی بڑی نعمت سے نواز دیا، کہ اگر میں ان بیتے ایام سے پہلے اس بارے میں سوچتا یا ذکر کرتا تو یقیناً لوگ مجھے پاگل، دیوانہ اور مجنوں کہہ دیتے۔

دورۂ حدیث کے امتحان سے فراغت کے بعد مولانا محمد سفیان اور مولانا عبدالعلیم کے ہمراہ 21 روزہ کورس کرنے جو دراصل امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری کی شاگردی کا شرف حاصل کرنا تھا کے لیے جامعہ حیدریہ خیرپور سندھ کا رخ کیا، جہاں پہلی ملاقات برادرم مولانا محمد یونس قاسمی سے ہوئی پھر انہی کی تصدیق اور ناظم اعلیٰ مولانا عبدالجبار فاروقی کی خصوصی شفقت سے داخلہ فارم کے مراحل طے کرکے اپنا مقصد حاصل کرنے میں مصروف ہوگیا۔

کورس مکمل کرنے کے بعد کراچی گیا جہاں سے یکم رمضان المبارک کو واپسی پر جامعہ میں دوبارہ

آیا، اپنے آبائی گاؤں جلہ جیم میلسی میں جامعہ الفاروق کے لیے تاریخ لینے کی غرض سے نماز فجر کے بعد سائیں حیدری صاحب سے ملاقات کی۔ تو سائیں نے فرمایا: بیٹا کیا کرتے ہو؟ جواباً عرض کیا کہ اس سال جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا سے دورۂ حدیث کیا ہے، اس کے بعد آپ کے ہاں جامعہ حیدریہ میں 21 روزہ تربیتی کورس کیا ہے، پوچھا حافظ ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ تو چلو آپ میرا قرآن سن کر جانا، جو تاریخ آپ کہیں گے میں آپ کو دیدو گا۔ 15 رمضان المبارک کو جب ختم القرآن کی تقریب چل رہی تھی تو میں دفتر میں داخل ہوا، سلام کیا تو حضرت حیدری صاحب دیکھ کر مسکرائے اور وہاں موجود سید پریل شاہ، مولانا عبدالکریم مری اور دیگر مہمانوں کو فرمانے لگے کہ قاسم میرے پاس تاریخ لینے آیا تھا جس کو میں نے اپنا قرآن سنانے کے لیے روک لیا۔ اور میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ جو تاریخ بھی کہو گے وہ ہی مل جائے گی۔ یہ کہتے ہوئے ڈائری میرے ہاتھ میں دیدی اور کہا کہ لکھدو۔ پھر کچھ ہی دیر بعد کہنے لگے رمضان المبارک کے بعد جلہ جیم کی سالانہ کانفرنس ہے میں وہاں آؤں گا تو اس وقت طے کر لینا۔ ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ یہ میرا مشورہ ہے حکم نہیں۔ اور وہ مشورہ میرے لیے بہت مفید ثابت ہوا۔

شہداء اسلام کانفرنس 2008ء میں جلہ جیم تشریف لائے، تو پوچھا قاسم بیٹا کیا کام کرتے ہو؟ میں نے کہا سائیں کچھ نہیں۔ تو فرمانے لگے کچھ نہ کرنا یہ بھی کوئی کام ہے۔ اگر کچھ نہیں کرتے تو چلو بیٹھو گاڑی میں، جبکہ میں اس سے قبل برادرم مولانا محمد یونس قاسمی کی ترغیب پر جامعہ حیدریہ میں ایک سالہ کورس تخصص فی الدعوۃ والتحقیق کے لیے ارادہ بنایا ہوا تھا۔ میں نے ایک دن کی چھٹی لی اور دوسرے دن رحیم یار خان میں ساتھ جا ملا۔ گلشن حیدری جامعہ حیدریہ میں اپنی زندگی کی شروع ہونے والی نئی بہاروں میں شام وسحر گزارنے لگا۔ پھر اچانک ایک دن خبر ملی کہ حیدرآباد جاتے ہوئے سائیں حیدری صاحب کی گاڑی حادثے کا شکار ہوگئی ہے، جس میں سائیں شدید زخمی ہوئے تھے۔ لیٹنے اور بیٹھنے میں حضرت شہیدؒ کو کافی مشکل پیش آتی تھی، اسی بہانے مجھے خدمت کرنے کا بہترین موقع مل گیا۔ آج جب میں ان دنوں کو یاد کرتا ہوں تو وہ ایک حسین خواب سا محسوس ہوتے ہیں۔ جنہوں نے میری زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ آج میرے قلم اور ہاتھ میں اتنی سکت نہیں کہ ان کا دیا ہوا پیار، شفقت اور ان کے ساتھ گزرے وقت کو لفظوں کی لڑی میں پرو سکوں۔

ایک دفعہ فرمایا: بیٹا آپ کتنے بھائی ہو؟ میں نے کہا کہ سائیں ایک ہی ہوں۔ کہنے لگے کہ پھر آپکی امی

آپ کو مارتی نہیں ہے کہ تم اتنے دنوں بعد گھر آتے ہو؟ میں نے کہا کہ سائیں انہیں پتہ ہے کہ وہ جس کے پاس ہے وہ ماں سے کم پیار کرنے والا نہیں ہے۔ اس وقت تک آپ کھانا شروع نہیں کرتے تھے جب تک آپ کے خادم، گن مین یا ڈرائیور شروع نہ کر لیتے۔ اور بڑوں کا اتنا ادب کہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی ادب کی وجہ سے اتنے عظیم مرتبے سے نوازا ہے۔ حضرت علامہ خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی لندن تخصص فی الدعوۃ والتحقیق کی کلاس کو اسباق پڑھانے کے لیے جامعہ حیدریہ تشریف لایا کرتے تھے۔ ابھی ٹریفک حادثے والے زخم ابھی تازہ ہی تھے کہ حضرت شہیدؒ کو معلوم ہوا کہ حضرت علامہ صاحب مدظلہ تشریف لا رہے ہیں، آپ ساری رات گھر بیٹھک میں بیٹھے انتظار کرتے رہے، اور مجھے کہا کہ جب علامہ صاحب آئیں دروازہ کھولنے سے پہلے مجھے اطلاع کر دینا۔ صبح تقریباً 4 بجے مولانا رمضان نعمانی اور مولانا شمس الرحمٰن معاویہ کے ہمراہ حضرت علامہ صاحب مدظلہ تشریف لائے تو سائیں نے خود جا کر دروازہ کھولا اور ادباً اس طرح دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے جیسے انہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ اور مجھے فرمایا کہ جب تک علامہ صاحب یہاں رہے گے آپ نے ان کے ساتھ رہنا ہے۔ اس وقت جو مجھے خوشی محسوس ہوئی شاید اسے میں پوری زندگی نہ بھول پاؤں کیونکہ حضرت حیدری شہیدؒ کی وجہ سے مجھے حضرت علامہ صاحب مدظلہ کی خدمت کرنے کا موقع مل رہا تھا۔

آج میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ حقیقت بن کر آشکارا ہو رہا ہے، جس کی مثال یہ ہے کہ جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ کے سالانہ جلسے میں حضرت حیدری شہیدؒ نے کہا تھا کہ میں مولانا محمد احمد لدھیانوی اور ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے ان کے ہاتھوں میں کامیابیاں دیکھ رہا ہوں۔ حضرت شہیدؒ کے کہے ہوئے الفاظ سچے نکلے اور ملک محمد اسحٰق اور سید غلام رسول شاہ ان حضرات کی کوششوں سے رہا ہوئے۔

جب لکھنے کے لیے قلم اٹھایا تھا تو شدید الجھن کا شکار تھا کہ کیا لکھوں؟۔۔۔ کیسے لکھوں؟۔۔۔ میں نے وہ کون سا کارنامہ سرانجام دیا ہے جس کا لکھنا میرے لیے ضروری ہے۔ بس اسی کشش و پنج میں کافی عرصہ بیت گیا، پھر رفتہ رفتہ میرے دماغ کی تاریک سرنگ میں روشنی کے کچھ آثار نمودار ہوئے اور فیصلہ کیا کہ جن واقعات، مشاہدات اور تجربات نے مجھے متأثر کیا ہے وہ بے کم و کاست تحریر کر دوں۔ اور اس میں جو سب بڑی میرے لیے معین و مددگار چیز ثابت ہوئی ہے وہ شیخ سعدی کا یہ شعر ہے:

ہر چند کہ نیست رنگ وبویم آخر نہ گیاہ باغ اویم

(کہ اگر چہ ہم میں رنگ اور خوشبونہیں ہے لیکن ہم اس کے باغ کی گھاس تو ہیں۔)

سالانہ دفاع صحابہؓ کانفرنس میں جب دستار بندی ہورہی تھی تو جامعہ ہذا کے شیخ الحدیث مولانا فاروق صاحب نے مجھے بلایا اور کہا کہ لسٹ میں آپ کا نام نہیں لکھا ہوا اور یہ الفاظ حیدری صاحبؒ نے سن لیا اور خود نام لے کر کہا کہ قاسم میلسی شریف۔ کانفرنس کے دوسرے روز جب میں حضرت کی بیٹھک میں گیا تو سائیں گھر کی سیڑھیاں چڑھ کر گھر جارہے تھے،ایک پاؤں اوپر کی سیڑھی پر اور ایک نیچے تھا۔ٹھہرے،مسکرائے اور کہنے لگے،قاسم آپ تو مفت میں ہی مفتی بن گئے ہم پڑھانے کے لیے تھوڑی لائے تھے تجھے۔پھر وہ وقت بھی آن پہنچا جس سے کوئی مفر نہیں۔آج صرف یادیں ہی یادیں ہیں،باتیں ہی باتیں ہیں،خزاں ہی خزاں ہے،بہاریں تو بیت چکیں ہیں،ہاں،بہاریں تو بیت چکی ہیں۔

☆☆☆

فرید عباسی، ایبٹ آباد

ایک اور قائد اٹھ گیا

موت ایک حقیقت ہے، اس نے ایک دن آنا ہے، چند دن پہلے حافظ احمد بخش ایڈووکیٹ کی شہادت اور مولانا عطاء الرحمٰن فاروقی کی وفات کی خبر ابھی تازہ ہی تھی کہ امام اہل سنت کی شہادت کی اطلاع ملی ...... ہاتھ ساتھ نہیں دے رہے تھے...... قلم کانپ رہا تھا...... دل تھام کر کوشش کی کہ کچھ لکھ سکوں...... علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی زندگی پر کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں...... وہ ایک ہیرا تھے...... وہ وقت کے ولی، مدبر، مفکر تھے...... حضرت علامہ علی شیر حیدریؒ گفتار کے ساتھ کردار اور عمل کے غازی تھے...... وہ عالم اسلام کے عظیم داعی تھے...... وہ اہل سنت کے عظیم شیر تھے...... وہ اپنے کردار اور عمل کے شیر تھے...... ان کی آواز میں شیر کی طرح للکار تھی...... کفران کی شہادت کے بعد یہ سمجھتا ہوگا کہ مشن عظیم...... یہ کاز مقدس ختم جائے گا...... یہ اس کی کم عقلی ہے کہ مولانا حق نواز جھنگویؒ سے لے کر مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ تک قائدین کو شہید کر کے دیکھ لیا...... یہ کام نہ رکا ہے اور نہ ہی قیامت تک رکے گا...... ایک زبان کو خاموش کرنے سے مشن، کاز، نظریہ کو ختم نہیں کیا جا سکتا...... ایک علی شیر حیدریؒ ہم سے لیا...... اس کی کمی کفر کو محسوس نہیں ہونے دیں گے...... ہمیں تو یہ کمی قیامت تک محسوس ہوگی ...... لیکن کفر کے لیے اللہ تعالیٰ مشن عظیم کے لیے مولانا محمد احمد لدھیانوی ...... خلیفہ عبدالقیوم ...... ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں ...... حاجی غلام مصطفیٰ جدون...... مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی...... مولانا عبدالخالق رحمانی ...... مولانا اورنگزیب فاروقی...... اور لاکھوں کی تعداد میں کارکنان سپاہ صحابہؓ کفر کے ایوانوں پر بجلی بن کر گرجتے اور برستے رہیں گے...... یہ مشن عظیم قیامت تک جاری رہے گا ...... اللہ تعالیٰ ہمیں اس مشن عظیم میں کامیاب فرمائے اور زندگی میں اسی مشن کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے دن شہداء ناموس صحابہ اور اہل بیت کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے...... علامہ علی شیر حیدریؒ عظیم مجاہد تھے...... ہم ان سے محروم ہو گئے...... پورا عالم اسلام یتیم ہو گیا ہے...... یہ خلا ہمارے لیے

پر نہیں ہو سکے گا...... لیکن مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ اور یقین ہے کہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے خون کی برکت سے اور شہداء ناموس صحابہؓ و اہل بیتؓ کے خون کی برکت سے ہم اس مشن عظیم میں ضرور کامیاب ہوں گے...... علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی شہادت پر بہت کچھ لکھا جائے گا...... اور یقین جانیے وہ سب کچھ اس عظیم شیر...... عظیم ولی...... عظیم مدبر...... عظیم مفکر...... عظیم قائد کی شخصیت کا احاطہ نہیں کر سکے گا...... غمگین دل کے قلم میں یہ طاقت کہاں ہے وہ اس عظیم شہید...... عظیم انسان اور عظیم قائد کی شہادت پر کچھ لکھ سکے ...... اللہ رب العزت سے یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم قائد کی شہادت کو قبول فرمائے...... اس عظیم قائد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے...... اور ان کے پسماندگان کو اور ہم جیسے مجروح قلب خدام کو صبر جمیل عطا فرمائے...... اور اس عظیم مشن کاز کے لیے جدوجہد اور کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)



محمد عبدالغفار فاروقی

ایک عظیم شخصیت

1990ء میں مؤرخ اسلام، شہید ملتِ اسلامیہ حضرت علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ جامعہ فریدیہ لال مسجد اسلام آباد میں مولانا عبداللہ شہید سے ملنے گئے طلبہ کو جب فاروقی شہیدؒ کی تشریف آوری کا پتہ لگا تو وہ دفتر کے باہر جمع ہو گئے، حضرت فاروقی شہیدؒ اس وقت جلدی میں تھے، طلبہ نے اصرار کیا کہ بیان فرمائیں اور طلبہ کی دل شکنی بھی ان کو گوارہ نہ تھی چنانچہ ارشاد فرمایا:

''سوچ سمجھ کر غور وفکر کے بعد اپنی زندگی کے لیے ایک راستے کا انتخاب کرلو، پھر اس پر ساری طاقت لگا دو، ساری صلاحیت لگادو، دن لگادو، رات لگادو، جان دینی پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کرو۔''

مناظر اسلام علامہ مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ نے بھی اپنے قائد کے اس فرمان کے مطابق سوچ سمجھ کر فاروقی شہیدؒ کے مصلّٰی پر کھڑے ہوئے تو جس بات کو انہوں نے حق سمجھا اس منبر پر بیان کیا، اعلیٰ عدلیہ کے فورم پر بیان کیا، گلی گلی، نگر نگر حق بات کو پہنچایا بالآخر شہید ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ان اللہ ما اخذ ولہ ما اعطی

بلاشبہ یہ ایک کربناک اندوہناک اور جاں گسل شہادت ایک عالم کی ہی نہیں بلکہ پورے عالم کی ہے ان کے فراق سے ہم ایک محقق سے ہی نہیں آسمانِ تحقیق کے ایک نیرّ تاباں سے محروم ہو گئے......ایک محدث سے ہی نہیں بلکہ مسند حدیث کا صدر نشین ہم سے بچھڑ گیا......علم مناظرہ ہی نہیں بلکہ اس فن کے بحر کا بے نظیر شناور حوالہ خاک ہو گیا......ایک خطیب ہی نہیں گلستانِ خطابت کا شعلہ نوا عندلیب خاموش ہو گیا......ایک مدرس ہی نہیں مثالی کتب خانہ زیر زمین دفن ہو گیا......تحفظ دین کا سپاہی ہی نہیں سپہ سالار ہم کھو چکے ......ایک مفسر ہی نہیں علم تفسیر کا امام نہیں رہا......ایک قائد ہی نہیں قائدین کا سربراہ چھن گیا......تشنگان علوم

تڑپ رہے ہیں...... بحرِ علوم کے کنارے غائب ہیں...... درسِ قرآن کے شیدائی منتظر ہیں...... رازی زمانہ نظر نہیں آتا...... علم حدیث کے محب ترس رہے ہیں...... محدثِ جلیل دکھائی نہیں دیتا...... منبر کی نگاہیں راہ تکی ہیں...... خطیب کی تشریف آوری نہیں...... علم وحکمت پر اس دولہا کی جلوہ گری نہیں جسے بزم مدنی میں سنوارا گیا...... تلامذہ کی اشتیاق بھری نگاہیں گردش کر رہی ہیں استاد کے رخ انور کا نظارہ نہیں...... ذکر صحابہؓ سننے کے کان متمنی ہیں...... صحابہؓ کے نغمے گانے والا نغمہ سرا روٹھ گیا...... مسلک اہل سنت پہ کفر وزندقہ کے حملے جاری ہیں...... اس کا چاق وچوبند محافظ اٹھ گیا...... اب نظریں ڈھونڈتی رہیں گی...... وہ مفلیں جن کی خوشبو سے جامعہ حیدریہ کے بام ودَر معطر رہتے تھے...... اب نگاہیں تلاش کریں گی اس رخ انور کو جس کی ایک دل آویز مسکراہٹ سے ہجوم غم کافور ہو جاتے تھے...... اب آنکھیں جستجو کرتی رہیں گی اس صدرِ محفل کی جس کی ایک جنبش لب بہت سی علمی گتھیاں سلجھا دیتی تھیں...... اب سماعتیں ترستی رہیں گی اس شیریں آواز کو جو کانوں میں حکمتوں کے رَس گھولتی رہتی تھیں...... باطل وسوسوں سے پریشان ہونے والا اب ہر شخص تڑپے گا...... اس سپوت کی یاد میں جس کی ایک دید ہر سوال کا جواب ہوتی تھی...... اہل حق کا ہر مناظر ہر موڑ پر یاد کرے گا اس سراپا علم کو جس کی ذات حوالوں کا انسائیکلو پیڈیا تھی...... اب اس جیسے سجدہ کناں کو سجدہ گاہیں ترستی رہیں گی ...... مسندِ تحقیق وتدریس کے اس سرتاج کی جلوہ گری کے لیے بے تاب رہیں گی...... درس گاہیں قال اللہ وقال الرسول کے اس عاشق زارعندلیب کے ترانوں کے لیے بے چین رہیں گی...... منبر ومحراب اس کی حق گوئی وبے باکی کے مظاہرہ کے مشاہدہ کے لیے مضطرب رہیں گے...... اہلیان پاکستان اس ہر دلعزیز اور ہمہ جہت دینی خدمات سرانجام دینے والی شخصیت کے گم ہونے پر زمانہ بھر سوگوار رہیں گے...... جامعہ حیدریہ کے درو دیوار جانِ حزیں سے اس کا بار ہا تذکرہ کرتے رہیں گے...... اس کی فضا تا ابدان کی طرف سے مہکائی گئی خوشبو سے معطر رہے گی۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا رہے گا

مناظر اسلام علامہ علی شیر حیدریؒ کیا گئے اور یہ کہ علم وفضل کی ایک محفل اجڑ گئی...... اصابت رائے اور دینی بصیرت کا ایک دینی چشمہ چھن گیا...... آسمان علم کا آفتاب عالم تاب غروب ہو گیا...... گلستان عمل کا تازہ گلاب ٹوٹ گیا...... کتاب حکمت کا ایک روشن باب بند ہو گیا...... نکتہ دانی اور نکتہ بینی کا ماہتاب روپوش

ہوگیا..... شوق مطالعہ ذوق جستجو کا سدابہار گلشن پنہاں ہوگیا۔

بلاشبہ آپ کی زندگی کا ایک ایک لحہ تحصیل علم ...... وسعت مطالعہ ...... احقاق حق ...... ابطال باطل، فروغ دین ...... ردبدعات ...... دفاع اسلام ...... احیاء سنت ...... اطاعت الٰہی ...... عشق نبوی ...... حب اصحاب رسول ...... فقہاء سے لگاؤ ...... محدثین سے وابستگی ...... اولیاء سے عقیدت ...... اسلاف سے محبت ...... اساتذہ سے وارفتگی ...... تلامذہ کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور انہیں بام عروج تک پہنچانے کی مسلسل جدوجہد سے عبارت تھی ...... ان گوناگوں خوبیوں کے حامل متنوح کمالات کے مرقع مختلف اوصاف حسنہ کے جامع اور بہت سی صفات جمیلہ سے متصف ہونے کے باوجود آپ کے اقوال وانداز سے انکساری برتی ...... عاجزی ٹپکتی اور فروتنی جھلکتی تھی ...... بے نفسی آپ پر بے بس تھی اور سادگی آپ پر ختم۔

بات صرف یہ نہیں کہ علمی وادبی گلشن سے ایک تازہ گلاب ٹوٹ گیا ...... جب گلستان ہما نہ رہے تو؟ ...... بات ساقی وساغر کی ہی نہیں ...... جب میخانہ ہی نہ رہے تو؟ ...... بات ایک محقق کے بچھڑنے کی ہی نہیں ...... جب کتب خانہ ہی خاک کی زینت بن جائے تو؟ ...... بات اپنے اوقات کی پابند ایک شخصیت کی ہی نہیں ...... جب وقت کا معیار ہی نہ رہے تو؟ ...... بات گرداب کی زد اور موجوں کی لپیٹ میں آجانے کی نہیں ...... جب ناخدا ہی چھن جائے تو ...... فکر کسی گم کردہ راہ کی ہی نہیں ...... جب رہبر کامل جدا ہو چکا ہو تو؟ ......

آہ! اب تیرے انداز میں باطل کو کون للکارے گا؟ ...... شرک وبدعت کے ایوانوں میں اب کون زلزلہ برپا کرے گا؟ ...... دین نبوی کی بنیادیں کھوکھلا کرنے والے فراعنہ سے اب کون بے خوف ٹکرائے گا؟ ...... صحابہ کرام کی ڈگر سے ہٹ جانے پر کون

لایخافون لومۃ لائم

کا مصداق بن کر بے راہ روی کے پرخچے اڑائے گا ...... صحابہ کرام سے وابستگی اور الفتوں کے چراغ کون بانٹے گا؟ ...... رفض کے داغدار چہرے سے تقیہ کا سیاہ نقاب کون سرعام الٹے گا؟

الغرض آپ اپنی ذات میں انجمن تھے ...... ہر میدان میں آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں ...... تدریس کا میدان ہو یا خطابت کا دفاع اسلام ...... احیاء سنت کا میدان ہو یا تردید فرق باطلہ وضالہ کا ...... ہر میدان میں آپ نامور شہسوار کی صورت میں شریک رہے ہیں ...... علم تفسیر پر عبور ایسا کہ مولانا حسین علی کی تصویر پیش کریں ...... علم حدیث وفقہ کی جامعیت پر نظر کریں تو آپ میں امام طحاوی کی جھلک محسوس ہوتی

ہے..... مسندِ ارشاد پر جلوہ گری اور ردِ بدعات میں نمایاں کردار شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کا زمانہ یاد دلاتا ہے..... قوت حافظہ دیکھیں تو علامہ انور شاہ کاشمیریؒ کی شبیہ معلوم ہوتے ہیں..... تعلیمی اور تحریکی زندگی میں پیش آنے والی تلاطم خیز موجیں آپ کے عزائم میں تزلزل پیدا نہ کرسکیں اور استقلال میں حضرت مدنیؒ کے مثیل دکھائی دیتے ہیں..... اپنی ہر بات پر حوالوں کے انبار لگا دینا آپ کا امتیازی وصف تھا..... الغرض حضرت شیخ مناظر اہل سنت، وکیل صحابہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے ان اوصاف کا کامل مصداق نظر آتے ہیں جو قاری طیب قاسمیؒ نے حضرت مدنیؒ کے متعلق ارشاد فرمائے تھے۔ وقار میں کوہِ گراں..... تواضع میں مشتِ خاک..... دلداری میں لطیف پانی..... بغض فی اللہ آتش مجسم..... سخاوت میں باریک ہوا..... شجاعت قلب میں آہن..... بھاری بھرکم ہونے میں وزن دار قطعۂ زمین..... خودداری میں بلند آسماں..... جلوت میں نمایاں..... خلوت میں پنہاں..... قلب میں سب سے الگ..... قالب میں سب کے ساتھ..... عالم جلوت نشین..... صوفی خلوت نشین..... مدرسہ میں مدرس..... خانقاہ میں شیخ..... سیاست میں سپاہی..... میدان میں مردِ مجاہد..... فقیروں میں درویش..... عوام میں لیڈر..... خواص میں مقتداء..... وزراء میں مشیر..... غرض ہر میدان میں امتیازی شان کے ساتھ موجود مگر سب شانوں میں تعلق مع اللہ بدستور اور خلوت اور انجمن کا صحیح مصداق۔

بالآخر اس عظیم الشان انسان کو 17 اگست کو دشمنان اصحاب رسول ﷺ نے شہید کر دیا..... مگر ریزہ ریزہ نہ کرسکے اور نہ زیر کرسکے گیں کیونکہ جانے والے علی شیر حیدریؒ کے خون کے قطرہ قطرہ سے نوائے انقلاب پھوٹ پڑی..... ان کی زبان کو خاموش کرانے کی کوشش کی گئی مگر لاکھوں انسانوں کی زبان پر وہی کلمہ حق جاری ہوگیا..... اسی لیے میں آج واضح طور پر کہنا چاہوں گا کہ دشمنان صحابہ j کو کسی غلط فہمی یا خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہئے کہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ جیسا کوہِ گراں راستہ سے ہٹ گیا..... نہیں رب کعبہ کی قسم! وہ انقلاب کا پہاڑ بن کے اب اور بھی ڈٹ گیا ہے..... پہلے تو ان کی آواز کو دبانے کے لیے ان کے جسم پر ضربیں لگاتے اور ان کو چور چور کرتے مگر اب تو وہ جاچکے ہیں..... صدائے حق ان کے دم قدم سے اٹھتی رہے گی..... کیسے دباؤ گے..... کس کو دباؤ گے..... اے علی شیر حیدریؒ کے روحانی فرزند..... اے عظیم قائد کے عظیم رضا کارو..... اے علی شیر حیدریؒ کی طرح شیر حوصلے والو..... مایوس اور دل برداشت مت ہونا ..... یہ تمہاری شان کے خلاف ہے..... یہ آنسوؤں کے چار قطرے خون بہا نہیں ہیں دوستو..... کہ وہ تو جان

دے کر قرضِ دوستاں چکا گیا۔

ہمت باندھو قرآن وسنت کے احکامات سے صبر کی روشنی لے کر اپنے آنسوؤں کو صاف کرو...... صحابہ کرام اور اکابرین جرأت سے سبق لے کر اپنے چہروں پر رعب سجاؤ اور دشمنوں کو بتا دو کہ ہم علی شیر حیدری شہیدؒ کی آواز بن کر علی شیر حیدریؒ کے خون کے پیکر وفا بن کر ان شاءاللہ مولانا ہی کی طرح ٹکرائیں گے اور قانون تمہارے غیر مسلم ہونے کا بنوا کر دم لیں گے۔

اللہ پاک کا حکم ہے:

"ولا تقولو لمن يقتل فی سبيل اللّٰه"

''شہید کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہے۔''

یہ ناچیز بھی عزم کرتا ہے اور آپ بھی عزم وعہد کریں کہ ان شاءاللہ مولانا شہیدؒ کے نقش قدم پر چل کر اللہ پاک کے اس حکم کو عملی طور پر بھی عمل میں لا کر دکھائیں گے اور اپنے عمل سے ثابت کریں گے کہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کل بھی زندہ تھے اور علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ آج بھی زندہ ہیں (ان شاءاللہ)

☆☆☆

محمد شفیق الرحمٰن۔ میانوالی

واہ میرے قائد

وارثین علوم نبوت میں سے ایک عظیم وارث کا تذکرہ آپ کے سامنے کروں گا جس کو دنیا مناظر اسلام ،فاتح رافضیت ،قاطع شرک وبدعت ،وکیل صحابہ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری کے نام سے جانتی ہے۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا جن سے چند کا تذکرہ آپ کے سامنے کروں گا۔ مثلاً عاجزی میں حضرت اپنے اسلاف کا نمونہ تھے اتنے بلند مقام پر ہونے کے باوجود اور اتنی مصروفیات کے باوجود عام آدمی سے بڑے پیار سے ملتے تھے۔ جو آدمی ایک دفعہ آپ سے ملتا وہ آپ کا ہی ہوکر رہ جاتا اور آپ کا دیوانہ بن جاتا ،بندہ کو دو تین دفعہ حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ دو دفعہ ضلع خوشاب میں اور ایک دفعہ سرگودھا میں خلیفہ بلافصل کانفرنس تھی جس پر پابندی لگنے کی وجہ سے کانفرنس نہ ہوسکی لیکن ایک جگہ پر مخصوص پروگرام رکھا گیا جس میں حضرت نے ہر آدمی کو سوال کرنے کا موقع دیا ،بندہ نے بھی حضرت سے دو سوال کئے ایک سوال یہ تھا کہ کیا شیعہ ختم نبوت کے منکر ہیں؟ تو حضرت نے فرمایا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں لکھا ہے کہ شیعہ ختم نبوت کا منکر ہے۔ اور دوسرا سوال یہ تھا کہ ہر صحابی کا منکر کافر ہے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ جن کی صحابیت نص قطعی سے ثابت ہے ان کا منکر کافر ہے اور جن کی صحابیت نص قطعی سے ثابت نہیں ہے ان کا منکر کافر نہیں ہے اور فرمایا کہ شیعہ کے کفر کی اور بھی وجوہات ہیں مثلاً تحریف قرآن ،عقیدہ امامت وغیرہ۔

میں حضرت کی خوبیوں کا تذکرہ کررہا تھا۔ حضرت میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے رعب اور دبدبہ عطا کیا تھا اور حضرت کو اللہ تعالیٰ نے ایک خوبی یہ بھی عطا کی تھی کہ حضرت کی علمی تحقیق کو اس دور کے بڑے بڑے علماء مانتے تھے۔ حضرت نے اس مشکل ترین دور کے اندر تحفظ ناموس صحابہؓ کا بیڑا اٹھایا تھا جب ہر طرف سے مخالفت ہی مخالفت تھی ،کبھی اپنوں کے طعنے اور کبھی دشمن کا ظلم وستم ،کبھی سفر میں تو

کبھی جیل میں، حضرت نے اس دور میں جیل میں رہ کر قرآن پاک حفظ کر کے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ آپؒ نے امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ امیر عزیمتؒ کی تمنا تھی کہ میں دشمن صحابہؓ کے خلاف جنگ اسمبلی میں بھی لڑوں گا اور سپریم کورٹ میں بھی لڑوں گا۔ اسمبلی میں تحفظ ناموس صحابہ بل پیش کر کے مولانا اعظم طارق شہیدؒ نے مولانا حق نوازؒ کی تمنا کو پورا کر دیا اور سپریم کورٹ میں ساڑھے چار گھنٹے چیف جسٹس آف پاکستان سجاد علی شاہ کے سامنے علامہ علی شیر حیدریؒ نے دشمن صحابہ کے کفر پر دلائل پیش کئے تو چیف جسٹس کی آنکھوں سے آنسو آ گئے اور یوں علامہ علی شیر حیدریؒ نے مولانا حق نوازؒ کی اس تمنا کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل

فرمائے اور مولانا محمد احمد لدھیانوی کو صحیح معنوں میں ان کا جانشین بنائے اور ان کے مشن کو قیامت تک جاری اور ساری فرمائے اور سپاہ صحابہ کو اپنے مشن میں کامیاب فرمائے (آمین)

☆☆☆

حمیرا عندلیب بنت مولانا منیر احمد اختر، جہانیاں

کوئی شخص تھا جو ساتھ لے گیا زندگی کی سب بہاریں

گرمیوں کے دن تھے، رات کی تاریکی اور چاند کی چاندنی کے درمیان آنکھ مچولی جاری تھی، کبھی چاندنی فضا میں پھیل جاتی تو کبھی بدلیوں کی اوٹ میں جا چھپتی اور تاریکی اپنے پَر پھیلا دیتی، اسی منظر کو دیکھتے دیکھتے جانے کب نیند کی دیوی مہربان ہوگئی، اچانک ماحول غیر مانوس سا ہوگیا، کسی کی سسکیوں اور آہوں کی دبی دبی آواز نے مجھ سے لاشعور سے شعور تک کا فاصلہ سیکنڈوں میں طے کروایا، آنکھ کھلنے پر دیکھا کہ میرے ابو جی (مولانا منیر احمد اختر خطیب جامع مسجد فاروقیہ غریب آباد جہانیاں) کی سسکیوں کی آواز تھی جس نے میرے لاشعور کو جھنجھوڑا تھا، سب گھر والے چہرے پر دکھوں کا صحرا پھیلائے کھڑے تھے، میرے دل نے کسی انہونی کا سگنل دیا اور بے اختیار میرے منہ سے نکلا: ''کیا ہوا'' لیکن جواب سسکیوں اور آنسوؤں کی صورت میں ہی آرہا تھا، یوں لگ رہا تھا کہ سب سکتے کے عالم میں کھڑے ہیں کیا ہوا ابو جی؟ میں نے سوال دہرایا: مولانا حیدری پر حملہ ہوا ہے اور...........؟؟

الفاظ ٹوٹ کے ابو کے منہ سے نکلے اور میری سماعتوں نے ان ٹوٹے الفاظ سے پورا مفہوم سمجھا، الفاظ تھے یا جادو کی چھڑی جس نے دھڑکنوں کو ساکت کردیا، اس رات 2 بج کے 30 منٹ اور 25 سیکنڈ پر میرے دل نے شدت سے دعا کی کہ اور؟ کے بعد خیریت ہو یا یہ نامکمل جملہ نامکمل ہی رہے جو کچھ میرا شعور مجھے سمجھا رہا ہے وہ غلط ہو لیکن 1 منٹ اور 2 سیکنڈ کی طویل خاموشی کے بعد آنسوؤں میں ڈوبی غم سے ٹوٹی آواز میری خوش فہمی کے محل کو زمین بوس کرگئی:

''اور وہ شہید ہوگئے''.......... میری بے یقین نظریں ابو سے ہوتی ہوئی امی کی طرف اٹھیں اور وہ میری نظروں کا مفہوم بھانپ گئیں...... بیٹا! تمہارے چاچو ڈاکٹر (ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں جو میرے ابو کے بہت مخلص دوست ہیں اور ہم ان کو چاچو کہتے ہیں) کا فون آیا ہے انہوں نے ہی اطلاع دی ہے اور میں نے جو

تنکے کا سہارا لینے کی کوشش کی تھی کہ کیا شاید یہ اطلاع جھوٹی ہو......وہ بھی لہروں میں بہہ گئی کہ چاچو کی اطلاع تو غلط نہیں ہوگی......دل دہائیاں دے رہا تھا اور آنسو بہہ رہے تھے کہ کاش! ساعتوں میں اس طرح کے واقعات کا سیسہ نہ پگھلا دیا جاتا......کاش! مجھے سننے میں غلطی لگی ہو......کاش! یہ کوئی بھیانک خواب ہو......کاش! حملہ آوروں کا نشانہ خطا جاتا......کاش! آج وہ جامعہ حیدریہ ہی رک جاتے......شہر سے نہ نکلے ہوتے......کاش! کوئی اہم کام، کوئی اجلاس انکی مجبوری بن جاتا اور وہ پیر گوٹھ جانے کا ارادہ ملتوی کر دیتے......کاش! جب وہ تیاری مکمل کر کے نکل رہے ہوتے عین اسی وقت کوئی اہم کام ان کے پیروں کی زنجیر بن جاتا کاش! ان کے تعاقب میں نکلنے والی گولی راستہ بھول جاتی لیکن کوئی کام......کوئی اجلاس......کوئی میٹنگ ان کے راستے کی رکاوٹ نہ بنی......اچانک مجھے لگا کہ حیدری صاحب مجھے سمجھا رہے ہیں: ''بیٹا اگر میں اس دن جامعہ حیدریہ میں ہی رک جاتا، کوئی کام، کوئی میٹنگ، کوئی اجلاس مجھے روک بھی لیتا تو بھی جو وقت میری شہادت کا مقرر تھا، اسی وقت ہی میں نے جانا تھا اور اسی طرح جانا تھا، جیسے لوح محفوظ میں لکھا گیا تھا''......میں چونکی اور میرا تخیل مجھے ایک دن پیچھے لے گیا جب اپنے PC پر حیدری صاحب کی تقریر کے یہ الفاظ کہ ''ساتھیوں! ڈرنا ورنا چھوڑ دو......جو رات قبر کی ہے......جو رات سفر کی ہے اور جو رات حضر کی ہے وہ آ کر رہے گی......دنیا کی کوئی طاقت اس کو بدل نہیں سکتی......قبر کی رات متعین ہے......ہر انداز کے ملتے جلتے کچھ ایسے الفاظ تھے جس میں رات کی قبر کا تعین تھا۔''

تین بار ریوائنڈ کر کے سنے تھے، آنکھوں سے آنسوؤں کا پردہ صاف کرتے ہوئے میری نظر ابو پہ جا پڑی......میرے ابو اچانک بہت بوڑھے اور شکستہ سے لگنے لگے تھے اور کیوں نہ ہوتے آج ان سے وہ ہستی بچھڑ گئی تھی جن سے انہیں بہت محبت اور عقیدت تھی......ابھی ایک دن پہلے ہی تو ابو جامعہ حیدریہ میں مناظرہ پڑھا کے لوٹے تھے......ابھی کل ہی تو انہوں نے اپنے خیریت سے پہنچنے کی اطلاع موبائل پہ حیدری صاحب کو دی ہے......ابھی تو انہوں نے ہمیں اپنی روئیداد سفر بھی نہیں سنائی......مجھے ابو کے ساتھ حیدری صاحب کی محبت وشفقت یاد آنے لگی......ابو کے متعلق ان کے جملے یاد آنے لگے......مجھے یاد آنے لگا کہ جہانیاں سے جامعہ حیدریہ تک کا سفر میرے ابو نے کیسے طے کیا تھا......حیدری صاحب ہر ملاقات پر ان کو جامعہ حیدریہ مناظرہ پڑھانے کی دعوت دیتے لیکن نامعلوم کیوں ابو حامی نہ بھرتے تھے بالآخر ایک دن مولانا حیدری کے یہ الفاظ: ''یہ بے ثمر درخت ہے'' تحریک کا کام دے گئے اور ابو نے کہا ان شاء اللہ اس

سال ضرور جامعہ حیدریہ پڑھاؤں گا، پھر ابو ہر سال حیدریہ مناظرہ پڑھانے جاتے جہاں پورے پاکستان سے علماء کرام شرکت کرتے اور ابو ان کو لیکچر دیتے..... واپسی پر ابو مولانا کی محبت وشفقت کے لازوال لمحوں کی یادیں اور خوشی وطمانیت سے جھولی بھر کے آتے.....مولانا ابو سے بہت محبت کرتے تھے جب ابو پڑھانے جاتے واپسی پر ان کو سوٹ دیتے اور ایک مرتبہ امی جی کے لیے بھی بھجوایا......ابو جامعہ حیدریہ چند دن پڑھاتے تھے لیکن ہر سال طلبہ کا ہجوم اور اصرار بڑھتا کہ ایک ماہ مناظرہ کی کلاس لی جائے لیکن ابو ایک ماہ کا کورس چند دنوں میں اس مہارت سے ختم کرواتے اور ایسی ایسی ٹپس دیتے کہ طلبہ تو طلبہ علماء تک عش عش کر اٹھتے......ایک دن ابو پڑھانے کے بعد حیدری صاحب کے ساتھ جامعہ حیدریہ میں بیٹھے تھے کہ ایک سندھی طالب علم (طالب علم سے میری مراد وہ علماء کرام ہیں جو مناظرہ پڑھنے آتے تھے) آیا اور مخصوص سندھی سٹائل میں کہنے لگا ''حضرت مناظرہ تو یہ (ابو جی) پڑھاتے ہیں آپ کوئی مناظرہ پڑھاتے ہو؟ اس کی بات سن کر ابو تو سر جھکا کے بیٹھے رہے البتہ حیدری صاحب خوب خوش ہوئے اور پُرتبسم لہجے میں فرمایا: ''دیکھا کتنی عزت دی ہے اللہ تعالیٰ نے دین کے کام کی۔'' بس جناب! جامعہ حیدریہ پہلا سٹاپ تھا جہاں ابو پڑھانے گئے پھر تو یہ سلسلہ ایسا چل نکلا کہ کبھی کشمیر، کبھی پنڈی، کبھی جہلم، کبھی خانپور اور کبھی شجاع آباد جا رہے ہیں۔ جی ہاں! پہلے تو صرف تقریر کرنے جاتے تھے اب پڑھانے کی ذمہ داری بھی ہے اور اب تو اکثر ہمارے ابو ہمیں ہی دستیاب نہیں ہوتے......ہوتا یوں ہے کہ جب بھی ہم نے کوئی خصوصی ڈش بنانی ہوتی ہے پہلے ابو کی ڈائری سے کوئی فارغ دن دیکھتے ہیں اور وہی دن منتخب کر لیتے ہیں اور پھر جب ابو کے موبائل پر بل بپ ہوتی ہے ہمیں یہی لگتا ہے کہ یہ دن بھی تدریس وتقریر کے رستے میں نکلنے والا ہے اور اس وقت ہمارے ارمانوں پہ پانی کیا سمندر پھر جاتا ہے جب ڈائری جیب سے باہر آتی ہے.....شیڈول چیک ہوتا ہے اور ہمارے منتخب شدہ دن کی تاریخ میں کسی شہر کا نام لکھا جاتا ہے، نیچے ابو کے سائن ہوتے ہیں اور ڈائری بند ہو جاتی ہے اور ہم منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں......خیر اس کا حل یہ نکالا کہ ہم بھی ابو کے پاس پہنچ جاتے ہیں بڑے نارمل انداز میں سلام دعا کے بعد کوئی تاریخ مانگتے ہیں......ابو تاریخ دیتے ہیں اور ہم سائن کروانا بھی نہیں بھولتے......پھر ہم ابو سے پیار لیتے ہیں اور خوش ہو جاتے ہیں کہ پورا دن ابو ہمارے ساتھ گزاریں گے......جب بھی ابو جامعہ حیدریہ کے لیے روانہ ہوتے تو میں ابو سے کہتی ابو جی حیدری صاحب سے میرے لیے آٹوگراف ضرور لے کر آئیے گا......لیکن وہاں جا کے پڑھانے پڑھنے کا ایسا سلسلہ نکلتا کہ پھر واپس آ کر

مجھے دیکھ کر ہی یاد آتا کہ کچھ بھول آئیں ہیں واپسی پر ہمیں حیدری صاحب کی معیت میں گزرے ایک ایک پل کی داستان سناتے مگر اس سال واپسی کی روئیداد ابھی تک نہیں سن پائے کہ جب بھی ابوان کے آخری دنوں کی کوئی بات سنانے لگتے ہیں آنسوان کی پلکوں سے نکلتے اور میرے دل پہ گرنے لگتے ہیں......ان کی آواز بندھ جاتی ہے اور پھر وہ ہچکیوں سے رونے لگتے ہیں...... ایسے میں بہت بار میرا دل چاہا کہ ابو کو کوئی تسلی بھرا لفظ بولوں لیکن غموں کا مداوا لفظ کب ہوتے ہیں......؟ کچھ دیر ضبط کر کے بیٹھی رہتی ہوں اور پھر آنچل کے پلّوں سے آنسو پونچھتی کمرے سے باہر آجاتی ہوں۔

ہوا کے رخ پہ چراغ الفت کی لو بڑھا کے چلا گیا ہے
وہ اک دیے سے نجانے کتنے دیے جلا کر چلا گیا ہے



فائزہ خاتون، راولپنڈی

ایک جلیل القدر انسان

شہید حیدریؒ وارث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھے، شہید اپنی گفتار اور کردار میں اسلاف کی مجسم حقیقت تھے، مشن جھنگوی سے وابستہ کروڑوں افراد کے دلوں کی دھڑکن تھے۔ شہید حیدریؒ جب مصلیٰ عبادت پر ہوتے تو اللہ کے ایسے عبد نظر آتے تھے جسے سوائے نماز کے قیام کے کوئی اور کام نہ ہو، جب حلقہ یاراں میں ہوتے تو چہرے پر ایسا تبسم اور شگفتگی ہوتی کہ بیگانے بھی اپنے ہو جاتے، جب اسٹیج پر آتے تو خطابت کے ایسے عظیم الشان جوہر دیکھاتے کہ سننے والوں کو حیراں کر دیتے، اصحابؓ کی عظمت و بزرگی کا ایسا ترانہ پڑھتے کہ دل تڑپ اٹھتے اور آنکھیں چھلک پڑتیں، سیاست کی موشگافیوں پر بات ہوتی تو ایسے زیرک سیاست دان نظر آتے جیسے صدیاں اسی دشت کی سیاحی میں گزاری ہوں، جب مناظرے کے میدان میں کھڑے ہوتے تو دلائل کا ایسا انبار لگا دیتے کہ مخالف بغلیں جھانکتے ہوئے بھاگنے پر مجبور ہو جاتا۔ جب علم کے بحر میں غوطہ زن ہوتے تو زبانیں بے ساختہ امام اہل سنت کا لقب دینے پر مجبور ہو جاتیں۔ ایسے وقتوں میں جب حالات کی سنگینی کی وجہ سے رگوں میں لہو جمنے لگتا تو شہید حیدری کی للکار برف کو پگھلا کر شعلہ جوالہ بنا دیتی، جب شہید حیدری موعظہ حسنہ پر آتے تو ہزاروں نوجوانوں کو عابد شب زندہ دار کر دیتے، جماعتی کارکنوں کی تربیت ایک مشفق و مربی باپ کی طرح فرماتے۔ لیکن جو نعمت عظمیٰ شہید حیدری کی صورت میں اللہ نے ہمیں عطا کی تھی ہماری آرام طلبی، دنیا داری اور ناشکری کی نذر ہو گئی۔ جس طرح شہید حیدریؒ سے ہم فائدہ حاصل کر سکتے تھے حاصل نہ کر سکے۔ لیکن اب بھی وقت ہے، اگر چہ شہید کا ظاہری جسم ہمارے درمیان نہیں لیکن ان شہیدوں کے وارث اور امین قائد اہل سنت علامہ محمد احمد لدھیانوی مدظلہ تو ہمارے درمیان موجود ہیں، جو شہید کی جماعت کے وارث ہیں، جو شہید کے جدو جہد کے وارث ہیں۔ اللہ کرے شہید حیدریؒ کی جماعت اور جدو جہد کے وارث ہماری ناشکری، آرام طلبی اور دنیا داری کی نذر نہ ہوں اور ہم انکی صحیح قدر کر سکیں۔

سعدیہ بنت محمد اشرف۔کوئٹہ

ایک نڈر مجاہد

جولمحات مجھے زندگی کا سرمایہ لگتے ہیں ان میں جولائی 2007ء کا ایک خوبصورت دن جب میں اپنے گھر والوں کے ساتھ خوشی خوشی مہمان خانے کی صفائی اور سجاوٹ میں مصروف تھی کیونکہ ابو نے بتایا تھا آج ہمارے پیارے قائد محترم علامہ علی شیر حیدری داداجان کی وفات پر تعزیت کے لیے تشریف لا رہے ہیں، یہ خبر تھی کہ پاؤں زمین پر نہ لگتے تھے کہ قائد ہمارے غریب خانہ پر آ کر ہمیں یہ شرف بخشیں گے۔ دل میں عجیب عجیب خیال آ رہے تھے کہ وہ شعلہ بیان بجلی کی کڑک شیر دل ہستی جن کی صرف تقاریر سنی تھیں جو کہتا تھا پیار کے درس دینے والو پیارا ایمان والوں سے ہوتا ہے اللہ کے دشمن رسول اللہ ﷺ کے گستاخ سے پیار نہیں ہوتا یہ محبت نہیں اخلاق نہیں یہ بے غیرتی ہوتی ہے، سیدنا صدیق اکبرؓ کے غلاموں کو، سیدنا صدیق اکبرؓ کے پروانوں کو بے غیرتی کا درس مت دو، ہم نے سیدنا صدیق اکبرؓ سے یہی سیکھا ہے کہ باپ ہو تب بھی لحاظ مت کرو، ہاں ہاں سب کچھ کر کے دیکھ لیا آپ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کے پروانے سیدنا صدیق اکبرؓ کے متوالے پیچھے نہیں ہٹے، نہیں ختم ہوئے، الگ بات ہے بیج زمین میں وقتی طور پر ہو جائیں تو کئی گنا زیادہ بڑھ کر دوبارہ اپنے مشن پر گامزن ہو جاتے ہیں، وہ کٹتے بھی ہیں، دفن بھی ہوتے ہیں وہ تو ڑے ہی ختم ہوتے ہیں وہ بیج بن کر کئی گنا بڑھ کر نکلتے ہیں ان صحابہ کے غلاموں کو نہ کوئی جھکا سکا ہے نہ کوئی مٹا سکتا ہے، نہ روک سکتا ہے، ان کا صاف اعلان ہے اے اصحاب محمد ﷺ آپ نے نبی ﷺ کے ساتھ وفا کی ہم آپ کے ساتھ وفا کریں گے، آپ نبی ﷺ پہ قربان ہم آپ پر قربان، آپ نے سب کچھ نبی پہ نثار ہمارا سب کچھ آپ پہ نثار، آپ پیغمبر ﷺ پر ڈٹ گئے، ہم آپ پر ڈٹ جائیں گے، آپ نے پیغمبر ﷺ پر سب کچھ لٹا دیا کچھ نہیں بچایا ہم آپ کی عزت پر عظمت پر سب کچھ لٹا دیں گے کچھ نہیں بچا کے رکھیں گے، نہیں ہے کوئی پیار نہیں ہے کوئی دوستی نہیں ہے کوئی یارانہ نہیں ہے کوئی تعلق ان کے ساتھ جو آپ کا دشمن ہو ہمارا پیار ان سے ہے جس کا

آپ سے پیار ہے ہماری محبت اس سے ہے جس کی آپ سے محبت ہے آپ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت ہماری آپ سے محبت وہ مستانے محمد ﷺ کا میں مستانہ صحابہ کا، وہ پروانے محمد ﷺ کا میں پروانہ صحابہ کا، وہ دیوانے محمد ﷺ کا میں دیوانہ صحابہ کا اس لیے جو صحابہ کا غلام ہے وہ ہمارا امام ہے۔

لے شوق سے نام صحابہ کا کر چرچا عام صحابہ کا

گر طلب ہے تجھ کو جنت کی تو پلا تو جام صحابہ کا

جب ہمارے محبوب قائد ہمارے گھر تشریف لائے تو ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں اور صوبائی صدر مولونا ثناء اللہ فاروقی، جنرل سیکرٹری مولونا عبدالرحیم ساجد، قائد بلوچستان حاجی محمد رفیق اور بہت سے کارکن ساتھ تھے۔ کھانا ضلعی ذمہ داران کے ہاں کھا چکے تھے، ہم نے چائے بسکٹ وغیرہ پیش کیے مولانا شہید نے ہماری گلیوں ہمارے گھر کو رونق بخشی، ابو نے میرا بھانجا غازی حق نواز کو جو نہیں بول سکتا تھا، مولانا شہید کے پاس لے گئے، عرض کیا یہ میرا نواسہ غازی حق نواز ہے جو بول سکتا نہیں، مولانا نے پوچھا سنتا ہے، ابو جان نے عرض کیا تھوڑا بہت سنتا ہے، مولانا نے غازی کو پیار کیا اور دَم کر کے فرمایا ان شاء اللہ اب بولے گا، اب الحمد اللہ تھوڑا تھوڑا بولتا ہے، ہمیں اپنے قائد کے دیدار کا بہت شوق تھا لیکن شریعت کا تقاضا ہے کہ عورت گھر کی چار دیواری میں ہی اچھی لگتی ہے، دل میں حسرت پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی لڑکا ہوتا تو اپنے قائد کے دیدار کا شرف حاصل ہوتا، نیز وہ دردناک کرب ناک خونی رات بھی بھولی نہیں جاتی جو رات تین بجے ابو کے موبائل پر سندھ کے مولانا عطاء اللہ نے رتو دیرو سے اطلاع دی کہ ہمارے محبوب قائد علامہ علی شیر حیدری دفاع صحابہ کرتے ہوئے قربان ہو گئے جیسا کہتے تھے ویسا کر گئے، وہ رات میرے لیے بلکہ ہمارے گھر کے لیے قیامت سے کم نہیں تھی، اٹھارہ اگست 2009ء رات تین بجے فون پر قیامت خیز خبر سنی کہ ہمارے قائد کو شہید کر دیا گیا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اپنی آواز پر کنٹرول کرتی رہی، دل اس واقعہ کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھا، لیکن جو رب کو منظور ہو، وہ ہو کر رہتا ہے شہید زندہ ہے زندہ رہے گا۔

هذا كتاب الله ينطق بيننا ......الشهيد لا يميت لا يكذب

علامہ علی شیر حیدری شہید آغاز شباب سے تا حیات ایک نڈر مجاہد کی حیثیت سے زندہ رہے، علامہ کی زندگی مشقتوں، مسلسل جدوجہد اور عمل پیہم سے عبارت تھی، آپ جب تک زندہ رہے اس دوران دنیا کو اپنے علم وعمل حکمت و دانش اور فہم وفراست سے فیض یاب کرتے رہے انہوں نے نئی نسل کے لیے جو عظیم

ورثہ چھوڑا وہ ان کے رقت انگیز پند ونصائح ہیں جو رہتی دنیا تک خزاں گزیدہ دلوں کے لیے بہار بنے رہیں گے، میرے پیار قائد کی نصیحتیں رگوں میں گداز اور ارتعاش پیدا کرتی رہیں گی، دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمارے باقی قائدین کی حفاظت فرمائے۔

خدا ہم تیرے در پہ آئے ہوئے
زمانے کے ہیں ہم ستائے ہوئے
تجھی سے ہیں لو لگائے ہوئے
کرم ہم پہ کر دے تو رب کریم

آخر میں عرض ہے کہ میں کوئی لکھاری نہیں ہوں، قلم صرف اس لیے اٹھایا کہ خریداران یوسف میں نام تو آجائے گا اس بڑھیا کی طرح جو کہتی تھی، جس کو مولانا جامی نے اپنے ابیات میں لکھا ہے۔

شنیدم کر غمش زالے ہر آشفت تنید ریسماں چند میگفت
ہمیں بس گرچہ من کاسد قماشم ذکہ درسک خریدار انش باشم

☆☆☆

صحابہ کی محبت میں

بڑا اعزاز پایا ہے صحابہ کی محبت میں
کہ جس نے سر کٹایا ہے صحابہ کی محبت میں
وہ بخت آور سرِ محشر یقیناً سرخرو ہوگا
لہو جس نے بہایا ہے صحابہ کی محبت میں
صحابہ عالمِ برزخ یں آئے بہرِ استقبال
کہ دیکھوں کون آیا ہے صحابہ کی محبت میں
نہ کیونکر چاند بھی ہو ماند اس کے نور کے آگے
کہ جس نے خوں جلایا ہے صحابہ کی محبت میں
لٹا کر دولتِ دنیائے دوں دیوانہ حق نے
زرِ عقبیٰ کمایا ہے صحابہ کی محبت میں
برائے خلعت خلدِ بریں خود اک سپاہی کو
خدا نے آزمایا ہے صحابہ کی محبت میں
کیا تھا جو شہیدِ قائدِ حق سے کبھی اس نے
وہی وعدہ نبھایا ہے صحابہ کی محبت میں
علی شیر حیدری تھا عاشقِ شیرِ خدا آخر
جبھی رتبہ یہ پایا ہے صحابہ کی محبت میں

کلام: حضرت شاہین اقبال اثر
مرسلہ: حسین احمد توحیدی

حضرت علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ

دفاعِ اصحابؓ اس طرح سے کیا علی شیر حیدریؒ نے
کہ ان پہ جاں بھی بصد خوشی کی فداء علی شیر حیدریؒ نے
سبائیت کا سیاہ طوفاں، خمینیت کی وہ کالی آندھی
چراغِ ملت مگر نہ بجھنے دیا، علی شیر حیدریؒ نے
تحفظِ حرمتِ صحابہؓ ہمارے ایماں کا جزوِ لازم
قدم قدم پر یہی لگائی صدا، علی شیر حیدریؒ نے
وہ جب عدالت میں حق وباطل کا معرکہ اک بپا ہوا تھا
وکالتِ ''حق'' کا کر دیا حق ادا، علی شیر حیدریؒ نے
حسین صورت، جمیل سیرت، طویل خدمت، وہ علم وحکمت
جہاں بھی بیٹھے وہاں دیئے گل کھلا، علی شیر حیدریؒ نے
مذاکرات وعدالتیں ہوں، مناظرے یا مباحثے ہوں
مخالفیں کو ہمیشہ ساکت کیا، علی شیر حیدریؒ نے
نجی مجالس ہوں یا محافل، ہو درسِ قرآن یا کہ خطبہ
مشن کے ہر جا دیئے ہیں ڈنکے بجا، علی شیر حیدریؒ نے
اداس چہرے ہیں، بھیگی پلکیں، حزیں طبیعت ہے اہلِ حق کی
رخِ منور لیا ہے جب سے چھپا، علی شیر حیدریؒ نے
ستم ظریفی کے دور میں بھی، مشن پہ ہرگز نہ آنچ آئے
جمیلؔ سب کو دیا یہ درسِ وفا، علی شیر حیدریؒ نے

کلام مولانا جمیل الرحمن اجملؔ عباسی

نہ کوئی شیر جیسا ہے نہ کوئی شیر جیسا تھا
اندھیروں میں اجالا تھا وہ ساروں سے نرالا تھا
اچھائیاں کون سی دیکھیں
وہ زم زم کا پیالا تھا
بہادر اور صورت میں
بخاری کا حوالہ تھا
دلیلوں سے منافق کو
جس نے کورٹ سے نکالا تھا
نہ کوئی تھا سُنا ایسا
جیسا سائیں دل والا تھا
وہ کتنا کیوں نہ بھائی امتیاز
جو سائیں کا جیالہ تھا
کی 'سلطان' نے خدمت
تب ہی تو بھاگ والا تھا

سلطان ڈیپر

﴿۳﴾

مکاتیب وافادات

th

سپاہ صحابہ پر پابندی لگنے کے بعد حقائق سے حکومت کو آگاہ کرنے اور اپنی جدوجہد کے مقاصد واضح کرنے کے لیے

وفاقی وزیر مذہبی امور کے نام ایک خط

مکرمی جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور پاکستان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ مزاج بخیر!

کلمات تشکر

سب سے پہلے میں آپ کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ اپنی گوناں گوں مصروفیات سے وقت نکال کر میرے مؤقف کو پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ امید کرتا ہوں کہ میری یہ تحریر پاکستان میں مذہبی فسادات کے خاتمہ اور امن کے قیام کے لیے سنگ میل ثابت ہوگی۔ اور آپ مندرجہ ذیل اہم امور پر غور وخوض فرما کر وفاقی کابینہ کے اجلاس میں فسادات کی جڑ کو ختم کرنے اور زیادہ مدلل انداز میں قانون سازی کے لیے اپنا کردار ادا کریں گے۔

سپاہ صحابہؓ کب اور کیوں معرض وجود میں آئی؟

جناب والا! سپاہ صحابہؓ 6 ستمبر 1985ء کو اس وقت ردعمل کے طور پر معرض وجود میں آئی ہے۔

1۔ جب پاکستان کے سرکاری سکولوں میں سنی شیعہ بنیادی اختلافات پر مبنی الگ الگ دینیات کا کورس شروع کیا گیا اور بچے بچے کے ذہن میں یہ بات پیدا کی گئی کہ شیعہ کا دین الگ ہے۔ سینوں کا دین الگ۔

(الف) دونوں دینیات کا کلمہ جدا جدا لکھا گیا یعنی اہل سنت کا کلمہ دو جز والا اور شیعہ کلمہ پانچ جز والا۔

(ب) دونوں دینیات کی بنیادیں الگ الگ لکھی گئیں۔ یعنی اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر جبکہ شیعہ

اسلام کی بنیاد چھ چیزوں جس میں ''عدل'' اور ''امانت'' کا اضافہ ہے۔

(ج) شیعہ اذان کے کلمات اور سنی اذان کے کلمات اور

نوٹ:۔شیعہ اذان اور کلمہ کے بعض اجزاء سے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا کھلا انکار ہوتا ہے اور تاریخ اسلام کو جھٹلایا جاتا ہے جبکہ یہ کلمات ایران میں اب بھی کلمہ اذان کا جزو نہیں ہے ہماری مراد ''خلیفہ بلا فصل'' ہے۔

2۔ پاکستان میں تحریک جعفریہ کی طرف سے اسلام آباد سیکرٹریٹ کا 1980ء میں گھیراؤ کرنے کے باعث شیعہ قوم کو زکوٰۃ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دینا بھی شیعہ سنی تفریق کا باعث ہوا۔

3۔تحریک جعفریہ پاکستان کے ہیڈکوارٹر سے 1980ء سے 1985ء تک ایک درجن سے زائد ضخیم کتب بھی شیعہ سنی کشیدگی کا باعث بنیں جن میں فہرست بنا کر نمبر لگا کر خلفاء راشدین اور ازواج مطہرات کو سوسو گالیاں دی گئیں اور ان مقدس نفوس پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔

4۔ پاکستان میں ایرانی انقلاب کے لیڈر آیت اللہ خمینی کا نمائندہ کہلانے والی جماعت تحریک جعفریہ کا وہ لٹریچر جو اس نے خمینی صاحب کی تصنیفات کے اردو ترجمے کی صورت میں شائع کیا جس میں خلفاء راشدین کو معاذ اللہ کافر اور منافق تک تحریر کیا گیا شیعہ سنی فرق کا باعث بنا۔

5۔ پاکستان میں قائم ایران کے پندرہ خانہ ہائے فرہنگ کی مخصوص سرگرمیوں اور آیت اللہ خمینی کی متنازعہ تصنیفات کی اشاعت بھی شیعہ سنی کشیدگی کا باعث بنیں۔

6۔ پاکستان میں محرم کے دس ایام شیعہ مذہب کے لیے مخصوص کر کے ذرائع ابلاغ کے ساتھ ساتھ ملک بھر کے شہروں و دیہاتوں میں سر عام مسلح جلوس بھی شیعہ سنی کشیدگی کا باعث بنتے چلے آرہے ہیں۔

نوٹ:۔اس طرح کے جلوس خود ایران میں بھی نہیں ہیں۔

پاکستان میں قرآن کریم کی اردو تفاسیر و تراجم خصوصاً ترجمہ مقبول دہلوی اور ترجمہ فرمان علی بھی شیعہ سنی کشیدگی کا باعث بنے۔جن میں تحریک قرآن کا اثبات اور ازواج مطہرات کی سخت ترین توہین پر مبنی مواد موجود ہے۔

سپاہ صحابہؓ پر دہشت گردی کے الزامات کی وجوہات

1۔1990ء کے الیکشن میں آئی ۔ جے ۔آئی کے ٹکٹ پر سپاہ صحابہؓ کے نائب سرپرست مولانا

ایثار القاسمی رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے مگر ان کی چھوڑی گئی صوبائی اسمبلی کی سیٹ پر مسلم لیگ کے امیدوار کی مخالفت کے باعث الیکشن کے روز 10 جنوری 1991ء کو مولانا ایثار القاسمی کو گولی ماردی گئی اور نامزد قاتلوں کو مولانا قاسمی کے بھائیوں پر دباؤ ڈال کر معاف کرالیا۔

2۔ مولانا ایثار القاسمی کی شہادت سے خالی ہونے والی قومی اور صوبائی اسمبلی پر پہلے شہباز شریف سپاہ صحابہؓ کی قیادت سے سودے بازی کرتے رہے کہ صوبہ میں وزارت لے لو۔ قومی اسمبلی کی سیٹ ہمیں دے دو۔ جب سپاہ صحابہؓ نے سودے بازی سے انکار کیا تو 4 مارچ 1992ء کے ضمنی الیکشن میں مسلم لیگ سرکاری وسائل خرچ کرنے کے باوجود دونوں سیٹوں پر مولانا اعظم طارق سے شکست کھا گئی تو سپاہ صحابہؓ پر دہشت گردی کے الزامات لگا کر بدنام کرنا شروع کر دیا۔

3۔ بلدیاتی الیکشن میں 1991ء میں جھنگ سے مسلم لیگ نے شکست کھا کر الزام تراشی شروع کی۔

4۔ 1993ء کے الیکشن میں کامیاب ہو کر مولانا اعظم طارق اسمبلی میں آئے تو انھوں نے جمعیت علماء اسلام (س) کے پارلیمانی نمائندہ کی حیثیت سے بے نظیر حکومت کی مخالفت کی تو روزنامہ ''آبزرور'' کے مالک زاہد ملک صاحب اور اس وقت کراچی آئی۔ بی کے ڈائریکٹر طارق لودھی نے دو کروڑ روپے اور پجارو کی پیش کش کی کہ قومی اسمبلی میں عدم اعتماد کی تحریک کی صورت میں ہمارے ساتھ تعاون کا یقین دلایا جائے جس کا 22 فروری 1995ء کو مولانا اعظم طارق نے جھنگ کے ایک عظیم جلسے میں انکشاف کر کے ضمیر فروشی سے انکار کر دیا تو اسی رات کو ان کے گھر پولیس چھاپہ کے ذریعے انھیں گرفتار کرنے کے اقدام سے سپاہ صحابہؓ کے خلاف سرکاری طور دہشت گردی کے الزام دھرانے شروع کر دیے گئے تقریباً سوا سال بعد سپاہ صحابہؓ کے قائد علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی بھی گرفتار کر لیے گئے جو 17 جنوری 1997ء کو عدالت میں پیشی کے موقع پر بم دھماکے میں شہید ہو گئے۔

بے نظیر دور میں سوا سال جیل کاٹنے کے بعد جب 1997ء کے الیکشن میں مولانا اعظم طارق صوبائی اسمبلی پنجاب کے رکن منتخب ہو گئے اور پھر باعزت بری ہو کر رہا بھی ہو گئے تو یکم مئی 1997ء کو میاں شہباز شریف نے انھیں صوبائی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر بننے کی پیش کش کی۔ مولانا اعظم طارق کے اس جواب سے کہ (یہ کام اپوزیشن کا ہے آپ کا نہیں) ناراض ہو کر مولانا اعظم طارق کو گرفتار کر کے اڑھائی سال جیل میں رکھا گیا۔ غرضیکہ سابقہ حکمرانوں نے سپاہ صحابہؓ کی قیادت کو صرف اس لیے جیلوں کا مہمان بنایا کہ وہ ان

حکمرانوں کا حلیف بن کران کی ملک دشمن پالیسیوں پر خاموش رہنے کو تیار نہیں ہوتے تھے ورنہ سپاہ صحابہؓ کی قیادت پر جتنے بھی الزامات لگائے اعلیٰ عدالتوں نے تمام الزامات سے ان رہنماؤں کو یا تو باعزت بری کر دیا یا ان کی ضمانتیں لے لیں۔

سابقہ حکمرانوں کی تحریک جعفریہ پر نوازشیں

جناب عالیٰ!

ایک طرف سپاہ صحابہؓ کی قیادت سابق حکمرانوں کی حمایت نہ کرنے کے جرم میں جیلوں میں بند رہی تو دوسری طرف تحریک جعفریہ کی لیڈر شپ پیپلز پارٹی کی حکومت میں اسکی اور مسلم لیگ کی حکومت میں مسلم لیگ کی حلیف بن کر سرکاری مراعات حاصل کرتی رہی اور درجنوں قتل کے مقدمات میں نامزد ہونے کے باوجود قانون کی گرفت سے بالاتر رہی۔ مثلاً

1۔ مولانا حق نواز جھنگوی بانی سپاہ صحابہؓ نے اپنی شہادت سے آٹھ روز قبل اعلان کیا تھا کہ ساجد نقوی اور تحریک جعفریہ کی لیڈر شپ ایرانی کمانڈوز کے ذریعے مجھے 20 سے 25 فروری کے دوران قتل کر نے منصوبہ بنا چکی ہے پھر وہ 22 فروری کو شہید کر دیے گئے۔ ایف۔ آئی۔ آر میں نامزد کردہ ساجد نقوی سمیت کوئی لیڈر شامل تفتیش تک نہ کیا گیا۔

2۔ رکن قومی اسمبلی مولانا ایثار القاسمی نے قومی اسمبلی میں بتایا کہ مجھے حکومت پنجاب کے اعلیٰ افسران نے بتایا ہے کہ ایرانی حکومت کے کمانڈو آپ کو قتل کرنے پاکستان آئے ہیں پھر وہ انکشاف کے دس دن بعد 10 جنوری 1991ء کو شہید کر دیئے گئے مگر نامزد قاتل تحریک جعفریہ کے ساجد نقوی گرفتار نہ کیے گئے۔

3۔ سپاہ صحابہؓ کے قائد علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی کو جیل سے سیشن کورٹ لاہور میں پیش کیا گیا تو بم دھماکہ کے ذریعے محرم علی نامی نوجوان کے ہاتھوں وہ شہید ہو گئے اور اس موقع پر پولیس جوانوں سمیت دو درجن افراد موت کے منہ میں چلے گئے مگر نامزد ملزم ساجد نقوی کو شامل تفتیش نہ کیا گیا۔

4۔ سپاہ صحابہؓ کے مرکزی ڈپٹی علامہ شعیب ندیم اور ڈویژنل انچارج مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی اور ان کے ساتھیوں کو دن دیہاڑے اسلام آباد میں شہید کیا گیا مگر ایف۔ آئی۔ آر کے نامزد ملزم ساجد نقوی اور اس کے ساتھیوں کو شامل تفتیش تک نہ کیا گیا۔

5۔ مولانا سمیع اللہ جھنگوی اور مولانا سیف اللہ خالد لاہور میں۔ مولانا عبداللہ اسلام آباد۔ مولانا قاری سعید الرحمٰن کراچی میں۔ اور اس طرح درجنوں علماء کے قتل کی ایف۔ آئی۔ آر میں ساجد نقوی اور تحریک جعفریہ کی نامزد قیادت کو گرفتار نہ کیا گیا۔

آخر سابقہ حکمرانوں کی ان چشم پوشیوں کا مقصد کیا تھا؟

کیا مذہبی جماعتوں پر پابندی مسئلہ کا حل ہے؟

جناب والا! سابق حکمرانوں کی سپاہ صحابہ کے خلاف یک طرفہ انتقامی کارروائیوں اور تحریک جعفریہ پر نوازشوں کی ایک مختصر جھلک کے بعد اب ہم آپ کی توجہ اس طرف دلوانا چاہتے ہیں کہ کیا ان حقائق کے باوجود بھی مذہبی جماعتوں پر پابندی لگانا انصاف کا تقاضا ہے اور غیر ملکی امداد پر اور سابق حکمرانوں کے تعاون سے چلنے والی جماعت سے صرف نظر کرنا مسئلہ کا حل ہوگا؟

جناب والا!

ہم ناموس صحابہؓ اور اہل بیتؓ کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہے اور ہمارا کسی دہشت گردی یا قتل وغارت سے کوئی تعلق نہیں ہے حتیٰ کہ جو لوگ کسی واردات میں ملوث ہوئے اور پھر گرفتار ہوئے تو انہوں نے اپنے آپ کو یا تو لشکر جھنگوی کی طرف منسوب کیا جو کہ اشتہاری نوجوانوں کا ایک گروہ ہے۔ یا اپنی کارروائیوں کو اپنی ذاتی وانفرادی کاروائی قرار دیا۔ آج تک سینکڑوں نوجوان اس طرح کے گرفتار کیے گئے ہیں۔ کسی ایک کا بیان بھی پیش نہیں کیا جا سکتا کہ جس نے یہ کہا ہو کہ قتل وغارت کے لیے مجھے جماعت کی قیادت نے اشارتاً و کنایتاً بھی کہا ہو یا سپاہ صحابہ کی قتل وغارت گری پالیسی کا حصہ ہو۔ لہٰذا سپاہ محمد اور لشکر جھنگوی جو کہ علی الاعلان قتل وغارت گری میں مصروف ہیں ان کے علاوہ کسی جماعت پر پابندی لگانے سے اشتہاری گروپوں کو تقویت ملے گی اور محب وطن عناصر کے تعاون سے حکومت محروم ہو جائے گی۔

سپاہ صحابہؓ کی قانونی جدوجہد

جناب والا!

1992ء میں مولانا عبدالستار خان نیازی کی سربراہی میں بننے والی کمیٹی کو شیعہ سنی فسادات کے خاتمہ کی تجاویز پیش کیں۔

سپاہ صحابہ نے 1992 میں قومی اسمبلی میں 35 ارکان اسمبلی کے دستخطوں سے ناموس صحابہ واہل بیتؓ بل پیش کیا۔

1993ء میں 84 ارکان اسمبلی کے دستخطوں سے ناموس صحابہؓ واہل بیتؓ بل پیش کیا۔

1995ء میں ملی یک جہتی کونسل کے زعماء کے سامنے حقائق پیش کیے۔

1997ء میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ کو تجاویز پیش کیں۔

1998ء میں علماء کمیٹی اور علماء بورڈ کے سامنے حقائق پیش کیے اور وزیراعلیٰ کی زیرصدارت گستاخ صحابہؓ کے لیے چودہ سالہ سزا کا فیصلہ کروایا۔

2000ء میں وفاقی وزیر داخلہ جناب معین حیدر کو تجاویز پیش کیں۔

2001ء میں ایک مرتبہ پھر وفاقی وزیر داخلہ کو اپنی تجاویز پیش کیں۔

ہر محرم کے موقع پر سپاہ صحابہؓ نے بھرپور انداز سے حکومت وانتظامیہ سے تعاون کیا۔

اب یہ تمام حقائق آپ کی خدمت میں اور آپ کی وساطت سے حکومت پاکستان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

تجاویز

1۔ حکومت سرکاری اداروں میں صرف ایک دینیات کو رائج کرے جس میں مسلمانوں کے متفقہ کلمہ اور اسلام کی بنیادوں واذان کا ذکر ہو۔

2۔ زکوٰۃ بلاتفریق شیعہ سنی سب سے وصول کی جائے۔

3۔ دل آزار لٹریچر کی اشاعت کرنے والوں اور مصنفین کے لیے قانون سازی کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ عام مسلمان کی توہین یا تکفیر کے مرتکب کی سزا سے اصحاب رسولؐ واہل بیت عظام وازواج مطہرات کی توہین وتکفیر کرنے والے کی سزا دوگنا زیادہ اور سخت ہونی چاہیے۔

4۔ کسی جماعت کو غیر ملکی حکمرانوں یا سفراء کو اپنے پروگراموں میں شریک کرنے یا کسی غیر ملک کا سرکاری دورہ کرنے یا غیر ملکی فنڈز لینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

5۔ عبادات کو عبادت گاہوں تک محدود کیا جائے۔ اور کسی قسم کے ماتمی وغیر ماتمی جلوسوں کو روڈ پر

آنے کی اجازت نہ دی جائے۔

6۔ لاؤڈ سپیکر پر ایسی اذان پر پابندی لگائی جائے جس سے مسلمانوں کی دل آزاری نہ ہو۔

7۔ لاؤڈ سپیکر کو مجمع تک محدود کیا جائے۔

8۔ اسلحہ کی نمائش پر سخت پابندی کو مزید موثر بنایا جائے۔

حکومت وقت کی خصوصی توجہ کے لیے

جناب عالیٰ!

آخر میں ہم آپ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ

1۔ سابقہ دور میں حکمرانوں نے ماروائے عدالت جو نوجوان قتل کرائے تھے ان کی تفتیش کرا کر ملزمان کے خلاف کاروائی شروع کی جائے۔

2۔ حکومت ایک بااختیار ٹربیونل قائم کر کے تمام مذہبی مقدمات کے تحت گرفتار شدگان کی از سر نو تفتیش کرا کر بے گناہوں کو رہا کر دے۔

3۔ مذہبی فسادات کے خاتمہ اور باہمی تعاون کے فروغ کے لیے وفاقی وزیر مذہبی امور کی سربراہی میں ایک علماء کونسل تشکیل دے کر مذہبی تنازعات کا مستقل حل تلاش کیا جائے۔

4۔ مولانا اعظم طارق کی نظر بندی ختم کر کے انہیں اور دیگر تمام نظر بند کارکنوں کو رہا کیا جائے۔

والسلام

خاک پائے اہل حق

علی شیر حیدری

☆☆☆

محرم الحرام میں حالات کی تبدیلی اور شیعہ کی بڑھنے والی جارحیت کا احساس دلاتا

وزیراعظم پاکستان کے نام امام اہل سنت کا ایک خط

مکرمی جناب سید محمد یوسف رضا گیلانی صاحب، وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ خیریت طرفین نیک مطلوب

آپ اور آپ کی ایجنسیاں اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ آج ہمارا ملک امن وامان کے حوالے سے جن حالات سے گزر رہا ہے ان کی وجہ سے ہر محب وطن شہری بے چین اور مضطرب دکھائی دیتا ہے اور اعماقِ قلب سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ملک پر خصوصی کرم فرمائے۔ جہاں عوام کے لیے موجودہ حالات باعث تشویش ہیں وہاں حکام ومقتدر حلقے بھی اپنی پریشانی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ امن وامان کا مسئلہ پوری قوم کے لیے ایک چیلنج بن چکا ہے، تمام تر ملکی وسائل کو زیر استعمال لانے کے باوجود حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ تمام حکومتی فورسز، انتظامی مشینری، خفیہ ایجنسیاں اور اعلیٰ حکام سمیت سب حالتِ جنگ کا نقشہ پیش کرتے ہیں لیکن تمام تر انتظامات کے باوجود امن وامان کا مسئلہ جوں کا توں ہے۔

محرم الحرام کا مہینہ ان اسلامی مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں شریعت مقدسہ نے حرمت کے مہینے قرار دے کر ان کا احترام ملحوظ رکھنے کی سخت تاکید کی ہے لیکن اسی مہینے میں جو صورتحال سامنے آتی ہے وہ اس کی حرمت وتقدیس کے بالکل برعکس ہے۔ ہر جگہ لاء اینڈ آرڈر کے مسائل، مین شاہراہوں کا بند ہونا، چوکوں، چوراہوں، گلیوں، شہروں، قصبوں بلکہ ہر ہر جگہ رکاوٹوں، پولیس، آرمی، رینجرز کی بہتات کی وجہ سے خوف وہراس کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ملکی معیشت کا پہیہ جام اور کاروباری زندگی مفلوج ہوکر رہ جاتا ہے۔

آخر ایسا کیوں ہے؟

حالیہ محرم میں صوبہ سرحد میں خودکش حملوں میں جاں بحق ہونے والے پولیس افسران اور اہلکاروں کو آخر

کس جرم کی سزا ملی؟ ان کا کیا قصور تھا؟ وہ تو ماتمی جلوس کی حفاظت پر مامور تھے اور سیکورٹی کے انتظامات کا جائزہ لے رہے تھے۔

یہ مسلح ماتمی جلوس مذہبی ہیں یا سیاسی؟

یہ ماتمی جلوس، جن کی حفاظت کے لیے پوری سرکاری مشینری جھونک دی جاتی ہے، اس کے باوجود دہشت گردی کے واقعات رونما ہو جاتے ہیں ان جلوسوں کی خود شیعہ مذہب میں بھی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ نہ یہ جلوس فرض ہیں، نہ واجب، نہ سنت، نہ مستحب۔ دنیا بھر کی شیعہ کتب میں سے کسی ایک معتبر کتاب میں بھی ان جلوسوں کی کوئی شرعی حیثیت بیان نہیں کی گئی اور نہ ہی شیعہ کے بارہ ائمہ سے ان جلوسوں کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ یہی وجہ کہ پاکستان کے علاوہ کسی دوسرے ملک میں اس قدر اہتمام سے یہ جلوس نہیں نکالے جاتے، یہاں تک کہ پڑوسی ملک ایران، جو شیعہ اسٹیٹ کے حوالے سے جانا پہچانا جاتا ہے، وہاں بھی اس طرح پورے ملک کو جام کرنے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ ماتمی جلوس، خود شیعہ مذہب میں بھی عبادت کا درجہ نہیں رکھتے بلکہ یہ محض اپنے مطالبات منوانے اور اپنی سیاسی قوت ظاہر کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل تشیع متعدد مرتبہ ان جلوسوں کے موقع پر مین شاہراہوں پر دھرنا دے کر حکومت کو اپنے مطالبات کی منظوری پر مجبور کر چکے ہیں اور حکومت بھی حالات کی نزاکت کے پیش نظر ان کے مطالبات ماننے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

اگر بالفرض ماتم وسینہ کوبی ان کے ہاں عبادت ہے تو کیا یہ عبادت انفرادی طور پر نہیں ہو سکتی؟ کیا اس عبادت کے لیے جماعت شرط ہے؟ اگر بالفرض جماعت شرط ہے تو ایک گھر کے تمام افراد مل کر باجماعت ماتم نہیں کر سکتے؟ یا ایک محلے کے باشندے اپنے محلے کی محفوظ عبادت گاہ (امام بارگاہ) میں ماتم کی جماعت نہیں کرواسکتے جیسا کہ مسلمان مساجد میں نماز کی جماعت کا اہتمام کرتے ہیں؟ کیا ماتم کے لیے خنجروں، چھریوں، جھنڈوں کی آڑ میں ڈنڈوں اور اسلحہ سے لیس ہو کر سڑکوں پر آجانا اور ملک بھر کی شاہراہوں کو بلاک کر دینا ضروری ہے؟ پھر اس مسلح ہجوم کا اپنی عبادتِ ماتم کی بجا آوری کے لیے اہل سنت کی مساجد، مدارس اور گھروں کے سامنے لانا بھی کوئی لازمی اور ضروری امر ہے کہ اس کے بغیر عبادت کے تقاضے پورے نہیں ہوتے؟

کیا آپ نے کبھی غور فرمایا کہ اگر نماز جیسی اہم ترین عبادت کے لیے، جو اہل تشیع کے ہاں بھی عبادت کا

درجہ رکھتی ہے، شاہراہوں کو بلاک کر کے مصلے بچھا دیئے جائیں یا تلاوتِ قرآن کے لیے روڈوں کو بلاک کر دیا جائے تو کیا اس عمل کو پر امن نماز یا تلاوت کے حوالے سے حکومت برداشت کرے گی؟ آپ کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ جب نماز جیسی اہم ترین عبادت مین شاہراہوں کو بند کر کے ادا کرنا برداشت نہیں تو ماتمی جلوس جن کی کوئی شرعی حیثیت ہی نہیں، کس طرح نہ صرف برداشت کر لیے جاتے ہیں بلکہ ان کے لیے پرمٹ بھی جاری کیے جاتے ہیں اور لڑائی، فساد، جھگڑوں، دہشت گردی اور خودکش حملوں جیسے خطرات مول لے کر بھی پورے ملک کی عوام کو مفلوج کر دیا جاتا ہے۔

عالیجاہ!

دہشت گردی یا خودکش حملوں کے علاوہ ان جلوسوں کے کچھ خطرناک پہلو اور بھی ہیں جن کی طرف ہم حکومت کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

1۔ اگر کچھ شرپسند عناصر ہزاروں افراد پر مشتمل ان مسلح لوگوں سے کسی اہم اور حساس جگہ پر حملہ کروا کر اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے سازش کریں تو ڈیوٹی پر موجود نفری کیا اس صورتحال کو کنٹرول کر سکے گی؟

2۔ اگر یہ جلوس کسی بھی وقت احتجاج اور دھرنے کی صورت اختیار کر کے بیک وقت پورے ملک کو جام کر دیں (جس کے آثار دکھائی دے رہے ہیں) تو کیا حکومت کے پاس ان کو کنٹرول کرنے کا کوئی طریقہ ہے؟

3۔ اگر محرم کے ان مخصوص ایام میں خدانخواستہ کسی پڑوسی ملک کی طرف سے حملہ ہو جائے اور ملک کی پوری دفاعی قوت ماتمی جلوسوں کی حفاظت پر لگی ہو تو ملکی دفاع کو کس طرح ممکن بنایا جا سکے گا؟

4۔ امریکہ اور ایران کے درمیان موجودہ کشیدگی کے پیشِ نظر، امریکہ کا اتحادی ہونے کی وجہ سے پاکستان کو سبق سکھانے کے لیے اگر ایران حملہ کر دے اور اندرونِ ملک ماتمی جلوسوں کے لاکھوں شرکاء جو پاکستان سے زیادہ ایران کے وفادار ہیں، تمام سرکاری دفاتر، عمارتوں دفاعی مراکز پر قابض ہو جائیں تو اس اندرونی و بیرونی صورتحال سے بیک وقت نمٹنے کی کیا تدبیر ہوگی؟ (پاکستان کے ایک سرکاری اہلکار ''نذیر احمد'' جو ایران میں پاکستان کے سفارت خانے میں ایک عرصہ تک سرکاری ملازم رہے ہیں، نے اپنی خودنوشت کتاب ''ایران، افکار وعزائم'' میں پاکستان کے خلاف ایرانی سازشوں کا ذکر کرتے ہوئے مذکورہ خدشات کا اظہار کیا ہے۔)

ہم ملک کے عظیم تر مفاد کے پیش نظر اربابِ اقتدار کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ ہماری حکومت نے ملک کو دہشت گردی، تخریب کاری اور بدامنی سے پاک کرنے کے لیے جہاں اور سخت اقدامات کیے ہیں وہاں ایک اور مشکل، لیکن اہم ترین قدم اٹھاتے ہوئے اگر ماتم اور عزاداری کو امام باگاہوں یا چاردیواری تک محدود کردیا جائے تو اس سے ملک بہت ساری مشکلات سے نجات پا جائے گا، ٹریفک سمیت بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے اور شہریوں کی جان ومال کا تحفظ بھی ممکن ہو سکے گا۔ حکومت کا یہ اقدام ملک اور قوم پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ پھر سیکورٹی پر ہونے والے اربوں کے اخراجات سے نہ صرف نجات مل جائے گی بلکہ یہ سرمایہ دیگر ترقیاتی کاموں میں صرف ہو کر عوام کی فلاح و بہبود کا باعث بھی بن سکتا ہے اور سب سے بڑھ کر امن وامان کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو جائے گا۔

اُمید ہے کہ آنجناب ملک اور قوم کے بہتر مفاد میں لکھی گئی مذکورہ چند سطور پر ہمدردانہ غور فرمائیں گے اور امن وامان کی صورتحال کو کنٹرول کرنے کے لیے اپنے اختیارات کو استعمال کر کے ملک اور قوم پر احسان فرمائیں گے۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔ آمین!

والسلام

خاکِ پائے اہل حق

علی شیر حیدری

ڈائریکٹر خلافتِ راشدہ اکیڈمی خیرپور

☆☆☆

اہل تشیع اثنا عشری کے ساتھ اتحاد و دیگر تعلقات کی شرعی حیثیت

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین و مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ شیعہ اثنا عشریہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ انکے ساتھ نکاح کرنا، اپنے شادی بیاہ میں انہیں شریک کرنا، دینی کاموں میں ان سے چندہ لینا، انکا ذبیحہ کھانا، انکا جنازہ پڑھنا، انہیں اپنے جنازوں میں شریک کرنا، انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا، اور انکے کسی مذہبی ادارے یا تنظیم کو دینی یا اسلامی ادارہ اور دینی یا اسلامی جماعت کہنا یا دینی جماعتوں اور دینی اداروں کے اتحاد میں شامل کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

جن علماء کو شیعہ کی حقیقت پوری طرح معلوم تھی وہ سب پہلے ہی ان کی تکفیر فرماتے تھے جیسا کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے فرمایا "من لم یکفر هم لم یدر عقائد هم (فیض الباری ج ا ص ۱۲۰) مگر خمینی انقلاب کے بعد جب سے ان کی کتب عام ہوئی ہیں اور ان کے عقائد ظاہر ہو چکے ہیں اس کے بعد تو تمام علماء محققین کا شیعہ کی تکفیر پر اجماع اور اتفاق ہے تفصیل کیلیے ملاحظہ فرمائیں امداد الفتاوی ج ۴ ص ۵۸۴، احسن الفتاویٰ ج ا ص ۷۳ تا ۱۰۶ نیز ''خمینی اور اثنا عشریہ کے متعلق علماء کرام کا متفقہ فیصلہ'' جس فیصلے کو وکیل اہل سنت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے ''الفرقان'' کے خصوصی نمبر میں اور محقق العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نے جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مجلہ ماہنامہ ''بینات'' کے خصوصی نمبر کے طور پر شائع فرمایا تھا اس لیے شیعوں کے ساتھ سوال مذکورہ میں تمام تعلقات اور دیگر مراسم اسلامیہ رکھنا ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ سب کچھ معلوم ہونے کے بعد ان کے مذہبی اداروں اور تنظیموں کو دینی و اسلامی کہنے سے اپنے

ایمان کو خطرہ ہے بالخصوص جبکہ شیعہ اس قسم کے تعلقات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں، اپنے غلط عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں اور دوسروں کے سامنے ان تعلقات کو دلیل کے طور پر پیش کر کے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور عوام اس مسئلے کو ہلکا سمجھ کر ان سے مناکحت کے ذریعہ زنا، اوران کا ذبیحہ کھا کر حرام خوری کے فتنہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ان تعلقات سے دین کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے نیز یہ لوگ نہ تو اہل کتاب ہیں نہ ہی اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ ذمیوں کی طرح تعلق رکھا جائے اوران کے حقوق کا تحفظ کیا جائے بلکہ یہ قادنیوں کی طرح زندیق اور حربی کفار کے حکم میں ہیں جن کے ساتھ ساجی اور معاشرتی تعلقات رکھنا بھی جائز نہیں جو انسانی ہمدردی کی بنیاد پر رکھے جاتے ہیں نیز ان سے استتابہ بھی نہیں ہے کیونکہ مذہب شیعہ میں کتمان وتقیہ واجب ہے لہٰذا ان کی زبان کا اعتبار نہیں ہے۔

هذا ما ظهر لی فی هذا الباب والله اعلم بالصواب

خاکپائے اہل حق

علی شیر حیدری عفی عنہ

☆☆☆

نوجوانوں سے اپیل

امام اہل سنتؒ نے نوجوانوں سے اپیل کی وہ اپنے دین اور ثقافت کو جانیں اور سنبھالیں۔ جذباتیت اور شعلہ بیانی کے بجائے علمی اور ادبی میدانوں میں اپنا کردار ادا کریں۔ بہترین نظم وضبط کے حامل، اعلیٰ اخلاق وکردار کے مالک، اسلام کی روح سے آشنا اور جدید دور کے تقاضوں سے آراستہ وپیراستہ طلبہ وطالبات ملت کا اثاثہ اوران کا سرمایہ ہیں۔ انہوں نے طلبہ پر خصوصی توجہ دی اور فرمایا کہ دینی مدارس اور عصری تعلیمی اداروں کے طلبہ ایک دوسرے کے ساتھ گہرا ربط اور تعلق رکھیں، اور باہم علوم وافکار کا تبادلہ کرتے رہیں۔

وفاق المدارس العربیہ کے صدر محترم کے ساتھ مراسلت

[مدارس عربیہ کے تعلیمی بورڈز کے اتحاد پر مشتمل پاکستان میں ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' کے نام سے ایک اتحاد تشکیل دیا گیا جس میں تمام مکاتب فکر کے مدارس عربیہ کے علاوہ اہل تشیع اثناعشری کے مدارس عربیہ کو دینی مدارس کہہ کر دینداری کی سند دینے کی دانستہ یا نادانستہ کوشش کی گئی۔ اس نقصان کو محسوس کرتے حضرت امام اہل سنت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے وفاق المدارس العربیہ کے اراکین شوریٰ کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس پر درج ذیل مراسلت ہوئی۔]

اراکین شوریٰ کے نام امام اہل سنت کا خط

قابل صد احترام علماء کرام واراکین شوریٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از تسلیم مسنون گذارش یہ ہے کہ

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور آپ جیسے اہل علم وبصیرت سے مخفی بھی نہیں کہ پاکستانی شیعہ عموماً اثنا عشری ہی ہیں اور خصوصاً تحریک جعفریہ، جامعة المنتظر لاہور کا تعلق شیعہ کے فرقہ اثناعشریہ سے ہے اور چودہ صدیوں کے محقق علماء کرام نے بالعموم اور علماء دیوبند نے بالخصوص شیعہ کے فرقہ امامیہ اثناعشریہ کو خارج از اسلام قرار دیا ہے اور ان کی تکفیر فرمائی ہے۔ پہلے یہ فیصلہ ۱۳۴۸ھ میں امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے شائع فرمایا جس پر اس وقت دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت مدنیؒ سمیت تمام مفتیان و مدرسین دارالعلوم دیوبند کے دستخط موجود ہیں اور پھر ایرانی انقلاب کے بعد ۱۴۰۷ھ میں اسی فیصلہ کی دوبارہ مدلل تجدید حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے استفتاء کے

جواب میں فرمائی گئی جس کو حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے ''الفرقان'' کے خصوصی نمبر میں لکھنو سے اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے ''بینات'' کے خصوصی نمبر میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے ''خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ'' کے نام سے شائع فرمایا، جس کے بعد اب شیعہ کے کفر میں کسی قسم کا ابہام باقی نہیں رہا۔ دنیا کے متعدد ممالک کے محقق علماء نے اس فتوے پر دستخط کر کے شیعہ کے کفر کے بارے میں ہر قسم کے شکوک وشبہات کا ازالہ کر دیا ہے۔ مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے استفتاء کے جواب میں علماء ہند میں سے جس شخصیت نے شیعہ کی تکفیر کا مدلل فتویٰ تحریر فرمایا ہے وہ محدث جلیل علامۃ العصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ ہیں جنہوں نے اپنے فتوے کی ابتدا میں اور پھر شیعوں کے دلائل کفر لکھنے کے بعد دوبارہ فرمایا ''اثنا عشری شیعہ بلاشک وشبہ کافر، مرتد ہیں'' صدر جمعیت علماء ہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی، مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ کا مذکورہ فتویٰ پڑھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں'' استفتاء اور جواب بحمد اللہ حرف بحرف پڑھا، احقر حرف بحرف متفق ہے، احقر اہل فتویٰ میں سے نہیں مگر اس جہاد میں شرکت کو سعادت سمجھ کر دستخط کر دیے ہیں۔

دار العلوم دیو بند جو ہم سب کی بنیاد واساس ہے جس سے نسبت وتعلق پر ہمارا سر فخر سے بلند ہے وہاں کے مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں'' شیعہ کے جو عقائد ذکر کیے گئے ہیں یہ صریح کفر ہیں ان عقائد کی بناء پر یہ لوگ قطعی کافر ومرتد ہیں'' اور پاکستان سے حضرت نعمانیؒ کے اس استفتاء کے جواب میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ نے مفصل ومدلل فتویٰ تحریر فرمایا جس کے آخری الفاظ یہ ہیں'' لہٰذا شیعہ اثنا عشری رافضی کافر ہیں، مسلمانوں سے ان کا نکاح، شادی بیاہ جائز نہیں حرام ہے مسلمانوں کے لیے ان کے جنازے میں شرکت جائز نہیں ان کا ذبیحہ حلال نہیں ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں، غرض ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک اور معاملہ کیا جائے۔ جس پر حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ، مرشد الموحدین حضرت مولانا حافظ محمود اسعد ہالیجویؒ، غزالی دوراں حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ اور موجودہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب سمیت دنیا بھر کے سینکڑوں مقتدر علماء کے دستخط موجود ہیں جس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ شیعہ کی تکفیر

پر تمام اکابرین امت متفق ہیں اور جس نے بھی شیعہ عقائد ونظریات کا بغور جائزہ لیا ہے اس نے انہیں کافر ہی کہا ہے۔

جبکہ اس وقت صورتحال بہت ہی مختلف اور انتہائی تشویشناک ہے کیوں کہ محققین کے فیصلے کی روشنی میں کافر مرتد قرار پانے کے باوجود شیعہ اثناعشریہ کے تعلیمی مراکز کو دینی مدارس کے طور پر ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' میں شامل کر کے عملاً اکابرین کے فتاویٰ جات سے روگردانی کرتے ہوئے انہیں مسلمان اور دیندار کہلا کر دھوکہ سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا موقعہ دیا گیا ہے اور علماء نے ازخود کفار ومرتدین کو اپنے ساتھ دینی نمائندگی دے کر اپنے اکابر واسلاف کے فیصلہ کو مشکوک بنا دیا ہے بلکہ ایسے محسوس ہوتا ہے گویا عملاً اس کی تردید کر دی ہے۔

کیا آپ حضرات کے علم میں نہیں کہ شیعوں کے ساتھ دینی عنوان پر الحاق واتحاد کی وجہ سے علماء حق پر انگلیاں اٹھ رہی ہیں اور ایسے ایسے سوالات ابھر رہے ہیں جن کا جواب دینا خاصا مشکل ہے؟ اور دشمنان دین کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ علماء جب چاہیں کسی کو کافر کہہ کر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور جب راضی ہو جائیں تو وہی کافر دیندار بن جاتے ہیں ان ہی کافروں کی پارٹی، دینی جماعت اور ان ہی کافروں کے کفریہ مراکز، دینی مدارس بن جاتے ہیں حال ہی میں ایک رسالہ'' آتش فشاں'' نظر سے گذرا جس کے مضمون نگار نے علماء پر سخت تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے'' استفتاء کے جواب میں پہلا فتویٰ جامعہ بنوری ٹاؤن کے مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسنؒ صاحب کا تھا جس میں اہل تشیع کو واضح الفاظ میں کفر کی کئی وجوہات کی بناء پر مرزائیوں سے بدتر کافر قرار دیا گیا لیکن پھر اہل تشیع کو تحفظ دین کی خاطر اتحاد تنظیمات المدارس میں شامل کیا گیا اور تحریک جعفریہ صوبہ سندھ کے صدر حسن ترابی اور دیگر شیعہ رہنماؤں کو بنوری ٹاؤن کے جلسوں میں نہ صرف شرکت کی دعوت دی گئی بلکہ ان سے تقاریر کرائی گئیں'' نوٹ: اس مضمون نگار کو شاید معلوم نہیں کہ اسی تحریک جعفریہ کے مرکزی صدر ساجد نقوی کو بھی مولانا عبداللہ شہیدؒ کے عظیم دینی ادارہ جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں دینی مدارس کے اجلاس میں دینی نمائندگی دی گئی تھی۔

قابل صد احترام علماء کرام!

کیا آپ نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ شیعوں کے الحاق سے قبل ہمارے مدارس کے وفاق کا نام تھا ''وفاق المدارس العربیہ'' اور اب شیعوں اور دیگر فرق سے اتحاد کے بعد نام رکھا گیا ہے ''اتحاد تنظیمات

مدارس دینیہ'' یعنی جب تک شیعہ مدارس سے الحاق نہیں تھا اس وقت تک ہمارے مدارس صرف عربیہ تھے، شیعوں کی شمولیت کے بعد اب ہمارے مدارس بھی دینیہ ہو گئے ہیں!!! عربیہ کی جگہ لفظ دینیہ کی آخر کیا وجہ تھی؟ کوئی دشمن آپ کی زبان سے کافروں کو دیندار تو نہیں کہلوانا چاہتا؟

جن لوگوں کو اکابر علماء اہل سنت خصوصاً علماء دیوبند نے کافر، مرتد اور زندیق قرار دیا تھا کیا آج ان کی کفریہ درسگاہوں کو دینی مدارس تعلیم کر کے اکابر کے فیصلے سے اظہار برأت نہیں کیا گیا؟ کیا اس طرح دین، ایمان، کفر اور اسلام کے الفاظ کا وزن ختم تو نہیں ہو جائے گا اور وہ بے معنیٰ تو نہیں سمجھے جائیں گے؟ کیا عرف عام میں دینی مدارس کا لفظ اسلامی درسگاہوں کے ساتھ مخصوص نہیں؟ کیا کافروں کی مذہبی درسگاہوں کو بھی مسلمانوں کی اصطلاح میں دینی مدرسہ کہا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وہ کون سا عنصر ہے جو ہمیں اپنے اکابر کی راہ سے ہٹا کر، کفریہ مراکز کو دینی مدارس تسلیم کرنے اور عوام کو ان کافروں اور زندیقوں کے یقینی کفر کے متعلق شک میں ڈالنے پر مجبور کر رہا ہے؟

اے کاش! ہم وقت کی مصلحتوں کا شکار ہونے کی بجائے اکابر کی طرز پر وقت کے دھاروں کو بدل دیں اور سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کہنے کی پالیسی ترک کر کے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے ہوئے اپنی عزت و وقار کو بلند رکھنے کی کوشش کریں۔

یاد رکھیں! اگر آج ہم واضح الفاظ میں شیعہ کو مسلمان بھی تسلیم کر لیں تب بھی ہمیں کسی بھی میدان میں ان کی وفاداریاں نہیں مل سکتیں اس لیے کہ ان کی تاریخ ہی غداریوں، سازشوں اور منافقانہ پالیسیوں سے عبارت ہے۔ ان سے وفا کی توقع رکھنا بے سود ہے، سانپ کو جتنا بھی پالا پوسا جائے وہ سانپ ہی رہتا ہے اور موقع ملنے پر ڈسنے سے دریغ نہیں کرتا۔ میری یہ دردمندانہ گفتگو صرف تنقید برائے تنقید نہیں اور نہ ہی کسی کی توہین و تذلیل مقصود ہے بلکہ اپنوں کے سامنے اپنے دکھ کا اظہار ہے اور اس مسئلہ کی طرف متوجہ کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم دوستوں اور دشمنوں میں تمیز پیدا کریں اور کسی ملامت کی پرواہ کیے بغیر حق و صداقت کی راہ پر گامزن رہیں اور دشمنان دین کو اہل حق علماء پر انگشت نمائی اور مفاد پرستی کا داغ لگانے کا موقع نہ دیں اور اپنے اسلاف و اکابر کی اس کفر کے خلاف محنت و قربانی پر پانی پھیرنے سے بچنے کی کوشش کریں۔ نیز عنداللہ و عندالناس اس سوال کا خوف ہے کہ تمہاری زندگی میں تمہارے سامنے ایسے غلیظ ترین کفر کے مراکز کو دینی مدارس اور اس کفر کی علمبردار پارٹی کو دینی جماعت کہہ کر ان کافروں اور بے دینوں کے دیندار

اور ایماندار ہونے کا تاثر دے کر اکابر واسلاف کی محنت پر پھیرا جاتا رہا، عام مسلمان گمراہ ہوکر کافروں کا حرام ذبیحہ کھاتے اور اپنی بچیاں ناجائز نکاح میں دیتے رہے اور سب کچھ جانتے ہوئے تم نے چپ سادھ لی آخر کیوں؟

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص واستقامت کی دولت سے نوازے اور اپنے اکابر واسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر کفر وظلم کے مقابلے کی توفیق بخشے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

والسلام

خاکپائے اہل حق

علی شیر حیدری عفی عنہ

☆☆☆

وفاق المدارس العربیہ کے صدر کی طرف سے خط کا جواب

محترم جناب مولانا علی شیر حیدری صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ ورعاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کا مکتوب بنام ذمہ داران وفاق المدارس العربیہ پاکستان ملا۔ اس مکتوب میں اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان میں شیعہ مکتب فکر کی شرکت پر اعتراض کیا گیا ہے۔ کیا یہ مناسب نہ تھا کہ عنوان عام کے بجائے وفاق کے صدر یا ناظم اعلیٰ کے نام یہ لکھا جاتا۔ فتدبر!

پہلے تو آپ نے لفظ ''دینیہ'' پر اعتراض کیا ہے، چونکہ شیعہ دین اسلام کے اندر داخل نہیں، اگر صرف مدارس کا لفظ ہوتا، یا دینیہ کے بجائے عربیہ کا لفظ ہوتا، تو آپ کے خیال میں ان کو دین اسلام میں شرکت کی سند حاصل نہ ہوتی۔ یہ بحث اس لیے قابل غور نہیں کہ مدارس کا لفظ ہو یا اس کے ساتھ عربیہ کا اضافہ کردیا جائے عرف عام وخاص میں ان الفاظ کا اطلاق مدارس دینیہ ہی پر ہوتا ہے اس لیے یہ ترمیم آپ کے مقصد کے لیے مفید نہیں۔

باقی اتحاد میں ان کی شرکت اس لیے ہے کہ حکومت نے دوسرے وفاقوں اور تنظیمات کی طرح وفاق المدارس الشیعہ پاکستان کو منظور کیا ہوا ہے اس بنا پر مدارس کے جملہ معاملات میں وہ اور دیگر وفاق اور تنظیمات متحد ہوکر مذاکرات پر مجبور ہیں بصورت دیگر ہم اپنے مطالبات کے لیے حکومت کے ساتھ مذاکرات میں مضبوط پوزیشن اختیار نہیں کرسکیں گے اور کامیابی کا حصول دشوار ہوگا۔ حکومت کی خواہش اور کوشش وفاقوں اور تنظیمات کو کمزور کرنے کی رہی ہے اور اب بھی یہی صورت حال ہے۔

باقی آپ نے لکھا ہے کہ ذمہ داران وفاق کا طرز عمل اکابر علماء دیوبند کے طرز سے ہٹا ہوا ہے جس کی اصلاح ضروری ہے۔ خدائے بزرگ و برتر آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھیں آپ ماشاء اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کا قیمتی سرمایہ ہیں اگر محسوس نہ فرمائیں تو ٹھنڈے دل سے ضرور غور فرمائیں اور بار بار غور فرمائیں کہ آپ نے اپنی تحریک کو اشتعال انگیز نعرے دے کر اب تک کیا کھویا کیا پایا؟؟؟

کیا اکابر علماء دیوبند کا یہی طریقہ رہا ہے؟ آپ کا قیمتی سرمایہ اس اشتعال کی نذر ہوگیا اور بے شمار علماء، صلحاء اور نوجوان آپ کی اس پالیسی کی بھینٹ چڑھ گئے، دشمن منظم ہوگیا اور اس نے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ کاروائیاں شروع کردی۔ آپ کی اس پالیسی کا بھیانک اور لرزا دینے والا یہ نتیجہ پوری دنیا میں عام ہوا کہ مسلمان دہشت گرد ہیں اور اسلام دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ امام باڑوں اور مسجدوں میں لاشیں گر رہی ہیں، زخمی تڑپ رہے ہیں، دونوں جگہ حفاظت کے لیے پہرے بٹھادیے گئے ہیں، بہت سے لوگ خوف کی وجہ سے نماز کے لیے مسجدوں میں نہیں آتے اور یہ سلسلہ کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آرہا کیا یہ صورت حال اور اس کا تسلسل آپ کو اور آپ کی جماعت کو پسند ہے؟ اگر پسند نہیں ہے تو بتائیں کہ اس کے سدباب کے لیے جماعت نے کیا اقدامات کیے ہیں؟ آپ کے اشتعال انگیز نعروں اور انکے مکروہ و مذموم نتائج نے حضرات صحابہؓ کرام کو بدنام کیا، بد باطن معاند کہتا ہے کہ جب سپاہ صحابہ دہشت گرد ہے اور اس کے کرتوت یہ ہیں تو نعوذ باللہ صحابہ کیسے ہوں گے۔ یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ اس جماعت نے اپنے مقاصد پورے کرنے کے لیے ڈاکے ڈالے، چوریاں کیں اور اغوا کے مرتکب ہوئے یقیناً یہ حرکتیں آپ کے علم میں ہیں اور آپ بھی ان کو غلط سمجھتے ہیں لیکن ان پر کنٹرول کرنا آپ کے بس سے باہر ہے، مگر ذمہ دار تو آپ ہی ہیں، چونکہ یہ سب آپ کی پالیسی کا یقینی اور حتمی نتیجہ ہے۔

اکابر علماء دیوبند کا نام لینا تو آسان ہے لیکن ان کے طریقے پر چلنا دوسری چیز ہے جن اکابر کے نام آپ نے اپنے خط میں لکھے ہیں آپ کے طرز عمل اور نتائج میں ان کے طور طریقہ کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ للہ آپ غور فرمائیں، واللہ العظیم طعن ہرگز ہرگز مقصود نہیں، اس تحریک نے اسلام اور صحابہ کو بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، علماء اور مدارس کو جتنا نقصان اس اشتعال انگیز تحریک نے پہنچایا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ احقر پوری امید رکھتا ہے کہ آپ ان معروضات پر غور فرمائیں گے اور جماعتی تعصب کو در آنے کا ہرگز موقع نہ دیں گے۔ یہ نصیحت محب و مخلص کی طرف سے ہے کسی معاند کی جانب سے فضیحت نہیں ہے۔

روافض کے جن غلیظ اور بدبودار حوالوں کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ ہمارے علم میں کوئی اضافہ نہیں ہے اور نہ ہی یہاں ان حوالوں پر متفرع نتیجہ زیر بحث ہے۔

فقط۔ سلیم اللہ خان

مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

رئیس وفاق المدارس العربیہ پاکستان

صدر اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان

نزیل ملتان

۲۰ شعبان ۱۴۲۶ھ۔ ۲۴ ستمبر ۲۰۰۵ء

علامہ شہیدؒ کی طرف سے وفاق المدارس کے صدر محترم کے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت اقدس مخدوم العلماء بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زیدت معالیکم وعمت فیوضکم، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہونگے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اپنے لطف وکرم سے ہمیں قافلہ اہل حق سے وابستگی نصیب فرمائی جہاں رعیت کا ادنیٰ فرد بھی بلا جھجک امیر المؤمنین سے اپنی تشفی کے لیے سوال کر سکے تو امیر المؤمنین بھی

غصہ ہونے کے بجائے بڑے تحمل کے ساتھ اس کا سوال سننے کے بعد اس کو مطمئن کر کے اپنے متبعین اور مقتدین کے لیے خوش اخلاقی کی وہ مثال قائم کرتے ہیں جس پر صدیوں سے امت مسلمہ بجا طور پر فخر کر رہی ہے۔

الحمدللہ آپ کے خادم کو نہ تو کوئی علم وعمل کا دعویٰ ہے، نہ ہی لوگوں کی تحسین اور نعروں پر غرور بلکہ اپنے حال کا خوب احساس رکھتا ہے اور ہمارے اکابر کا نام لینا تو آسان ہے لیکن ان کے طریقے پر چلنے کے لیے ہر وقت اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ ہمارے اکابر نے جو کچھ فرمایا سوچ سمجھ کر صرف اللہ کی رضا کے لیے اور حق سمجھ کر فرمایا پھر کوئی بھی طاقت انھیں اپنے موقف سے ہٹا نہیں سکی نہ ہی کوئی جبر وتشدد انھیں جھکا کر ضمیر کے خلاف کچھ کہلوا سکا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر قائم رکھے (آمین)

البتہ آپ جانتے ہیں کہ بندہ کے سر پر ایک اہم ذمہ داری ہے اس لیے علمی وعملی بے بضاعتی نیز تمام خامیوں اور کوتاہیوں کے اعتراف کے باوجود جس نے خادم کو عرض گذاری پر مجبور کیا وہ کیا چیز تھی؟ اس مسئلہ کے متعلق علمائے کرام کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کے لیے احباب کی طرف سے شدید اصرار اور خدا کو حاظر وناظر جانتے ہوئے اپنے دل کی یہ بیقراری موجودہ حالات میں اس اہم مسئلے کی طرف حضرات اکابر کی توجہ دلانا بندہ کی ہی ذمیداری ہو جس کو پورا نہ کرنے اور خاموش رہنے پر عنداللہ مواخذہ کا بھی شدید خوف تھا۔

ان کنت لاتدری فذاک مصیبته وان کنت تدری فالمصیبته اعظم

الغرض! درپیش مسئلہ کے دو پہلو ہیں

نمبر۱: کسی سیاسی مصلحت کی بناء پر دیگر کفار اور اہل کتاب کی طرح بلکہ زنادقہ کے ساتھ بھی اتحاد شرعاً گنجائش ہے یا نہیں؟

نمبر۲: جس اتحاد میں مرتدین بلکہ زنادقہ بھی شامل ہوں ایسے اتحاد کو (دینی اتحاد) اور ان کے مراکز کو (دینی مدارس) کہنا جائز ہے یا نہیں؟

خادم اگرچہ دونوں کو جائز نہیں سمجھتا لیکن شق اول کا نقصان اس لیے قدرے کم محسوس ہوا کہ فوٹو بنوانے اور ٹی وی کوریج کی طرح آج کل اس چیز کو بھی صرف عملی کوتاہی سمجھا جاتا ہو، یا کوئی سیاسی مصلحت ومجبوری سامنے رکھتے ہوئے اس عمل کو اضطراری کیفیت پر محمول کیا جا سکتا ہو۔ البتہ شق ثانی پہ اپنے لیے خاموشی اس لیے جائز نہ سمجھی جائے کہ ابھی بہت سارے لوگوں کو یہ استدلال کرتے پایا کہ (شیعہ اثناعشریہ کی نمائندہ تنظیم کو دینی جماعت) اور ان کی کفر وزندقہ کی تعلیمی درسگاہوں کو (مدارس دینیہ) تسلیم کر کے اس دور کے علماء

نے اپنے ہی فتویٰ سے کافر، مرتد اور زندیق قرار پانے والے لوگوں کو اپنے ہی ہاتھ سے دینداری کی سند عطا فرمادی ہے کیوں کہ اگر ان لوگوں کی تنظیم کو (دینی جماعت) اور ان کے کفریہ تعلیمی اداروں کو (دینی مدارس) کہنا درست ہے تو پھر ان کو بے دین، غیر مسلم اور زندیق کہنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ نیز یہ کہ ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے لیکر دنیا بھر عرب وعجم خصوصاً پاکستان سے آپ جناب سمیت تمام اکابر واصاغر علماء کی طرف سے انہی لوگوں کے متعلق بڑے اہتمام سے شائع ہونے والے کفر وزندقہ اور ارتداد کے متفقہ فیصلے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ جس پر دنیا کے بڑے بڑے دینی مدارس، جامعات اور مراکز افتاء سے حضرت مولانا اسعد مدنیؒ، مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ، مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ، مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی صاحبؒ اور شہید ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے فتاویٰ اور ان پر دستخط وہ سب ضرورت کے بناء پر وقتی اور عارضی تو نہیں تھا؟ کیا کفر واسلام کا فتویٰ بھی یونہی عارضی اور مصلحت کی بناء پر ہوا کرتا ہے؟ بلکہ علماء کے بد باطن دشمنوں نے تو یہاں تک بھی کہا ''کہ اگر عربوں اور ایران کی لڑائی نہ ہوتی اور کراچی کے کچھ مدارس پہ شیعوں کی چڑھائی نہ ہوتی تو ان کے متعلق اسطرح کا متفقہ فیصلہ قطعاً نہ ہوتا اور یہ فیصلہ صدر صدام اور صدر ضیاء الحق کے اشارے پر کیا گیا تھا اور اب صدر بش اور صدر پرویز مشرف کی پالیسی پر واپس لینے کی کوشش کی جارہی ہے'' خصوصاً زندیقوں نے اپنی مجالس وتقاریر میں اس چیز کو خوب اچھالا اور مستقبل میں اس پروپیگنڈہ کے مزید زور پکڑنے کا یقین تھا جس سے اہل حق کی سخت بدنامی ہوتی اور سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے مخالفین دلیل کے طور پر اس بات کو ہمیشہ پیش کرتے رہتے بلکہ جو علمائے کرام اس اتحاد کو دینی کہنا جائز سمجھنے کے باوجود کسی وجہ سے خاموش تھے ان کی اس خاموشی کو بھی جواز کی تائید بنا کر پیش کیا جاتا بلکہ کیا جارہا ہے۔

خادم کا واسطہ چونکہ ہر وقت عوام کے ساتھ رہتا ہے اس لیے یہ ساری باتیں بار بار سنائی دیتی رہیں اور مجبور ہو کر جس بات کو حق سمجھا، علمائے کرام اور اپنے اکابر کی خدمت میں پیش کیا کہ ایسے اتحاد کے لیے ایسا عنوان ہرگز جائز نہیں جس سے علمائے حق کے مخالفین اور دشمنوں کو زنادقہ کی دینداری ثابت کرنے اور علمائے حق کے خلاف مفاد پرستی اور ابن الوقتی کا پروپیگنڈہ کر کے سادہ لوح عوام کو بدظن کرنے کا موقعہ مل سکے خصوصاً ایسا کام جب آپ جیسی ہستی کی موجودگی اور زندگی میں ہو اور آپ اس پر خاموش رہیں اور اصلاحی اعتراض بھی نہ فرمائیں تو سادہ لوح عوام مسلمانوں کے ایمان کے لیے اور بھی زیادہ مضر، خطرناک اور گمراہی

کا سبب ہوگا، چہ جائیکہ ایسے کام کو خود آپ کی صدارت وسرپرستی حاصل ہو! نیز شیعوں کے مراکز کو مدارس دینیہ کہنے سے ان کی تکفیر کے متعلق شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور محدث اعظم حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ سمیت تمام اکابرین دیوبند کی تصدیقات کے ساتھ ۱۳۴۸ھ میں دارالعلوم دیوبند سے شائع ہونے والے متفقہ فیصلے کی بھی یقیناً مخالفت ہوتی ہے اس لیے کہ صرف لفظ مدرسہ اور دینی مدرسہ میں بدیہی طور پر بہت بڑا فرق ہے جس کو قابل غور نہ سمجھنا ضد اور عناد کے سوا کچھ نہیں۔ کیوں کہ قادیانیوں کی مذہبی درسگاہ کو عوام میں قادیانیوں کا مدرسہ تو کہا جاسکتا ہے لیکن کوئی جاہل مسلمان بھی اس کو دینی مدارس نہیں کہہ سکتا۔ بندہ نے اندرون و بیرون ملک جہاں بھی یہ بات پیش کی تقریباً تمام علماء کرام و مشائخ عظام بلکہ وفاق المدارس العربیہ کے ذمہ داروں نے بھی بندہ کی اس بات کو بالکل حق سمجھا حتیٰ کہ کراچی میں ایک ملاقات کے دوران وفاق المدارس العربیہ اور اتحاد تنظیمات مدارس کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ سے اس عنوان پر کچھ بات ہوئی تو انہیں بھی شدت سے اس بات کا احساس ہوا اور انہوں نے تسلیم فرمایا کہ بروقت اس بات کی طرف حضرات کی توجہ نہ گئی، ورنہ اتحاد تنظیمات مدارس کے ساتھ لفظ (دینیہ) ہرگز نہ ملایا جاتا، نہ ہی اس کی کوئی خاص ضرورت تھی بلکہ انہوں نے تو یہاں تک بھی فرمادیا تھا کہ ''اس اتحاد میں شیعوں کو شامل کرنے کی ہی درحقیقت کوئی ضرورت نہیں تھی'' اور ساتھ ہی اس بات پر یوں افسوس کا اظہار فرمایا کہ:

لمحوں نے خطا کی تھی، صدیوں نے سزا پائی!!

چنانچہ یوں محسوس ہوا کہ یہ علماء کبار، مشائخ عظام ومفتیان کرام جن میں سے بعض حضرات یقیناً آپ کے لیے بھی قابل احترام تھے، پہلے سے ہی اس بات پر بہت زیادہ پریشان تھے اور منتظر تھے کہ کوئی برملا یہ کلمہ حق کہہ دے اور بندہ نے جو بات عرض کی وہ ان سب کے دل کی آواز تھی جس کے اظہار کی وہ حضرات بہت زیادہ ضرورت محسوس فرمارہے تھے بلکہ ان اکابر کی دلی دعاؤں کی بدولت ہی بندہ کو یہ توفیق نصیب ہوئی تھی۔

چنانچہ نہایت خوش ہو کر ان میں سے بہت سارے حضرات نے تحریراً بھی بندہ کی اس بات کی تائید و تصویب فرماتے ہوئے زنادقہ یعنی روافض کی شمولیت کے باوجود ایسے اتحاد پر لفظ (دینیہ) کے اطلاق کو مداہنت فی الدین اور ناجائز قرار دیا حالانکہ عام لوگ اپنی غلط فہمی اور عدم واقفیت کی بناء پر ان حضرات کو بھی اس کام پر راضی اور اس کا موئید سمجھتے تھے چونکہ سپاہ صحابہؓ کی قیادت اور خصوصاً بندہ نے آج تک سرکاری وغیر

سرکاری معاملات میں مشن اور موقف کے حوالہ سے جماعتی پالیسی کا کوئی بھی اہم کام اکابر علماء اور خصوصاً آپ کی ذات گرامی کی مشاورت کے بغیر نہیں کیا، اس لیے اب بھی نہ صرف خدام بلکہ مسلک کے اکابر و مشائخ، اہل اللہ و اہل علم حضرات کے یہ حقیقی جذبات نیز تحریری مواد جناب تک پہنچانے اور مشاورت کی غرض سے جناب کی خدمت میں جامعہ فاروقیہ بھی حاضری ہوئی تھی، لیکن برادرم مولانا محمد عادل خان صاحب بیرون ملک تھے اور دیگر خدام نے بتایا کہ حضرت والا کی طبیعت خراب ہے اس لیے جناب کو تکلیف نہیں دی گئی اور ملاقات نہ ہو سکی، اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء کامل نصیب فرمائے اور آپ کا سایہ خدام کے سر پر تادیر صحت سے قائم رکھے آمین (لیکن اب محسوس ہوتا ہے کہ شاید جناب کو اصل حالات سے بے خبر رکھنے کے لیے قصداً ملاقات میں رکاوٹ ڈالی گئی تھی) واللہ اعلم۔ جب آپ سے ملاقات نہ ہو سکی تو بندہ نے بہت سارے علماء ہی کے مشورہ پر مسئلہ کی اصل صورتحال سے آگاہ کرنے کے لیے وفاق المدارس العربیہ کی اراکین شوریٰ کے نام ایک مختصر یادداشت تیار کی تا کہ جب بھی کوئی اجلاس ہو تو یہ حضرات اپنا مشورہ شرح صدر کے ساتھ دے سکیں اور کوئی مناسب فیصلہ فرما سکیں جس پر بعد میں افسوس نہ کرنا پڑے کیوں کہ بندہ کے خیال میں وفاق کے تمام فیصلہ جات مجلس شوریٰ کی باہمی مشاورت سے ہوتے ہونگے لیکن اس شعبہ کے ساتھ واسطہ نہ ہونے کی وجہ سے ارکان شوریٰ کی اکثریت کو یقیناً اس بات کا علم نہیں تھا کہ اعتراض صرف لفظ (دینیہ) کے ناجائز استعمال پر ہے جس سے زنادقہ کو دینداری کی سند ملتی ہے اور اکابر کے متفقہ فیصلے کی عملاً مخالفت ہوتی ہے نیز مخالفین کو عوام کے گمراہ کرنے اور علماء کو بدنام کرنے کا موقعہ ملتا ہے البتہ معلوم نہیں کہ اراکین شوریٰ علماء کرام کی اصلی بات سے آگاہ کرنے میں کون سا نقصان تھا اور انہیں بے خبر رکھنے میں کیا حکمت یا فائدہ تھا کہ جناب والا کی طرف سے سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے بندہ کو لکھا گیا کہ تمام اراکین شوریٰ کو کیوں مخاطب کیا صرف صدر صاحب یا ناظم اعلیٰ تک بات محدود کیوں نہ رکھی؟ حالانکہ ہمارے علماء کرام اکثر اپنے درس و تدریس اور دیگر دینی کاموں میں مصروف ہیں اور یہ سارا گند اور غلاظت ان کے سامنے نہیں آسکا ورنہ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی مسلمان اس ساری غلاظت کو جاننے کے باوجود اسی غلاظت کو چھاپنے اور اس کی اشاعت کرنے والے ادارہ کو دینی ادارہ یا دینی مدرسہ کہنے کی ہمت ہرگز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ علماء کرام کو حقیقت حال سے واقف کرنے کے لیے چند حوالہ جات عرض کر دیے تھے۔

الحمدللہ بندہ کے ساتھ ذاتی اور جماعتی طور پر ہمیشہ جناب کا شفقت و محبت والا معاملہ رہا ہے اور بھرپور

سر پرستی فرمائی گئی ہے اسی لیے سب سے پہلے وہ یادداشت صرف جناب کی خدمت میں بھیجی تا کہ اگر کوئی اصلاح کی ضرورت محسوس ہو تو وہ کرلی جائے اور اگر ضرورت ہو تو بندہ کو بلوا کر بھی کچھ فرمایا جاسکے۔ بندہ اپنا فرض پورا کر چکا تھا اور اس سے زیادہ لکھنے کا بندہ کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن آپ کی طرف سے اس طرح کا تحریری جواب موصول ہونے پر سخت افسوس ہوا اور یہ خط لکھنا پڑا کیوں کہ وہ جواب آپ کا نہیں بلکہ کسی سرکاری نمائندہ کا محسوس ہو رہا تھا اس لیے کہ اس خط کا مواد بالکل وہی تھا جو دینی جماعتوں اور دینی اداروں کے متعلق جنرل پرویز مشرف صاحب کی انہی دنوں کی گئی تازہ تقریر کا تھا، جس میں انہوں نے مجاہدین، مذہبی تنظیموں، مدارس اور مولویوں کو خصوصی طور پہ ہدف تنقید بنایا تھا۔ چنانچہ اس خط میں شاید کوئی معقول جواب نہ ہونے کی وجہ سے اصل بات کو چھوڑ کر تبرا بازی کے انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آلؓ واصحابؓ کی عزت وعظمت پر قربان ہونے والے شہداء کو لیڈروں کی پالیسی کی بھینٹ چڑھنے والا بتایا گیا تھا اور راہ حق میں سر بکف ہو کر ناموس رسالت ﷺ اور ناموس صحابہؓ واہلبیتؓ کے دفاع کے لیے اپنی جان جوکھوں میں ڈالنے والے مایہ ناز فرزندان اسلام کو الٹا صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی (معاذ اللہ) بدنامی کا باعث قرار دیا گیا تھا بالکل اسی طرح جیسے جنرل صاحب نے مجاہدین، طالبان اور ملاؤں کو قدامت پسندی اور بنیاد پرستی کا طعنہ دیتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا باعث قرار دیا تھا۔ حالانکہ سپاہ صحابہؓ کی جدوجہد کا بہترین نتیجہ ہے کہ دشمنان صحابہؓ کا نام ہی گالی بن چکا ہے اور ان کی خوشامد کرنے والے کو بھی دینی جذبہ رکھنے والے مسلمان پسند نہیں کرتے نیز دنیا کے سامنے یہ حقیقت بھی کھل کر آ چکی ہے کہ اگر دین حق کے لیے راہِ خدا میں اس گئے گذرے اور دین سے دوری کے دور میں سپاہ صحابہؓ نے اتنے بڑے ظلم برداشت کیے اور جان مال اہل وعیال کی اتنی بڑی قربانیاں دی ہیں تو حضرات صحابہ کرامؓ نے کتنی عظیم قربانیاں دی ہونگی؟ خدا اور رسول ﷺ اور دین کے ساتھ ان کی محبت کا کیا حال ہوگا لیکن حاسدین کو اچھائی بھی برائی محسوس ہوتی ہے اور حسین چیز بھی مکروہ و مذموم نظر آتی ہے، اس کا کوئی علاج نہیں۔ مجھے ایسی باتوں کے جواب دینے کی تو اس لیے ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ جس ایمانی جذبے اور غیرت کو اس خط میں اور جنرل صاحب کی تقریر میں کوسا گیا ہے آج تک اس امت محمدیہ ﷺ اور اہل حق کے لیے تمام دینی تحریکوں میں وہی غیرت اور جذبہ ایمانی باعث افتخار رہا ہے، چنانچہ ماضی قریب میں تحریک آزادی، تحریک ختم نبوت وتحریک مدح صحابہؓ جیسی تحریکوں میں جوش و جذبہ سے قربانی دینے والے

جانبازوں بلکہ تحریک سوادِ اعظم میں (فرعون کے لیے کلیم اللہ اور شیعوں کے لیے سلیم اللہ) جیسے جذباتی نعرے لگانے والوں پر بھی اب تک ناز کیا جاتا ہے اس لیے کہ اہل حق شہیدوں کو سلام کرتے ہیں اور **انما نحن مصلحون** کے منافقانہ نعرہ سے بیزار ہوتے ہیں، نہ تو **نخشیٰ ان تصیبنا دائرۃ** کہتے ہیں اور نہ ہی **ان بیوتنا عورۃ** جیسے بہانے کرتے ہیں بلکہ **یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم** کا مصداق ہوتے ہیں چونکہ راہِ حق میں قربان ہونے والے جان نثاروں کو **لو اطاعونا ما قتلوا** کا طعنہ دینے والے اور **لو کانوا عندنا ما ماتوا وما قتلوا** کہہ کر حسرت دلانے کی کوشش کرنے والے اور وقت کے ساتھ رنگ بدلتے ہوئے اپنے لیے **قد اخذنا امرنا من قبل** کہہ کر خوشی سے اترانے والے بھی ہر دور میں رہتے ہیں، اس لیے اہل ایمان کو کافروں کے سامنے **انا معکم** کہہ کر خوشامد کرنے والے کسی **الد الخصام** اور **مریض القلب** دشمن و بیگانہ کے **غرھوء لاء دینھم** کہنے پر چنداں افسوس نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی کسی مفاد پرست جاہ پسند کے **لیخرجن الاعز منھا الاذل** کہہ کر اعلان بیزاری کی کوئی پرواہ ہوتی ہے، کیوں کہ ایمان یہ ہوتا ہے **للہ العزۃ ولرسولہٖ وللمؤمنین** اسی طرح سرکاری طور پر **ان ھؤلاء لشرذمۃ قلیلون** کہتے ہوئے **انا فوقھم قٰھرون** کی پالیسی کا اعلان بھی کوئی نئی بات نہیں جس پر تعجب ہو۔

حضرت والا!

مشکل گھڑی میں اپنوں کی یوں بے رخی اور بیوفائی پر تو بہرحال دکھ ہوتا ہی ہے، جناب کی طرف سے آنے والے خط میں حکومتی سخت پالیسی کی وجہ سے مجبوری اور اضطرار کو زنادقہ سے اتحاد کی وجہ جواز بتایا گیا ہے حالانکہ اتحاد کے جواز کے متعلق تو بندہ نے کوئی بات بھی نہیں کی تھی بحث تو صرف لفظ (دینیہ) کے نامناسب استعمال کی تھی جس سے غلط فہمی پیدا ہو کر نقصان ہوتا تھا۔ بالفرض اگر آپ کو اتحاد کے لیے مجبوری اور حالت اضطراری ہوتی بھی سہی تو لفظ ''دینیہ'' ملانے کے لیے تو ہرگز کوئی مجبوری نہ تھی اور اس کا تو کوئی جواز نہیں تھا، کیوں کہ اضطراری کیفیت میں بھی قدرِ ضرورت وسدرمق پر اقتصار واکتفاء ضروری ہوتا ہے اور **غیر باغ ولا عاد** کی قید ملحوظ رکھنی پڑتی ہے، کھلا کھانے اور شریعت کا مذاق اڑانے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ جناب والا کو اچھی طرح معلوم ہے کہ نسبت تلمذ نہ ہونے کے باوجود بندہ جناب کے شاگردوں سے بھی زیادہ صمیم قلب سے جناب کے ساتھ عقیدت ومحبت رکھتا ہے اور اپنے اساتذہ کبار کی طرح احترام کرتا ہے، جامعہ فاروقیہ کراچی میں رمضان المبارک کے دوران رد رافضیت کے عنوان پر تدریس کے لیے

بندہ کی حاضری کے موقع پر جناب نے بھی شفقت ومحبت کی حد کردی تھی جب جناب نے یہاں تک فرمادیا تھا کہ سلیم اللہ اور علی شیر حیدری دو نہیں بلکہ ایک ہے۔ اس لیے آپ کے اس خط میں اگر صرف بندہ کو نشانہ بنا کر سب وشتم کیا جاتا تو شاید بندہ ادائے حبیب سمجھ کر برداشت کرلیتا اور صبر کر کے کہہ دیتا:

بدم گفتی وخرسندم جزاک اللہ نکو گفتی — جواب تلخ مے زیبد لب لعل وشکر خارا

طالبان اور مجاہدین کی حمایت کا داغ دھونے کی کوشش کرتے ہیں بالکل اسی طرح اپنے زعم میں اپنے دامن سے فرقہ واریت کا داغ دھونے کے لیے سواداعظم کی تحریک میں لیاقت آباد، لالوکھیت، بلکہ کراچی کے کونے کونے میں، سنی شیعہ کے عنوان پر آگ لگانے کو عبادت اور جہاد کہنے والوں کی طرف سے اس خط میں سپاہ صحابہ کو بہت بری طرح طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ نیز حکومت اور دشمنان صحابہ کی خوشامد کرتے ہوئے بہت ہی بھونڈے انداز میں تحفظ ناموس صحابہؓ واہل بیتؓ کے لیے پرامن اور قانونی طریقے سے مضبوط اور پر خلوص جدوجہد کرنے والی جماعت پر ڈاکے، چوری اور اغواء تک کے سراسر بے بنیاد اور جھوٹے الزام اور بہتان لگا کر اس دینی جماعت کو خواہ مخواہ بدنام کرنے کی مذموم سازش کی گئی تھی حالانکہ الحمدللہ آج تک قائدین اور کارکنوں کی طرح تفتیش کے باوجود حکومت اور ایجنسیاں بلکہ خود دشمن بھی سپاہ صحابہؓ تو کیا لشکر جھنگویؒ پر بھی ایسا گھناؤنا الزام و بہتان قطعاً نہیں لگا سکے جبکہ اس سے بھی زیادہ سخت الزام جناب پر لگایا جاتا ہے کہ جب علاقہ کے اندر فوجی آپریشن ہوتا تھا تو علاقے میں ایم کیو ایم حقیقی کے دہشت گردوں، ڈاکوؤں، بھتہ خوروں اور قاتلوں کو اسلحہ سمیت آپ کے ادارہ میں پناہ دی جاتی تھی لیکن اس کے باوجود ہم نے ایسی باتوں پر نہ کبھی اعتماد کیا ہے اور نہ ہی کبھی ان جھوٹے الزاموں کی وجہ سے جناب کو دہشت گردوں کا سرپرست اور ان کے لیے ادارے کو دہشت گردوں کی پناہ گاہ کہا ہے۔ پھر طرفہ یہ کہ مجھ سے کہا گیا تھا کہ اس دشمنی کو ناصح کی نصیحت سمجھوں!!! بندہ کو پہلے تو بہت زیادہ صدمہ ہوا کہ شیشے کے محل میں بیٹھ کر بچوں پر سنگ باری کا یہ نامناسب کام حضرت والا کے لیے ہرگز شایان شان نہیں تھا لیکن پھر اس خط کے انداز والفاظ سے بندہ کو تقریباً یقین ہوگیا ہے کہ یہ خط آپ کا بلکہ اہل حق میں سے کسی بھی عالم دین کا نہیں ہوسکتا، البتہ کسی مخالف بلکہ معاند صحافی نے وفاق المدارس العربیہ کا لیٹر پیڈ چرا کر آپ کے جعلی دستخط کیے ہیں اور جنرل صاحب کی تقریر سے اقتباسات لیکر ان میں اپنے اندر کی بھڑاس ملائی ہے، اور آپ کے اور ہمارے درمیان دوری پیدا کرنے کی قبیح کوشش کی ہے۔ کیوں کہ جناب والا کی حیثیت، منصب نیز ماضی والے کردار اور شفقتوں سے اس خط کا کوئی جوڑ نہیں اور

خدام کے لیے یہ طریقہ اصلاح جناب والا کا ہرگز ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن اگر ان بہتانوں کی تردید یا جواب جناب والا کی زندگی میں نہ دیا جاتا تو جناب کے بعد اہل حق کی اتنی قربانیوں والی جماعت کے خلاف جناب کی طرف منسوب یہ خط جناب کی گواہی کے طور پر ہمیشہ استعمال ہوتا رہتا اس لیے مجبوراً جواب بھی دینا پڑا اور آپ کی طرف اس خط کی کاپی بھی بھیجی جارہی ہے تاکہ آپ کو علم ہو جائے کہ لوگ آپ کے نام پر کیا کچھ کرتے ہیں اعاذالله من شر الحاسدین ۔خدانخواستہ اگر یہ خط آپ کا ہے تو بندہ اس کو جناب کی بزرگی عمر اور پیرانہ سالی کے تقاضے کے ساتھ ساتھ آپ تک غلط رپورٹ دینے والے دشمنوں کی عیاری سمجھتے ہوئے کہتا ہے کہ الیٰ الله المشتکی اور فی الحال اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ انالله وانا الیه راجعون۔ نعوذبالله من فتنة المحیا والمماة و نعوذبالله من الحور بعدالکور لیکن اتنی بات ضرور یاد رہے کہ یہ چیز کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ صحابہؓ کے پروانوں کو یہ راہ دکھلانے والے اور اس دور میں اس طرح اس کام کی بنیاد ڈالنے والے اکابر علماء کرام اور خصوصاً جناب والا خود ہیں اور آج جسے سپاہ صحابہؓ کا اشتعال انگیز نعرہ کہتے ہیں وہ آپ تمام حضرات ہی کا فتویٰ اور متفقہ فیصلہ ہے ولا تکونوا کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انکاثا اور ولا تبطلوا اعمالکم پر بھی نظر فرمایئے۔ مولانا حق نواز شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ اور مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کے ساتھ جہاں جہاں جس جس طرح جس جس کام کے لیے جناب کی طرف سے جو ظاہر اور خفیہ تعاون فرمایا گیا تھا وہ امید ہے کہ خود جناب والا بھی بھول نہیں گئے ہونگے۔ اور بندہ کے ساتھ بھی ابھی تک جس طرح سرپرستی وشفقت والا معاملہ رہا ہے اس کا بھی بندہ کو بہت اچھی طرح احساس ہے۔ یقیناً آج تک جتنی قربانیاں ہو چکی ہیں اور اس مشن پر جتنے بھی لوگوں نے اپنی جانیں لٹائی ہیں وہ جناب ہی کی ہدایات ونصیحت کا اثر تھا اور لوگ جناب کے اشارے پر سعادت سمجھ کر قربان ہوتے رہے ہیں۔ اب بھی جب تک آپ اہل سنت اور دیوبندی ہیں اس وقت تک آپ ہمارے اور ہم آپ کے ہیں چھوٹوں سے غلطیاں اور کوتاہیاں بھی ہو سکتی ہیں جن کی اصلاح بڑوں کا فرض ہے اور الحمدللہ آج تک سپاہ صحابہؓ نے اپنے اکابر علماء بالخصوص آپ کے کسی بھی حکم کی کبھی کوئی نافرمانی نہیں کی۔ لیکن بزرگانہ شفقت اور ہمت افزائی والی تھپکی دیکر لوگوں سے اتنی قربانیاں دلوانے اور ان کے گھر اجڑوا کر جیل اور قبرستان بھروانے کے بعد اس طرح نظریں پھیر کر بیزاری اور لاتعلقی دکھانے سے آپ حضرات کو دنیا وآخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بلکہ سینکڑوں شہیدوں، بیواؤں، یتیموں، اسیروں اور اصحابؓ رسول ﷺ کی عزت وناموس پر قربان ہونے والے اور

اپنے ہی خدام ومتعلقین نیز اپنے ہی ادارہ کے فاضل بے شمار علماء کے ساتھ حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے کی جانے والی آپ کی بے وفائی عنداللہ وعندالناس بہت بڑا ظلم اور تاریخ میں ایک بدنما داغ بن جائے گا۔ ورنہ اپنوں سے اپنا سمجھ کر اپنوں والا ہی سلوک روا رکھیئے اور جگ ہنسائی کا موقعہ نہ دیجئے یہ دن تو آنے جانے ہیں۔ تلک الایام نداولها بین الناس ولیعلم الله الذین امنوا ویتخذمنکم شهداء اور اپنا تو ایمان ہے کہ لن یصیبنا الا ما کتب الله لنا هو مولانا وعلیٰ الله فلیتو کل المؤمنون اہل ایمان کو غیروں کی رضا کے لیے اپنے اہل ایمان بھائیوں سے بگاڑ کر غضب خداوندی کو دعوت نہیں دینی چاہیے۔ یایها الذین امنو لا تتخذوا الکفرین اولیآء من دون المؤمنین اتریدون ان تجعلوا الله علیکم سلطنا مبینا اور کافروں سے کبھی کوئی تاخیر کی توقع نہیں کیوں کہ ان الکافرین کانوا لکم عدوا مبینا۔ اگرچہ اپنے مفاد کی وجہ سے وہ کبھی زبانی چاپلوسی کرتے ہیں تو یرضونکم بافواههم وتابیٰ قلوبهم ان کی پرانی پالیسی ہے۔ ان کے دلوں میں کبھی بھی اہل ایمان کے لیے اچھائی اور خیر خواہی ہو ہی نہیں سکتی۔ هآ انتم اولآء تحبونهم ولا یحبونکم اور اپنے ساتھ ان کی دشمنی آپ خود دیکھ بھی چکے ہیں لیکن وما تخفی صدورهم اکبر۔ بس چلنے پر انہیں کسی بھی معاہدے اور تعلق کا پاس نہیں ہوگا لا یرقبون فی مؤمن الا ولا ذمته۔ اور وقت پر اپنی پوری دشمنی ہی کریں گے ان یثقفو کم یکونوا لکم اعدآء ویبسطوا الیکم ایدیهم والسنتهم بالسوء وودو لو تکفرون ایک اٹل حقیقت ہے۔ اس لیے اہل ایمان کو اللہ پاک نے پہلے سے ہی ہوشیار فرمایا تھا کہ۔ یآ ایها الذین امنو لاتتخذوا بطانته من دونکم لا یا لونکم خبالا۔ اور کافروں کے ساتھ اس رویہ کا حکم دیا تھا جو مسلمانوں کا صرف اپنا دعویٰ نہ ہو بلکہ خود کافر بھی اس کی سختی کو محسوس کریں۔ ولیجدوا فیکم غلظتہ یہ کہ وہ ہمیں اپنا دوست سمجھیں اور ہم سے راضی ہوں۔ ہمارے لیے بہترین پالیسی وہی ہو سکتی ہے جس کی قد کانت لکم اسوة حسنة سے قرآن کریم میں تعریف کی گئی ہے یعنی کفرنا بکم وبدابیننا وبینکم العداوة والبغضاء ابدا حتیٰ تؤمنوا اس پالیسی میں اہل ایمان کا فائدہ نہیں ہو سکتا جس پر تلقون الیهم بالمودة وقد کفرو ابما جآ ء کم من الحق کی تعریض عتابی فرمائی گئی ہو۔ ہر ایک کو مر کر بارگاہ خداوندی میں پیش ہونا ہے کل نفس ذائقة الموت ثم الینا ترجعون موت سے تو کوئی مفر نہیں ولو کنتم فی بروج مشیدة لیکن اگر راہ حق میں موت آ جائے تو دولت اور خزانوں کے حصول سے بھی بہتر ہے ولئن قتلتم فی سبیل الله او متم لمغفرة من الله

ورحمته خیر مما یجمعون آپس کے تمام اختلافات بھلا کر واعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا پہ عمل کرتے ہوئے ثبات کے ساتھ ساتھ ذکراللہ اور اطاعت خدا اور رسول ﷺ کرتے ہوئے باہمی تنازعات اور کھینچا تانی سے بچنا اور صبر واستقامت کے ساتھ رہنا ہی کامیابی کا اصل گُر ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فاثبتوا واذکروا الله اور اطیعوا الله ورسوله کے ساتھ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم فرما کر باہمی انتشار کو کمزوری کا اہم سبب قرار دیا ہے واصبروا ان الله مع الصابرین لیکن اللہ کی رسی کو آپس میں مل کر تھامنے اور آپس کے انتشار سے بچنے کا خطاب صرف اہل ایمان سے ہے اور جو کوئی کسی مسئلہ ایمانی وآیت قرآنی کا انکار کر کے اللہ کی رسی سے ہاتھ چھوڑ دیتا ہے نہ وہ اس کا مخاطب ہے اور نہ ہی اہل ایمان اس کے ساتھ چمٹنے کے مکلف یا مجاز ہیں بلکہ ایسے بدبختوں کا ساتھ رہنا تو فائدہ کے بجائے نقصان کار ہوتا ہے لو خرجوا فیکم مازادوکم الاخبالا اس لیے ایسوں کے ساتھ تولن تخرجوا معی ابدا ولن تقاتلوا معی عدوا والی بات ہی ہونی چاہیے۔ فتح وشکست اللہ کے ہاتھ میں ہے ان ینصرکم الله فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذاالذی ینصرکم من بعده کثرت پر ناز نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ یوم حنین کی طرح بے فائدہ بھی ہو سکتی ہے اور ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین کا نقشہ دکھا دیتی ہے۔ اور قلت کی وجہ سے پریشان نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ اگر یوم بدر کی طرح اہل حق کی نصرت ہوتی ہے تو کم من فئته قلیلته غلبت فئته کثیرة باذن الله کا منظر بن جاتا ہے۔ الغرض اہل ایمان کو لم یخش الاالله کا مصداق بن کر اپنی عداوت ومحبت کو الحب فی الله والبغض فی الله بناتے ہوئے انما المؤمنون اخوة پر نظر رکھ کر ایک دوسرے سے حقیقتاً محبتِ اخوۃ رکھنی چاہیے اور کبھی آپس کی شکر رنجی ہو تو اصلحوا بین اخویکم اور اصلحو اذات بینکم پر عمل کر کے شیطان کا منہ کالا کر دینا چاہیے۔ ہاں! ایمان پر کفر کو ترجیح دینے والوں کے لیے دل میں کوئی محبت والفت کا نام ونشان بھی نہیں ہونا چاہیے اگر چہ اپنے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں کہ حکم باری ہے۔ لاتتخذوا آبائکم واخوانکم اولیآء ان استحبوا الکفر علی الایمان بلکہ دشمنان خدا سے بالکل بیزار ہو کر لاتجدقوماً یؤمنون بالله والیوم الاخر یوآدون من حادالله ورسوله کا مصداق بن کر کفر کے مقابلہ میں کانهم بنیان مرصوص بن جانا چاہیے اور انما ذالکم الشیطٰن یخوف اولیآءه کا مصداق بن کر اگر کوئی شیطان اپنے دوستوں کا رعب ڈالنا اور ڈرانا چاہے تو، تو کلا علی اللہ نڈر ہو کر فلاتخافوهم وخافون پہ عمل کرتے ہوئے صاف کہہ دینا

چاہیے حسبنا اللہ ونعم الوکیل پھر اگر ظاہری فتح ملی تو بھی الحمد للہ اور اگر مقام شہادت مل گیا تو اس سے زیادہ اور کیا چاہیے کہ اس راہ میں قربان ہونے والوں کے لیے فرمان عالی شان ہے اولٰئک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمتہ واولٰئک ھم المھتدون ۔ نیز خوشخبری ہے فرحین بما اٰتھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم شہداء کے لواحقین اور ساتھیوں کو اگر چہ مریض القلب لوگ کوستے ہوئے کہیں گے کہ تم نے کیسے کیسے ہیروں کو ضائع کروا کر کتنا بڑا نقصان کیا لیکن شہداء اپنے پیچھے رہ جانے والے ساتھیوں سے راضی ہونگے کیوں کہ ان ہی کی صحبت کی بدولت لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ہاں! البتہ دعوہٰ ایمان کے باوجود حصول عزت کے لیے کافروں کی خوشامد اور دوستی کرنے والے ضرور اپنے انہی دوستوں کے ساتھ ہونگے۔

الذین یتخذون الکفرین اولیآء من دون المؤمنین ..... ان اللہ جامع المنافقین والکفرین فی جھنم جمیعا بلکہ منافقین کا ذکر کافرین سے پہلے فرما کر اشارہ فرما دیا گیا ہے کہ یہ پہلے وہاں ڈالے جائیں گے کیوں کہ ان کو درکِ اسفل میں جانا ہے۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ولن تجدلھم نصیراً. لکل مقام مقال کے تحت قبل الامر بالقتال یا خاص مقام دعوت میں نرم انداز اختیار کرنے کا حکم یقیناً برحق ہے اور مدارات کا موقع ہے لیکن ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمتہ اور قولا لہ قولاً لینا ،ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ کا غلط مطلب لیکر کافروں، زندیقوں اور مرتدین سے دوستی اور پیار کی پینگیں بڑھانے اور مداہنت فی الدین کا راستہ نکالنے کے لیے کلام خداوندی میں تحریف معنوی کر کے یحرفون الکلم عن مواضعہ کا مصداق بننا اہل حق کے لیے کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے۔ خود قرآن کریم میں کافروں کے بڑوں کے لیے صاف نام لیکر اتبعنٰھم فی ھذا الدنیا لعنتہ اور اُتبعوا فی ھذہ لعنتہ اور معبودانِ باطلہ کو گندگی قرار دیتے ہوئے فاجتنبوا الرجس من الاوثان فرمانے پر بھی تو نظر ہونی چاہیے۔ ہم نے تو اپنے اکابر واساتذہ سے یہی سنا ہے کہ خاص مقام دعوت میں تو کافروں سے بھی نرمی اور خوش اخلاقی کا برتاؤ کیا جاتا ہے جس طرح قولا لہ قولاً لینا اور قل یاھل الکتٰب میں سکھایا گیا ہے لیکن جب مخاطب مسلمان ہو اور ان کو اپنے دین کی تعلیم وتربیت دینی ہو تو پھر کفر وکفار کا ذکر اس انداز سے ہونا چاہیے کہ جس سے اہل ایمان کو کفر اور اہل کفر سے نفرت پیدا ہو جس طرح فاجتنبوا الرجس من الاوثان فرما کر اور

لعن اللہ الیھود والنصٰری فرما کر قرآن اور صاحب قرآن ﷺ نے خود سکھایا ہے بلکہ مقام دعوت نہ ہو تو کفار کے ساتھ سامنے بھی تعظیمی اور مداراتی نہیں بلکہ وہی انداز ہوتا ہے جو خوش اخلاقی کے خالق نے خود صاحب خلق عظیم ﷺ کو قل یٰآیھا الکٰفرون کہہ کر سکھایا ہے نیز مرتدین وزنادقہ کے ساتھ نرمی کی شرعاً کوئی گنجائش نظر نہیں آتی چہ جائیکہ دوستی کا جواز ہو سکے۔ سرکاری رضا کے طالب اور مداہنت پسند لوگوں کو تو (نعوذ باللہ) لکم دینکم ولی دین میں بھی لفظ دین دیکھ کر کافروں کو دیندار اور ان کی درسگاہوں کو مدارس دینیہ کہنے کا جواز نظر آتا ہے اور ان الدین عند اللہ الاسلام پر نظر نہیں جاتی حالانکہ لکم دینکم میں لفظ دین کا معنیٰ یومئذ یوفیھم اللہ دینھم الحق کی طرح ہی جزا اور بدلہ ہے نہ کہ دین ومذہب اگر اسی طرح شرعی اصطلاحوں اور مسلمانوں کے عرف کو بدلنے کا رواج چل پڑا تو ممکن ہے ترقی کے متوالوں جدت پسندوں کو یکفر بالطاغوت میں مسلمانوں کو کافر کہنے نیز اٰمنوا بالباطل اور یؤمنون بالجبت والطاغوت کے لفظ اٰمنو اور یؤمنون میں تمام کافروں کو بھی مؤمن کہنے کا جواز نظر آجائے (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو شریعت پاک کی صحیح تابعداری میں اپنے پیاروں سے پیار اور ان اللہ عدو للکٰفرین کے مصداق اپنے دشمنوں سے دشمنی کی توفیق اور لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیآء پر عمل نصیب فرمائے اور استقامت کے ساتھ سلف صالحین اور اکابر کے نقش قدم پر گامزن رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمیں وہ دن نہ دکھائے کہ کفار ہم سے راضی ہو کر ہمیں (معاذ اللہ) پسند کرنے لگ جائیں۔ کیوں کہ وہ تو راہ حق وصداقت کو چھوڑے بغیر ساری کائنات سے زیادہ خوش اخلاق ہستی یعنی صاحب خلق عظیم محمد رسول اللہ ﷺ سے کبھی راضی نہیں ہو سکتے ولن ترضیٰ عنک الیھود ولا النصٰریٰ حتیٰ تتبع ملتھم۔

صدق اللہ العظیم۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم

نوٹ: بندہ نصیحت وخیر خواہی کی ہر بات کو دل سے ماننے کے لیے تیار ہے لیکن اپنے دل کی بات بھی کھل کر عرض کرنا ضروری سمجھتا ہے یقیناً کچھ باتیں صرف سامنے عرض کرنے کی تھیں جن میں سے بعض مجبوراً لکھ دی ہیں کیوں کہ جناب سے آج کل ملاقات مشکل ہے۔

والسلام

خاکپائے اہل حق

علی شیر حیدری عفی عنہ

مولانا محمد حنیف جالندھری کے ساتھ مراسلت

علامہ شہید کا مولانا جالندھری کے نام خط

گرامی قدر جناب مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی بخیر!

جناب والا! دینی مدارس کے تحفظ کے حوالے سے آپ کا کردار لائق صد تحسین اور قابل فخر ہے، اللہ رب العزت نے آپ کو بے پناہ صلاحیتوں اور ڈھیروں خوبیوں سے نوازا ہے۔ مدارس اور مساجد کے حوالے سے ملک میں پیدا ہونے والے مسائل کے حل کے لیے آپ جو دوڑ دھوپ کرتے رہتے ہیں یہ آپ ہی کی ہمت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید جرأت ہمت اور استقامت کے ساتھ اس حوالے سے مزید مضبوط موقف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یکم جولائی ۲۰۰۹ کو وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب کی زیر صدارت ہونے والے علماً کے اجلاس کا اعلامیہ تین جولائی ۲۰۰۹ء کے اخبارات میں دیکھا۔ اعلامیہ گیارہ شقوں پر مشتمل تھا جس میں سے پہلی تین شقیں بالکل ٹھیک ہیں بقیہ شقوں میں پر تحفظات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تنقیص واہانت کو حرام لکھا ہے جبکہ اہل بیت نبوی کی تنقیص واہانت کرنے والے کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ میرے خیال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت نبوی رضی اللہ عنہم کی تنقیص واہانت کا ایک حکم ہے۔ بہر حال اس پر محقق علماء کرام ہی کو زیب دیتا ہے کہ بحث کریں۔

یہ خط تحریر کرنے کا مقصد اس اعلامیہ میں پائی جانے والی ایک بہت بڑی غلطی کی نشاندہی کرنا ہے امید ہے کہ آپ میری گزارش پر غور فرمائیں گے۔

اعلامیہ کی شق نمبر ۸ میں علمائے کرام میں سنی شیعہ تصادم کو مسلکی تصادم قرار دیا ہے۔ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ آپ جیسے جید عالم دین اس لفظ مسلکی کو ختم کروا دیتے مگر ایسا نہ ہو سکا کیونکہ یہ چھپ کر منظر عام پر آ چکا ہے۔ جناب والا! اہل سنت والجماعت کا شیعہ کے ساتھ اصولی اختلاف ہے نہ کہ مسلکی اور میں نہیں سمجھتا کہ اس بات سے آپ ناواقف ہوں گے۔

شیعہ کے تین ایسے عقیدے جنہیں بنیادی عقیدے قرار دیا جاتا ہے۔

۱۔ امامت جو ختم نبوت کی قطعی نفی کرتا ہے۔

۲۔ قرآن مجید کا تحریف شدہ ہونے کا عقیدہ

۳۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اور ان کی صاحبزادیوں جو امہات المومنین جیسے عظیم منصب پر فائز اور جمہور صحابہؓ کے متعلق کافر و مرتد اور منافق ہونے کا عقیدہ۔

یہ تین عقیدے ایسے ہیں جن کے بعد کسی شک وشبہ اور تاویل کی گنجائش نہیں رہتی، ان تین عقیدوں کے بارے میں شیعوں کے ائمہ معصومین کے ارشادات اور ان کے مستند ترین علماء مجتہدین کے بیانات شیعہ کے متعلق علماء کرام کے متفقہ فیصلے میں دیکھے جا سکتے ہیں جو جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن نے شائع کیا تھا۔ یہ تین عقیدے ایسے ہیں جو شیعہ مذہب کے بنیادی عقیدے ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت مسلمانوں کا شیعہ کے ساتھ ان تین عقیدوں کے متعلق اصولی اور بنیادی اختلاف ہے۔ جبکہ مسلکی اختلاف تو وہ ہے جو احناف، شوافع یا حنابلہ یا مالکیہ کا ایک دوسرے سے ہے۔

حکومتی میٹنگز میں آپ کو بیٹھنے کا موقع زیادہ ملتا ہے مگر نہ جانے کیوں آپ اور دیگر حضرات اس پر خاموش رہتے ہیں اور اس معاملے میں میرے خیال کے مطابق مداہنت میں کیا مصلحت نظر آتی ہے۔

اس اجلاس میں آپ کے علاوہ مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ، مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہ اور بریلوی مکتبہ فکر کے بھی چند ایک علماء شامل تھے مگر یہ عریضہ صرف آپ کو ارسال کر رہا ہوں کیونکہ آپ کی بات میں وزن اور قوت زیادہ ہے۔ امید کرتا ہوں کہ آپ اس موضوع پر غور کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔ اللہ رب العزت ہمیں عقائد اہل سنت والجماعت کا تحفظ کرنے اور اکابرین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

والسلام

خاکپائے اہل حق

علی شیر حیدری

مولانا محمد حنیف جالندھری کا جواب

بخدمت گرامی حضرت مولانا علی شیر حیدری صاحب زید مجدھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ گرامی نامہ باعث شرف ہوا، آپ نے تین جولائی ۲۰۰۹ء کے اخبارات میں شائع ہونے والے مشترکہ اعلامیہ میں تسامح کی طرف متوجہ فرمایا ہے اس پر شکر گزار ہوں امید ہے اسی طرح اصلاح فرماتے رہیں گے۔

اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ

۱۔ شق نمبر ۴ اور ۵ کی ہم نے ایک ہی طرح کی عبارت لکھوائی تھی یعنی ''صحابہ کرامؓ اور اہل بیت نبوی ﷺ سے بغض وعناد رکھنے والا ایمان سے محروم اور خارج از اسلام ہے، اوران کی بالواسطہ یا بلا واسطہ تنقیص حرام اور گمراہی ہے'' چنانچہ عبارت میں کی گئی ترمیم کے متعلق ہم نے اشتہار شائع ہونے کے دوسرے دن ہی اخبارات میں وضاحت شائع کروادی تھی۔ اس کا تراشہ لف ہذا ہے، امید ہے اس کے ملاحظہ سے اشکال رفع ہوجائے گا۔

۲۔ شق نمبر ۸ ''سنی شیعہ مسلکی تصادم'' کی بجائے عبارت ''سنی شیعہ تصادم'' ہی ہونی چاہیے، توجہ دلانے کا شکریہ!

بحمد للہ اس مسئلہ میں بندہ کا مؤقف وہی ہے جو جمہور امت وعلماء کرام کا ہے یعنی مکتوب گرامی میں تحریر کردہ شیعوں کے عقائد کے متعلق اہل سنت اور اہل تشیع کا اختلاف مسلکی نہیں اصولی اور بنیادی ہے۔ ویسے اگر مسلک کو اصطلاحی کی بجائے لغوی معنی میں لیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ غیر مسلم اپنے مسلک پر ہیں اور مسلمان اپنے مسلک پر ہیں۔ تاہم ان شاء اللہ آئندہ اس سلسلہ میں پوری احتیاط ملحوظ رکھی جائے گی۔

والسلام

محمد حنیف جالندھری

مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان، پاکستان

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۲۵ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ بمطابق ۱۹ر جولائی ۲۰۰۹ء

ایرانی انقلاب: امریکی برانڈ کا اسلام

امام اہل سنت حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید کا فرمان

1979 میں امریکا اور مغرب کے ایماء پر فرانس میں رہائش پذیر شیعہ رہنما خمینی کے ہاتھوں بپا ہونے والا مصنوعی انقلاب امریکی برانڈ اسلام مسلم معاشروں میں فرقہ واریت، انتہا پسندی اور نفرت پیدا کر رہا ہے۔ امریکا مسلمانوں کا رشتہ اسلام کی جڑوں سے کاٹنا چاہتا ہے اور ایرانی انقلاب مسلم معاشروں میں فروغ فرقہ واریت کی سامراجی اور استعماری سازش کا حصہ ہے۔ امریکا ایران جیسی ریاستوں کے خلاف جعلی شعلہ انگیزی کرتا ہے جس کے جواب میں ایران کی طرف سے امریکا کے خلاف لڑنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ تاکہ مسلم معاشروں میں ایران اور خمینی باقیات کو عالم اسلام کا حقیقی نمائندہ بنا کر پیش کیا جاسکے۔ ایران کا کردار مشہور انگریزی ناول دی پرل کی طرح ایک ایجنٹ کا ہے جو طے شدہ اسکرپٹ کے مطابق لین دین میں رسمی مول بھاؤ کرتا ہے۔

تباہی کی صورتیں

امریکا مسلم ممالک کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے جبہ و دستار میں چھپے جعلی علماء پیدا کر رہا ہے۔ ان جعلی علماء کا کام معاشرے میں فروعی اختلافات کو زور دے کر بیان کرنا ہے تاکہ ملک میں مذہب کے نام پر خانہ جنگی کی کیفیت اور ماحول پیدا کر کے معاشرے کو دین بیزار بنایا جاسکے۔ دوسری جانب وہ مغربی اقدار کی سرپرستی اور فروغ کے لیے کوشاں ہے تاکہ معاشرے سے غیرت اور حمیت کا خاتمہ کیا جاسکے۔ تیسرے محاذ پر وہ آمروں اور اپنے ایجنٹوں کو ملکوں میں اقتدار پر مسلط کرواتا ہے تاکہ وہ مہنگائی، کرپشن اور ظلم کا بازار گرم کریں جس سے لوگوں میں ریاست کے خلاف نفرت اور بغاوت کا جذبہ پیدا ہو۔ یہ ساری صورتیں پاکستان کو تباہی کی جانب لیکر جارہی ہیں۔



تعزیتی پیغامات وتاثرات

تعزیتی پیغامات وتاثرات

جامع المعقول والمنقول استاذ الکل حضرت غلام محمد کولاب جیل، سندھ

آج کے اس جلاس میں سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ مولانا علامہ علی شیر حیدری کے کہنے پر شریک ہوا ہوں، میرا ان کے ساتھ ایک خصوصی تعلق ہے، یہ میرے پاس پڑھتے بھی رہے ہیں اور میرے پڑوسی بھی ہیں۔ میری بہت زیادہ عزت کرتے ہیں مگر مجھے انکے ساتھ قلبی محبت ہے۔ میں جمیعت علمائے اسلام کی مرکزی شوریٰ کا ممبر ہوں۔ جمیعت اور سپاہ صحابہ کا آپس میں جو معمولی سا اختلاف ہے میں ہمیشہ اسے صرف نظر کرتا ہوں۔ مولانا علی شیر حیدری اپنی جماعت کے سربراہ ہیں، اپنے تنظیمی معاملات میں مجھ سے مشاورت کرتے رہتے ہیں اور میں بھی ان کی رہنمائی کرتا رہتا ہوں۔ مولانا حیدری جس غیر اسلامی فرقے کے خلاف علمی اور تحقیقی کام کررہے ہیں وہ مذہب شیعہ ہے جو مغضوب علیہ فرقہ ہے میں اس تنظیم اور مولانا حیدری کے لیے اللہ سے التجا کرتا ہوں کہ ان کو اپنے مشن میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین



مفتی اعظم سندھ حضرت مفتی غلام قادرؒ صاحب ٹھیڑی، سندھ

اپنی وفات سے چند روز قبل دفاع صحابہ کانفرنس میں حضرت حیدری کی دعوت پر تشریف لائے اور اپنے خطاب میں فرمایا:

مولانا علی شیر حیدری میرے شاگردوں میں سے ایک ہونہار شاگرد تھے اور زمانہ طالب علمی میں ہی باعمل طالب علم تھے، جو کچھ پڑھتے تھے اس پر پورا عمل کرتے تھے، درسی کتب انہیں اس طرح یاد تھیں گویا یہ درسی کتب کے حافظ ہیں۔ مولانا علی شیر حیدری بہت بڑے عالم اور انتہائی ذہین انسان ہیں۔ فقہ پر بہت عبور

رکھتے ہیں اسی لیے میں آج اس بھرے مجمعے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ میری وفات کے بعد میرے علمی جانشین مولانا حیدری ہونگے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے ،انہیں اپنے مشن میں کامیاب فرمائے اورانکی آواز ہر خاص وعام تک پہنچائے۔آمین

☆☆☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

(امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان)

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ سپاہ صحابہ کے تیسرے شہید سربراہ اور نامور محقق عالم دین مولانا علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ایسے علماء کی زندگیوں کو محفوظ کرنا آنے والی نسلوں پر احسان کرنے کے مترادف اور علماء وطلباء میں علم وتحقیق کا شوق پیدا کرنے کی ایک اچھی کوشش ہوتی ہے۔

سپاہ صحابہؓ کو اللہ رب العزت نے پاکستان میں تحفظ ناموس صحابہ کی عظیم الشان جدوجہد کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عزت وعظمت اور حرمت پر بے مثال قربانیاں دینے کر تاریخ میں ایک مثال قائم کردی ہے۔اللہ پاک ان حضرات کی قربانیوں کو قبول ومنظور فرمائے۔علامہ علی شیر حیدری میدان مناظرہ اور علم وتحقیق کے میدان کے آدمی تھے،دیگر خطباء کی بہ نسبت علمی وتحقیقی مواد دینے والے عالم اور خطیب تھے۔ مجھے متعدد مرتبہ انہیں سننے کا موقع ملا ،ہمارے ہاں جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا میں تقریب ختم بخاری کے موقع پر دومرتبہ تشریف لائے اور بڑا پرمغز خطاب کیا۔

میرے ساتھ خصوصی طور پر بڑی محبت کرتے تھے اور خود مجھے بھی ان سے بہت محبت تھی ،میری ان سے ملاقاتیں تو بہت کم ہیں مگر جتنی ہوئیں ان سے مجھے یہی اندازہ ہوا کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔اللہ پاک انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ نے تحریک تحفظ ناموس صحابہ کے لیے علمی میدان میں بڑا کام کیا اور اپنے فریق مخالف کو ہمیشہ ننگی کا ناچ نچاتے رہے۔اللہ رب العزت علامہ شہیدؒ کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور انہیں کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے۔

☆☆☆

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ

نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ دنیا کے آخری دور میں علماء باری باری کثرت سے اٹھائے جائیں گے اور پہلے دور میں تو یہ تھا کہ اگر کوئی عالم فوت ہوگا تو کوئی نہ کوئی اس کا قائم مقام ہوتا تھا، لیکن ایسا دور آئے گا کہ علماء اٹھائے جائیں گے اور پھر آگے ان کا کوئی وارث نہیں ملے گا کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جو ان کی کمی کو پوری کرے۔ قیامت کا دور شروع ہو چکا ہے اور ایسے سانحات ہمارے سامنے رونما ہو رہے ہیں، ایسے سانحات کہ انسان کی کمر ٹوٹ جاتی ہے اور ہمت جواب دے جاتی ہے کہ یا اللہ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ اب جو سانحہ نامور محقق عالم دین حضرت علامہ علی شیر حیدری کی شہادت کا پیش آیا ہے، اس سانحہ نے واقعی ہماری کمر توڑ دی ہے۔ علامہ حیدری اپنے وقت کے واحد عالم دین تھے جو حالات کے تقاضوں کے پیش نظر رکھتے ہوئے بالکل اپنے موقف پر پہاڑ کی طرح ڈٹے ہوئے تھے، کتنے تھے جو راستہ چھوڑ گئے تھے اور کتنے جو جام شہادت نوش کر گئے ہیں۔

اب اس جانے والے قافلے کا ایک بچا ہوا سپاہی موجود تھا اللہ نے اسے بھی اٹھا لیا۔ آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی آخرت کی منزلیں آسان فرمائے کوئی اعتبار کرے نہ کرے، میں سمجھتا ہوں وہ مستغنی عن الدعا ہیں۔ جس نے بھی ظلم کے مقابلے میں جام شہادت نوش کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آخرت اس کے لیے بہتر بنا دی، لیکن افسوس دنیا والوں کا ہے جو پیچھے رہ گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ والے ایسے آدمی بھی ہیں کہ ان کی نیکیوں کے صدقے تم پر بارشیں برستی ہیں، تمہاری فصلیں اگتی ہیں۔ جب وہ لوگ اٹھ جائیں گے تو دنیا میں ایک ایسا قحط اور قہر رونما ہوگا کہ لوگ قبروں کے پاس سے گزریں گے اور تمنا کریں گے کہ کاش اس کی جگہ آج میں یہاں پڑا ہوتا اس وقت انسانوں کو اپنی زندگی سے پیار نہ رہے گا اور وہ دور آ گیا ہے۔

زندگی کی چال جن لوگوں نے ایسی چلی
وہ کام کر عمر خوشی سے تیری کٹے
اور یاد تجھے سب کیا کریں
اور نام تیرا لیں تو ادب سے لیا کریں

اے رب کریم ان کی قربانیوں کو قبول فرما اور ان کے صدقے بہاریں نصیب فرما۔

شیخ الحدیث حضرت ڈاکٹر شیر علی صاحب زید مجدہ

الحمد لله رب العالمین، والصلوٰة والسلام علیٰ اشرف الانبیاء والمرسلین، وعلیٰ آله وصحبه اجمعین.

دنیا میں جو بھی آیا، اسے ایک نہ ایک دن جانا ہے اور ضابطہ الٰہی "**کل نفس ذائقة الموت**" (آل عمران:۱۸۵) کے مصداق موت کا گھونٹ ہر ایک نے پینا ہے، اس لیے کہ "**کل من علیها فان ویبقیٰ وجه ربک ذوالجلال والاکرام**" (رحمٰن:۲۷) (ہر ایک کو فنا ہے، بقا تو صرف تیرے رب کی ذات کو ہے جو بزرگی اور عظمت والی ہے) کے تحت دنیا سے ہر نیک و بد، مسلم و کافر محبوب و مبغوض، عالم و جاہل کو ایک دن ضرور کوچ کرنا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دنیا کی اس گھاٹی سے کون کامیاب ہو کر پار ہوا اور کون ناکام ہوکر؟ بلکہ حقیقی کامیابی وناکامی کا اندازہ مرنے کے بعد ہوگا۔

جن لوگوں کو حقیقی عقل وشعور یا فہم وادراک کی دولت میسر ہے، وہ اس دھوکے کے گھر میں اور عارضی چکاچوند پر فریفتہ نہیں ہوتے اور نہ ہی دنیا کی عزت وذلت کی پروا کرتے ہیں۔ ان کا اوڑھنا بچھونا رضائے الٰہی اور قبر و آخرت کی فکر ہوتی ہے۔ وہ دنیا کے پیچھے نہیں بلکہ دنیا ان کے پیچھے بھاگتی ہے۔ ایسے لوگ دنیا ومافیہا سے مستغنی اپنے حصے کا کام کرتے ہیں اور دنیا اور اس کے عیش وعشرت کو لات مار کر راہی آخرت ہو جاتے ہیں۔ مولانا علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ بھی انہی لوگوں میں سے تھے، بڑی مختصر زندگی لیکر اس دنیا میں آئے اور اپنے حصے کا کام کر کے راہی بقا ہوگئے۔ میری ان سے ملاقاتیں بہت زیادہ نہیں مگر پشاور کے ایک دورہ پر جب وہ تشریف لائے ہوئے تھے تو ان کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا۔ متعدد جگہوں پر انکے علمی خطابات بھی سننے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو علم وتحقیق اور تدریس وخطابت کی نعمت سے سرفراز فرمایا تھا۔ انہوں نے اپنی مختصر عمر میں دین حق اسلام پر حملہ آوروں کی بھرپور درگت بنائی اور اسلام کا بھرپور دفاع کیا۔ وہ بلاشبہ روافض کے خلاف جاری جدوجہد میں اپنے اکابر واسلاف کے حقیقی جانشین تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائیں اور انکے مشن کو مکمل فرمائیں۔

☆☆☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ

(شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان)

علامہ علی شیر حیدری شہید میں تواضع کامل درجہ کی تھی جس کے متعلق حضورﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''من تواضع لله رفعه الله''

☆☆......اسی تواضع کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو رفعت کاملہ عنایت فرمائی اس لیے کہ جب جامعہ خیر المدارس تشریف لاتے تو بندہ کو بڑی تواضع سے ملتے حالانکہ میں نہ ان کا استاذ نہ ان کا پیر اور نہ ان کا شریک کار۔اس کے باوجود ان کا اس طرح ملنا انتہائی تواضع کی دلیل ہے۔

☆☆......اہل حق کی محبت وعظمت ان کے رگ وپے میں رچی ہوئی تھی۔ایک دفعہ مجلس کا اتفاق ہوا جس سے اندازہ ہوا کہ اس شخص میں اہل حق کی محبت اور عظمت حد درجہ کی تھی۔

بندہ نے ایک مرتبہ اپنا تاثر ذکر کیا کہ مولانا حق نواز شہید کو وقت کی ضرورت کے مطابق اہل سنت والجماعت کے مسلک کی حفاظت اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے رد کے لیے اللہ پاک نے خصوصیت سے اٹھایا تھا جس کی دلیل میں ذکر کیا کہ جب ضیاء الحق مرحوم نے غیر جماعتی الیکشن کرایا تو صوبائی اسمبلی میں 29 شیعہ ایم پی اے اور قومی اسمبلی میں 59 شیعہ ایم این اے چلے گئے۔شیعہ جماعت نے سوچا کہ اگر ایک مرتبہ اور غیر جماعتی الیکشن کرائے گئے تو خاطر خواہ شیعہ اسمبلی میں پہنچ کر فقہ جعفریہ کے نفاذ کا بل پاس کرائیں گے تو انہوں نے اسی مقصد کے لیے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی جماعت قائم کی اللہ تعالیٰ نے مولانا حق نواز شہید کو اپنی توفیق دے کر اٹھایا جنہوں نے شیعہ کا کفر طشت ازبام کیا اور ایک جماعت انجمن سپاہ صحابہ کے نام سے قائم کر کے عظمت صحابہ کو اجاگر کیا اور اسی محنت میں ساری عمر گزار کر آخر کار شہادت پائی اور ان کے بعد صحابہ کرامؓ کے ناموس کے پہریدار شہیدوں کی جماعت بن گئی۔حضرت مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ اور ان شہداء کے قافلہ کے ساتھ اسی محبت اور عظمت کو لے کر مولانا علی شیر حیدری بھی جا ملے۔اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں مقام دے کر صحابہ کرام اور حضورﷺ کا ہم نشین بنائے۔

☆☆☆

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید کی مظلومانہ شہادت کی خبر سن کر سخت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جن ظالموں نے ان پر بہیمانہ حملہ کیا، انھوں نے پوری امت کو ایک گراں قدر عالم دین سے محروم کر کے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں شہادت کے عظیم مقام پر سرفراز فرمایا ہے اور یقیناً ان کے لیے ابدی نعمتوں کے دروازے کھول دیے ہیں۔

☆☆☆

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم

چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا

وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا

ملک کی اسی لابی نے ایک جید عالم، وسیع النظر اور اپنی تنظیم کے عظیم اثاثہ اور متاع بیش بہا علامہ علی شیر حیدری کو بھی قتل کر کے اچھے بھلے مسلمانوں کے دل دکھائے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم

تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کیے

اس سے پہلے بھی مولانا مرحوم کی تنظیم کے بے شمار قیمتی رجال کار اس راستے سے گزارے گئے بقول امام شافعیؒ کے:

تمنی الرجال ان اموت وان امت

فتلک سبیل لست فیھا باوحد

یہ اس ظلم وستم کا تسلسل ہے جس میں کراچی سے لیکر پشاور تک اکابر علماء، راسخ فقہاء مسلمہ، محدثین، مشاہیر، مفسرین اور ملک وملت کا عظیم سرمایہ، علماء کرام تہہ تیغ کئے گئے ہیں۔

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے

پیدا کیا فلک نے جنہیں خاک چھان کر

مولانا مرحوم اپنی تنظیم کے جید عالم، باخبر منتظم اور مخالف اور موافق کے یہاں منجھے ہوئے شخص مانے جاتے تھے، وہ اپنے موضوع پر معلومات کی کامل دستگاہ رکھتے تھے، ان میں چند ایسی صفات اور خصائل پائے جاتے تھے جن کا اب دور تک فقدان رہے گا۔

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

اہل حق علماء اور اداروں سے ان کا تعلق دیدنی تھا، وہ کسی بھی آوردہ اور پیش آنے والے واقعہ پر اپنوں کی طبع تسلی اور دادرسی کے لیے پہنچنے میں اور وہاں معقول مداوا اور خاطر داری کرنے میں بلکہ ان کی ہمت افزائی اور شوق و جذبہ کو پروان چڑھانے میں ہراول دستے کا کام کرتے تھے

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

حق تعالیٰ حضرت مولانا کو شہادت کا درجہ نصیب فرمائے اور انکے سابقین اور صالحین کے ساتھ ان کا حشر فرمائے، ان کی آل واولاد اور ان کی جماعت اور ان کے سوگواروں کو صبر و اجر نصیب فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

☆☆☆

شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم ہزاروی

(شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ اسلام آباد)

میری علامہ حیدری سے اتنی ملاقاتیں تو نہیں رہیں لیکن حضرت حیدری جب بھی اسلام آباد یا گردونواح میں تشریف لاتے تو مجھے فون کرتے اور فرماتے کہ حضرت میں آپ کے پاس ملاقات اور زیارت کے لیے آنا چاہتا ہوں لیکن اس وجہ سے نہیں آتا کہ پھر بعد میں میری وجہ سے سی آئی ڈی والے آپ کو تنگ کریں گے۔ اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید اپنے دوستوں کا کتنا خیال رکھتے تھے کہ ملاقات کے بعد میری وجہ سے میرے رفقاء کو تکلیف نہ ہو۔

حضرت علامہ علی شیر حیدری کی شہادت انکے عظیم الشان ہونے پر دلیل ہے، حضرت شہید کی شہادت پر

اسی دن پورے ملک میں بارش ہوئی تھی یوں پورے ملک میں حضرت کی شہادت پر بارش کا برسنا یہ دلیل تھی اس بات پر کہ ان کی شہادت پر آسمان بھی رویا ہے اس دن آسمان نے بھی دکھ کے آنسو بہائے ہیں۔



حضرت مولانا محمد مسعود ازہر مدظلہ

اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے..... شہادت قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام نصیب فرمائے..... حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری بھی شہید کر دیئے گئے..... اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان للّٰہ ما اعطیٰ ولہ ما اخذ وکل شئی عندہ باجل مسمی۔

اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے وہ بڑے عالم اور بلند پایہ خطیب تھے..... ان کے جانے سے امت کا بڑا نقصان ہوا..... بہت سے مسلمان غم سے نڈھال اور جذبات سے بے قابو ہیں..... سب سے اداس اہل حق کا وہ ''اسٹیج'' ہے جو آہستہ آہستہ گھپ ویرانی کی طرف جا رہا ہے..... علامہ حیدریؒ دلیل سے بات کرتے تھے اور علم کے زور پر بولتے تھے..... انہوں نے حضرت تونسوی مدظلہ اور حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ سے علم مناظرہ کی تکمیل کی تھی اور خود بھی صف شکن مناظر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند آہنگ اور اچھی آواز سے نوازا تھا اور جسمانی طور پر بھی خوب باوجاہت تھے کچھ عرصہ پہلے ان کے ''والد محترم'' کو شہید کیا گیا تھا اور آج ان کا خود آلو جنازہ بھی مسلمانوں کے کندھوں پر ہے۔ اہل علم تیزی سے اٹھتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر رحمت اور رحم فرمائے۔



شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہ

(شیخ الحدیث جامعہ اشاعت الاسلام حضرو)

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہٗ میں اپنے نام (علی۔شیر۔حیدری) کی پوری جھلک تھی۔ انہوں نے شہید ناموس صحابہؓ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہ کی سرپرستی کی اور قیادت سنبھالی۔ وہ جوان تھے..... ایک مدرس..... متبحر عالم اور بے مثال خطیب تھے۔ ہر موضوع پر بولنا، سبائی فرقہ کے تمام عقائد کو ظاہر کرنا ان کی تقریر میں نمایاں ہوتا تھا۔ تمام مدارس کے مرکزی پروگراموں میں

اکثر انہیں بلایا جاتا تھا اور وہ تشریف لاتے تھے۔

دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کی علمی درسگاہ میں وہ اگست میں تشریف لائے تھے۔ ان کی شہادت سے ایک بہترین مدرس......متبحر عالم......ایک عظیم خطیب امت مسلمہ سے چھن گیا ہے۔ یہودی ہمیشہ انبیاء کو قتل کرتے تھے۔ دشمنان صحابہؓ نے پاکستان میں سینکڑوں انبیاء علیہم السلام کے وارث علماء کرام کو چند سالوں میں شہید کر کے وہی طریقہ اختیار کیا ہوا ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کا نعم البدل امت کو عطا فرمائے ان کی شہادت کو قبول فرمائے اور انہیں شہداء ناموس صحابہؓ کے ساتھ شامل کرے اور ان کے اہل خانہ کی حفاظت فرمائے اور ان کے ادارہ جامعہ حیدریہ کو جو ان کا عظیم صدقہ جاریہ ہے ان کی زندگی سے بھی زیادہ جاری وساری فرمائے، ان کے برادر عزیز مولانا ثناء اللہ کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی رہی
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

☆☆☆

شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ امیر جمعیت علمائے اسلام پاکستان

[قائد اہل سنت حضرت علامہ محمد احمد لدھیانوی مدظلہ کے نام قائد جمعیت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اپنے تعزیتی خط میں یوں تحریر فرمایا۔ (ادارہ)]

حضرت علامہ علی شیر حیدری کا سانحہ شہادت ہم سب کے لیے ایک جیسا المیہ ہے۔ عدم صحت کی وجہ سے جنازہ میں شریک نہ ہوسکا مگر تعزیت اور سوگ میں میری پوری جماعت پہلے دن سے شریک ہے اور ہر سطح پر احتجاج کر رہے ہیں، حضرت علامہ سے تفصیلی ملاقات دو سال قبل خانپور میں رات کو ہوئی تھی، ذہنی فکری ہم آہنگی پائی، افسوس کہ دوبارہ ملاقات اور لائحہ عمل طے کر کے کام کرنے کا موقع نہ مل سکا، مجھے مولانا کے صاحبزادگان اور پسماندگان کا پتہ نہیں، تعزیت کی مستحق آپ اور آپ کی جماعت ہے، مگر ان سے بھی اظہار تعزیت اخلاقی اور دینی طور پر بے حد ضروری ہے میری نیابت میں آپ ہی ان کو ہمارے جذبات پہنچا دیں۔

☆☆☆

پیر طریقت حضرت مولانا عبدالجلیل رائے پوریؒ

(خانقاہ گلشن قادریہ ڈھڈیاں شریف)

سپاہ صحابہ کے تیسرے شہید سربراہ علامہ علی شیر حیدری شہید ایک باعمل اور صالح عالم دین تھے،انہوں نے ہمیشہ حق اور سچ کی بات کی اوراس کی تلقین کی ،حق اور سچ پر اپنی جان نچھاور کر گئے مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید کے رگ وخون میں صحابہ کرامؓ واہل بیت عظامؓ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اورانہوں نے اپنی اس محبت کا پوراپوراحق یوں ادا کیا کہ پوری زندگی دشمنان صحابہؓ کوللکارتے ہوئے اپنے علم،وسعت مطالعہ اور مضبوط دلائل کے ذریعے صحابہ کرامؓ واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کا دفاع کرتے رہے، مجھے انتہائی خوشی ہے کہ مولانا علامہ علی شیری حیدری شہید کی اسلام اور بانیان اسلام کی خاطر دی جانے والی قربانیوں اور انکی خدمات پر مشتمل ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کا جارہا ہے،اللہ رب العزت مولانا حیدری شہید کی خدمات جلیلہ اورانکی شہادت کواپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے اورانکے جانشین عزیزم مولانا محمد احمد لدھیانوی کوحق سچ کہنےاور اہل حق کا ساتھ دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین

☆☆☆

محقق دوراں حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ

[نوٹ:معروف مصنف اور مسلک اہلسنت والجماعت کے عظیم محافظ حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ کی خدمت میں ہم نے حضرت حیدری شہیدؒ کے متعلق تأثرات لکھنے کے لیے ایک عریضہ بھیجا تھا جس کے جواب میں حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ نے یہ تحریر بھیجی۔یادرہے کہ موصوف کا حضرت علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کے ساتھ گہرا علمی تعلق تھا۔(ادارہ)]

عزیزم محترم............. برادرم شرفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ.....مزاج گرامی

سلام مسنون کے بعد تحریر ہے کہ آپ کا مکتوب ہذا موصول ہوا......یادآوری کا شکریہ!!

بندہ چار پانچ سال سے صاحب فراش ہے،بیمار ہے،ضعف غالب ہے،کوئی دماغی کام نہیں کرسکتا معذوری ہے،والعذر عند کرام الناس مقبول ۔مولانا مرحوم ایک جید عالم دین اور مسلک اہلسنت والجماعت کے صحیح پیروکار اور محافظ تھے۔انہیں اعدائے صحابہؓ نے شہید کیا ہے جبکہ مولانا شہیدؒ اپنے مشن میں کامیاب ہوگئے۔آپ اپنے پروگرام کوتمام ومکمل کریں،یہ نہایت کار خیر ہے۔میری اس کام میں معذرت

ہے، محسوس نہ فرماویں۔

والسلام مع الدعاء

☆☆☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الرشدی صاحب مدظلہ

نحمدہ تبارک وتعالیٰ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین قرآن وسنت کی روایت واستناد اور تعبیر وتشریح کی اساس ہیں اور قرآن وسنت کے ارشادات واحکام میں اللہ تعالیٰ اور جناب نبی اکرم ﷺ کی منشاء ومراد فہم وتعین میں اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے دین کے علمی ڈھانچے اور عملی تشکیل کو مجروح کرنے کی خواہش رکھنے والوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ثقاہت وعدالت پر حرف گیری کو ہمیشہ ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے لیکن ائمہ اہل سنت اور انکی رہنمائی میں ہر دور کے علماء حق اس سازش کو بے نقاب کرتے رہے ہیں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل ومناقب بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے دفاع اور ان پر کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات کے لئے مسلسل اپنی علمی صلاحیتیں صرف کرتے رہے ہیں۔

ماضی قریب میں امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمات اور جدوجہد ایک نمونہ اور مثال کا درجہ رکھتی ہے، جن سے جنوبی ایشیا کے ہر خطے کے علماء کرام اور دینی کارکنوں نے استفادہ کیا ہے اور اہل سنت کے عقائد کے تحفظ اور صحابہ کرامؓ کے دفاع کے محاذ پر کام کرنے والے بیسیوں محقق علماء کرام نے اس اسلوب کو آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے۔

علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ تعالیٰ ان مجاہد علماء کرام میں نمایاں مقام رکھتے ہیں جنہوں نے عصر حاضر میں جمہور اہل سنت کے عقائد وموٗقف کی وضاحت وتشریح اور حضرات صحابہ کرامؓ واہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دفاع میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور ان کی جدوجہد اور خدمات اس محاذ پر محنت کرنے والوں کیلئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں انہیں بلند مقام سے نوازے اور علماء وکارکنوں کو ان کی کاوشوں سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین یارب العالمین

☆☆☆

مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب مدظلہ

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید مرحوم ایک جید عالم دین نہایت درجہ فاضل اور کامیاب مدرس تھے، اپنے مؤقف کو انہوں نے طعن و تشنیع اور زبردستی کی بجائے ہمیشہ دلائل سے ثابت کیا، حضرات صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ کے دفاع اور تحفظ کے لیے انکی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔افسوس کہ ناعاقبت اندیش ظالموں نے انہیں شہید کردیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادیں اور پسماندگان کو صبر واجر عطا فرمائیں۔آمین

☆☆☆

شیخ الحدیث مولانا عبدالباقی صاحب زید مجدہم

(شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ مفتاح العلوم)

حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید، اللہ ان کے درجات بلند فرمائے جو تمام سنی قوم کے ترجمان تھے، اہل حق کی یادگار تھے، انکی قبر پر جب حاضری دی تو ایسا معلوم ہوا کہ حضرت حیدری شہیدؒ مدفون نہیں بلکہ سید انور شاہ کشمیریؒ کا علم، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا تفقہ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی سیاست حضرت حماد اللہ ہالیجویؒ کا تصوف مدفون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علامہ حیدری شہیدؒ سے ایسا کام لیا جیسا امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے ذریعے اللہ نے باطل کو نیست ونابود کیا، ایسے ہی علامہ شہیدؒ کے ذریعے اللہ نے روافض کو ایسی شکست سے دوچار کیا کہ اب وہ کبھی بھی علامہ شہیدؒ کے کسی تربیت یافتہ کے سامنے بات کرنے کی ہمت نہیں کریں گے۔ حضرت شہیدؒ کی دینی وعلمی خدمات کو فراموش نہیں کیا جائیگا۔ اللہ ان کے جانشین مولانا محمد احمد لدھیانوی کی حفاظت فرمائے اور ان کے مشن کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بندہ کے پاس وہ کلمات بھی نہیں کہ جن کے ساتھ حضرت علامہؒ کی شان لکھ سکوں۔

☆☆☆

شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم

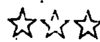
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد

اللہ تعالیٰ نے شہید مرحوم کی شخصیت میں علم وعمل، تبلیغ وتدریس، دیانت وتقویٰ، حق گوئی و بے باکی، متانت وسنجیدگی، ادب وشائستگی جیسی اوصاف کو جمع کردیا تھا اور مرحوم کی ذات شخصے درانجمن وانجمن درشخصے کا صحیح مصداق تھی۔ مرحوم شہید امداد العلوم محمود کوٹ اجتماع میں کئی مرتبہ تشریف لائے بلکہ بعض مرتبہ اپنے اہم پروگرام کو ملتوی کرکے نہایت محبت اور شوق سے تشریف لائے۔ گزشتہ برس جلسہ کی آخری نشست میں ان کا آخری بیان تھا وہ عین وقت پر آئے اور آتے ہی بیان شروع کردیا، ان کے بیان میں یہ خصوصیت تھی کہ وہ مدرسہ کی اعتدال پسندی اور انتظامی مزاج کو سامنے رکھ کر بیان فرماتے اس لیے میں بھی جلسہ کی تمام مصروفیات چھوڑ کر اپنے علمی ذوق کی تسکین کے لیے ان کے پہلو میں بیٹھ کر ان کا بیان سنتا تھا۔

بیان ختم کرنے کے بعد وہ بہت تیزی سے اپنی گاڑی میں تشریف لے گئے مجھے ان کی خدمت میں کچھ زادراہ پیش کرنا تھا، میرے سنبھلنے تک وہ کچھ فاصلہ طے کرگئے، میں نے ان کا تعاقب جاری رکھا، قاری تاج محمد ثاقب نے بذریعہ موبائل ان کو اطلاع دی، 5/6 کلومیٹر فاصلہ پر وہ رکے اور مجھے دیکھتے ہی گاڑی سے اترے، میں نے ان کی خدمت میں کچھ زادراہ پیش کیا ان کی وہ محبت بھری شائستگی آج تک میرے دل پر نقش ہے جب انہوں نے میری سفید داڑھی پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ آپ نے کیوں تکلیف کی یہ میری ان سے محبت بھری اور الوداعی ملاقات تھی، قوی امید ہے کہ یہ محبت میرے لیے ذخیرہ آخرت ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو قبول فرمائے وہ اپنے پیچھے ہزاروں عقیدت مندوں کو مغموم اور دینی و مذہبی مجالس کو اداس کرگئے۔ اس قسم کی جامع شخصیت کی جدائی سے دینی اور مذہبی فضا کی اداسی اور افسردگی اگرچہ فطری امر ہے تاہم قدرت خداوندی سے نعم البدل پیدا کردینا بعید از عقل نہیں ہے لیکن اس تیز رفتاری سے ان کا آخری سفر ہمارے لیے کوئی اچھا شگون نہیں ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان جانے والوں کا نعم البدل عطا کرے اور دینی مجالس کی رونقیں بحال رکھے اور شہید مرحوم کو اپنے سایہ رحمت میں ڈھانپ لے۔ آمین



حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب

(امام جامع مسجد تبلیغی مرکز رائیونڈ)

ہم فقیر لوگ ہیں، مولانا علی شیر حیدری بہت عزیمت کا راستہ اختیار کرکے دین حق اسلام کی بہت بڑی

خدمت سرانجام دے رہے تھے، ہم ان کی شخصیت، کردار اور دین مصطفوی کی حفاظت کے لیے انکی خدمات پر کیا روشنی ڈالیں گے، خود زمانہ ان کی خدمات کا معترف ہے، میری ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی موت نصیب فرمائے، ایسی شہادت ملے کہ میرا جسم چھلنی چھلنی ہو جائے، خون کے فوارے بہہ رہے ہوں، شہادت تو بڑی سعادت ہے اور یہ مانگنے سے کہاں ملتی ہے، خوش نصیب تھے حضرت مولانا علی شیر حیدری اور انکے رفقاء جو شہادت جیسی عظیم سعادت سے سرفرز ہوئے۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت اسلام، بانیان اسلام اور علماء حق کی حفاظت فرمائے اور ہم سب کو ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

پیر طریقت حضرت مولانا پیر سیف اللہ خالد صاحب

(سربراہ: جمعیت مشائخ اہل سنت والجماعت پاکستان)

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ نے عبقری صلاحیتوں سے نوازا ہوتا ہے۔ انہوں نے مقصد زندگی صرف اور صرف دین کو بنایا اور ساری زندگی اسی میں کھپادی، انکی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی توحید، سرکار دوعالم ﷺ کی سنت اور عظمت صحابہؓ کے لیے وقف تھی۔ دنیا کے مدوجزر پہاڑوں سے بلند اور مہیب سمندروں سے زیادہ ان کے راستے میں روکاوٹ بن کر انہیں ان کے مقصد سے روکنے کے لیے کوشاں رہے، لیکن ہمیشہ فطرت نے انکی یاوری و مدد کی اور بڑے گھمبیر مسائل اور انتہائی مشکل اوقات میں کامیابی سے سرخرو ہوئے، مال و دولت اور اقتدار ہمیشہ ان کے راستے میں روکاوٹ بننے کی کوشش کرتا رہا لیکن کبھی کسی چیز کو بھی اہمیت نہیں دی۔ اس دور میں ایسے انسانوں کا ملنا بہت مشکل ہے انہی میں سے ایک نام ایک شخصیت ایک ہستی مولانا علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی تھی۔ انہیں دیکھ کر صحابہ کرامؓ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی اور انکی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے اکابر کے نقش قدم پر گزرتا تھا۔ ان کا شمار یقیناً قیامت تک انہی لوگوں میں ہوگا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا فامامن اوتی کتبہ بیمینہ. یقیناً اگر آج بھی کوئی سراط مستقیم پر چلنا چاہتا ہے، قرآن وسنت کے احکامات میں ڈھل کر اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہے تو حضرت شہیدؒ کی زندگی ایسے لوگوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

☆☆☆

مولانا محمد عبدالعزیز صاحب مدظلہ

(خطیب لال مسجد اسلام آباد)

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''سب سے زیادہ تکلیفیں انبیاء علیہ وسلام کو آتی ہیں اور پھر جتنا اللہ کے قریب ہوتا ہے اس کو آتی ہیں۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کی عادت مبارکہ ہے کہ جن لوگوں سے پیار کرتے ہیں یا جن سے دین ودنیا کے عظیم کام لینے ہوتے ہیں یا جن کو آخرت میں بلندیوں سے نوازنا ہوتا ہے انہیں دکھوں، تکلیفوں، آزمائشوں میں ڈال دیتے ہیں حق کے راستے پر چلنے والے ہمیشہ آزمائے گئے، پریشانیاں اور دکھ ان کے راستے میں آتے رہے لیکن وہ خندہ پیشانی سے ان سارے مسائل کو قبول کرتے رہے آج بھی حق والے پوری دنیا میں آزمائشوں اور امتحانوں کا شکار ہیں۔ پاکستان عراق، افغانستان، فلسطین، صومالیہ تمام جگہوں پر حق والے آزمائے ارہے ہیں، لاکھوں اللہ والے اور دین کی سربلندی چاہنے والے دنیا کے عقوبت خانوں میں پڑے ہوئے ہیں اور سنت یوسفی ادا کررہے ہیں حضرت والد صاحب مولانا محمد عبداللہ غازی شہید فرمایا کرتے تھے: ''اگر تم دین کا کام کررہے ہو اور تمہیں پریشانیاں اور تکلیفیں آرہی ہیں تو یہ قبولیت کی علامت ہے پاکستان کی سرزمین ایک عرصے سے اللہ کے دین کے سپاہیوں کے لیے اور دین کی سربلندی چاہنے والوں کے لیے ایک امتحان گاہ بنی ہوئی ہے، سینکڑوں علماء اور ہزاروں طلبہ شہید کردیئے گئے جامعہ حفصہ اور لال مسجد کی سرزمین پر کربلائے ثانی قائم کیا گیا لیکن حق والے صبر واستقامت کا پہاڑ بنے کھڑے ہیں اور قربانیاں دیتے چلے جارہے ہیں۔

حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید حق کے راستوں پر چلنے والوں کے ایک عظیم جرنیل تھے اور ایک عظیم قربانیاں دینے والی جماعت سے ان کا تعلق تھا، ہمیشہ حق بات کہتے رہے، صحابہ کرامؓ اور صحابیات کرامؓ کی عظمتوں کا پرچار کرتے رہے، اپنے ساتھیوں کی شہادتوں کے منظر دیکھے لیکن پھر بھی قدم نہ ڈگمگائے، حق کا پرچم لے کر پورے ملک میں حق کی آواز بلند کی، آخر دم تک اسلام کا پرچم سرنگوں نہ ہونے دیا اور پھر اسی عظیم راستے پر چلتے ہوئے شہادت کا عظیم تاج سر پر سجا کر اپنے پہلے ساتھیوں سے جاملے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید سمیت تمام علماء اور طلبہ کو جنہوں نے پاکستان سمیت پوری دنیا میں دین کی سربلندی کے لیے جانیں دیں ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور ان کے

پیچھے رہ جانے والوں کو حق کا پرچم اسی آب وتاب سے تھامنے کی کوشش نصیب فرمائے اور پوری دنیا میں عظیم قربانیوں کے صدقے اسلام کی بہاریں اور خلافت اسلامیہ کی صورت مقدر فرمائے۔

☆☆☆

حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ

(مہتمم دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی)

پاسبان ناموس صحابہ، مناظر اہل سنت حضرت العلامہ مولانا علی شیر حیدری شہید کے یوں اچانک چلے جانے کا گماں تک نہ تھا کہ ان کی شہادت کے دن سے سوچ رہا ہوں کہ جس ملک کا سورج حضرت حیدری شہید جیسی شخصیتوں کے خون سے سرخی پا کر طلوع ہوتا ہو اس کے غروب اور انجام کی کیا کیفیت ہوگی۔ جس قطعہ ارضی پر ان جیسی مقتدر ہستیوں کی جانیں اس قدر ارزاں ہوں اس کے عام باشندے کس قدر بے قیمت ہونگے؟

جس مملکت کے بارود قرآن وسنت اور ناموس صحابہ کے علمبرداروں پر ٹھنڈے ہوئے ہوں نامعلوم اس ملک میں قابل عزت اور لائق تحفظ کون ہوگا؟ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید سندھ بلکہ ملک بھر کے معتبر علماء کرام میں شمار ہوتے تھے اور جملہ دینی علوم وفنون پر خاصی دسترس رکھتے تھے، آپ دور حاضر کے ایک قادر الکلام خطیب بھی تھے اور وزنی دلائل اور علمی نکات سے آراستہ ان کی تقاریر کو نہ صرف عوامی بلکہ علمی حلقوں میں بھی ذوق وشوق سے سنا جاتا تھا چنانچہ آپ نے اپنی خطیبانہ صلاحیتوں کو اپنے پیشوا قائد امیر عزیمت علامہ حق نواز جھنگوی شہید کی طرح بڑے مقصد کے حصول کے لیے خوب خوب استعمال کیا۔ سنجیدہ، مدلل گفتگو آپ کی علمی مجالس کا شاہکار ہوا کرتی تھی، عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی اسلام آباد کی حد تک آپ کی مستقل قیام گاہ کے طور پر جانا جاتا رہا، سالہا سال دارالعلوم کے سالانہ جلسے کے علاوہ رمضان المبارک میں دورہ تفسیر کے اختتام پر اور تقریب ختم قرآن میں آپ کی تشریف آوری کو ممکنہ حد تک لازمی سمجھا جاتا تھا۔ یہ آپ کی بڑائی تھی کہ چھوٹوں پر شفقت فرماتے ہوئے دارالعلوم کی ہر دعوت کو شرف قبولیت سے نوازتے اور عموماً قریبی اضلاع میں خطاب ہوتا تو دارالعلوم میں ضرور تشریف لاتے۔ آپ نے زندگی بھر ختم نبوت اور صحابہ واہل بیت کے ناموس پر حملہ آوروں کا ہمیشہ تعاقب کیا ان کے مغالطوں کو براہین ودلائل سے واضح کیا، چنانچہ زندگی کے آخری لمحات تک صحابہ واہل بیت کی نغمہ سرائی کرتے ہوئے بالآخر اپنے ساتھیوں سے جا ملے۔ حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید کی زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب تھی ان کی زندگی

کے ہر ورق اور ایک ایک گوشہ ہمارے سامنے ہے اسے مشعل راہ بنا کر روشن مستقبل کی بیل ڈالی جاسکتی ہے۔آج وہ حیات جاودانی کے باوجود ہم میں نہیں ہیں اور اب وہ واپس نہیں آئیں گے لیکن آپ کی پاکیزہ یادیں ان شاء اللہ رہتی دنیا تک زندہ رہیں گی۔

جانے والے واپس نہیں آتے
جانے والوں کی یاد آتی ہے

☆☆☆

سید قائم علی شاہ، وزیر اعلیٰ صوبہ سندھ

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کی اچانک شہادت پر انتہائی دکھ اور افسوس ہے۔میرا ان کے ساتھ طویل عرصے سے ان کے ساتھ اور ان کے خاندان کے ساتھ تعلق ہے۔علامہ شہیدؒ اپنی مثل آپ تھے، اپنے مذہب پر انتہائی عبور رکھتے تھے اور اپنے سیاسی ذہن کے ساتھ اپنے ہم مشن کافی دوست تیار کیے۔علم کی وجہ سے کافی دوست ان کے ساتھ محبت کرتے تھے۔ اللہ جل وعلیٰ شانہ نے انکو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائی ہے۔میں بھی اللہ رب العزت سے التجا کرتا ہوں کہ علامہ شہیدؒ کے ورثاء کو صبر وتحمل عطا فرمائے۔

☆☆☆

سید وسیم شاہ، پیر آف ہالانی شریف

آج پیر کے بتاریخ 24/08/2009 پر جامعہ حیدریہ خیرپور میں اس عظیم مذہبی اور علمی شخصیت کی تعزیت کے لیے آنا ہوا جس کو پوری دنیا قائد ملت اسلامیہ علامہ علی شیر حیدری کے نام سے جانتی ہے اور اتنا پیار کرتی ہے کہ جس کا مثال ملنا انتہائی مشکل ہے۔مجھے آج یہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ انمول ہستی کے لیے کیا لکھوں۔وہ ہستی کہ جس نے ہمیں حقیقی مذہبی شعور دیا، جس نے توحید کے درس سے شرک اور کفر کو اتنا واضح کیا جتنا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے دور میں اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کیا۔علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ دین ومذہب پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔آج مجھے کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسے کوئی مسئلہ یا سوال پوچھا جائے اور وہ اسی وقت موقع پر مطمئن کرنے والا جواب دے سکے۔سچ یہ ہے کہ علامہ حیدری شہیدؒ کو اللہ تعالیٰ نے جن خوبیوں سے نوازا تھا ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔علامہ حیدری شہیدؒ بلاشک اس دور

کے علامہ عبدالشکور لکھنویؒ تھے۔علم اور فہم میں نہ صرف انکے جانشین بلکہ حقیقی نعم البدل تھے۔ہمیں پورا یقین ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کے اعلیٰ مقام علیین میں اپنے درجات کی بلندی کے ساتھ نوازا ہوگا۔شہادت مجاہد کی منزل اور اللہ تعالیٰ کا اعلیٰ انعام ہے،اللہ تعالیٰ ساری جماعت،رفقاء کرام اور خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت شہیدؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

حضرت مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو، سینیٹر جمعیت علماء اسلام

بچپن سے لے کر مولانا حیدری اور میں ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہے۔جب بھی ملاقات ہوتی تو بھائیوں جیسی محبتیں کیں لیکن وہ مجھ سے پہلے رب کریم کے ہاں پہنچ کر بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئے اور عظیم مرتبہ پاگئے فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جنت الفردوس میں اعلی درجات نصیب فرمائے۔مولانا کے بھائی، گھر کے تمام افراد،عزیز واقارب،مولانا کے سارے معتقدین، جامعہ کے اساتذہ وطلباء اور خادمین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆

سید غوث علی شاہ، صدر مسلم لیگ (ن) سندھ

آج مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ کی تعزیت کے لیے ان کے قائم شدہ جامعہ حیدریہ میں حاضری ہوئی۔ مولانا شہید کے ساتھ میرا ذاتی تعلق انتہائی مضبوط تھا اور اسی وجہ سے ہم ایک دوسرے کے ساتھ وہ تعلق نہیں چھوڑا۔مجھے انتہائی افسوس ہے جس طرح مولانا علی شیر حیدریؒ پر حملہ کیا گیا اور شہید کیا گیا۔مجھے جب یہ دردناک افسوس ترین خبر ملی تو میں لندن میں تھا۔جیسے ہی میں ملک میں واپس آیا ہوں تو مولانا شہید کے بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ تعزیت کرنے کے لیے میں خود حاضر ہوا ہوں۔مجھے پورا یقین ہے کہ مولانا شہیدؒ کو اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس عطا کیا ہے اور میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا شہید کی طرح ان کے ورثاء کو بھی اس مشن کو انسانیت کے فلاح کے لیے فائدہ مند بنائیں۔

☆☆☆

مولانا عبدالغفور قاسمی ، سجاول صوبائی نائب امیر جمعیت علماء اسلام سندھ

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آج میں جامعہ حیدریہ میں حاضر ہوا ہوں۔ جامعہ کے منتظمین ، اساتذہ اور طلبہ کی محنت اور اخلاص نے مجھے انتہائی متاثر کیا ہے۔ یہ جامعہ حیدریہ مولانا شہیدؒ کا صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تبارک سے التجا ہے کہ اسی کو تا قیامت قائم ودائم رکھے (آمین)

☆☆☆

مبلغ اسلام مولانا عبدالرزاق میکھو رہنما جمعیت علماء اسلام

آج میں مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ کے قائم کردہ جامعہ حیدریہ میں حاضر ہوا ہوں۔ مولانا شہیدؒ بہت بڑے عالم دین اور دین کے محافظ تھے۔ ان کی کمی مستقبل قریب میں تو پُر ہوتی نظر نہیں آرہی۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا ثناء اللہ حیدری کو تمام شرور وفتن سے محفوظ رکھے اور ان کے قائم کردہ جامعہ حیدریہ کو آباد رکھے قیامت تک اسے جاری وساری رکھے (آمین)

☆☆☆

نواب خان وسان رکن قومی اسمبلی خیرپور

مولانا علی شیر حیدری شہیدؒ کے ساتھ میرا اچھا تعلق تھا۔ چند دن پہلے بھی میری ان کے ساتھ ملاقات ہوئی تھی اور میں مولانا شہیدؒ سے علمی فائدہ حاصل کرتا تھا۔ مولانا حیدری شہیدؒ بہترین اخلاق کے مالک تھے اچھے خصائل کے حامل تھے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مالک لم یزل ان کے خاندان سے بھی ایسے افراد پیدا کرے جو دین کی خدمت کریں (آمین)

☆☆☆

مولانا ظہور احمد علوی ، اسلام آباد

مناظر اسلام علامہ علی شیر حیدری شہید جن کو اب نہ چاہتے ہوئے بھی مرحوم لکھنا پڑ رہا ہے ، کئی خوبیوں کا مجموعہ تھے ، حق تعالیٰ نے انہیں رسوخ فی العلم ، عمل ، سنجیدگی ، وقار ، مناظرانہ صلاحیتوں سمیت بہترین خطابت سے بھی نوازا تھا ، دوران تقریر الفاظ میں روانی ، گفتگو میں تسلسل ہوا کرتا تھا ، وہ اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے

لیے دلائل کے انبار لاتے تھے اور چند منٹ بعد مخالف کو مکمل طور پر دلائل سے دبوچ لیتے تھے۔

علامہ علی شیر حیدری نے صحابہ کرام کی ناموس تحفظ کے لیے جس طریقہ کار کو درست سمجھا پورے اخلاص کے ساتھ اسی کو نہ صرف اپنایا بلکہ زندگی بھر اس پر کاربند بھی رہے حتیٰ کہ اسی دوران جام شہادت نوش کیا، اب ان کا یہ طریقہ کار امت کے لیے کتنا سودمند ثابت ہوا؟ یہ ایک مستقل موضوع ہے، تاہم ان کی قربانی ،اخلاص ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہے، علامہ شہید کئی مرتبہ ہمارے ہاں جامعہ محمدیہ اسلام آباد میں تشریف لائے، کچھ عرصہ قبل کسی تبلیغی سفر سے واپس آرہے تھے کہ اسلام دشمنوں نے حملہ کردیا ،علامہ شہید نے نہایت جرأت اور بہادری سے دشمنوں کے دیئے ہوئے زخم اپنے سینے پر سجالیے اور سوئے جنت روانہ ہوگئے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔(آمین)

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا!

مولانا سلطان محمود ضیاء، مدیر جامعہ خلفاء راشدین

قائد اہل سنت، استاذ العلماء، مناظر اسلام، محافظ ناموس صحابہ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری نوراللہ مرقدہٗ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی روشنی میں جو تحفظ ناموس صحابہ کے لیے خدمات سرانجام دی ہیں، مسلم امہ قیامت کی صبح تک انہیں خراج تحسین پیش کرتی رہے گی۔ مولانا علی شیر حیدری ناموس صحابہ کے تحفظ کے لیے شب روز کوشاں رہے اور زندگی میں بے شمار صاحب فن علماء کرام تیار کر کے مشن کی آبیاری کا انتظام کر گئے ہیں بندہ کے پاس کوئی الفاظ نہیں ہیں کہ جن کے ذریعہ حضرت والا کی خدمات کو سراہا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا علی شیر حیدری اور انکے تمام پیشرو شہداء کرام کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور شہداء کرام کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین

☆☆☆

مولانا محمد عبدالکریم نعمانی۔ جامعہ ابی بکر صدیق کبیر والہ

حضرت مولانا علی شیر حیدری کے علم، تدبر اور حق گوئی اور بلاخوف لامۃ لائم کلمۃ الاحق کا بندہ صرف معتقد نہیں بلکہ مؤید ہے، ایسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں اور اپنی ایسی تاریخ چھوڑ جاتے ہیں جن سے آنے والے لوگ سبق لے کر اپنے لیے راہ عمل متعین کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

قاضی محمد اسرائیل گڑنگی، مانسہرہ

میرے مہربان میرے قائد، میرے محسن، امام غزالی کی یاد، امام انور شاہ کشمیری کے جانشین امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تصویر حضرت علامہ علی شیر حیدری جو بارہا ہمارے گھر تشریف لائے ،حضرت کی تقریظ ہماری کتاب قبروں سے خوشبو پر ایک یادگار دستاویز ہے۔ آج خود ان کی قبر سے خوشبو آرہی ہے، ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین) حضرت مرحوم کی یادیں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ سب حضرات کو سلام مسنون عرض کرنا۔

☆☆☆

مولانا محمد صادق قاسمی۔ مرکزی نائب صدر مجلس علماء اہل سنت پاکستان

حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدریؒ ہمہ صفت متصف تھے اور صاحب تحقیق وتدقیق تھے، اکثر تبلیغی اسفار میں مولانا علامہ سے ملاقات وزیارت ہوتی تو خندہ پیشانی سے پیش آتے ، بلکہ بعض دفعہ بندہ ناچیز سے خطبہ کی فرمائش کرتے اور خوش ہو کر داد دیتے اور مولانا اس درجہ پر تھے کہ جن پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کیا جا سکتا ہے اور اکابر کے اس اعتماد کا کمال حق ادا کیا، اپنی جماعت کا اور آپ کے علم وعمل کے سب ہی لوگ اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے، ایسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین

☆☆☆

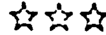
مولانا افتخار احمد حقانی۔ کنوینر جے یو آئی نظریاتی پنجاب

قائد اہل سنت علامہ علی شیر حیدری مسلک علماء دیوبند کے سچے ترجمان تھے اس دور میں ان کا شمار بڑے صاحب علم لوگوں میں ہوتا تھا، وہ صرف خطیب ہی نہیں تھے، بلکہ اعلیٰ درجہ کے مدرس بھی تھے، اس کے باوجود انہوں نے اپنے لیے جو میدان پسند کیا وہ پھولوں کی سیج نہیں تھا بلکہ کانٹوں کا جنگل تھا، جس کو انہوں نے بڑی جوانمردی سے عبور کیا اپنے پیش رو قائدین کی نیابت کا صرف حق ہی ادا نہیں کیا بلکہ اس کو مزید چار چاند لگائے، بالآخر اپنے قائدین کے نشان قدم پر چلتے ہوئے شہادت کا جام نوش فرمایا۔ اللہ رب العزت اُن کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے اور ان کے چھوڑے ہوئے مشن کی تکمیل فرمائے۔ (آمین)

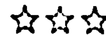
☆☆☆

Allama Ali Sher Hydri was an institution in himself, he was recognition of Muslim Umah, it's the greatest loss of Muslims. May Allah place his soul in Jannat-ul-firdos.

Tahir Imtiaz Phulpoto
District Nazim Khairpur



Allama Hydri was brave leader, he had worked for the betterment of District Khairpur.



Nawab Manzoor Wasan
M.N.A Khairpur

I met Allama Hydri in 1988, he inspired me a lot. He was a perfect Muslim leader and I am his follower.

Major Mushtaque



The murder of Allama Ali Sher Hydri was a very sad incident and does not bode well for sectarian of Khairpur District. I would like to condole with his family Jamaat for this tragic loss.
I would also like to appreciate the patience of the leaders of ahl-e-sunnat who did not allow this incident to coca late.
I hope culprits will be arrested and justice will be done. I also hope that leaders of different religious group and sects would modulate dialogue to being longtime peace and harmony according to the sprit of Islam.

Sayeda Nafisa shah



The sudden death of Allama Ali Sher Hydri, is shocking news for this city. He tried his best for peace and tranquility during his life time. Indeed it is a great loss for this area, specially, Jamaat. I offer my condolence on the behalf of District Govt: and pray for the departed soul and pray from Almighty Allah that whole jamaat may bear their loss.

Mohammad Abbas Baloach
DCO Khairpur

Today I am visiting the Jamia where I have met the mohtam Mollana Sannaullah sahib, the incharge principle Molana Abdul Jabbar and others including syed paryal shah, Molana Muree sahib etc. The tragic and sudden death of Molana Ali Sher Hydri. He has left a big gap in the administration of the jamia as well as the jamaat, Here; I have come to know that more than 250 students, most of them are boarders, from all over sindh and other provinces and getting Islamic education. This is the noble job being done by madarssah.

The administration of the jamia is very co-operative and open. The administration is also systematic, with quite a number of checks on every student being admitted.

In the end, I would pray to the Almighty Allah to bestow His choicest blessings upon the Jamia as well as upon the departed soul. Allama Ali Sher Hydri. May his soul rest in eternal peace.

S. Peer Mohammad Shah

D.P.O. Khairpur

بسم الله الرحمن الرحيم

إجازةٌ في الحَديثِ النّبويّ الشَّريفِ

الحمدُ للّٰه ربِ العالمينَ ، والصَّلاةُ والسَّلامُ على سَيّدِ المُرْسلينَ مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ آله وَصَحبِهِ أَجمعين،

أمّا بعدُ فقد استجازني الأخ في الله ، العالم الجميل والفاضل النبيل علي منير بن محمد إرث الحميد سارى

~~وفقني الله وإياه لما يحبه ويرضاه وألح فأجبته إسعافاً لمأموله مع أني لستُ أهلاً له~~ فأقول قد أجزتُ الأخَ المذكور بروايةِ ما صحَّ لي روايتُه من منقولٍ ومعقولٍ من حديثٍ و فقهٍ و تفسيرٍ و غيرِها بشرطِهِ المعتبرِعندَ أهلِ الأثرِ، وخصوصاً بروايةِ الكُتبِ الحَديثيةِ التي ألّفها الأئمةُ الأعلامُ نجوم الهُداة المهتدين،المتبوعون في الفروعِ و أصولِ الدّين "كتابُ الآثار"للإمامِ الأعظمِ أبي حنيفة النعمان رواية مُحمّد عَنه ، و جامعُ مسانيدِ الإمامِ الأعظمِ للخُوارزميّ ، و"مؤطا مالك" رواية محمّد و يحيى عَنْه ، و"السنن"للإمام الشافعي رواية الطحاوى عن المزني عنه ، و "مسند الإمام الشافعي" جمع أبي العباس الأصم و "مسند الإمام أحمد" ، وما صنفه الحفاظ الجهابذة المحدثون كمعاني الآثار" للإمام الطّحاوي و "الصحاح الستة" و "المشكاة" للتّبريزي ، و "الحصن" للجَزري وسائر ما أجازني شيوخي الأعلامُ بروايةِ الكتبِ المذكورةِ في الأثباتِ ، وأشهر أسانيدي المتصلةِ بالقراءة والسماع مذكورةٌ في خاتمةِ كتابي " ما تمسُّ إليهِ الحاجةُ لمَنْ يطالع سنن إبن ماجة" .

وقد أجازني شيخُنا الإمامُ العلاّمة الفقيهُ الأصوليُّ أعلمُ أهلِ عصرِه بالرّجال مولانا محمُود حَسن خان الطونكي صاحب "معجم المصنفين" رحمه الله ، وله إجازةٌ عن العلاّمة المحدِّث المقرىء عبد الرحمن الباني بتي عن الإمامِ الهمامِ شيخ الأئمةِ الأعلامِ عبدِ العزيز عن أبيه الإمامِ وليّ اللّٰه أحمد بن عبد الرحيم العمري المحدّث الدّهلوي .

وأيضا قد أجازني مُدرّس المعقول و المنقول العلامةُ محمد ياسين البريلوي رحمه اللّٰه و حصلت له الإجازة عن وليّ عصرِه الإمامِ العلامةِ الزاهد مولانا فضل رحمن كنج مرادآبادي عن الإمام عبدالعزيز الدّهلوي و رحم اللّٰه الجميع. و هذه الأسانيدُ متصلةٌ بالإجازةِ فقط دون السّماعِ والقراءة .

وأوصى الأخَ المذكورَ أن لا ينساني في صالحِ دعواته،في خَلواته و جَلواته . ونسألُ اللّٰه العظيمَ المولَى الكريمَ العافيةَ في الدنيا والآخرةِ و أن يميتنا مسلمين،و يحشرنا في الصالحين،والحمدُ للّٰه أولاً وآخراً .

كتبه الفقير إليه تعالى
محمد عبد الرشيد النعماني غفر الله له

٢٩/ذي الحجة ١٤١٩هـ

محدث کبیر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اجازت حدیث

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي شرف نوع الانسان من بين اجناس الاكوان بان علمه فصيح البيان وانطق له اللسان معبرا عما في الجنان بمليح البيان ونور قلبه بانوار الافكار الحكمية وعلوم الاسرار العقلية والنقلية فاضحى جامع خزائن لطائف اسرار كائنات الامكان وخصنا معشر زمرة المسلمين بكرم فخار اعظم شرف مبين ان جعلنا اكرم الامم الاولين والاخرين وافتدينا باسرهم اجمعين وانكنا الخير وحسب الزمان بحرمة حبيبه الكريم ورسوله الرحيم سيد الانس والجان الذي فتح باذن ربه قلوبا غلفا واذانا صما واعينا عميا باشعة علوم الايمان لم يورث درهما ولا دينارا ولا متاعا ولا عقارا بل العلم الذي علمه الرحمن فمن اخذه اخذ بحظ وافر وشهر من زاهر دائم متواتر لا تفنى على مر الزمان فلعمري كفى فخار الحملة علم الدين انهم من ورثة سيد العالمين ونجوم الهداية للمهتدين يدعو لهم الطير والنمل والحيتان فصلى الله عليه وعلى آله وصحبه واوليائه امته وعلماء ملته وكافة اهل الايمان،

وبعد فلا يخفى ان العلوم الشرعية اضحت في هذه الاعصار تكاد تندرس لها الرسوم وتمحى الآثار قل طلابها وافتقد اربابها فشا الجهل وعم ونما الباطل وطم اذيعت الفتن واضيعت السنن هجرت سير الاسلاف واوثرت الاهواء والبدع لغلبة العصبية والاعتساف ووقع كما ورد في وحي السماء بدء الدين غريبا وسيعود غريبا فطوبى للغرباء فيا لطيب من تفرد منهم ببذل الجهد وصرف سعيه بحسن جده في تعلم هذه العلوم الدينية وحماية حمى الحق والعقائد اليقينية ومن هولاء عباد الله الصلحين وحزبه المفلحين المولى المكرم ذو الفهم الراسخ والعزم الاقوم والذهن الثاقب والفكر الصائب والرأي السديد السوي المولوي ابو العلى محمد المدعو بعبد الرشيد الجي بوري حصل الله اماله واصلح حاله ورزقه شرف علم اليقين وكماله فقد تجرع جرع مشاق الافكار مشتغلا فيها طول الليل والنهار تعلم عدة سنين في مدرسة تعليم الاسلام الواقعة ببلدة جي بور صانها الله عن الفتن والشرور وحصل اكثر الكتب المروجة في النصاب المعروف والمسائل المشتهر بالدرس المبارك النظامي من الحديث والتفسير والعقائد والفقه والاصول والحكمة والفلسفة في المعقول وشرب مشربا رويا سائغا هنيئا من هذا العباب العذب الزاخر ولما حصل له ملكة راسخة في هذا الشان بفضل الله الملك المنان وآن ان يعطى له سند مستند واجازة تدريس العلوم واشاعتها بفضل الله الصمد كتبنا له الوريقة على سبيل الاجازة حسبما بدا لنا من حسن حاله من غير ريب وحزازة ونوصيه بتقوى الله في السر والعلن والجهد في اشاعة السنن ورد اهل الزيغ والفتن من الملاحدة والمبتدعة من النيشرية والرافضة والخوارج والنجدية بانواعها وسائر اهل الفتن بحسب ما تيسر في سوانح الزمن والرجاء ان لا ينسانا من الدعاء وليكن حسن ختام الكلام بحمد الله الملك العلام كما كان شرف الابتداء وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين في كل حين ؏

العبد المذنب [illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة والسلام على سيدنا محمد رسول الله
وعلى آله وصحبه اجمعين الحمد فقد اجزت العالم الجليل
والفاضل النبيل علي شبير الحيدري بن محمد وارث بروايه
جميع الكتب التي قد حوته الثبت بطرق اسانيده
واوصيه بتقوى الله تعالى في السر والعلن وان لا ينساني
في صالح دعواته بخلواته وجلواته والحمد لله المعين

كتبه المفتقر اليه تعالى
محمد عبد الرشيد النعماني
٢٩ ذي الحجه سنه ١٤٢٩ هـ

٤٨٦

خیرپور
عیدگاہ
۲۵-۱-۱۴۲۶ھ

پیارا پٽ عبدالجبار حفظہ الغفار
المنہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسین ٿ سڀ خوش ھونداءِ استاد شاگرد

منظم سڀني جي ڪم ۾ مصروف ھوندا،

ان شاء اللہ تعالیٰ مسين کي ھمت ۽ اخلاص

نصيب فرمائي. اسين مسين کي سلام چوندا

جيئن طرح مناسب ھجي ھافي ھڪ دفعو

ٻهراڻ ٻهچامون جو ٻيو ولسيٽ ڪللہ جيئن

اينڌڙ آچي اسٽري نئي ھجي پر ٻهراڻ گھوٽ

مسجي جي تعطيف ھجي ضروري ٿي آکي.

البتہ ڪير ھڪ جي بجاء ڏينھن ڪلو عمري

جنھلو جيئن آگ ۾ رمضان ۾ ھو.

ٻھر ڏاڏھي جيکي طرح چاڙي گلشير

علي رضا وارن جي ڏرلعي تسلي ٿيندا.

بسم الله الرحمٰن الرحيم

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم وعلى آله وصحبه اجمعين

اما بعد۔

فقد تشرفت بزيارة المدرسة العربية مدينة العلوم ولقاء منتظميها واساتذتها واركانها

يوم الخميس ١٦ رجب ١٤٣٠ھ فوجدتها ادارة عظيمة

لاشاعة العلوم الاسلامية والمعارف الدينية من الادارات التي ترتكز على التقوى

ووجدت الاساتذة والمنتظمين يبذلون غاية الجهد في مقصدهم من اشاعة الدين المتين

فاسئل الله العظيم ان يجعلها منارة الهداية ومنتظميها مستقيمين على سبيل السلف

وان يتقبل من المعاونين والمنتظمين جميعا جهدهم ويوفقهم وايانا لما يحب ويرضى۔

وبالله التوفيق

كتب ببنانه العبد الاحقر

علی شمس الدين

عربی انداز تحریر



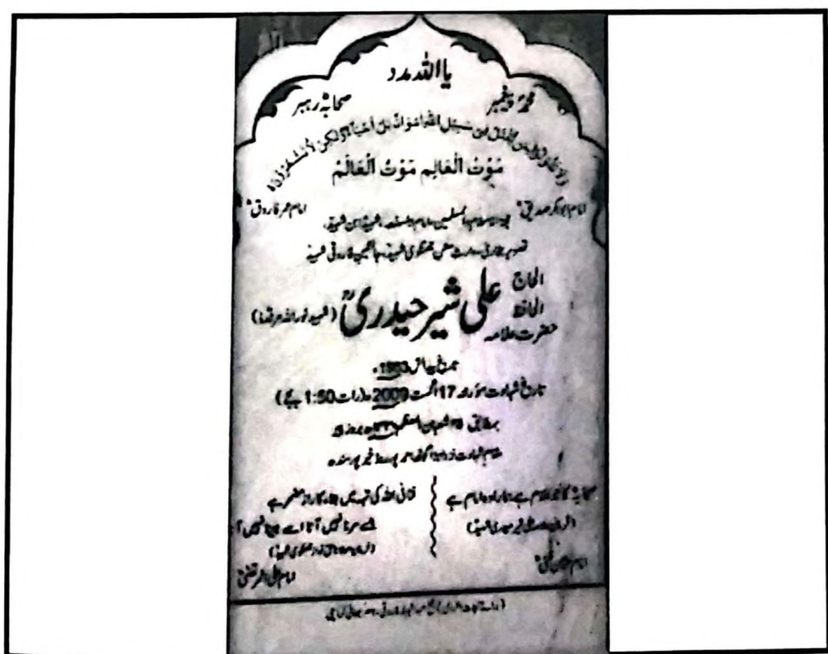
زیرِ تعمیر جامع مسجد علی المرتضیٰ کا ایک منظر



جامعہ حیدری کا زیرِ تعمیر دارالاقامہ



زیر تعمیر درسگاہیں



10 دارالسکون مرقد حیدری شہید پر لگی پلیٹ

مختصر تعارف

اَلجَامِعَۃُ الحَیدرِیّۃ اَنوارُالھُدیٰ (رجسٹرڈ) خیرپور سندھ

جامعہ حیدریہ انوار الھدیٰ 1987ء سے خیر پور سندھ میں دینی وعلمی خدمات سرانجام دے رہا ہے...... ایک کچے کمرے اور چند طلباء کے ساتھ شروع ہونے والا یہ مدرسہ، الحمدللہ آج ایک عظیم الشان اسلامی یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور سینکڑوں طلباء کی علمی پیاس بجھا رہا ہے...... ہر سال کافی طلباء حفاظ وعلماء بن کر فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور اسی طرح ملک کے مختلف مدارس وجامعات سے فارغ ہونے والے علماء کرام شعبہ تخصص فی الدعوۃ والتحقیق میں ایک سال کی تربیت لے کر دین حق کی حفاظت واشاعت کے لیے تیار ہو رہے ہیں...... تاکہ اہل حق پر ہونے والے اعتراضات وشبہات کا جواب دے سکیں۔



جامعہ میں جاری شعبہ جات

1 شعبہ قرآن کریم: جس میں حفظ وناظرہ کی باتجوید تعلیم دیجاتی ہے۔

2 شعبہ درس نظامی: اعدادیہ تا دورہ حدیث شریف

3 شعبہ تخصص فی الدعوۃ والتحقیق: فارغ التحصیل علماء کرام کے لیے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی باقاعدہ تربیت...... ماہر اساتذہ کی نگرانی میں محقق ومناظر علماء ومبلغین تیار کرنے کیلئے مختلف مذاہب پر تحقیق ومطالعہ نیز دین حق اسلام کیخلاف پھیلائے جانے والے اعتراضات وشبہات کے رد پر مشتمل ایک سالہ کورس۔

4 شعبہ دار الافتاء: جس میں لوگ ملک وبیرون ملک سے حاضر ہوکر...... یا ٹیلی فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے رابطہ کر کے دینی مسائل میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

5 شعبہ دار المبلغین: جس میں لوگ ملک وبیرون ملک سے حاضر ہوکر...... یا ٹیلی فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے رابطہ کر کے لوگ اختلافی ودینی مسائل میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور اسلام پر ہونے والے اعتراضات وشبہات کی تحقیق کر کے دین ومذہب کا دفاع کرتے ہیں...... نیز دار المبلغین کے زیر اہتمام ماہ شعبان میں ایک تعلیمی کورس کروایا جاتا ہے، جس میں دینی مدارس، سکولز، کالجز ویونیورسٹیز کے طلباء شریک ہوتے ہیں اور ملک کے جید علماء ومناظرین کی زیر نگرانی یہ چند دن گزار کر دینی دعوت وتبلیغ کیلئے تیار ہوتے ہیں تاکہ دنیا میں پھیلے مختلف فتنوں سے اپنا اور عوام الناس کا ایمان بچا سکیں۔

مستقبل کے منصوبہ جات

جامع مسجد علی المرتضیٰؓ جامعہ حیدریہ کی جامع مسجد علی المرتضیٰؓ کی تعمیر کا آغاز باقاعدہ ہو چکا ہے...... یہ تین منزلہ خوبصورت منصوبہ ہے، جس کی دو منزلیں تیار ہو چکی ہیں، موجودہ دو منزلوں میں ٹائل، ماربل اور بجلی کی وائرنگ وغیرہ باقی ہے...... جبکہ جامعہ میں طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر، تیسری منزل کی تعمیر بھی ضروری ہے...... اسکے علاوہ تین منزلہ وضوخانہ اور واش رومز کی تعمیر شروع ہے، جس کیلئے دعاؤں کیساتھ ساتھ مالی تعاون کی اشد ضرورت ہے۔

لائبریری کتابیں علماء وطلباء کا اثاثہ ہوتی ہیں، جامعہ میں علمی وتحقیقی کام بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے کتابوں کی بہت زیادہ ضرورت پیش آتی ہے...... یہی وجہ ہے کہ کتابوں کی ایک خاصی تعداد جمع ہو چکی ہے اور ابھی بہت ساری کتابیں خریدنی بھی ہیں۔ اس ذخیرۂ کتب کو محفوظ کرنے کیلئے ایک وسیع لائبریری کی اشد ضرورت ہے۔

دار الاقامہ عارضی طور پر طلباء درسگاہوں میں رہائش رکھتے ہیں، وہ بھی طلباء کی کثرت کی وجہ سے ناکافی ہیں، اس لئے فوری طور پر دار الاقامہ کی تعمیر ضروری ہے۔

جامعہ کی انتظامیہ ان منصوبہ جات کی تکمیل کے لیے کوشاں ہے

اہل خیر حضرات سے ان مبارک منصوبہ جات کی تکمیل کے لیے **خصوصی تعاون کی درخواست ہے**

فارغ ہونے والے حفاظ: 500

فارغ التحصیل علماء: 300

فرقہ باطلہ سے متعلق چالیس روزہ تربیتی کورس سے فارغ طلباء: ہزاروں کی تعداد میں

ماہانہ اخراجات: 6 لاکھ روپے علاوہ تعمیرات وغیرہ

منجانب: الشیخ عبدالجبار فاروقی، ناظم اعلیٰ جامعہ حیدریہ خیرپور سندھ
رابطہ: (0243) 552264، 0300-2343166